

مكتبة
مكتبة
مكتبة



مكتبة
مكتبة
مكتبة

مكتبة
مكتبة
مكتبة

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ اَشِدَّاءُ عَلٰى الْكُفٰرِ
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں،

وَرَحْمَةً لِّمَنْ رَحِمَهُمْ

(مہربان اندر مہربان خود) ——— شاہ ولی اللہ
 (رحم دل میں درمیان اپنے) ——— شاہ رفیع الدین

حِصَّةٌ اَوَّلٌ (صِدِّيقِي)

اس میں کتاب و سنت اسلامی تاریخ کی روشنی میں سیدنا صدیق اکبر و سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت سیدہ
 فاطمہ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم و روابط تجدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

تالیف: حضرت مولانا محمد سید نافع صاحب

۵۔ بخش سٹریٹ
 مکہ مکس بیرون موری دروازہ سرکر روڈ

۲۹۲۶۹۲
۱۵۳۸
۲۳۱۹۵

مندرجات

آغاز کتاب

۴

۵

چند تمہیدی امور
شیعی کتب سے ائمہ کرام کے فرامین کہ کتاب سنتہ کے برخلاف وایت قبول نہ ہوگی
شروع مقاصد (پانچ عدد آیات بمع شرح)

۱۳

۲۴

تحریر بدعی (صرف خلفاء راشدین کے باہم تعلقات یہاں مقصود ہیں)

باب اول :- رخاگی مراسم

۲۹

خواستگاری فاطمہ کے لیے حضرت صدیق و فاروق کا علی المرتضیٰ کو آمادہ کرنا

۳۸

سیدہ فاطمہ کی شادی کے سامان اور جہیز کی تیاری میں صدیق و عثمانی خدا

۴۶

اخطب خوارزم کا درجہ اعتماد (ایک حاشیہ)

۵۲

سیدہ فاطمہ کے نکاح کی مجلس میں حضرت ابو بکر و عمر و عثمان
کا شامل ہونا اور گواہ بننا۔

۶۱

حضرت فاطمہ کی رخصتی کے انتظامات میں حضرت عائشہ
اور ام سلمہ کی قابل قدر کوششیں

مندرجات بالا کا حاصل

۶۵

سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ کے مزید تعلقات

۷۳

سیدہ فاطمہ کا حضرت عائشہ کو رازدارانہ گفتگو سے آگاہ کرنا

۷۶

نتیجہ کلام

- ۷۷ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عائشہ کا باہمی علمی اعتماد
- ۸۰ خوشتر مر اسم کا ایک اور واقعہ (علی المرتضیٰ کی والدہ کے دکانے میں شیخین کی خدمات)
- ۸۲ ایک تنبیہ
- ۸۳ حضرت عائشہ کی جانب سے حضرت علی کے حق میں دعا و ثنا کے کلمات
- ۸۵ عبداللہ بن عباس کی جانب سے حضرت عائشہ کو خوشخبری
- ۸۷ خلافتِ صدیقی میں آلِ رسول کے مالی حقوق کا تحفظ (فدک کی متعلقہ روایات)
- ۹۱-۹۵ سہمِ ذوی القربی یا حقِ خمس کے حصول کا بیان (حصولِ فدک کی بحث)
- ۹۳ نتیجہ روایات
- ۹۴ مالِ فتنے اور آلِ رسول خلفاءِ ثلاثہ کے دور میں یعنی خمس کی طرح مالِ فتنے بھی ملتا تھا)
- ۹۸ مندرجہ بالا روایات کا نتیجہ
- ۹۹ سند نہ کور کے متعلق چند شواہد (خمس، فتنے، فدک وغیرہ کے حصول پر شہادتیں)
- ۱۰۱ امام محمد باقر کا فرمان
- ۱۰۲ امام کے فرمان کے فوائد اور نتائج
- ۱۰۳ شہادت ۲ (زید بن زین العابدین کی شہادت) فدک کے متعلق صدیقی فیصلہ درست تھا
- ۱۰۵ امام زید شہید کے فرمان کے فوائد
- ۱۰۶ مزید مؤیدات (شعبی کتب سے کہ فدک کی آمد آلِ رسول کو باقاعدہ ملتی تھی)
- ۱۰۹ تائیدات کے فوائد اور نتائج
- ۱۱۰ ایک سوال اور اس کا جواب (صدیقی ابراہیم کا انکار اس نوعیت کا تھا؟)
- ۱۱۳ ایک مزید سوال اور جواب (ناراضگی فاطمہ کے متعلق کلام)
- ۱۲۱ مسئلہ کی تکمیل
- ۱۲۲ روایت کے فوائد

مطالبہ کی روایت کے متعلق ایک حاشیہ (ایک اہم تحقیق) اہل علم کی توجہ کے قابل ۱۲۳

۱۲۵

ادراج راوی کا بیان

تعدادِ مرویات کا اجمالی نقشہ (مطالبہ کی ۳۶ روایات مندرجہ ذیل کتب میں) ۱۲۶

الزامی جواب (رنجیدگی کے چار واقعات) یعنی فاطمہ علیٰ پر ناراض ہوئیں، ۱۳۹

۱۴۵

ایک لطیفہ عجیبہ

۱۴۶

علی سبیل النثر لہ جواب

۱۴۷

طبقات ابن سعد کی روایت (رضامندی فاطمہ کے لیے)

۱۴۸

السنن الکبریٰ بیہقی کی روایت (رضامندی فاطمہ کے لیے)

۱۴۹

علامہ اوزاعی کی روایت (رضامندی فاطمہ کے لیے)

۱۵۱

حاصل روایات

۱۵۶

زوجہ صدیق اکبر اسماء بنت عمیس اور حضرت فاطمہ

۱۵۷

حضرت اسماء کا اجمالی تعارف اور رشتہ داری کا تعلق

۱۵۸

اسماء کی آخری خدات

۱۶۵

سیدہ فاطمہ کے آخری لمحات اور بعض وصایا

۱۶۹

روایات مذکورہ کے فوائد

۱۷۰

سیدہ فاطمہ کے جنازہ کا مسئلہ (یعنی فاطمہ کا جنازہ کس نے پڑھایا)

۱۷۱

اصل مسئلہ کے لیے روایات - پھر تکبیرات اربعہ کے مواقع -

۱۷۶

مندرجہ روایات کے فوائد اور نتائج کتنے عدد جنازوں پر چار تکبیرات ہی گئیں -

۱۷۹

امامت نماز کے لیے اسلامی دستور

۱۸۳

تاریخی شواہد (ہاشمی بزرگوں کے جنازوں کا مجموعہ) (سات عدد مواقع)

۱۹۰

چند قابل ذکر امور (اہل علم کی توجہ کے لیے)

- ۱۹۶ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی اہمیت
- باب دوم :- (صدیقی و مرتضوی تعلقات)
- ۲۰۲ { مسئلہ اول، حضرت علیؑ کا صدیقی اکبر کے ساتھ بیعت کرنا
(اثبات بیعت کی سات روایات)
- ۲۱۶ چند دیگر روایات
- ۲۲۰ ضروری جوابات
- ۲۲۶ محدث زہری کا قول علماء کی نظروں میں
- ۲۳۱ حافظ ابن کثیر کی تحقیق
- ۲۳۳ ایک تائیدی روایت اور فوائد روایت
- ۲۳۴ قابل تنقیح دیگر روایات
- ۲۳۷ اثبات بیعت کی تائیدی روایات ۹ عدد۔
- ۲۴۷ روایات مذکورہ کے فوائد۔
- ۲۴۸ کتب شیعہ سے بیعت کی تائید (۸ عدد روایات)
- ۲۵۴ فوائد روایات
- ۲۵۵ حضرت علیؑ کا ایک وضاحتی بیان (روایت ۹)
- ۲۵۷ اس روایت کے منافع
- ۲۶۰ آخر بحث
- ۲۶۳ { مسئلہ دوم، حضرت علیؑ کا حضرت ابو بکر صدیق کی اقتداء میں نماز پڑھنا
اجاب شیعہ کی کتابوں سے (۷ حوالہ جات)
- ۲۶۶ ایک شبہ کا ازالہ (حضرت علیؑ اوپر سے اقتداء کرتے تھے انہوں سے نہ کرتے تھے)
- ۲۶۹ فوائد و نتائج

مطالبہ کی روایت کے متعلق ایک حاشیہ (ایک اہم تحقیق) اہل علم کی توجہ کے قابل ۱۲۳

۱۲۵

ادراج راوی کا بیان

تعداد روایات کا اجمالی نقشہ (مطالبہ کی ۲۶ روایات مندرجہ ذیل کتب میں) ۱۲۶

الزامی جواب (رنجیدگی کے چار واقعات) یعنی فاطمہ علیٰ پر ناراض ہوئیں ۱۳۹

۱۴۵

ایک لطیفہ عجیبہ

۱۴۶

علی سبیل التنزیل جواب

۱۴۷

طبقات ابن سعد کی روایت (رضامندی فاطمہ کے لیے)

۱۴۸

السنن الکبریٰ بیہقی کی روایت (رضامندی فاطمہ کے لیے)

۱۴۹

علامہ اوزاعی کی روایت (رضامندی فاطمہ کے لیے)

۱۵۱

حاصل روایات

۱۵۶

زوجہ صدیق اکبر اسماء بنت عمیس اور حضرت فاطمہ

۱۵۷

حضرت اسماء کا اجمالی تعارف اور رشتہ داری کا تعلق

۱۵۸

اسماء کی آخری خدات

۱۶۵

سیدہ فاطمہ کے آخری لمحات اور بعض وصایا

۱۶۹

روایات مذکورہ کے فوائد

۱۷۰

سیدہ فاطمہ کے جنازہ کا مسئلہ (یعنی فاطمہ کا جنازہ کس نے پڑھایا)

۱۷۱

اصل مسئلہ کے لیے روایات - پھر کبیرات اربعہ کے مواقع -

۱۷۶

مندرجہ روایات کے فوائد اور نتائج کتنے عدد جنازوں پر چار کبیرات ہی گئیں -

۱۷۹

امامت نماز کے لیے اسلامی دستور

۱۸۳

تاریخی شواہد (ہاشمی بزرگوں کے جنازوں کا معمول) (سات عدد مواقع)

۱۹۰

چند قابل ذکر امور (اہل علم کی توجہ کے لیے)

- ۱۹۶ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی اہمیت
- باب دوم :- (صدیقی و مرتضوی تعلقات)
- ۲۰۲ { مسئلہ اول، حضرت علیؑ کا صدیق اکبرؓ کے ساتھ بیعت کرنا
(اثبات بیعت کی سات روایات)
- ۲۱۶ چند دیگر روایات
- ۲۲۰ ضروری جوابات
- ۲۲۶ محدث زہری کا قول علماء کی نظروں میں
- ۲۳۱ حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق
- ۲۳۳ ایک تائیدی روایت اور فوائد روایت
- ۲۳۴ قابل تنقیح دیگر روایات
- ۲۳۷ اثبات بیعت کی تائیدی روایات ۹ عدد۔
- ۲۴۷ روایات مذکورہ کے فوائد۔
- ۲۴۸ کتب شیعہ سے بیعت کی تائید (۸ عدد روایات)
- ۲۵۴ فوائد روایات
- ۲۵۵ حضرت علیؑ کا ایک وضاحتی بیان (روایت ۹)
- ۲۵۷ اس روایت کے منافع
- ۲۶۰ آخر بحث
- ۲۶۳ { مسئلہ دوم، حضرت علیؑ کا حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتداء میں نماز پڑھنا
- ۲۶۴ احباب شیعہ کی کتابوں سے (۷ حوالہ جات)
- ۲۶۶ ایک شبہ کا ازالہ (حضرت علیؑ اوپر سے اقتداء کرتے تھے انہوں سے نہ کرتے تھے)
- ۲۶۹ فوائد و نتائج

باب سوم :- حضرت علی المرتضیٰ کا امور مملکت میں صدیق اکبر سے مکمل تعاون

- ۲۷۲ امور مملکت کی تفصیل اور ان کے ثبوت
- ۲۷۳ پہلی چیز (فتویٰ اور فیصلہ میں حضرت علی کا مقام)
- ۲۷۵ دوسری چیز (جنگی امور میں حضرت علی کے قول کو ترجیح)
- ۲۸۵ تیسری چیز (مالی عطیات کو قبول کرنا) کان علی سیر فی النبی مہر الی بکر الصدیق فی القسم الخ
- ۲۸۸ ایک واقعہ (صدیق اکبر کی طرف سے علی المرتضیٰ کو لونڈی کا دیا جانا)
- ۲۸۹ دوسرا واقعہ (الصہباء نامی خادمہ کا علی المرتضیٰ کا ملنا)
- ۲۹۱ خلاصۃ المرام
- ۲۹۲ تیسرا واقعہ - خادمہ (لونڈی) کا قبول کرنا۔
- ۲۹۳ تائید از کتب شیعہ
- ۲۹۵ صدیقی عطیہ (حضرت حسینؑ کو طلیسان کی چادر دی گئی)
- ۲۹۵ نتائج مندرجات
- ۲۹۶ چوتھی چیز (حدود اللہ کے قیام میں حضرت علی کی رائے اور مشورہ)
- باب چہارم : فضائل حضرت صدیقؑ و عمرؓ، حضرت علی المرتضیٰ کی زبانی۔
- ۳۰۳ تنبیہ کی فضیلت میں چند مرفوع و غیر مرفوع روایات
- ۳۰۹ حضرت علی کا ایک خط
- ۳۱۱ صدیق اکبر اور فاروق اعظمؓ کا درجہ فرمان مرقوم کی روشنی میں۔
- ۳۱۲ ہر امر میں سبقت کنندہ صدیق اکبر ہیں۔
- ۳۱۵ سفر ہجرت کی معیت صدیقی اور امداد ملائکہ کا بیان۔
- ۳۱۷ اول اول قرآن مجید جمع کرنے والے ابو بکر صدیق ہیں۔
- ۳۱۸ پختہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔

- روایات مذکورہ کا خلاصہ ۳۲۱
- قبول روایت کا مسئلہ ۳۲۲
- سیدنا صدیق اکبرؓ کی پیشوائی پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔ ۳۲۴
- احباب کی جانب سے ایک روایت ۳۳۱
- سیدنا صدیق اکبرؓ کی وفات پر اظہارِ تاسف اور اقرارِ فضیلت ۳۳۲
- اقرارِ فضیلت کی روایتیں ۳۳۵
- نتائج ۳۳۷
- شیخین کی سیرت کا سیرت نبوی کے ساتھ اتحاد ۳۳۸
- خلاصہ مندرجات ۳۴۲
- محمد بن حنفیہ کا اجمالی ذکر ۳۴۴
- مرویات عبدخیر (گیارہ عدد) ۳۴۶
- مرویات ابی جحیفہ (نوع عدد) ۳۵۳
- روایات مذکورہ کا خلاصہ ۳۶۴
- نتیجہ روایات ۳۶۶
- ایک شعی روایت ۳۸۲
- ایک تاریخی واقعہ ۳۸۶
- باب پنجم: علوی خاندان کے صدیقی خاندان سے تعلقات ۳۸۸
- فصل اول: (سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا حسن بن علیؓ) ۳۹۰
- فصل دوم: (سیدنا صدیق اکبرؓ کے بارے میں محمد بن حنفیہ کے تاثرات) ۳۹۴
- فصل سوم: (حضرت عباس، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر طیار کے تاثرات) ۳۹۷
- فصل چہارم: (صدیق اکبرؓ کے بارے میں امام زین العابدین اور زید شہیدؓ کے فرمودات) ۴۰۲

- ۴۰۷ فصل پنجم :- امام محمد باقر کے تاثرات صدیق اکبر کے بارے میں
- ۴۱۰ نکاح اہم کلثوم سے استدلال
- ۴۱۱ تکمید کا واقعہ
- ۴۱۲ مسائل شرعی میں استدلال کرنا۔ (وجوب غسل)
- ۴۱۳ مزارعت
- ۴۱۴ ریش کا رنگ کرنا
- ۴۱۶ تلوار کو زیور لگانا
- ۴۱۸ ایک خیانت
- ۴۱۹ فرمودات امام جعفر صادق
- ۴۲۵ شیعہ روایات
- ۴۲۸ فصل ششم :- صدیقی و علوی خاندان کی باہمی ۵ عدد رشتہ داریاں
- ۴۳۵ فصل ہفتم :- خلفاء ثلاثہ کے نام اولاد علی میں
- ۴۵۰ خلفاء ثلاثہ کے نام آل ابی طالب میں، (شیعہ کتب سے ماخوذ)
- ۴۵۲ عائشہ کا نام اولاد علی بن ابی طالب میں -
- ۴۵۵ اہمیت تمام (مشمول بروصیت نبوی)
- ۴۵۷ فہرست مراجع (کتب حوالہ جات)

مشابہر حضرات علماء کرام کے تاثرات و آراء سے

چند اقتباسات

کتاب "رہنمائی" کا پہلا حصہ (سدیقی) ترتیب و تدوین کے مرحلہ سے گزرا تو فاضل مسکن نے مشورہ و رہنمائی اور تسدیق و توثیق کے لیے اکابر علماء کرام اور اس فن کے مشابہر حضرات کی خدمت میں پیش کیا۔ ضروری خیال کیا گیا ہے کہ ان بیگانہ عصر علماء کرام کی آراء سے قارئین آگاہ ہوں۔ بہتر تو یہ تھا کہ ان حضرات کی آراء بلا کم و کاست شامل کی جائیں۔ لیکن خوف طوالت سے چند اقتباسات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

① حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی

حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب (شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاول پور) نے تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا:

... کتاب نہایت محققانہ بسط و تفصیل اور محبت و دلیل کے ساتھ لکھی گئی ہے۔
... مانند و والہ بات موثق و مقصد میں ... میرے ذہن میں بوکچھ تھا آپ نے
تفسیل کے ساتھ اسے تحریر میں لایا ہے۔ ... یہ کتاب انشاء اللہ صرف اثراتِ مہلک

② حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (دارالعلوم کراچی) رقمطراز ہیں:-

..... ماشاء اللہ مستند معلومات جمع فرمائی ہیں جو منصف کے لیے
بامقصد سکون و اطمینان اور مساند کے لیے انشاء اللہ مسکت ہوں گی۔۔۔

③ — حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (مدرسہ نیوٹاؤن کراچی) نے تبصرہ
کرتے ہوئے فرمایا:

..... ماشاء اللہ اپنے موضوع پر ایک مختصراً تالیف ہے۔۔۔
موسوف کی یہ کتاب اہم دستاویز اور کامیاب کوشش ہے۔
اور اہل علم و ارباب تحقیق اس کی قدر کریں گے۔

④ حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب (مدیر رسالہ "ضیائے حرم")

حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ صاحب (الذہری) دارالعلوم غوثیہ بھیرہ نے
لکھا ہے:

..... حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے "رہماء مہنیم" لکھ کر انٹشار و
اقتراق کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی پُر خلوص کوشش
فرمائی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اس پر وہ پگنڈا کی قلعی کھل جاتی ہے
جو صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کے تعلقات کو معاندانہ ثابت کرنے
کے لیے کیا جا رہا ہے۔

⑤ — مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی ندوی

حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی ندوی (مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی) نے

کتاب پر منسل تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے :

”... مصنف نے قرآن مجید اور روایات و اسرارِ ایش کی روشنی میں اس افتراء صحابہ و اہل بیت کے مابین بغض و مناقشت تھی، کی قلعی کھول کر دین کی اہم خدمت سرانجام دی ہے جس کے لیے وہ مستحق شکر ہے و لائق صدمبارک باد ہیں۔ مولانا محمد نافع صاحب کی یہ تصنیف لیلیت بہت نافع و مفید ہے۔ . . .“

⑥ ————— مولانا اللہ یار خان

حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب (آف بکپڑا) نے تبصرہ عربی زبان میں لکھا۔ چند اقتباسات کا ترجمہ دیا جاتا ہے :-
 ”اللہ کی قسم، میں نے اس قدر قلیل حجم میں کثیر المنفعت کتاب نہیں دیکھی :-

”یہ کتاب زریں حروف میں لکھنے کے قابل ہے :-“

”یہ کتاب اپنی قسم میں نئی اور نرالی ہے :-“

⑦ ————— علامہ مولانا عبدالستار صاحب تونسوی

مناظر اہل سنت مولانا عبدالستار صاحب تونسوی نے اپنے تبصرے میں ذیل کے ارشادات رقم فرماتے ہیں :

”مسائل پر بہترین دلائل جمع کیے ہیں اور اثبات مسائل

پر قیمتی مواد جمع کیا ہے۔ مجھے مولف کے بیان کردہ

حوالہ بات پر اعتماد ہے :-“

⑧ — مولانا دوست محمد صاحب قریشی

مبلغ اسلام مولانا دوست محمد قریشی صاحب مرحوم و منثور نے ذیل کے الفاظ رقم فرمائے :-

”..... مولانا صاحب نے امت مسلمہ پر احسانِ عظیم فرمایا ہے..... رفع تعارض اس طرح فرمایا کہ مذہب بھی ابا گم ہو گیا اور شبہات بھی مندرج ہو گئے..... کتاب افراط و تفریط سے پاک ہے :-“

پیش لفظ

اسلام کی حیرتوں ترقی کی رفتار کے سامنے جب باطل قوتیں بے بس ہو گئیں اور اس کی روز افزوں قوت و طاقت کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں تو یہ دشمنان دین منین لسانی دشمنی کے بجائے زیر زمین سازشوں کا بال بچھانے لگ گئے۔ انہوں نے اپنی منافقانہ حیلہ سازیوں سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت، کاشیرازہ بکھیرنے کو موثر اور کارگر حربہ سمجھ کر شیخینہ کے دورِ خلافت تک تو ان کا کوئی بس نہ چل سکا۔ فاروق اعظم کے دورِ خلافت ہی بے پایا وسعتوں سے جہاں ان کی آتش غیبا و غصب نارہنیم کی طرح بھڑک رہی تھی وہیں اس وسیع فکرو کے دور دراز علاقوں میں انہیں سازشوں کا بال بچھیلانے کا موقعہ میسر آ گیا۔ فاروقی دور ختم ہوتے ہی یہ فتنے ہم رنگ زمین بال لے کر کونے کونے سے باہر نکل آئے۔ جن کا سرخیل لشکر عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ، ادا علی اور آل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفیوں، منکومیت اور مہر و میوں کی جھوٹی من گھڑت داستانیں سننا سنا کر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے۔ منافقین کے اس ٹولہ نے حجروٹے پر وہ پگینڈے کا وہ پتھر چلایا کہ کئی سادہ دل مسلمان بھی اس بال میں پھنس گئے۔ اور تفرقہ کے دروازے کھل گئے۔

کتاب ”رحماء بینہم“ کے مؤلف نے سالہا سال کے مطالعہ و تحقیق، تلاش و جستجو اور ریسرچ سے اس عجمی سازش کو بے نقاب کیا ہے۔ اور اسلامی اتحاد و اخوت کی بنیادیں مہر و میوں میں پڑنے والے ان زخموں کی صحیح نشاندہی کی ہے کہ کہاں کہاں سے، کن

لوگوں کے ہاتھوں اور کس انداز سے یہ مذموم کوششیں ہوئی ہیں۔ اور واضح کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نیر اہل بیت کرام نے کس اخلاص، جرات اور تدبیر سے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے۔

مؤلف کتاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے سدید اکیبر، فاروق اعظم، اور سید عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ کے حسن سلوک، باہمی تعاون، خانگی مراسم، نسبی تعلقات اور امور خلافت میں بھرپور اعانت کو کم و بیش دو سو سے زائد قدیم و جدید کتب کے حوالہ بات سے روز روشن کی طرح واضح کیا ہے۔ یہ کہنا بجا نہیں کہ اس موضوع پر اس دور میں پہلی مدلل تحقیقی کتاب ہے جو سادہ، رواں اور عام فہم اردو میں لکھی گئی ہے۔

اتحاد بین المسلمین اور اتحاد عالم اسلام کے ضمن میں اس کتاب کو اس لحاظ سے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ موسوف نے مخالفین اسلام کے تفرقہ اندازی کی اسل بنیادوں کی نشاندہی کر کے اس سازش کے تار و پود دیکھ دیئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے جہاں یہ اطمینان قلبی حاصل ہو گا کہ تمام صحابہ کرام، اہل بیت عظام سمیت باہم شیر و شکر تھے۔ ان میں اختلاف کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہیں یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کی صداقت و حقانیت، عالمگیر حیثیت اور غلبہ کے سامنے باطل کبھی ٹھہر نہیں سکا۔ اور جب بھی اسے ضعف پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے، اس کے لیے افتراق و تشیت ہی کا حربہ استعمال میں لایا گیا۔

جس طرح تفرقہ اندازی سے یہودی شاطروں نے اُس دور میں اسلام سے اپنی ٹکنتوں کا بدلہ لیا۔ اسی طرح آج کے دور میں بھی باطل قوتیں اسی چال سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مذموم کوششیں کر رہی ہیں جس سے ہر حساس، درد مند اور صاحب فکر مسلمان کو بانبر رہنا لازم ہے۔ اور اپنے شیرازہ کو بھرنے سے بچانے کی سعی بلیغ فرض ہے۔

زیر نظر کتاب کا یہ حصہ تصدیقاً ہے، حصہ فاروقی اور حصہ عثمانی مدون و مرتب ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مسند الفربانوازی بھی اسی کتاب کی چوتھی جلد کی حیثیت سے شائع ہو چکی ہے۔ رحمان بینہم اپنی معتدل صورت میں تاریخ اسلام کے اہم ترین موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط اور مدلل کتاب ہے اور اس کتاب کی اشاعت سے انشاء اللہ اہل انصاف کے ذہنوں سے بہت ساری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی اور تاریخ اسلام کے پہلے مرحلے میں اکابر صحابہ کرامؓ کے درمیان لعنات کی نوعیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آجائے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔

ناشرین

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَى مَنْ فَهِرَ حَمْدًا لِلْعَالَمِينَ سَيِّدِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْآخِرِينَ إِمَامِ الرَّسْلِ
وَعَائِلَةِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى أَسْرَاجِ الْمَطَهَّرَاتِ وَعَلَى بَنَاتِهِ الْأَمْرَبَةِ
الطَّاهِرَاتِ زَيْنَبِ زُرْقِيَّةَ وَأُمِّ كَلثُومَ وَفَاطِمَةَ وَعَلَى الْإِطْيَبِيِّينَ وَ
أَصْحَابِهِ الْمُرَكَّبِينَ الْمُتَخَبِّرِينَ الَّذِينَ هُمْ لِأَخْوَانِهِمْ أَوْلِيَاءُ وَعَلَى رَفَقَاتِهِمْ
أَذْلَاءُ وَعَلَى أَعْدَائِهِمْ أَشْدَاءُ وَفِيهِمَا بَيْنَهُمْ رَحْمَاءُ وَعَلَى سَائِرِ
أَتْبَاعِهِ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ وَعَلَى جَمِيعِ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ -

خطبہ مسنونہ کے بعد بندہ ناچپسز محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبدالغفور بن مولانا عبدالرحمن
رحمہما اللہ تعالیٰ ساکن قرنیہ محمدی دستمل جامعہ محمدی، ضلع جھنگ، پنجاب، پاکستان، ناظرین
کی خدمت میں ریش کرتا ہے کہ مدت سے خیال تھا کہ صحابہ کرام اور قرابت داران نبوت
رعلی صاحبہا الصلوٰۃ خصوصاً خلفاء ثلاثہ اور حضرت علی کے درمیان تعلقات وروابط کے
واقعات اہل اسلام کی خدمت میں یکجا پیش کیے جائیں۔

مؤلف اپنی بے بساختی و کم علمی کے باوجود اس مقصد کے اتمام و تکمیل میں حسب
مقدور کوشش کرتا رہا۔ مالک کریم کی عنایت و مہربانی سے جو کچھ مواد فراہم کر سکا ہے
وہ اب پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ وَبِهِ نَسْتَعِينُ۔

نام کتاب اور اس کا موضوع

کتاب ہذا کا نام قرآن مجید سے اقتباس کرتے ہوئے "رَحْمَاءُ مِّنْهُمْ" تجویز کیا گیا ہے

اس کا مضمون و موضوع خود اس کے نام سے واضح ہو رہا ہے مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ساتھی آپس میں مہربان ہیں)۔

ترتیب مضامین یا اجمالی فہرست

کتاب کے مضامین کی ترتیب تا لیف اس طرح رکھی گئی ہے کہ پہلے چند تمہیدات پیش کی گئی ہیں جن کی روشنی میں تمام آئندہ بحثیں درج کی جائیں گی۔ بعد ازاں اس کے مقاصد کو تین حصص پر منقسم کیا ہے۔ پہلے حصہ میں خانوادہ صدیق اکبرؑ اور خاندان حضرت علیؑ کے مابین دوستانہ روابط ذکر ہوں گے۔ اس کتاب کا یہ پہلا حصہ "صدیقی" متصوّر ہوگا۔ اور دوسرے حصہ میں حضرت فاروق اعظمؑ اور خانوادہ علی المرتضیٰ کے برادرانہ مراسم اور خوشگوار تعلقات منضبط کیے جائیں گے۔ یہ کتاب کا دوسرا حصہ "فاروقی" ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس تیسرے حصہ میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؑ کے درمیان مشفقانہ تعلقات اور باہم الفت کے حالات تحریر کیے جائیں گے۔ یہ کتاب کا تیسرا حصہ "عثمانی" ہوگا۔ اب پہلے تمہیدات پنجگانہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے بعد مقاصد شروع ہوں گے۔

چند مہیدی امور

(۱)

کتاب "رحمۃ بینہم" میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا قصد رکھتے ہیں ان میں ہمارا
 رُوئے سخن اپنے احباب اہل السنۃ والجماعت کی طرف سے اور اپنے ہم علم اور اوقات
 دوستوں کو ہی سمجھنا مقصود ہے۔ اہل علم حضرات تو ان مضامین سے پہلے واقف ہیں۔
 دوسری جماعتوں کے دوست برے ذوق سے بشرط انصاف ملاحظہ فرمائیں اور
 واقعہ کے مطابق بوجہ نظر آئے اس پر پوری طرح غور و فکر کر کے قبول فرمائیں۔ حوالہ جات
 پیش کرنے میں دیانتداری سے کام لیا گیا ہے۔ اپنی دانست میں صحیح واقعات پیش
 کرنے کا پورا خیال رکھا گیا ہے۔ انسان خطا کار ہے۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے
 پیش ہو گئی ہو تو مالکِ کریم معاف فرماتے۔ اور ناظرین کرام میری غلطی سے مجھے مطلع
 فرمائیں گے تو میں ممنون ہوں گا۔

اس چیز کا بھی خاص اہتمام پیش نظر رہا ہے کہ کتاب ہذا میں جو روایت یا جو واقعہ
 درج کیا جائے اس کو حتی المقدور باسند مستوفین و متقدمین سے انڈ کیا جائے۔ پھر
 متاخرین علماء کے حوالہ جات کو تائیداً ملایا جائے۔ البتہ جہاں باوجود تلاش کے کسی باسند
 تصنیف سے ہیں وہ واقعہ نہیں مل سکا اور متاخرین علماء نے ذکر کیا ہے تو وہ بھی درج کر لیا
 ہے لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ اس متاخر مؤلف نے کسی باسند مصنف کا
 حوالہ ذکر کیا ہو، پھر بعض مقامات پر شعبی کتب سے بھی حوالہ جات (تائیداً و انزاً) ساتھ
 دین کر دیتے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا فریضہ موقع مل سکے۔

اس کتاب میں بعض علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور ملاء عن رفع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس کے لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہذا کے ضروری مقامات میں حواشی کا اضافہ کر دیا ہے اور بعض مواقع میں اس بحث کا اہل علم کے مناسب ہونا درج کر دیا ہے۔ اس طرز و طریق سے عوام و خواص کو کوئی دشواری محسوس نہ ہوگی اور دونوں اپنے اپنے ذوق کے موافق استفادہ کرتے رہیں گے۔

کتاب ”رُحْمَاءُ بَيْنَهُمْ“ میں جو مضمون مرتب کیا گیا ہے اس مضمون کو قبل ازیں علماء اہل سنت نے بھی مدون کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں مثلاً:

(۱) حافظ دارقطنی (متوفی ۳۷۰ھ) نے ”ثناء الصحابة على القرابة وثناء القرابة

على الصحابة“ کے نام سے اسی مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔

(۲) ابوسعید اسماعیل بن علی بن الحسن السمان (متوفی ۳۴۴ھ) نے کتاب ”الموافقة

بين اهل البيت و الصحابة“ بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابوالقاسم محمود بن عمرو جبار اللہ زرخشری (متوفی ۳۲۸ھ) نے کتاب

”الموافقة بين اهل البيت و الصحابة“ بھی اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

قدرت کی طرت سے اتفاق ایسا ہوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس ملک میں ناپید و نایاب بلکہ مفقود و انجبر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس ملک میں تاسال کہیں ان کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زرخشری کا ”اردو میں خلاصہ“ ہندوستان ۱۳۴۲ء میں شائع ہوا جس کے ساتھ عربی متن موجود نہیں ہے اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بالکل درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ زرخشری کی تصنیف ”کتاب الموافقة“

کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد نہیں کیا اور نہ ہی اس سے اقتباس کی کوشش کی ہے۔ اپنا ارادہ یہ تھا کہ علمائے سلف کی ان تصانیف پر بنا دیا جائے لیکن ان کے دستیاب نہ ہونے کے باعث ان تعلقات و روابط کو دیگر کتب مُستدولہ سے از خود مدون کرنے کا قصد کر لیا اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرمائے اور ہمارے۔ ایسے آخرت میں کامیابی کا سامان بنائے اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق تعلقات اور روابط کے یہ چند واقعات فراہم کیے ہیں جو پیش خدمت ہیں ورنہ ان منسائین عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت مثبت نمونہ از خروارے کی ہے۔

(۴)

تعلقات کے ان منسائین کی حقانیت و صداقت پر ہمارا اسر استدلال قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واضح کلمات الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ نبی محمد بن عبد الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام میں رحمن اور رحیم نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریق اتم فرمایا ہے۔ یہ سب آپس میں رحمدل ہیں اور ان کے دلوں میں شفقت و الفت بھسروی لٹی ہے۔ ان کے مابین اخوت دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔ باقی روایات و تاریخی واقعات اور مُسلمہ حقائق جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے وہ سب قرآنی کی تائید و تصدیق کے طور پر درج کریں گے اس کی مستقل دلیل کی حیثیت نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرین کرام اچھی طرح ذہن نشین فرمائیں۔ یہ اصول معروفہ میں سے ہے۔

(۵)

جب ہمارے دعویٰ کی اصل دلیل ”نصوص قرآنی اور آیات فرقانی ہیں تو یہاں مقام

استدلال میں وہی روایات قابل تسلیم اور لائق قبول ہونگی جو نس قرآنی اور سنت شہورہ کے مطابق ہوں اور جن میں صحابہ کرام کی باہمی الفت و شفقت و اخوت، رأفت و عطوفت کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبت و یگانگت اور دوستی و آشتی کے حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان مناقشات، ناراضگی، مشاجرات، تنازعات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام ترفیضیہ یہاں معارضہ کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین اہل سنت و اہل تشیع کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مسلم الطرفین سے ہے کہ جو روایت نس قرآنی اور سنت مشہورہ سلمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل و تطبیق یا موافقت کی صورت نہ ملے وہ قابل رد ہوتی ہے لائق تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی کتب متداولہ سے ملائے ہوں۔

”شیعی کتب سے ائمہ کرام کے نسخہ امین“

(۱)

۱) امام محمد باقر علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور نبیہ السلام کا ارشاد فرماتے ہیں: ”فَإِذَا آتَاكُمُ الْحَدِيثُ فَأَعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّتِ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتَهُ فَخُذُوا بِهِ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتَهُ فَارْتَابُوا بِهِ“ (احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی النوارح شنی)

منازل یہ ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کر دو جو کتاب اللہ اور

میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔

(۲)

(۲) مغيرة بن سعید بڑا مکار آدمی تھا وہ امام باقر کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؑ مغيرة بن سعید کی اس تدبیر اور جعل سازی کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو بلوہ نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَقْبَلُوا عَلَيْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالَى وَسُنَّةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔
یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو جو چیز کتاب اللہ اور سنت نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔

(ربال کشی: تذکرہ مغيرة بن سعید، ص ۱۴۶ - طبع بی بی قدیم)

(..... طبع جدید، تہران)

شیعی کتب میں سے فرامین ائمہ کرام کے متعدد حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب حدیث ثقلین ص ۲۵۵ سے لے کر ص ۲۶۱ تک مفصل درج کیے ہیں ان میں سے صرف دو حوالہ جات یہاں درج کرنے پر اتفاق کی جاتی ہے۔

(۳) مزید برآں یہی قاعدہ کتاب امالی شیخ صدوق ص ۱۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس الثامن و الخمسون میں بھی جعفر صادقؑ و محمد باقرؑ کی سند سے حضرت علیؑ المرتضیٰ سے منقول ہے فَقَا وَانْفَقَ كِتَابَ اللَّهِ فَخَذُوهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللَّهِ فَدَعُوهُ یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔

(۴) اور امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی کی بلاد اول جزیرہ التاسع کی دوسری روایت جو امام محمد باقر سے منقول ہے اس میں بھی ان الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ مذکور ہے وَأَنْتُمْ أَمْرًا وَمَا جَاءَكُمْ عَنَّا فَإِنْ وَجَدْتُمْ مَوْافِقًا فَخُذُوا بِهِ وَإِنْ لَمْ تَجِدُوهُ

مَوْافِقًا فَرَدُّوهُ لِعَيْنِي بِهَارِي جَوْحِيرِ تَهَارِي سَامِنِي آتِي وَهَ إِكْرَامِ مَجِيدِ كِ مَوْافِقِ پَانِي بَانِي
تو اس کو اذکر و اگر قرآن مجید کے موافق نہیں ہے تو اس کو رد کر دو۔ (امالی شیخ طوسی
صفحہ ۲۳، جلد اول طبع عراق، نجف اشرف)۔

اپنی کتب میں سے چند حوالہ بات

جیسے شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ نص قرآنی یا سنت مشہورہ مسلمہ کے خلاف
جو روایت پائی جائے وہ لائق التفات نہیں ہے اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی اصول ہے۔
(۱) چنانچہ اصول فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول السرخسی (جلد اول صفحہ ۳۶۵ شمس الامم
السرخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ

وَذَا لِكَ تَنْصِيصٍ عَلَى أَنَّ كُلَّ حَدِيثٍ هُوَ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللَّهِ ذَمُّو
مَرْدُودٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَلْتَرُ الْأَحَادِيثَ لَكُمْ بَعْدِي فَإِذَا سُرِيَا
لَكُمْ عَنِّي حَدِيثٌ فَأَعْرِضُوهُ عَلَى كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَمَا وَافَقَهُ فَأَقْبَلُوهُ
وَأَعْلَمُوا أَنَّ مَرْدُودًا مَا خَالَفَ فَرَدُّوهُ وَأَعْلَمُوا أَنِّي صِنْتُ بَرِيءٌ۔

(اصول السرخسی صفحہ ۳۶۵ فصل فی بیان وجوہ الانقطاع، مطبوعہ حیدرآباد دکن)

حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے وہ قابل رد ہے حضور علیہ
السلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس بیشتر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت
تمہارے سامنے آئے تو اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کرنا، جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو
قبول کر لو، یقیناً اس کا اتساب میری طرف درست ہوگا، اور جو کتاب اللہ کے معارض و
مخالف پائی جائے اس کو رد کر دینا، یقین کرو کہ میں اس سے بری ہوں۔

(۲) نیز اسی طرح اصول فقہ کی دوسری کتاب "توضیح و تلویح" بحث سنتہ، فصل فی الانقطاع

میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"فَذَرَّ هَذَا الْحَدِيثَ عَلَى أَنَّ كُلَّ حَدِيثٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللَّهِ فَإِنَّهُ

كَيْسَ بِحَدِيثِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَإِنَّهَا هُوَ مُفْتَرِيٌّ :

یعنی اس حدیث نے بتلادیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے و رسول علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

(۳) خطیب بغدادی نے کتاب الکفایہ فی علم الروایۃ من کتابہ میں اس مضمون کی ایک ماہند روایت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے :

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَيَأْتِيكُمْ

عَنِّي أَحَادِيثٌ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِي فَهُوَ

صِدْقٌ وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالَفًا لِكِتَابِ اللَّهِ وَسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي :

یعنی ابو ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سنت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہوں گی۔

جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابوں میں یا تواریخ میں یا فضائل و مناقب کی کتب میں کتاب و سنت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جائے وہ ہرگز انتہات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں مسطور و موجود ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے ہی دین و ایمان کی حفاظت اور نگہداشت ہو سکتی ہے اور ملی اتفاق و قومی اتحاد کا سردور میں تقاضا بھی یہی ہے کہ عملی زندگی میں ان اصول و قواعد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے تاکہ قوم باہمی انتشار و افتراق کے مرض سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

ان تمہیدات کے آخر میں اس چیز کا بیان کر دینا بھی موزوں ہے کہ علمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں ایک یہ قاعدہ بھی جاری و ساری ہے جو فاضل زہبی نے تذکرۃ الخلفاء

جلد اول ص ۱۲ پر تذکرہ سیدنا علیؑ میں درج کیا ہے۔ پہلے حضرت علیؑ کا فرمان تحریر کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے لکھتے ہیں:

عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا النَّاسُ بِمَا يَعْرِفُونَ وَدَعُوا مَا يُنْكِرُونَ أَتُحِبُّونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟ (قال الذهبي) فَقَدْ نَرَجَرُ الْإِمَامَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ وَحَتَّى عَلَى التَّحْدِيثِ بِالْمَشْهُورِ وَهَذَا أَصْلُ كَيْفِيٍّ فِي الْكُفِّ عَنْ بَيِّنَاتِ الْأَشْيَاءِ الْوَاهِيَةِ وَالْمُنْكَرَةِ مِنَ الْأَحَادِيثِ فِي الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّدَائِقِ

(۱) تذکرہ الحفاظ ص ۱۲۔ للذہبی تذکرہ حضرت علیؑ طبع حیدرآباد دکن

(۲) کنز العمال ص ۲۲۲، طبع اول۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں نہ ذکر کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبی اس مرقضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام و مقتدی علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلاتی ہے اور بے سرو پا بے اصل روایات کے پھیلانے اور شہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور رغیبات کے باب سے ہوں، سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔

شروع مقاصد

تہذیبات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں (یعونہ تعالیٰ)
 اللہ جل و علا شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفات
 حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبت کا
 رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و اُلفت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ باہمی ولایت
 و دوستی جیسے خصائل سے متصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی و مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ
 سے پائی جاتی ہے۔ رُأفت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خوشنیا و نندی و یگانگت
 کے لباس سے مُزین ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے نُوگر ہیں۔ پاسداری و پاس خاطر کے مادی
 ہیں۔ خیر خواہی و بہمدردی ان کا وطیرہ ہے۔ مددگاری و دوست داری ان کا طریق کار ہے۔
 حق شناسی و قدر دانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی و خوش خلقی ان کا کام ہے۔

چنانچہ اس چیز پر حسبِ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

(آیتِ اول)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوِيكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سورة حجرات، پارہ ۲۶)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ) "جز ایں نیست مسلمانان برادران یک دیگر
 اند، پس صلح کنید میان دو برادر خویش و تبر سید از خدا تا بر شما رحم
 کردہ شود۔"

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی، ”سوا اس کے نہیں کہ مسلمان
بھائی ہیں پس اصلاح کرو درمیان دو بھائیوں اپنے کے اور ڈرو اللہ سے تو کہ
تم رحم کیے جاؤ۔“

(آیت دوم)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا
وَكَانَتْ عَلَى شِفَا حُفْدَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَلْقَدَكُمْ مِّنْهَا - كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ - (پارہ چہارم پاؤ اول)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ ”وچنگ زید بر سن خدا (بدین خدا) جمع آمدہ و
پراگندہ مشوید و یاد کنید نعمت خدا را کہ بر شماست چون بودید دشمن یک دیگر
پس اُلفت داد در میان ولہائے شما، پس شدید بہ نعمت خدا برادر با یک دیگر
و بودید بر کنارہ معا کے از آتش پس رہانید شمارا از انہمچنین بیان مے کند خدا
برائے شما نشانہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید (یعنی تفرق در اصول دین
حرام است کہ جمع معتزلی باشند و جمع شیعہ و علیٰ ہذا القیاس)۔“

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین، ”اور محکم پکڑو ساتھ رستی اللہ کے اکٹھے اور
مت متفرق ہو اور یاد کرو نعمت اللہ کی او پر تمہارے جس وقت تھے تم دشمن
پس اُلفت ڈالی درمیان دلوں تمہارے کے پس ہو گئے تم ساتھ نعمت
اُس کی کے بھائی اور تھے تم او پر کنارے گڑھے کے آگ سے پس چھڑا دیا تم کو
اُس سے، اس طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو کہ تم
راہ پاؤ۔“

شاہ عبدالقادر مومن القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں... حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار

کتاب ہے کہ نہ بہکوا اور آپس کا اتقان غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو (منہ)

(آیت سوم)

هُوَ الَّذِي آتَىٰكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَاللَّفْتِ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ
لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ
أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (پارہ دہم - پاؤ اول)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ: ہمنست آنکہ قوت داد ترا بیاری دادن خود
و مسلمانان و ہمنست آنکہ الفت داد میان دلہائے ایشان۔ اگر خرچ میکردی
آنچہ در زمین است ہمہ یکجا الفت نمی دادی میان دلہائے ایشان و لیکن خدا
الفت افگند میان ایشان۔ ہر آئینہ دے غالب با حکمت است۔

دو ترجمہ از شاہ رفیع الدین: وہی ہے جس نے قوت دی مجھ کو ساتھ مدد اپنی
کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور الفت ڈالی در میان دلوں ان کے۔ اگر خرچ کرتا
تو جو کچھ بیچ زمین کے ہے سب نہ الفت ڈالتا در میان دلوں ان کے و لیکن
اللہ تعالیٰ نے الفت ڈالی در میان ان کے تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا۔

شاہ عبدالقادر نے موضح القرآن کے فوائد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ
بیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خون کا پیا سا پھر حضرت کے سبب سب متنق اور دوست
ہو گئے (منہ)

(آیت چہارم)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَاهَجُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آذَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ
(پارہ دہم، پاؤ اول کا آخر)

فارسی ترجمہ از شاہ ولی اللہ: ہر آئینہ آنا کہ ایمان آورند و ہجرت کرند و

جہاد نمودند بال خود و جان خود در راہ خدا و آنانکہ جائے دادند و نصرت کردند

ایں جماعت بعض ایشان کارسازان بعض اند:

ترجمہ اردو از شاہ رفیع الدین، "تحتیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا

اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ کے اور جن

لوگوں نے کہ بگدی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے ہیں اور ایک

دوسرے کے رفیق ہیں۔"

آیت پنجم

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ

تَرَاهُمْ رُكْعًا مَّجَدًّا يَتَّبِعُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِاضُونَ أَنَا سِيمَاهُمْ فِي

وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ

كَزَّرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ

الزَّرَّاعَ لِيغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ - وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا - (پارہ ۲۶ - سورہ فتح کا آخری رکوع)

ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پیغمبر است و آنانکہ

ہمراہ او نیند سخت اند بر کافران مہربانند در میان خود۔ می بینی ایشان را رکوع

کنندہ و سجدہ نمایند۔ می طلبند فضل را از خدا و خوشنودی را۔ نشان صلاح

ایشان در روئے ایشان است از اثر سجود۔ آنچه مذکور می شود داستان ایشان

ست در تورات و داستان ایشان ست در انجیل۔ ایشان مانند زراعتی

ہستند کہ بر آورد گیاه سبز خود را۔ پس قوی کرد آن را پس سطر شد پس با تاد

برساقہائے خود۔ بشگفت می آرد زراعت کنندگان را۔ (عاقبت حال علیہ

اسلام آفت) کہ بخشم آرد خدا سے تعالیٰ بسبب دیدن ایشان کافران را

وعدہ دادہ است خدا آنا نہ کہ ایمان آوردہ اندو کارہائے شائستہ کردند ازین
 اُمت آمرزش و مزد بزرگ : (فتح الرحمن)

(ترجمہ از شاہ رفیع الدین) ”محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ اس کے ہیں
 سخت ہیں اوپر کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے۔ دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے
 والے سجدہ کرنے والے۔ چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی۔ نشانی ان
 کی بیچ مومنہوں ان کے کے ہے اثر سجدے کے تے۔ یہ صفت ان کی بیچ توراہ کے
 اور صفت ان کی بیچ انجیل کے۔ جیسے کھیتی نکالے سوئی اپنی پس قوی کرے اس کو
 پس موٹی ہو جاوے، پس کھڑی ہو جاوے اوپر بڑا اپنی کے، خوش لگتی ہے کھیتی
 کرنے والوں کو، تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب اون مسلمانوں کے کافروں کو۔
 وعدہ کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کیے اپنے اون میں سے
 بخشش اور ثواب بڑا“

شاہ عبدالقادر ”فوائد موضع القرآن“ میں فرماتے ہیں کہ جو تندی اور نرمی اپنی خود ہو وہ
 سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ۔
 اون کا بانا یعنی تہجد کی نمازوں سے صاف نیت سے چہرے پر ان کے نور ہے حضرت
 کے اصحاب لوگوں میں پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے۔ اور کھیتی کی کہاوت یہ کہ اول ایک
 آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوئے، پھر قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت اور خلیفوں کے وقت۔
 اور یہ کہ وعدہ دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں، حضرت کے اصحاب سب
 ایسے ہی تھے مگر ختمے کا اندیشہ رکھا، حق تعالیٰ بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں
 مالک سے، اتنی شاباشی بھی عنایت ہے“ (منہ)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں صرف ان نچگانہ آیات کو یہاں ذکر

کیا گیا ہے۔ ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمانداروں میں اخوت و برادری کا تعلق ہمیشہ سے قائم ہے اور اس رشتہ خویشگی میں دو اہم اصلاح رہنی چاہیے۔ یہ سب کچھ خشیتِ الہی کی وجہ سے ہوتا کہ رحمتِ خداوندی شامل حال رہے۔ (منہ)

(۲)

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی رستی مل کر مضبوط طریقہ سے تھامنی چاہیے اور اس احسانِ خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالکِ کریم نے اُلفت سے بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرمادی ہے۔ اب سب ایک دوسرے کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ اس رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گڑھا ہوتا ہے۔ ارحم الراحمین نے اس سے بچا لیا ہے۔

(۳)

عام مومنوں کے متعلق یہ عنوان چل رہا تھا اب ذرا اس دائرہ کو خاص کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور احسان بتلایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں اُلفت و شفقت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ تالیف و رُأفت و شفقت ان کے قلوب میں پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ مالکِ کریم نے اپنے غلبہ قدرت و حکمتِ بالغہ کے ذریعے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ مومن جو ہاجر ہیں، مجاہد فی سبیل اللہ ہیں اپنی جان و مال راہِ خدا میں لگا دینے والے ہیں اور یہ مومن جو ہاجرین کو ٹھکانہ دینے والے اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے دوستانہ اور کارساز اور رفیقِ زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالاة و مواساة و غمخواری کی شہادت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحاً بیان فرمادی ہے +

(۵)

بعد زان آیت پنجم میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا کہ حضور نبی کریم رحمۃ قفلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی معیت میں رہنے والے حضرات پاک بازو مقدس لوگوں کی جماعت ہے (۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں۔ ان سے دینے والے نہیں ہیں (۲) باہم مہربان و نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ و عداوت رکھنے والے نہیں ہیں (۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض و شہرت وغیرہ کے لیے نہیں بلکہ صرف رضائے الہی و خوشنودیٰ حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔ ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرانے کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلق ہے یعنی بڑے پرہیزگار اور باخدا لوگ ہیں گویا صحابہ کرام کو بڑی باتوں سے متہم کرنا بڑی بدباطنی کی دلیل ہے اور آیت قرآنی کی تفسیر ہے (۴) چوتھی صفت (سیماہم الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ ریاکاروں اور بدباطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفاتِ کاملہ صرف قرآن مجید میں ہی مذکور نہیں ہوئی ہیں بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب توراہ و انجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں پھر بطور تمثیل بیان فرمایا کہ دین اسلام کی ترقی اور اہل دین کا غلبہ اور ارتقاء بتدریج ہوگا اور ضرور ہوگا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رک سکے گی اور اسلام کا ارتقائی دور وقت کے اعتبار سے متصل بالزمان ہوگا۔ اس میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ مثال اور مثل لہ کی مطابقت و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ فافہم آیت لہذا کے آخری حصہ (وعد اللہ الذین آمنوا) میں اس جماعت کے حسن مال اور نیک سرانجامی کا ذکر خیر ہے اس طرح کہ پہلے اس عالم دنیا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اخروی

انعامات اور آخرت کی کامیابی کا بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو جائے گی تو مغفرت کر دی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا، گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا اس جماعتِ صحابہ کرام کے حالات کا اجمالی نقشہ آئیہ نذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے اشکمال ایمان کا بیان ہے، پھر ان کی کمال عبارت کا ذکر ہے، پھر ان کی اخلاص نیت بتائی گئی ہے، پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیر انجامی و حسن عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (ملخص از تفاسیر متعددہ)

(۱)

مفسرین اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

هَذِهِ صِفَةُ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَكُونَ أَحَدُهُمْ شَدِيدًا عَنِيفًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيمًا بَرًّا بِالْأَخْيَارِ غَضُوبًا عِبُوسًا فِي وَجْهِ الْكَافِرِ ضَحُوكًا بِشَوْشًا فِي وَجْهِ أَحِبِّدِ الْمُؤْمِنِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَكُونُ بَكْمٌ مِنَ الْكُفَّارِ وَيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً - وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادُّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِذَا اشْتَكَ مِنْهُ عَضُو نَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبَيْتَانِ يُشَدُّ بَعْضُهُمَا بَعْضًا وَشَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اصْصَابِعِهِ - (تفسیر لابن کثیر تحت الآیۃ ہذا)

(۲)

وَهُمَا جَمْعًا شَدِيدٌ وَرَحِيمٌ وَنَحْوَهُ أَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْدَةٌ عَلَى الْكُفَرِيِّنَ وَبَلَّغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَتَحَرَّزُونَ مِنْ نِيَابِهِمْ أَنْ تَلِزَقَ بِنِيَابِهِمْ وَمِنْ أَيْدِيهِمْ أَنْ تَمَسَّ أَيْدِيَهُمْ وَبَلَّغَ مِنْ تَرَاحُمِهِمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ

إِنَّهُ كَانَ لَا يَدْرِي مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا إِلَّا صَافِحَةً وَعَانَقَهُ (تفسیر مدارک نسفی تحت الآیہ)

(۳)

وَفِي وَصْفِهِم بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِم بِالشَّدَةِ تَكْمِيلٌ وَاحْتِرَاسٌ فَإِنَّهُ
لَوْ اتَّقَى بِالْوَصْفِ الْأَوَّلِ لَرُبَّمَا تَوَهَّمِ أَنَّ مَفْهُومَ الْقَيْدِ غَيْرُ مَعْتَبَرٍ
فَيُبْتَوِهِمُ الْقَطَاظَةَ وَالغِلْظَةَ مُطْلَقًا فَدَفَعَ بِإِرْدَافِ الْوَصْفِ الثَّانِي
وَمَالَ ذَلِكَ أَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ أَمْتِدَاءَ عَلَى الْأَعْدَاءِ مَرَحَمَاءَ عَلَى الْإِخْوَانِ
وَعَزَّةٌ تَوْلَدُ تَعَالَى أَذَلَّةً عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعَزَّةٌ عَلَى الْكُفْرِينَ (روح المعاني
تحت الآیہ)

(۴)

وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يُرَاعُوا هَذِهِ السُّنَّةَ أَبَدًا فَيَشْتَدُّوا عَلَى
مُخَالِفِيهِمْ وَيُرْحَمُوا أَهْلَ دِينِهِمْ (تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری
تحت الآیہ)

(۵)

وَالْمُرَادُ بِالذِّينِ مَعَهُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَّةَ وَ
قَالَ الْجَمُّهُورُ جَبِيحُ أَصْحَابِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمْ (تفسیر معجم المحيط در روح المعانی)

(۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے والے اور حضور کے ساتھ
رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرین اسلام پر بڑے سخت ہیں اور نیک
لوگوں کے حق میں بڑے رحیم اور مہربان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ
رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ خوش چہرہ اور خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں،

بسیا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام میں مومنوں کو حکم دیا ہے اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ و قتال کرو اور وہ تم میں سختی اور شدت معلوم کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمانداروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کیے ہوئے ہوتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

(۲)

مفسرین لکھتے ہیں حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام میں مومنوں کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السلام کے دور کے مومن لوگ کفار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا لگ جانے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مفسرین کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی یہ صفت (کہ کفار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفا کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف غلظہ و شدت مطلقاً ہی پائی جاتی ہے تو اس وہم کو دور کرنے کے لیے دوسری صفت ذکر کی ہے کہ پرانے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں رفق ہیں۔ اس طرح ان کے اوصاف فاضلہ کی تکمیل ہو گئی۔

23195

(۴)

نیز مفسرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کی اس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفین دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ رکھیں اور اپنے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک کریں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر روح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک وَالَّذِينَ مَعَهُ سے مراد صرف اہل حدیثیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابہ کرامؓ مراد ہیں۔ آیت پنجم (وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) کی مختصر سی تشریح پیش کی گئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صفاتِ کاملہ جو اس آیت مندرجہ میں مذکور ہیں ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے ذقروں کے ذقور تحریر کیے جاسکتے ہیں مگر ہمیں یہاں ان کے صرف ایک وصف (رحماء بینہم) کا مختصر سا بیان منظور و مطلوب ہے کہ سردارِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جماعت باہمی وصفِ رحمت کے ساتھ متصف ہے۔ اس ارحم الراحمین جل و علا شانہ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو سراپا رحمتِ دو عالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو ان کے خاص خدام کو ان کے جان نثاروں کو ان کے ہر وقت میں ساتھ رہنے والوں کو ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفتِ رحمت و شفقت و الفت و محبت و دوستی کے ساتھ متصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں ایک دوسرے کے دوست اور محبت ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفت رحمت صرف چند ایک صحابہ کرامؓ کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کے لیے ہے اور وہ مدتِ العمر اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں جس طرح یہ حضرات کفار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ شدید اور سخت رہے ہیں اور رکوع و سجود دائمًا کرتے رہے ہیں۔ رُكْعًا

سُجْدَا کی صفت ان سے زائل نہیں ہوئی۔ اور دیگر ایمانی صفات صوم، صلوة، زکوٰۃ، حج، جہاد
فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاص نیت وغیرہ وغیرہ
میں بھی ان سے فروگذاشت نہیں ہوئی، بلکہ ان خصال حمیدہ و صفات برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند
اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل درآمد وقتی
نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرما
ہوتا ہے کہ وَالَّذِينَ هُمْ كَلِمَةُ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
ر پارہ ۲۶ - سورہ فتح، رکوع ۳) اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ بہت حقدار
اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے (ترجمہ از شاہ رفیع الدین)

تحریر مدعی

اس کے بعد تحریر مدعا کے درجہ میں ہم ناظرین کرام پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت
دُرِّمَاءُ بَنِي نِيْمٍ میں بے شک تمام صحابہ کرام شریک ہیں۔ مہاجر ہوں یا انصار، مکی ہوں یا مدنی،
قریشی ہوں یا غیر قریشی۔ اور ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی و خیر خواہی و ہمدردی اور غم خواری
کے واقعات سے اسلامی کتب لبریز ہیں۔ اس چیز میں کوئی خفاء اور اشتباہ نہیں ہے لیکن ہم
اس کتاب میں خصوصی طور پر خلفاء ثلاثہ (سیدنا ابوبکر الصدیقؓ و سیدنا عمرؓ و سیدنا
عثمانؓ) اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان رحمت و شفقت و اُلفت و محبت کے واقعات مسلمانوں
کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات (یعنی خلفاء اربعہ اور ان کے
خاندانوں) کے درمیان خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو بے لک میں
پھیلایا گیا ہے۔ عوام الناس اور جاہل طبقہ میں تو بڑی کوشش سے یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ
سب حضرات آپس میں مخالف تھے، ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے

حق میں جور و ظلم کو دوار کھنے والے تھے اور انہوں نے ایک دوسرے کے بائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندانِ نبوت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھالتے ہیں جو زبانِ بیان سے بالاتر ہیں اور وید و شنید سے بلند تر ہیں۔ فلہذا اس صورتِ حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ:

(۱) لوگ خلفائے اربعہ حضرات کی باہم دشمنی اور ناچاکی و غضبناکی بیان کیا کرتے ہیں ہم ان کی آپس میں دوستی و صلح و آشتی و رضامندی مدلل طریقہ سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(۲) لوگ ان بزرگوں کی آپس کی کشیدگی۔ رنجیدگی۔ آزر دگی۔ آزر دہ دلی کے عجیب عجیب قصے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی و خوشروندی اور نزدیکی (یعنی قرابتِ نسبی کے تعلقات) پیش کریں گے۔

(۳) دوست ان کی باہمی ناراضگی، خفگی، ناخوشگواری، ستیزگی اور حقیقت و غیرہ کے بیانات وضع کر کے کسر کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کی باہم خیر خواہی، دوستداری، رحمدلی، پاسداری، نرم مزاجی، ہم نوائی اور خوشنودی کے واقعات منضبط کریں گے۔

(۴) خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان ان خلفاء اربعہ کے مابین کینہ و رنج، شمشکینی، درشتگی، جور و ظلم و تعدی کے فرضی قصے گن گن کر ارشاد فرماتے اور سناتے ہیں، ہم ان شاء اللہ العزیز ان

سہ ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام پر مناسب تھا کہ عداوت و نفرت، ظلم و تعدی کے جو قصے انہوں نے تراش و خراش کر کے تیار کیے ہوئے ہیں ان کا کچھ قلیل سا نمونہ ان دوستوں کی کلام میں سے من و عن پیش کیا جاتا لیکن تقاضائے وقت اس کے خلاف ہے۔ اس پر آشوب و پرفتن دور میں شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے اور اخوت و برادری کی راہ ہموار کی جائے نہ کہ ان کے مابین اختلاف و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے۔ ان ملی مفاد و قومی منافع و ملکی مصالح کے پیش نظر ہم نے ان حوالہ جات کو پیش کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پُر خاگہزار کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو زیادہ ورق گردانی

پاک طینت بزرگوں کے منہ سے ہم غم خواری، غم گساری، ہمدردی، عدل گستری، انصاف پسندی اور حقوق کی ادائیگی کے حالات اور واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔
(بعونہ تعالیٰ)

اس کے بعد ہم اصل مدعا و مقصد کی متعلقہ بحثیں درج کرتے ہیں۔
جیسا کہ ابتدائے کتاب ہذا میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ایک حصہ صدیقی ہوگا۔ دوسرا حصہ فاروقی ہوگا۔ اور تیسرا حصہ عثمانی ہوگا۔ اس تقسیم کے موافق کتاب کا پہلا حصہ صدیقی شروع کیا جاتا ہے۔ اس کے پانچ باب قائم کیے گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) کرنے کی حاجت نہیں ہے، صرف ایک دُعا صنیعی قریشی کو ملاحظہ فرمایا لہذا یہ کافی ہے۔
دوستوں کے ہاں یہ دُعا بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے اسیرارِ عظیم ہے۔ حضرت علی کی زبان سے اس کو جاری و ساری کیا گیا ہے۔ ان کی کتبِ مذہبی میں متداول چلی آتی ہے۔ صحیفہ علویہ اور احقاق الحق (قاضی نور اللہ شوستری) وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (القیل یُدل علی الکثیر)۔ اس کے علاوہ یہ عرض کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابہ کرام کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے اور اب کے دور میں انہوں نے ترقی کر کے مطاعن صحابہ کی خاطر مستقل تصانیف علیحدہ شائع کرنی شروع کر دی ہیں، مثلاً:

(۱) کتاب حضرت محمد جلد از سید علی حیدر بن سید علی اطہر صاحب مدیر جریدہ اصلاح، کھجوا۔ بہار (ہند)

(۲) "آئینہ مذہب سنی" از ڈاکٹر نور حسین صاحب جھنگوی۔

(۳) کتاب "ماہیت معاویہ" از مولوی احمد علی صاحب کربلائی۔

(۴) "کلید مناظرہ" از گوشہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ (منہ)

حصہ صدیقی

حصہ صدیقی

باب اول

اس باب میں حضور علیہ السلام کی چوتھی صاحبزادی حضرت علی المرتضیٰ کی پہلی زوجہ محترمہ سیدہ نائون بنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تعلقات اور روابط درج ہو گئے مثلاً حضرت علیؑ کے ساتھ ساتھ سیدہ فاطمہ کی شادی و نکاح اور صدیقی خدمات، حضرت عائشہ صدیقہؓ و خیرا بی بکر صدیقؓ کے ساتھ حضرت فاطمہ کے تعلقات، مسند فدک و آل رسول کے مالی حقوق اور رضامندی فاطمہؓ، بیماری سیدہ فاطمہؓ اور ابوبکر صدیقؓ کی بیوی اسماء بنت عمیس کی بیماری و خدمتگزاری، و سایا سیدہ فاطمہؓ، وفات سیدہ فاطمہؓ اور خبازہ سیدہ فاطمہؓ وغیرہ۔

یہ عنوانات جو اس باب میں قائم کیے گئے ہیں ان سب میں صدیق اکبر اور حضرت علیؑ کے درمیان خوشگوار تعلقات بسراحت موجود ہیں اور ان تمام موافق میں صدیق اکبر اور حضرت فاطمہؓ کے مابین خوشتر مراسم پائے جاتے ہیں۔

— اب ہم ان تاریخی حقائق کو جو حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح و شادی کے متعلق دستیاب ہوئے ہیں شیعہ حضرات کی کتابوں سے پہلے پیش کرتے ہیں پھر انہی کتب سے بھی بطور تائید درج کریں گے انشاء اللہ۔

خواستگاری سیدہ فاطمہ کے لیے حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق کا حضرت علی المرتضیٰ کو آمادہ کرنا

(۱)

علامہ باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" (باب تزویج فاطمہ با امیر المومنین علیؑ) میں ذکر کیا ہے :

"روایت کردہ اندر روز سے ابو بکر و عمر و سعد بن معاذ در مسجد حضرت رسولؐ نشسته بودند سخن مزاجہ حضرت فاطمہ در میان آوردند پس ابو بکر گفت کہ اشرف قریش خواستگاری او از اہل حضرت نمودند حضرت در جواب ایشان فرمود کہ امر اول بسوئے پروردگار اوست اگر خواہد کہ اورا تزویج نماید خواہد نمود و علی بن ابی طالب دریں باب با حضرت سخن نگفت و کسی نیز برائے آن حضرت سخن نگفت و گمان ندارم کہ چیزے مانع شدہ باشد اورا مگر تنگدستی و آنچه میدانم آنست کہ خدا و رسولؐ فاطمہ را نگاه نداشته اند مگر از برائے او پس ابو بکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی برویم و اورا تکلیف نماییم کہ خواستگاری فاطمہ بکند و اگر تنگدستی اورا مانع شدہ باشد ما اورا دریں باب مدد کنیم۔ سعد بن معاذ گفت کہ بسیار درست دیدہ و برناستند بخانہ امیر المومنین رفتند۔ آنجناب را در خانہ نیافتند۔ در آن وقت حضرت

شتر خود را بڑھوے اور در باغ کیے از انصار آب میکشید با جرت پس متوجه
 آن باغ شدند چون بخدمت آن حضرت رسیدند فرمود کہ برائے چه حاجت
 آمدہ اید۔ ابو بکر گفت (اے علیؑ) بیچ خصلتے از خصال خیر نیست مگر آنکہ تو
 بردگیراں در آن خصلت سبق گرفتہ و رابطہ میان تو و حضرت رسولؐ از جهت
 خویشی و مصاحبت دائمی پس چه مانع است ترا کہ خواستگاری
 نمی نمائی اورا زیرا کہ مرا گمان است کہ خدا و رسول اورا برائے تو نگاہ داشته
 اند و از دیگران منع میکنند۔ چون حضرت امیر المؤمنینؑ این سخنان را از ابو بکر
 شنید آب از دیدہ ہاتے مبارکش فروریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی
 و آرزوئے کہ در سینہ من پنهان بود ہیجان آوردی۔ کہ باشد کہ فاطمہ را نخواہد؟
 ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم میکنم از آنکہ این معنی را اظہار نمایم پس ایشان
 بہر نحو یکہ بود آن حضرت را راضی کردند کہ بخدمت حضرت رسولؐ رود و فاطمہ
 را از آن حضرت خواستگاری نماید۔ حضرت شتر خود را کشود و بخانہ خود آورد
 و بست و لعین خود را پوشید و متوجہ خانہ حضرت رسالت شد۔

(۱) جلاء العیون ملا باقر مجلسی ص ۱۲۱ باب تزویج فاطمہ با امیر المؤمنینؑ۔ طبع تہران
 (سن طباعت ۱۳۳۲ھ)۔ (۲) بحار الانوار ملا باقر، جلد عاشربحث تزویجہا علیؑ
 ص ۳۸ ج ۱۰۔ طبع ایران۔

(۲)

اسی مقصد کی خاطر ایک دوسری روایت امالی شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی میں مندرج ہے
 " قَالَ (الضَّحَّاكُ بْنُ مُزَاحِمٍ) سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ اَتَانِي أَبُو بَكْرٍ
 وَعُمَرُ فَقَالَا لَوْ اَتَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتَ لَهُ
 فَاطِمَةَ قَالَ فَاَنْتَيْتَهُ فَمَا رَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ ضَحْكًا

ثُمَّ قَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عَلِيُّ وَمَا حَاجَتَكَ قَالَ فَذَكَرْتُ لَهُ قَدِ ابْتِئْتُ وَقَدِمْتُ
 فِي الْإِسْلَامِ وَلِنُصْرَتِي لَهُ وَجِهَادِي فَقَالَ يَا عَلِيُّ صَدَقْتَ فَأَنْتَ أَفْضَلُ
 مِمَّا تَذَكُرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَاطِمَةٌ تَذَوَّجْتِيهَا
 قَالَ عَلِيُّ رِسْلِكَ حَتَّى أَخْرَجَ إِلَيْكَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَقَامَتْ إِلَيْهِ فَأَخَذَتْ
 رِدَائِعَهُ وَنَزَعَتْ لِعَلِيٍّ وَأَتَتْهُ بِالْوَضُوءِ فَوَضَّأَتْهُ بِبَيْدِهَا وَغَسَلَتْ
 رِجْلَيْهِ ثُمَّ تَعَدَّتْ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ قَالَتْ لَبَيْكَ حَاجَتَكَ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَدْ ذَكَرَ مِنْ أَمْرِكَ شَيْئًا فَمَا تَرَيْنِ
 فَسَكَنْتُ وَلَمْ تَوَلِّي وَجْهَهَا وَلَمْ يَرَفِيهِ رَسُولُ اللَّهِ كَرَاهَةً فَقَامَ
 وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُ الْبَرُّ سَكُوتُهَا إِقْرَارُهَا .

کتاب الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی ص ۳۸ ج اول

لہ واضح رہے کہ شیعوں کے نزدیک امامی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی (المتوفی ۳۲۰ھ) بڑی مغز
 و مقصد و مستند کتاب ہے اور حال ہی (۱۹۶۴ء) میں نجف اشرف عراق سے شیعہ مکتبہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے
 ابو جعفر طوسی شیخ الطائف کے نام سے مشہور ہے اور تہذیب الاحکام - استبصار - تلخیص الشافی وغیرہ کتب کا
 مصنف و مؤلف ہے۔ گویا شیعوں کے "اصول اربعہ" کے مصنفین میں سے ہے اور اس کی ہر تصنیف
 با اسناد ہوتی ہے۔

"جلاء العیون" ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی ۱۱۱۱ھ) کی تالیف ہے۔ اس کی توثیق کے متعلق
 فاضل مجلسی نے اس کتاب کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل الفاظ درج کیے ہیں "و بزرجمہ الفاظ روایات
 معتبرہ" اقتصار نمودہ متیبہ حسن عبارات و تنوع استعارات نگرود و از غیر احادیث معتبرہ کہ از کتب افاضل
 محدثین امامیہ رضوان اللہ علیہم اخذ نمودہ چیزے نقل نماید یعنی معتبر روایات کے بغیر کوئی چیز نقل نہ کی جائیگی۔
 ملا باقر مجلسی کی تمام تصانیف بحار الانوار - حیات القلوب - مرآة العقول شرح اصول حق الیقین وغیرہ

امالی کی اسی روایت کا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں مندرجہ ذیل عبارت میں

کیا ہے :-

”شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیر المومنین علیہ السلام روایت کرده است کہ نزد من آمد ابو بکر و عمر و گفتند کہ چرا بہ نزد حضرت رسول نمی روی کہ فاطمہ را خواستگاری نمائی؟ پس من رفتم بخدمت آن حضرت چون نظر مبارکش بر من افتاد خداں شد و فرمود براتے چه آمده ای ابوالحسن! حاجت خود را بیان کن۔ پس عرض کردم بخدمت آن حضرت گنتم یا رسول اللہ استعا میںماتم کہ فاطمہ را بمن تزویج کنی فرمود باش تا بروم

و بنزد تو برگردم چون حضرت رسول بہ نزد فاطمہ رفت فاطمہ برخاست و رداے مبارکش را برگرفت و نعلین را از پائے مبارکش کند آب وضو آورد و دست و پائش را شست۔ پس در خدمت آنحضرت نشست حضرت فرمود ای فاطمہ! عرض کرد لبیک، آیا حاجت داری یا رسول اللہ؟ حضرت فرمود ای فاطمہ میدانی قرابت علی بن ابی طالب و فضیلت او

..... در امر خواستگاری تو سخن گفت پس چه مصحت میدانی؟ حضرت فاطمہ چوں این سخن را بشنید ساکت گردید و لیکن روتے خود را نگر داند و اظہار کراہت نفرمود۔ پس حضرت رسول برخاست و فرمود اللہ اکبر ساکت شدن او علامت راضی شدن اوست“ (جلاء العیون ملا باقر مجلسی ص ۱۲۔ باب تزویج

امیر المومنین و حضرت فاطمہ۔ مطبوعہ تہران۔ (سن طباعت ۱۳۳۲ھ)

(فقہ حاشیہ) شیوخ علماء کے نزدیک مستند و معتد ہیں۔ مزید توضیح کے لیے تراجم شیعی علماء کی جانب رجوع کرنے سے تسلی ہو سکتی ہے (مثلاً روضات الجنات خوانساری۔ فوائد الرضویہ و تتمہ المنستی شیخ عباس قمی وغیرہ)۔ (منہ)

ترجمہ روایت اول

حاصل یہ ہے کہ ایک روز ابو بکر و عمر و سعد بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت فاطمہ کی شادی و نکاح کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ ابو بکر نے کہا کہ حضرت رسول اللہ سے فریشتہ کے شرفاء نے فاطمہ کی خواستگاری کے متعلق گفتگو کی ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا ہے کہ فاطمہ کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے جس کو چاہے گا اس کو تزویج کر دے گا اور علی بن ابی طالب نے اس معاملہ میں نہ خود حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی بات کی ہے نہ اس کے لیے کسی نے حضور سے کہا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ علی بن ابی طالب کو خواستگاری فاطمہ سے تنگدستی کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرت رسول نے فاطمہ کا نکاح علی بن ابی طالب کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ پھر ابو بکر نے عمر اور سعد کو کہا کہ اٹھو علی بن ابی طالب کے پاس چلیں اور ان کو خواستگاری فاطمہ کے لیے تیار کریں۔ اگر ان کو تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں۔ سعد نے کہا کہ اے ابو بکر آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے۔ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المؤمنین کے گھر چلے گئے حضرت علی اس وقت گھر میں موجود نہ تھے بد اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں اجرت پر آب کشی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علی بن ابی طالب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علی نے فرمایا، کیسے آنا ہوا؟ ابو بکر نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت کیسے ہوتے ہیں اور سنت رسول کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہم نشینی بھی دائمی نصیب ہے۔ آپ کو خواستگاری فاطمہ سے کونسا امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ خدا و رسول نے یہ رشتہ آپ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔ جب حضرت علی نے ابو بکر کی یہ بات سنی تو آپ کے آنسو جاری ہو گئے، فرمانے لگے اے ابو بکر! تم نے میرے غم کو تازہ کر دیا۔ میرے سینہ کی پوشیدہ آرزو کو براہِ گنجتہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لیے خواہاں

نہ ہو، لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس چپکے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں پس ان تینوں (ابوبکر و عمر و سعد) نے حضرت علیؑ کو اس کام کے لیے آمادہ کیا اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لیے رضا مند کر لیا حضرت علیؑ نے اپنا اونٹ کھولا، باغ سے واپس گھر تشریف لائے، اونٹ باندھ دیا اور پاپوش پہن کر حضرت رسالت مآبؐ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔

(۲)

دوسری روایت جو امالی طوسی میں منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابوبکرؓ اور عمرؓ آئے اور کہنے لگے یہ بات بڑی عمدہ تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہؑ کے لیے رسول خدا کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں اس کے بعد میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علیؑ کس طرح آنا ہوا؟ میں نے اپنی قرابت نسبی اور دیرینہ قبولیت اسلام اور نصرت دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسول خدا نے فرمایا جو کچھ تو نے کہا تو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ فاطمہؑ کا نکاح میرے ساتھ کروں تو بہتر ہوگا۔ فرمایا اے علیؑ یہاں ٹھیرے، میں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ آپ گھر تشریف لے گئے حضور علیہ السلام کو تشریف لاتے دیکھ کر حضرت فاطمہؑ کھڑی ہو گئیں حضور تشریف فرما ہوئے آپ کی چادر مبارک اور نعلین تہ لہین حضرت فاطمہؑ نے اتار کر رکھیں پھر وضو کے لیے پانی آئیں اور اپنے ہاتھوں سے رسول خدا کو وضو کرایا اور آپ کے پاؤں مبارک دھوئے۔ پھر فاطمہؑ بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد رسول خدا نے فرمایا اے فاطمہؑ! انہوں نے عرض کیا "بتیک یا رسول اللہ، فرمائیے کیا ارشاد ہے؟" فرمایا علیؑ بن ابی طالب نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے، تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت فاطمہؑ خاموش رہیں لیکن چہرے پر کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی **پیرا رسول خدا اللہ اکبر** فرماتے ہوئے اٹھ

کھڑے ہوئے اور فرمایا فاطمہ کا خاموش ہو جانا ہی اقرار اور رضامندی کی علامت ہے :-
ایک توضیح

امالی شیخ طوسی کی عبارت مندرجہ بالا کا جو ترجمہ جلاء العیون میں ملا باقر نے کیا ہے اس میں ملا باقر نے ایک تصریح کر دیا ہے۔ ہم وہ ناظرین کو بتلانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ اَتَشَدُّ بِالْوَضُوءِ فَوْضَانًا يُبِيدُهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَيْهَا كَأَنَّهَا صِانٌ هِيَ كَهَيْئَةِ فَاطِمَةَ وَضُوءُ كَرْنِ كَابَانِي لَائِيں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاتھ سے وضو کرایا۔ اور حضور علیہ السلام کے پاؤں خود دھلائے۔ اس روایت کی عبارت سے چونکہ وضو میں پاؤں کا دھونا ثابت ہو رہا ہے اس لیے ملا باقر نے ترجمہ میں اس مفہوم کو جو ~~میں~~ کی کوشش کرتے ہوئے عبارت مندرجہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ”دست و پائش را شست“ یعنی صرف ہاتھ پاؤں کو دھویا۔ یہ ان کی ~~جگہ~~ کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہم نے اصل عربی عبارت و ترجمہ فارسی دونوں لکھ دیئے ہیں تاکہ ناظرین کرام خود فیصلہ کر سکیں۔

(۳)

امالی شیخ ابی جعفر الطوسی و جلاء العیون کی مذکورہ روایات میں یہ مسئلہ درج ہے کہ ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب نے علی المرتضیٰ کو حضرت فاطمہ کے نکاح کی طلب گاری کے لیے آمادہ کر کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس مسئلہ کو شیعہ کے بڑے بڑے مُصَنِّفِین و علماء و شعرا نے ذکر کیا ہے چنانچہ مزار رفیع باذل ایرانی ”حملہ حیدری“ میں اسی واقعہ خواستگاری و طلب گاری کو نظم میں مفصل ذکر کیا ہے۔ چند اشعار یہاں لکھے جاتے ہیں :-

چو بگذشت چندے بدیں داوری یکے روز رفتند نزد علیؑ !
زیارانِ محضوس او چسند تن بگفتند ای شمع آں انجمن

دیں کار خیر اولویت تراست
 سکونت دین خطبہ خدی چراست
 روانہ خدمت سید انبیاء
 بکن خواستگاری خیر النساء
 پانچ چنیں گفت یعسوب دین
 کہ دارم دو مانع براقدم این
 نخست آنکہ شرم آیدم از نبی
 دوم خاشم کرده دست تہی
 بگفتند یارانش ای شہر یار
 تو در خاطر خویش ازینہامیاء
 ترا بانہی نسبت دیگر است
 از و آنچہ خواہی کنی در خور است
 زدست تہی نیز بر خود پیچ
 نخواہد رسول کریم از تو هیچ
 بہ ترغیب یاران علی ولی
 برو نہ دیگر رفت نزد نبی

حملہ حیدری از میرزا رفیع باذل، جلد اول
 ص ۱ ج ۱ - فکہ خطبہ نمودن علی المرتضیٰ سید و صیاء
 و حضرت خیر النساء فاطمہ الزہراء رضی
 تحت و قائل سال دوم مطبوعہ قدیم ۱۲۶۷ھ

یہ چند حوالہ جات (امالی شیخ ابی جعفر طوسی و جلاء العیون و حملہ حیدری) سے مسئلہ
 خواستگاری و طلب نکاح سیدہ فاطمہ کے متعلق ہم نے نقل کیے ہیں ان سے مندرجہ
 ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں:

۱۔ بزرگ ترین

۲۔ جواب

۳۔ قولہ "یاران علی" - اس سے مراد حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ ہیں۔ جیسا کہ اوپر سے
 مضمون کی روانگی آرہی ہے۔ ماقبل کے اشعار میں ابو بکر الصدیق اور عمر فاروق کا نام موجود ہے۔
 کلام کی طوالت کی وجہ سے تمام اشعار نقل نہیں کیے جاسکے۔

(۱)

حضرت ابو بکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے خواستگاری سیدہ فاطمہؓ کے لیے حضرت علیؓ کو سب سے پہلے مشورہ دیا جو ایک دوسرے کے حق میں خیر خواہی کی تین دلیل ہے۔

(۲)

پھر شادی و نکاح میں سرمایہ کی عدم موجودگی خارج و عارض ہوتی ہے تو اس کے متعلق دونوں حضرات نے تسلی دلائی ہے کہ اس چیز کی فکر نہ کریں۔ یہ چیز بھی بجائے خود نشانِ مؤدّت و دوستی ہے۔

(۳)

یہ خیر خواہانہ مشورہ حضرت علی المرتضیٰؓ قبول کر کے اس کا خیر کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی باہمی اخلاص اور قدر دانی کی علامت ہے کیونکہ دشمنوں کے مشورے خواہ صحیح ہوں لائق تسلیم نہیں ہوتے۔

(۴)

یہ جملہ کہ سکو تھا اقرار ہا یعنی سیدہ کا خاموش ہو جانا اس کی رضامندی کی علامت ہے، اس میں بھی باریک نکتہ اور قابل غور مفہوم موجود ہے "كَمْ تَتَكَلَّمُ حَتَّىٰ مَاتَتْ" کے جواب کے تحت اس کو بیان کرنا مناسب ہو گا۔ فافہم

(۲)

سیدہ فاطمہؓ کی شادی کے سامان اور ہمہینہ کی تیاری میں صدیقہ لیتی و عثمانی خدمات

اس سے قبل خواستگاری و طلب نکاح کی آمادگی کا عنوان زیر بحث تھا اس میں صدیق اکبر و فاروق اعظمؓ کے خیر خواہانہ کردار و سہمدانہ طرز عمل کو مدلل طریق سے پیش کیا گیا۔ اب اس بابرکت نکاح و شادی کے لیے سامان خریدنے اور ہمہینہ تیار کرنے کی تفصیلات کا عنوان پیش نظر ہے۔ اس ضمن میں صدیقہ لیتی و عثمانی عطیات کا بیان خاص اہمیت رکھتا ہے۔ امالی شیخ ابی جعفر الطوسی۔ مناقب خوارزمی۔ مناقب ابن شہر آشوب کشف الغمۃ علی بن عیسیٰ اربلی۔ بحار الانوار باقر مجلسی۔ جلاء العیون مجلسی وغیرہ شیعہ کتب میں یہ بیان تفصیلاً مندرج ہے۔ مندرجہ کتب میں سے زیادہ معتبر کتاب امالی ہے پہلے ہم اسی کو زیر بحث لاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الطائفہ (الطوسی) امام معصوم علی المرتضیٰؑ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

(۱)

... قَالَ عَلِيُّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ تَمَّ فَبِعِ الدَّرْعَ فَقُمْتُ فَبِعْتُهُ وَآخَذْتُ
الثَّمَنَ وَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فَسَكَبْتُ الدَّرَاهِمَ فِي حِجْرِهِ فَلَمْ
يَسْأَلْنِي كَمْ هِيَ؟ وَلَا أَنَا أَخْبَرْتُهُ ثُمَّ قَبِضَ قَبْضَةً وَدَعَا بِلَا لَافَاعُطَاءُ
وَقَالَ ابْتِغِ لِفَاطِمَةَ طَيِّبًا ثُمَّ قَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ مِنَ الدَّرَاهِمِ بِكِلْتَا
يَدَيْهِ فَأَعْطَاهَا أَبَا بَكْرٍ وَقَالَ ابْتِغِ لِفَاطِمَةَ مَا يَصْلِحُهَا مِنْ ثِيَابٍ

وَأَثَابَ الْبَيْتِ - أَرَدَفَهُ بَعْمَارِ بْنِ يَاسِرٍ وَبَعْدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ
فَحَضَرُوا السُّوقَ فَكَانُوا يَعْرِضُونَ الشَّيْءَ مِمَّا يَصْلِحُ فَلَا يَشْتَرُونَهُ
حَتَّى يَعْرِضُوهُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فَإِنْ اسْتَصْلَحَ اشْتَرَوْهُ فَكَانَ مِمَّا اشْتَرَوْهُ
قَمِيصٌ بِسَبْعَةِ دَرَاهِمٍ وَخِمَارٌ بِأَرْبَعَةِ دَرَاهِمٍ وَقَطِيفَةٌ سَوْدَاءُ
خَيْرِيَّةٌ - سَرِيذٌ مَزْمَلٌ بِشَرِيطَةٍ وَفِرَاشَيْنِ مِنْ خَيْسٍ مِصْرَ حَشْوُ
أَحَدِهِمَا لَيْفٌ وَحَشْوُ الْآخَرِ مِنْ جَبْرِ الْغَنَمِ وَأَرْبَعُ مَرَافِقٍ مِنْ
أَدَمِ الطَّائِفِ حَشْوُهَا أَذْخَرٌ وَسَرُصُوفٌ سَقَى مِنْ أَدَمَ قَعْبٌ لَدَيْنِ
وَجَرَّةٌ خَضْرَاءُ وَكَيْزَانٌ خَزْفٌ حَتَّى إِذَا اسْتَكْمَلَ الشِّرَاءَ حَمَلَ أَبُو بَكْرٍ
بَعْضَ الْمَتَاعِ وَحَمَلَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ (ص) الَّذِينَ كَانُوا مَعَهُ الْبَاقِي
فَلَمَّا عَرَضُوا الْمَتَاعَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ (ص) جَعَلَ يُقَلِّبُهُ بِيَدِهِ وَيَقُولُ
بَارَكَ اللَّهُ لِأَهْلِ الْبَيْتِ ... " (كتاب الامالي للشيخ ابى جعفر الطوسي

ص ۳۹ ج ۱ مطبوعه جديد نجف اشرف عراق)

روایت بالا کا ترجمہ ملا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جہاد العیون" میں مندرجہ ذیل
عبارت میں کیا ہے۔ اس فارسی ترجمہ کو ہم اس مقام میں بطور تائید نقل کرتے ہیں۔ اس کے
بعد اس روایت کا خلاصہ اردو میں پیش کیا جائے گا تاکہ قارئین صدیقی و مرضوی مراسم و
تعلقات سے روشناس ہو سکیں۔

(۲)

"شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام روایت کرده است
..... امیر المؤمنین علیہ السلام فرمود کہ حضرت رسول مرا امر فرمود کہ یا علی
برخیز وزرہ را بفروش پس برخاستم وزرہ را فروختم و قیمت آن گرفتہ و
بخدمت آنحضرت آوردم۔ در بہار را در دامن آنحضرت ریختم۔ آنحضرت

از من نہ پرسید کہ چند ست۔ من نیز نگفتم۔ پس یک کف ازاں زر گرفت۔
 بلال را طلبید، باو داد و گفت از برائے فاطمہ بوسے خوش بگیر۔ پس
 دو کف ازاں در اہم برگرفت با ابو بکر داد فرمود برو بازار و از برائے
 فاطمہ بگیر آنچه اورا در کارست از جامہ و اثاث البیت۔ عمار بن یاسر و جمعی
 از صحابہ را از پٹے او فرستاد۔ تمگی بازار در آمدند ہر یک ازیشان چیزے
 را اختیار کردند با ابو بکر می نمودند و مصلحت اومی خریدند۔ پس پیرائے خریدند
 بہفت درہم.... و متغیر بچار درہم.... و تحیرے دوست آسائے
 و طرفے برائے آب خوردن از پوست۔ و کاسہ چوبین از برائے شیر و مشکے
 از برائے آب و سبوتے بنزے و کوزہ از سفال۔ چون ہمہ اسباب خریدند
 بعضے را ابو بکر برداشت و ہر یک از صحابہ بعضے را برداشتند بخدمت
 حضرت رسول آوردند۔ حضرت ہر یک از انہا را بدست میگرفت و
 ملاحظہ فرمود و فرمود خداوند ا مبارک گردان این ابراہیل بیت من۔“

رجلاء العیون فارسی ص ۱۲۶، بحث

تذویج سیدہ فاطمہ با علی المرتضیٰ

(۳)

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ امالی شیخ طوسی کی روایت مندرجہ بالا
 کوشیعوں کے مشہور فاضل محمد بن علی بن شہر آشوب مروی ما زندرانی (متوفی ۵۸۵ھ) نے بھی
 اپنی مشہور تصنیف ”مناقب ابن شہر آشوب“ میں بالاختصار درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

”وَالْفَدْعَمَارُ وَالْأَبَا بَكْرُ وَبِلَالٌ لِابْتِيَاعِ مَا يَصْلِحُهَا وَكَانَ مَسَا

اشْتَرَوْهُ قَمِيصَةً بِسَبْعَةِ دَرَاهِمٍ وَخِمَارًا بِأَرْبَعَةِ دَرَاهِمٍ وَقَطِيفَةً

سَوْدَاءَ خَيْرِيَّةً (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۲۴ طبع ہند فصل فی تزویجہا علیؑ)

مندرجہ بالا ہر سہ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ اٹھو اور مصارف ثنادی کے لیے اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور دام لا کر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن میں ڈال دیتے۔ نہ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے ہیں؟ اور نہ میں نے خود بتلایا کہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپ نے بلالؓ کو بلا کر ایک ٹمھی بھر کر دی کہ فاطمہؓ کے لیے خوشبو خرید کر لاتے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں ہاتھ بھر کر ابو بکرؓ کو دام دیئے کہ فاطمہؓ کے لیے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید کر لائیں۔ عمار بن یاسر اور دیگر احباب کو ابو بکرؓ کے ساتھ روانہ کیا۔ پھر سب حضرات بازار میں پہنچے۔ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے تھے پہلے ابو بکرؓ کے سامنے پیش کرتے اگر وہ اس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اسے خرید لیتے۔ پس انہوں نے جو چیزیں اس وقت خریدیں وہ مندرجہ ذیل تھیں:-

سات درہم کا ایک قمیص، چار درہم کی ایک آڑھنی، ایک خمیری سیاہ چادر، ایک بٹی ہوئی چارپائی، بستر کے دو گدے، ایک گدا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا، دوسرے گدے کی بھرائی بھیر کی اُون سے کی گئی تھی۔ ایک بالین تھا جس کی بھرائی ازخرد (کھاس) سے کی ہوئی تھی ایک صوف کا کپڑا تھا۔ ایک پٹے کا مشکیزہ تھا۔ دودھ کے لیے ایک لکڑی کا پیالہ تھا سبز قسم کا ایک گھڑا تھا، مٹی کے کوزے تھے۔ جب یہ تمام سامان خرید گیا تو اس میں سے کچھ سامان خود ابو بکرؓ نے اٹھایا۔ باقی چیزیں دوسرے احباب نے اٹھالیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں یہ سامان لا کر پیش کیا گیا۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر بلا نظر فرمایا اور دعا کے لیے یہ کلمات ارشاد فرماتے: "اللہ تعالیٰ اس میں اہل بیت کے لیے برکت عطا فرمائے" اسی مضمون کی مزید وضاحت کے لیے ان حضرات کی کتب سے ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ اس میں اس چیز کی تفصیل آ رہی ہے کہ حضرت علیؑ نے سامان جہیز کی ناظر اپنی

زرہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی تھی۔ حضرت عثمان نے یہ زرہ خرید کر قیمت ادا کر دی اور پھر یہی زرہ حضرت علیؑ کو واپس کر دی۔ اس ہمدردانہ طرز عمل پر حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں دُعلتے خیر کے کلمات فرمائے۔ سابقہ روایات میں یہ مفہوم محمل طور پر آیا تھا، اس روایت نے اس اجمال کی تفصیل کر دی۔

ہم یہ روایت اخطب خوارزمی (متوفی ۵۶۸ھ) کے مناقب سے درج کرتے ہیں۔ اسی روایت کو کشف الغمہ میں علی بن عیسیٰ اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) نے پوری تفصیل سے من و عن نقل کیا ہے۔ پھر گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بیمار الانوار" جلد دہم باب تزویج سیدہ فاطمہؑ میں اس کا اندراج کیا ہے۔ ان ہر سہ حوالہ جات کو ہم یہاں ثابت کرتے ہیں۔ ہم نے براہ راست کتب مذکورہ سے یہ حوالہ جات اخذ کیے ہیں ان اقتباسات میں نقل و نقل کا شبہ نہ کیا جائے صحت حوالہ کے ہم ذمہ دار ہیں

مناقب خوارزمی

۱) قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاقْبَلَ عَلِيٌّ رَسُولَ اللَّهِ (ص) فَقَالَ يَا أَبَا
الْحَسَنِ انْطَلِقْ الْآنَ فَبِعِ دِرْعِكَ وَابْتِنِي بِمَنْهَا حَتَّى أَهْبِي لَكَ وَابْنَتِي
فَاطِمَةَ مَا يَصْلُحُ لَهَا قَالَ عَلِيُّ (ص) فَأَخَذْتُ دِرْعِي فَأَنْطَلَقْتُ بِهِ إِلَى السُّورِ
فَبِعْتُهُ بِأَرْبَعِ مِائَةِ دِرْهَمٍ سُودٍ هَجْرِيَّةٍ مِنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ فَلَمَّا
قَبَضْتُ الدَّرَاهِمَ مِنْهُ وَقَبَضَ الدِّرْعَ مِنِّي قَالَ يَا أَبَا الْحَسَنِ أَلَسْتُ
أَوْلَى بِالدِّرْعِ مِنْكَ وَأَنْتِ أَوْلَى بِالدَّرَاهِمِ مِنِّي فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَإِنِ
هَذَا الدِّرْعُ هَدِيَّةٌ مِنِّي إِلَيْكَ قَالَ فَأَخَذْتُ الدِّرْعَ وَالدَّرَاهِمَ
أَقْبَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ (ص) فَطَرَحْتُ الدِّرْعَ وَالدَّرَاهِمَ بَيْنَ يَدَيْهِ
وَإِخْبَرْتُهُ بِمَا كَانَ مِنْ أَمْرِ عُثْمَانَ فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ (ص) بِحَيْرَتِهِ فَقَبَضَ رَسُولُ
اللَّهِ (ص) قَبْضَةً وَدَعَا بِأَبِي بَكْرٍ فَدَفَعَهَا إِلَيْهِ وَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ اسْتَرِبْ هَذِهِ

الدَّرَاهِمِ لِابْنَتِي مَا تَيْسَلُو لَهَا فِي بَيْتِنَا وَبَعَثَ مَعَهُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ
 وَبِلَالَ بْنَ رَبَاحٍ، لِيُعِينَاهُ عَلَى حَمْلِ مَا يَشْتَرِي بِهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَهَاتَتْ
 الدَّرَاهِمُ الَّتِي دَفَعَهَا إِلَيَّ ثَلَاثَةٌ وَرَبْتَيْنِ دَرَاهِمًا قَالَ فَأَنْطَلَقْتُ
 إِلَى السُّوقِ فَأَشْتَرَيْتُ فِدَا شَا مِنْ خَيْشٍ مِسْرٍ مَحْشُوًّا بِالصُّوْبِ وَ
 قِطْعًا مِنْ أَدَمٍ وَوِسَادَةً مِنْ أَمْرٍ مَحْشُوًّا هَالِيفُ النَّخْلِ وَعَبَائَةَ
 خَيْرِيَّةَ وَقِدْبَةَ لِلْمَاءِ . . . وَكَيْزَانًا وَجِرَارًا وَمَطْرَهْرَةَ لِلْمَاءِ وَ
 سَتْرَ صُوبٍ رَقِيقٍ وَحَمَلْتُ أَنَا بَعْدَهُ وَسَلْمَانُ بَعْضُهُ وَبِلَالُ بَعْضُهُ
 وَاقْبَلْنَا بِهِ فَوَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ (ص) .“

رہناتیب لاکھب خوارزم دمتونی ۶۰ شہہ - الفصل العشرون

فی تزویج رسول اللہ صائم فاطمہ ص ۲۵۲ و ۲۵۳ - مطبع جدیدیہ

نجف اشرف - عراق - سن طباعت ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء)

کشف الغمۃ

(۲) بعینہ ولفظہ یہی روایت کشف الغمۃ فی معرفۃ الأئمۃ باب ذکر تزویجہ بسیدۃ النساء
 جلد اول ص ۲۸۵ و ۲۸۶ - طبع جدید نہران میں منقول و مندرج ہے - یہ علی بن عیسیٰ اربیلی دمتونی
 ۶۸۴ھ کی تالیف ہے - تین جلدیں مع ترجمہ فارسی ۱۳۸۱ھ میں طبع ہو کر ایران سے آئی ہے
 بحار الانوار

(۳) نیز یہی روایت ٹھیک طریقہ سے ملا محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد ثامن باب
 تزویجہا بعلی ۲۹-۳۰ قديم طبع ایران میں نقل کی ہے - بحث مذکورہ ملاحظہ فرما کر الطینان حال
 کیا جاسکتا ہے -

مضموم روایت خدا

مائل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ (ع) کہتے ہیں کہ رسول خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر

مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیں اور دام (جو حاصل ہوں) وہ میرے پاس لائیں تاکہ تمہارے اور
فاطمہ کے لیے جو ضرورت کی چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جاتے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے زرہ
اٹھالی اور بازار (مدینہ میں) پلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمان بن عفان کے ہاتھ چار ہزار درہم میں فروخت
کر دی۔ جب میں نے یہ دام لیے اور عثمانؓ نے زرہ اپنے قبضہ میں لے لی۔ اس وقت عثمانؓ
بن عفان نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں اور ان درہم کے آپ مجھ
سے زیادہ حقدار ہو گئے۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمانؓ بولے تو مجھے یہ زرہ میری طرف
سے آپ کے لیے ہدیہ ہے (آپ ہی لے جائیں) حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور درہم
دونوں چیزیں لے لیں۔ حضرت رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ دونوں چیزیں (زرہ اور
درہم) آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضورؐ نے عثمانؓ رضی
الہ عنہ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔ پھر ابو بکرؓ کو بلا کر ان درہم سے ایک مٹھی بھر کر عنایت
فرمائی اور فرمایا کہ ان داموں کے عوض فاطمہ کے لیے نمانگی ضرورت کی اشیاء خرید کر لاؤ اور سلمان
فارسی اور بلالؓ کو ابو بکرؓ کے ساتھ روانہ کیا کہ خرید شدہ چیزوں کو اٹھا کر لانے میں ان کی مدد کریں۔
ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے جو دام مجھے عنایت فرمائے وہ ۶۳ تھے۔ پھر میں نے بازار جا کر مندرجہ
اشیاء خرید کیں۔ ایک مسرہنی کھجونا۔ ایک چمڑے کا گدا۔ ایک چمڑے کا بائین جو کھجور کی چھال سے
پرتھا۔ ایک نمبریں قسم کی چادر۔ پانی کے لیے ایک مشکیزہ۔ کوزے۔ گھڑے۔ وضو کے پانی کے لیے
ایک برتن۔ صوف کا ایک باریک کپڑا۔ ابو بکرؓ کہتے ہیں یہ سامان کچھ میں نے خود اٹھالیا، کچھ سلمانؓ
اور بلالؓ نے اٹھالیا اور سب لاکر حضرت رسولؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔
یہاں چند چیزیں توبہ کے قابل ہیں۔ ناظرین کرام التفات فرمائیں:-

(۱)

مندرجہ بالا ہر سہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جہیز سیدہ کے لیے جو سامان خریدا
گیا اس کی قیمت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؑ کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کر دی

تھی۔ اس ایثار و بھردی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر حضرت عثمانؓ کو دُعادی اور ان کے حق میں برکت کے کلمات فرماتے۔ اس رقم سے شادی کے تمام اخراجات پورے ہوئے حضرت عثمانؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین اُلفت و محبت کا یہ زبردست ثبوت ہے۔ جہاں باہم کدورت و نفرت ہو وہاں ایسی قرمانی نہیں ہو سکتی۔ نیز ان روایات میں حضرت ابو بکرؓ کی خدمات خریداری سامان کے سلسلہ میں اظہر من الشمس ہیں۔ ان سے کون انکار کر سکتا ہے؟

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ جن کتابوں سے ہم نے حوالہ جات نقل کیے ہیں وہ سب شیعہ علماء میں معتبر و متداول ہیں۔ ان کے اعتماد میں کچھ شبہ نہیں۔ البتہ ”مناقب اخطب خوارزم“ کی روایت میں اگر یہ حضرات کلام کریں تو شاید عوام اور ناواقف لوگوں کے سامنے ایسی بات کہہ دیں جس میں اشتباہ ہونے لگے ورنہ اہل سنت کے واقف کار علماء کے ہاں اخطب خوارزم کا شیعہ مسلمات میں سے ہے۔ نیز صاحب کشف الغمہ و صاحب بحار الانوار جیسے جید شیعہ علماء کا بغیر کسی نقد و جرح کے ان واقعات کو قبول کر لینا اور اپنی تصنیفات میں بغیر ذکر کے درج کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ شیعہ دنیا میں یہ روایات درست تصور ہوتی ہیں۔ عوام کے لیے یہاں اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ البتہ ان اہل علم حضرات کی توجہ کے لیے جن کو ادھر التناہات نہیں اس مقام پر ایک ماثیہ پیش کرنا مناسب ہے۔ اس ماثیہ میں اخطب خوارزم کی وہ پوزیشن ذکر ہوگی جو اہل سنت کے ہاں معتبر ہے۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۴۵

اخطب خوارزم کا درجہ اعتماد

اس شخص کا نام دو طرح سے کتب تراجم میں پایا جاتا ہے: موفق بن احمد بن سعید ابوالمؤید یا
 احمد بن محمد موفق الدین الاخطب خوارزم (المتوفی ۵۶۸ھ یا ۵۷۱ھ وغیرہ) علاقہ خوارزم کا
 مشہور عالم ہے۔

ہم کو جب تک اس کی تصنیف لطیف (یعنی مناقب خوارزم) دستیاب نہیں ہوئی
 تھی اس وقت تک ہم حافظ ابن تیمیہ حرانی و شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہما کی تحقیق پر اعتماد کرتے
 ہوئے اخطب کا شیعہ ہونا یقین کرتے تھے۔ اب جبکہ یہ کتاب (مناقب خوارزم) حاصل ہو
 گئی ہے اور مطالعہ کا موقع مل گیا ہے تو یہ امر درجہ حق الیقین تک پہنچ گیا ہے کہ صاحب تصنیف
 ہذا خالص ~~شیعہ~~ ہے اس بزرگ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں وہی شخص شمار کر سکتا ہے جو اس کی
 تصنیفات سے بے خبر ہے اور اس کے تلمذ طبع کی گونا گوں تصاویر سے نا آشنا ہے۔

حافظ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ جلد سوم ص ۱۰ میں اس اخطب خوارزم میں لکھا ہے کہ
 هذا مصنف في هذا الباب زيد من الاحاديث المكدودة ما لا يخفى كزيد علي من
 لذاتي معرفة بالحديث فضلا عن علماء الحديث وليس هو من علماء الحديث ولا
 متن يرجع اليه في هذا الشأن العتد

یعنی فضائل و مناقب میں اس کی ایک تصنیف ہے جس میں جعلی روایات ہیں جس کو فن
 کا علم ہے اس پر ان کا جھوٹا ہونا مخفی نہیں ہے۔ یہ شخص نہ علماء حدیث سے ہے نہ ان لوگوں
 بے جن کی طرف اس باب میں رجوع کیا جاتا ہے۔

اور شاہ عبدالعزیز نے "تحفہ اثنا عشریہ" کے متعدد مقامات میں اس بزرگ کے بارہ میں

راتے لکھی ہے۔ چند مقامات بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں

(۱) "تحفہ" میں دوازوہ احادیثِ امامت میں سے حدیثِ بختم کے تحت اس کے حق میں

فرمایا ہے کہ :-

... اخطب خوارزم از غلاة زیدتہ است ... و متحدین اہل السنۃ اجماع

دارند کہ روایاتِ اخطب زیدی ہمہ از مجاہل و سفہاء است و بسیارے از روایات

او منکر و موضوع و ہرگز فقہائے اہل السنۃ بروایات او احتجاج نہ نمایند

تحفہ اثنا عشریہ، بحث امامت

(۲) "تحفہ" ہشتاد و یکم کید کے تحت فرماتے ہیں کہ آنکہ بعضے روایات موافق

مذہبِ خود از کتابِ مروے نقل کنند کہ در خیال مردم از اہل سنۃ ہی مانند انکہ

فی الواقعہ چنین نیست۔ پناچہ اس عقدہ کہ ہار و زری سافضی بود و ابن قتیبہ

صاحب الامتہ و السیاستہ کہ شیعہ غلیظ بود و اخطب خوارزم کہ زیدی عالی بود الخ

تحفہ اثنا عشریہ تحت کید

(۳) تحفہ کید بست و سوم میں بیان فرمایا ہے کہ شیعہ علماء مندرجہ ذیل مصنفین و علماء کو سنی قرار

دے کر ان کی مروایات کو نقل کر کے اہل سنت کے سامنے پیش کرتے ہیں مالاکنکہ یہ چیز واقع کے خلاف

ہے۔ یہ اہل سنت علماء سیر نہیں ہیں۔ مثلاً زعمشری صاحب کتاب (صاحب ربیع الابرار) کہ

تفضیلی و مختصری ست و اخطب خوارزم کہ زیدی عالی ست۔ و ابن قتیبہ ... کہ رافضی مقرر

ست و ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را با اعتزال جمع نمود و ہشام کلینی مفسر کہ رافضی

عالی ست و یحییٰ مسعودی صاحب مروج الذهب و ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب اللغانی

و علی ہذا القیاس الخ (تحفہ اثنا عشریہ کید ۲۳)

حافظ ابن تیمیہ اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تصریحات کے بعد اب خود اس کی تصنیف

(مناقب خوارزمی) مطبوعہ نجف اشرف عراق سے اس کا محسوس مذہب ناظرین کے پیشِ خدمت ہے۔

اس ضمن میں ایک چیز لائقِ توجہ ہے کہ کتاب کے صفحہ اول کے نشانات مذہب مخصوص کے مؤید معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ کتاب کا مقدمہ اور حواشی ایک شیعہ فاضل محمد رضا موسوی خراسانی نے مرتب کیے ہیں اور مقدمہ میں مُصنّف کی بڑی توثیق و تصدیق کی ہے اور کتاب کے طابع و ناشر محمد کاظم شیعہ و محمد صادق شیعہ (مالکان مطبع حیدریہ و مکتبہ حیدریہ) نجف اشرف عراق کے ہیں۔ سن طباعت ۱۳۱۵ھ (۱۹۶۵ء) ٹائٹیل پر درج ہے۔

ان مندرجات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب ان کے محبوب مقصد کے موافق ہے۔ اسی بنا پر ان کے علماء اور تاجروں نے بڑی محنت سے بار دوم شائع کی ہے۔ پہلی بار یہ کتاب ایران میں ۱۳۱۳ھ میں شائع کی گئی تھی۔ اور اب مصلحت کی خاطر ٹائٹیل پر مُصنّف کے نام کے ساتھ الملکی الحنفی درج فرمایا ہے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کتاب کے مقدمہ میں اخطب خوارزمی کی تصنیفات کی ایک فہرست دی گئی ہے وہ قابلِ دید و شنید ہے۔ پہلی کتاب "فضائل امیر المؤمنین علیہ السلام المسماة بالمناقب"۔ (۲) کتاب "الاربعین فی مناقب النبی الامین و وصیہ امیر المؤمنین"۔ (۳) کتاب "قضایا امیر المؤمنین علیہ السلام" (۴) کتاب "رد الشمس لامیر المؤمنین علیہ السلام"۔ (۵) کتاب "مقتل امیر المؤمنین علیہ السلام" (۶) کتاب "مقتل امام حسین علیہ السلام وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس نوع کی تصنیفات اور اس مطلب کی تالیفات ان بزرگوں کے ہی مقاصد زندگی میں داخل ہیں۔ سنی علماء کا یہ ذوق تصنیف نہیں ہے البتہ ایک کتاب (مناقب امام ابی حنیفہ) کے نام سے ان تالیفات اخطب میں شمار کی گئی ہے جو دائرۃ المعارف و کن سے شائع ہوئی ہے اس کے متعلق ہم غنتریب عرض کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

تیسری گزارش اس ضمن میں یہ ہے کہ اس کتاب کی روایات شیعہ نقطہ نظر کے موافق فراہم

کی گئی ہیں بطور نمونہ دو ایک روایتیں ہم ناظرین کی ضیافتِ طبع کی خاطر نقل کرتے ہیں را تعیل بدآ
 علی الکثیر کے اعتبار سے یہی کافی ہوگی۔

(۱)۔ (طویل سند کے ساتھ) ابن عباس سے مزوفا مذکور ہے :

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو ان
 الفياض اقلام والبحر مداد والجن حساب والانس كتاب ما احصوا فضائل
 علي عليه السلام (ترجمہ) ابن عباس کہتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ درخت
 قلیس ہوں اور سمندر سیاہی ہوں، تمام جن شمار کرنے والے ہوں، تمام انسان لکھنے
 والے ہوں، علی بن ابی طالب کے مناقب شمار نہ کر سکیں گے، مناقب خوارزمی ص ۱۲ ذکر فضائل علی المرتضیٰ

(۲) (عرض سند کے بعد) عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله (ص)

يا عبد الله اتاني ملك فقال يا محمد سل من ارسلنا من قبلك من رسلنا

علي ما بعثوا؟ قال قلت علي ما بعثوا؟ قال عل ولايتك وولاية علي

بن ابی طالب (ترجمہ) ابن مسعود کو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عبد اللہ میرے

پاس خدا کا فرشتہ آیا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ میں سوال کروں کہ تمام انبیاء سابقین

کس بنا پر مبعوث کیے گئے؟ اور کس کی خاطر ان کی بعثت ہوئی؟ تو میں نے اس

چیز کو دریافت کیا (قدرت کی طرف سے) جواب ملا ہے کہ تمام رسل اور نبی تیری

ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت پر مبعوث کیے گئے،

(مناقب خوارزمی ص ۱۲ فصل تاسع وعشرون فی مناقب علی المرتضیٰ)

روایاتِ ہذا ملاحظہ فرما کر خود فیصلہ صادر فرمائیں کہ اس خطب خوارزمی شیعہ تھا یا نہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ مناقب امام اعظم کے نام سے ان کی ایک ضخیم تصنیف دو جلدوں میں

حیدرآباد دکن سے شائع ہوتی ہے اس کے متعلق تمثوری سے تفصیل درکار ہے اس کے معلوم کر لینے

کے بعد پھر یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے واضح ہو جائے گا کون ٹشک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ عرض یہ ہے

کہ اس نوع کی تصنیفات اور اس قسم کے "مصنفین" کے متعلق عام طور پر پانچ صورتیں پیش آیا کرتی ہیں۔ اکابر علماء کی تصریحات کی روشنی میں ہم یہاں اس کا اجمالی نقشہ سامنے لاتے ہیں۔

اول یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک مُسَلِّم سنی عالم دین کے نام پر بعض تصانیف چسپاں کر دی جاتی ہیں۔ درحقیقت وہ ان کی تصنیف نہیں ہوتی۔ مثلاً کتاب "سرا العالمین" امام غزالی کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ ان کی تصنیف نہیں۔

دوم یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک عالم فاضل معتبر ہوتا ہے پھر اس کا سہنام ایک دوسرا شخص غیر معتبر، غیر مہتمم اور غیر مستند ہوتا ہے۔ اس تشابہ اسمی کی وجہ سے اس غیر مقبول شخص کی تصنیف مقبول و معتبر عالم کی طرف منسوب کر کے چلا دی جاتی ہے۔ لوگ اس تشابہ و اختلاط اسم کی بنا پر غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ مثلاً ابن قتیبہ و صاحب "کتاب المعارف" (اچھا عالم ہے "ارب الکاتب" اس کی تصنیف ہے لیکن کتاب "الاماتہ والسیاست" اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ "الاماتہ والسیاست" کا مصنف ابن قتیبہ خالص ہے۔ الاماتہ والسیاست میں صحابہ کرام کے حق میں اس نے سخت جرح و تفتیس کی چیزیں فراہم کر ڈالی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ابن قتیبہ کی یہ تصنیف نہیں۔

سوم، صورت یہ پائی جاتی ہے کہ تصنیف بھی صحیح ہوتی ہے اور مصنف بھی درست ہوتا ہے لیکن اس کی تصنیف میں تدسیس و تخیل کر دی جاتی ہے، جیسے شیخ اکبر ابن عربی کی تصانیف۔ شیخ عبدالوہاب شعرائی نے اس چیز کو کتاب الیواقیت والحواہر کی الفصل الاول میں ابتدائے کتاب میں بیان کیا ہے، اور شیخ سید جمال الدین کی روضۃ الاحباب کے متعلق شاہ عبدالعزیز نے کتاب "عجالات نافعہ ص ۱۵ طبع مجتبائی دہلی میں تحت اصطلاح "جامع" اس چیز کو بیان کیا ہے۔

چہارم، یہ صورت پیش آتی ہے کہ صاحب تصنیف باطوب اللیل کے درجہ میں ہوتا ہے رطب و یابس ہر طرح کا مواد جمع کر دیتا ہے۔ صحیح و سقیم، ضعیف و قوی ہر قسم کا مال فراہم کرتا ہے مثلاً مسند الفردوس، ذیلی و بعض تصانیف ابن عساکر، و صاحب "معارج النبوة" وغیرہ۔

پنجم، اس طرح ہوتا ہے کہ صاحب تصنیف متلون طبع بزرگ ہے۔ سنتیوں میں سنتی، شیعوں میں شیعہ، جیسے سبط ابن جوزی (اپنی "تصانیف اور روایات" کے اعتبار سے) اور جیسے واعظ کاشفی صاحب "رونتہ الشہداء" اور جیسے میرخواند صاحب "رونتہ الصناوہ وغیرہ"۔ یا پھر محاسن شیعہ ہے لیکن عام لوگوں کو اس کے تشیع کا علم نہیں ہوتا، لوگ اسے سنتی سمجھتے ہوتے ہیں۔ مثلاً شیخ محمد بن یوسف کنجی صاحب "کفایۃ الطالب" اور شیخ سلیمان قندوزی ملجی، صاحب "ینایع المودۃ" اور احمد بن اعثم کوفی، صاحب "تاریخ اعثم کوفی" اور مسعودی صاحب "مروج الذهب"۔ اور ابن عبد ربہ، صاحب "عقد الفرید" وغیرہ۔

ان معروفات کے بعد اہل علم سفرات خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ یا تو تشابہ اسمی اور انتلاط نام کی صورت یہاں کار فرما ہے یعنی مناقب امام ابی حنیفہ کے مصنف ایک سنتی عالم ہیں (جیسا کہ ہماری بعض تراجم کی کتابوں میں اس اخطاب خوارزم کی تعدیل و توثیق موجود ہے) اس کا نام اور اس صاحب "مناقب خوارزمی" کا نام اتفاقاً متحد و مشترک ہے۔ یا پھر کسی شیعہ بزرگ نے یہ مرغوب تالیف فرما کر اس سنتی عالم کے نام منسوب کر دی ہے۔ ان دونوں باتوں سے خالی نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ "مناقب خوارزمی" کے مؤلف کے تشیع و رفس میں کوئی شبہ

نہیں ہے۔ ۱۲ (منہ)

(۳)

سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کی مجلس میں حضرت ابو بکرؓ و

عُمر و عثمانؓ کا شامل ہونا اور نکاح ہذا کا گواہ بننا

اس سے قبل عنوان میں اس مبارک شادی کے لیے جہیز کی خریداری و فراہمی کا ذکر تھا اس ضمن میں صدیقی و عثمانی خدمات کا بیان ہوا ہے۔ اب یہاں تیسرا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ غنیؓ کو نکاح ہذا کی بابرکت مجلس میں مدعو کر کے شامل کیا گیا ہے اور ان کو اس نکاح کا شاہد و گواہ بنایا گیا ہے۔ یہ پیر بابی انہماک اور رفاقت کا بین ثبوت ہے۔

اس عنوان کے اثبات کے لیے متعدد روایات شیعہ و سنی کتب میں موجود ہیں۔ پہلے شیعہ کتب سے دو قسم کی روایات درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل سنت کی کتابوں سے تائید کے طور پر کچھ روایات ذکر کر دی جائیں گی۔

قسم اول

(۱) مناقب خوارزمی باب نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ بعلیؓ طہ ۲۵۲، ۲۵۳ میں

روایت مذکور ہے کہ:

قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ مَخْرَجْتُ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَأَنَا لَا
أَعْقِلُ فَرَحًا وَسُرُورًا فَاسْتَقْبَلَنِي أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَقَالَ لِي مَا وَرَاءَكَ؟ فَقُلْتُ
زَوْجَتِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَتُهُ فَاطِمَةُ وَأَخْبَرَنِي
أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَنِيهَا مِنَ السَّمَاءِ وَهَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ، خَارِجٌ فِي أَثَرِي يُنْظِرُ ذَاكَ بِحَضْرَةِ مِنَ النَّاسِ فَفَرِحَ بِذَلِكَ

فَرَحًا شَدِيدًا وَرَجَعَا مَعِيَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَمَا تَوَسَّطْنَا حَتَّى لَحِقَ بِنَا رَسُولُ
 اللَّهِ وَأَنَّ وَجْهَهُ لَيَتَمَلَّكُ سُورًا وَنُوحًا فَقَالَ يَا بِلَالُ فَأَجَابَهُ فَقَالَ
 كَيْفَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ اجْمَعُوا إِلَى الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فَجَعَلْتُمْ رَقِي
 دَرَجَةً مِنَ الْمُنْتَبِهَةِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَشْنَى عَلَيَّ وَقَالَ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ
 أَنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي أَيْفًا فَأَخْبَنِي عَنْ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ أَنَّكَ جَمَعْتَ الْمَلَائِكَةَ
 عِنْدَ الْبَيْتِ الْمُعْمُورِ وَأَنَّكَ أَشْهَدَهُمْ جَمِيعًا أَنَّكَ زَوْجَ أَمْتِهِ فَاطِمَةَ
 بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَمَّا رَقِي أَنْ أُزَوِّجَهُ
 فِي الْأَرْضِ وَأَشْهَدُكُمْ عَلَى ذَلِكَ؟

۱: القاب لمخوارزمی ص ۲۵۱-۲۵۲- (۲) کشف الغمہ لاریبی طبع جدید

ص ۴۸۲-۴۸۳ جلد اول - باب تزویج سیدۃ النساء -

(۳) بحار الانوار، ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۳۸-۳۹- ج ۱۰- باب تزویج سیدۃ

ان تین کتابوں کے باب تزویج سیدہ فاطمہ میں روایت لہذا کہ شیعہ علماء نے من وعن درج
 کیا ہے۔ اس کا حاصل ترجمہ پیش خدمت ہے حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح فاطمہ کی گفتگو کرنے کے بعد میں جب حضور علیہ السلام کے گھر سے
 باہر آیا تو فرح و مسرت سے میں مسرور تھا۔ سامنے سے ابو بکر اور عمر بن الخطاب آرہے تھے ان
 سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اطلاع دی ہے کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح فاطمہ کے ساتھ کر دیا ہے اور اب
 حضور گھر سے باہر تشریف لاکر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں۔ یہ
 خبر سن کر ابو بکر اور عمر نہایت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی میں آ
 گئے۔ ابھی درمیان مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انبساط و نشاط کی حالت میں پیچھے سے
 آہنچے حضور کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلال کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین و انصار کو

جمع کر لاؤ۔ بلائ نے اس پر عمل کیا۔ یہ حضرات جب جمع ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر
تشریف لاتے حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے مسلمانو! جبریل میرے پاس ابھی آئے ہیں انہوں نے
اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس تمام فرشتوں کو جمع کر کے اس بات کا شاہد
وگواہ بنایا ہے کہ میں نے فاطمہ بنت رسول کا اپنے بندے علی بن ابی طالب کے ساتھ نکاح
کر دیا ہے اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ کا علی کے ساتھ زمین میں نکاح کر
دوں اور اس نکاح پر تم سب کو شاہد اور گواہ بناؤں۔

(۴)

اسی روایت کو ملا باقر نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" بحث تزویج فاطمہ با علی المرتضیٰ میں
چند چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے۔ اضافہ جات ساتھ ملانے کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ بڑا
سے جوان حضرات کا باہمی اخلاص اور دوستی اور آشنائی ثابت ہو رہی ہے وہ داغدار ہو جائے
تاہم اس روایت کو ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے ملا باقر کے الفاظ میں فارسی ترجمہ کی صورت
میں پیش کیا جاتا ہے:

” در سائر کتب عامہ و خاصہ روایت کردہ اند (نبی کریم فرمود) اے ابوالحسن!
بیرون رو کہ من از عقب تو می آیم بسوئے مسجد در حضور مردم فاطمہ را بتو
بتزویج می نمایم و از فضیلت تو ذکر خواہم کرد۔ آنچه باعث روشنی دیدہ تو و
دوستان تو گردد در دنیا و آخرت حضرت امیر المؤمنین فرمود کہ من از خدمت
حضرت بیرون آمدہ بسرعت متوجہ مسجد شدم و مرا چنداں فرح و شادی اورادہ
بود کہ دست نتوانم کرد۔ چون ابو بکر و عمر آن حضرت را برائے امتحان فرستادہ
بودند و انتظار بیرون آمدن آن حضرت را میکشیدند سر راہ بر آن حضرت گرفتہ
پرسیدند کہ چه خبر داری، حضرت فرمود کہ حضرت رسول دختر خود فاطمہ را بمن
تزوینج کرد، مرا خبر داد کہ حق تعالی در آسمان فاطمہ را بمن تزویج نموده است

ایک حضرت رسول پیروں می آید کہ در حضور مردم فاطمہ را بمن تزویج کند
 چون ایشان آن خبر را شنیدند بظاہر فرح و شادی کردند و بہ مسجد برگشتند و حضرت
 امیر فرمود کہ ما ہنوز بمیان مسجد نرسیدہ بودیم کہ حضرت رسول بماتمقی شد و از
 روتے مبارکش اثر خرمی و شادی ظاہر بود و بلال را امر فرمود کہ ندا کند مہاجرو
 انصار را کہ جمع شوند، چون جمع شدند بر یک پایہ منبر بالا رفت حمد و ثناء و حق ادا کرد
 و فرمود کہ اے گروہ مسلمانان در ایں زودی جبریل نزد من آمد و خبر داد مرا کہ پروردگاہ
 من ملائکہ را نزد بیت المعمور جمع کرد و ہمہ را گواہ گرفت بر آنکہ تزویج کرد کنیز خود
 فاطمہ دختر رسول را بہ بندہ خود علی بن ابی طالب و مرا پروردگار امر کرد کہ فاطمہ
 را با تزویج نمائیم در زمین و شما را گواہ می گیریم بریں

در جلد العیون ص ۱۲۵ باب تزویج سیدہ با علی المرتضیٰ، بلع ایران

از ملا محمد باقر مجلسی مجتہد العصر - یعنی مجتہد صدی یازدہم

قسم دوم

عنوان بالا کے اثبات کے لیے چار عدد مشہور شیعہ تصانیف سے مذکورہ روایت
 پیش کی گئی ہے۔ اب اس عنوان کے ثابت کرنے کی خاطر دوسری قسم کی روایت شیعہ احباب
 کی مستند تصانیف سے نقل کی جاتی ہے۔

را، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمة از علی بن عیسیٰ الاربعی (متوفی ۶۸۷ھ) - فصل ذکر تزویج

بسیۃ النساء میں لکھا ہے کہ :

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَشِيَهُ الْوَجْهُ
 فَلَمَّا آفَاقَ قَيْلَ يَا أَلَسُ أَنْ تَدْرِي مَا جَاءَنِي بِهِ جِبْرِيْلُ مِنْ عِنْدِ صَا
 الْعَرْشِ ؟ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سَأَلَهُ أَعْلَمُ قَالَ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ
 فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ فَأُطْلِقُ فَأُدْعَمُ لِي أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَدِيْبٌ وَأُطْلِقُ

وَالزَّبِيرُ وَيَعْدُ دَهْمٌ مِنَ الْأَنْسَارِ قَالَ فَأُتِلَتْ فَدَعَوْتُهُمْ لَهُ فَلَمَّا
 أَنْ أَخَذُوا مَجَالِسَهُمْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ
 (یہ خطبہ طویل پلا گیا ہے) ... ثُمَّ إِذِ اشْهَدُكُمْ إِنِّي قَدْ زَوَّجْتُ فَاطِمَةَ
 مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مِائَةَ مِثْقَالِ فِضَّةٍ الْخ ۷

کتاب کشف الغمہ للاریلی ص ۴۱-۴۲ جلد اول

طبع جدید۔ باب ذکر تزویج فاطمہؑ۔ (تہران)

(۲) یہی روایت کتاب بحار الانوار ج ۱۰۰ باب تزویجہا، ص ۳۷-۳۸۔ جلد عشر

میں بغیر کسی نقد و جرح کے مندرج ہے۔

(۳) یہ روایت مناقب خوارزمی ص ۲۲۲ الفصل العشرون فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہؑ

میں بھی باسند درج ہے۔

روایت ہذا کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و

التسلیم کی خدمت میں موجود تھا۔ نبی کریم صلعم پر وحی نازل ہوئی۔ نزول وحی کے بعد حضور علیہ

السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے انسؓ تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبریلؑ کیا

پیغام لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے

کہ فاطمہؑ کو علی بن ابی طالب کے ساتھ تزویج کر دوں پس جاؤ میرے پاس ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و

علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کو بلا کر لاؤ۔ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بھی بلاؤ۔ انسؓ کہتے ہیں کہ میں چلا گیا

اور ان سب حضرات کو حضور علیہ السلام کے پاس بلا کر لایا۔ جب حضور کی خدمت میں یہ سب

لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حضور علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ الخ (اس خطبہ

میں حمد و ثنا اور نکاح کی اہمیت بیان فرمائی) پھر فرمایا کہ میں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا

گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے فاطمہؑ کا علی بن ابی طالب کے ساتھ پارہٴ عقد مثقال مہر

کے عوض نکاح کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ:-

(۱) سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عمر بن الخطاب، سیدنا عثمان غنی، سیدہ فاطمہ اور حضرت علیؑ کے نکاح کی مجلس میں مدعو کر کے شامل کیا گیا۔

(۲) یہ حضرات ثلاثہ بمع دیگر صحابہ کرام اس بابرکت نکاح کے گواہ اور شاہد قرار دیئے گئے۔ یہ دونوں چیزیں باہمی ارتباط و اتفاق و اتحاد کی درخشندہ نشانیاں ہیں۔ جن لوگوں کے ساتھ کشیدگی اور رنجیدگی اور عداوت ہو ان کو اپنی خصوصی تقریبات میں شامل رکھنا ہرگز گوارا نہیں ہوا کرتا۔

اہل اثنیۃ کی کتابوں سے عنوان بالا کی تائید ملاحظہ ہو

یہاں اہل اثنیۃ کی کتابوں سے اس مسئلہ کی تائید کے لیے چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہذا پوری طرح روشن ہو جائے۔

(۱) حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: يَا اَنَسُ اَخْرِجْ، اذْعُرْنِي اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَمْرِو بْنِ سَعْدِ بْنِ اَبِي وَقَّاصٍ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَبَجْدَةَ مِنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوا عِنْدَهُ كُلُّهُمْ وَاخَذُوا مَجَالِسَهُمْ وَكَانَ عَلِيٌّ غَائِبًا فِي حَاجَةِ بَدَنِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُودِ بِنِعْمَتِهِ الْمَحْمُودِ بِقُدْرَتِهِ الخ... ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ تَعَالَى اَمَرَنِي اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ خَدِيجَةَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ فَاَشْهَدُ وَاِنِّي تَدْرُوْجُهُ عَلٰى اَرْبَعٍ مِائَةٍ مِثْقَالٍ فِضَّةٍ اِنْ رَضِيَ بِكَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ ثُمَّ دَعَا بِطَيْبَتِي مِنْ بَسْرِ قَوْضِعَتُ بَيْنَ اَيْدِيْنَا ثُمَّ قَالَ اِنْتَهَبُوا فَاِنْتَهَبْنَا فَبَيْنَا حَسْرَةٌ

نَنْتَهَبُ إِذْ دَخَلَ عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَدْ
أَمَرَنِي أَنْ أَرْوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةٍ مِثْقَالٍ فِعْنَةٍ إِنْ رَضِيتَ
بِذَلِكَ فَقَالَ قَدْ رَضِيتُ بِذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

رَوَاهُ الرَّاقِشِيُّ فِي مَنَاقِبِ زَوْجِ الْقُرْبَى الْمُحِبِّ الدِّينِ الطَّبْرِيِّ
رَأْسُ بَابِ تَزْوِجِ عَبْدِ اللَّهِ الْمُتَوَفَّى سَنَةَ ۶۶۲ هـ، ص ۳، بَابُ ذِكْرِ أَنْ تَزْوِجَ
فَاطِمَةَ عَدِيًّا كَانَ بِأَمْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَوَجِي مَنَّهُ

(۲) بعینہ یہی روایت محبت الدین طبری اپنی دوسری تصنیف ریاض النضرة فی مناقب
العشرة المبشرة، جلد ثانی ص ۲۴۱، باب تزویج فاطمہ من علی میں بحوالہ ابوالخیر القزوی الحاکمی
احمد بن اسماعیل بن یوسف لاتے ہیں۔

ذخائر العقبی اور ریاض النضرة کی ہر دو روایات کا ما حاصل یہ ہے کہ انس کہتے ہیں
مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری جانب سے جا کر ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و
عبدالرحمنؓ بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ و طلحہؓ و زبیرؓ اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ انس ان تمام
حضرات کو بلا لائے۔ جب یہ سب حضرات حاضر خدمت ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور
حضرت علیؓ حضورؐ کے فرمان کے مطابق کسی کام کے لیے گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوئے
تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح شروع فرمایا (الحمد للہ الخ...)، خطبہ ہذا کے دوران
فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دوں۔ پس تم لوگ اس
چیز کے گواہ اور شاہد ہو جاؤ کہ میں نے علیؓ کو فاطمہؓ نکاح کر کے دیدی ہے اور چہار صد مثقال ہبر
مقرر کیا ہے۔ پھر کھجور کا تھال منڈا کر سب کے سامنے رکھ دیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو
لوٹ لو! اور آپس میں جھپٹ کر کھاؤ تو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے اسی اثنا میں علی المرتضیٰؓ
دکام سے، واپس تشریف لاتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کی طرف دیکھ کر تبسّم فرمایا اور مسکرائے

فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ سے چار صد مثقال نیکے عوض تیرا نکاح کر دوں
اگر تم اس چیز پر راضی ہو تو حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں راضی ہوں اور یہ مجھے
منظور ہے۔ الخ۔“

(۳) نیز مواہب اللدنیہ للعسطلانی بمع شرح زرقانی جلد ثانی ص ۲۲۰ فصل ذکر تزویج
علیؑ بفاطمہ رضی اللہ عنہا میں حضرت فاطمہؑ کی شادی و نکاح ہذا کی تفصیلات درج ہیں اس مقام
میں حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کا حضرت علیؑ کو نکاح ہذا کا مشورہ دینا، پھر حضرت علیؑ کا یہ مشورہ قبول
کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں جانا۔ پھر تیاری سامان کے لیے اپنی زرہ کا حضرت عثمانؓ
کے پاس فروخت کرنا۔ پھر ان کا قیمت زرہ کی وصول کر کے علی المرتضیٰ کو قیمت اور زرہ دونوں
چیزیں واپس کر دینا پھر سامان کی تیاری کے بعد مجلس نکاح کے انعقاد میں ابو بکرؓ، عمرؓ و عثمانؓ کو بلا کر
شامل کرنا اس کے بعد ان حضرات ثلاثہ کو نکاح ہذا کا شاہد و گواہ بنانا یہ تمام امور بالتفصیل
مندرج ہیں۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اور اختصار رسالہ ہذا کے مد نظر ان حوالہ جات کی عبارتیں
نقل نہیں کی گئیں۔ صرف حوالہ بالا بیان کر دینا کافی سمجھا گیا ہے جو صاحب رجوع کرنا چاہیں وہ
مواہب اللدنیہ بمع زرقانی کا اس مقام سے ملاحظہ و مطالعہ فرمائیں۔

”ایک یاد دہانی“

حضرت فاطمہؑ کے نکاح کی تفصیلات میں یہ چیز ذکر ہوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِى اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ... الخ یعنی مجھے حکم خداوندی ہوا ہے
کہ فاطمہؑ کو علیؑ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کر دوں اس مقام پر ہم ناظرین کرام کو وہ روایت
بھی یاد دلانا مناسب خیال کرتے ہیں جس میں حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ ام کلثوم دختر رسولؐ
کا نکاح کر دینا مذکور ہے وہاں بھی یہی الفاظ مروی ہیں۔ چنانچہ ”تاریخ کبیر“ امام بخاری جلد ثانی قسم
اول ص ۲۸ ق ۱ (مطبوعہ دکن) میں باسند مروی ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَوَّجْتُ اُمَّ كَلْثُومٍ مِنْ عُثْمَانَ الْاَبُوْحِیِّ مِنَ السَّمَاوِ“

یعنی میں نے وحی آسمانی کی وجہ سے ہی اُمّ کلثوم (دختر خویش) کا عثمان بن عفان سے نکاح کر
 دیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جس طرح حضرت فاطمہؑ کا نکاح وحی آسمانی کی وجہ سے سرانجام پایا
 اسی طرح دختر رسولؐ اُمّ کلثوم کا نکاح بھی وحی آسمانی کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا گیا۔ ان دونوں
 رشتوں کی درستگی اور بامر اللہ ہونے میں کچھ تفاوت نہیں۔ فافہم فافانہ لطیف۔

حضرت فاطمہؑ کی مرضتی کے انتظامات کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ اور اُمّ سلمہؓ کی قابلِ قدر کوششیں

نکاح ہذا کے متعلق سابقہ عنوانات میں حضرات ثلاثہ کی خدمات اور مساعی ذکر کی گئی ہیں اور ان حضرات کا مجلسِ نکاح میں شامل ہو کر گواہ بننا بھی مدلل طریقہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ انعقادِ نکاح کے بعد اب حضرت فاطمہؑ کی مرضتی اور سکوتی مکان کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ اس کے متعلق یہ چیز شیعہ اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں درج ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ و اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہؓ کے ہاتھوں یہ سب انتظامات سرانجام پائے ہیں۔

حضرت فاطمہؑ کے لیے رہائشی مکان جو حضور علیہ السلام نے از خود عنایت فرمایا تھا اس کی پائی صفائی اور دیگر متعلقہ سکوتی ضروریات یہ سب حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ نے مکمل کیں۔

چنانچہ اس عنوان کے اتمام کے لیے ہم ذیل میں متعدد روایات (بمع ترجمہ) دونوں حضرات کی کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پہلی روایت مناقبِ خوارزمی میں منقول ہے، دوسری امالی شیخ طوسی میں مندرج ہے۔ تیسری روایت ابن ماجہ میں موجود ہے علی الترتیب ملاحظہ ہوں :-

”خوارزمی کی روایت“

اُمّ ایمن روایت کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علیؑ کو بلا لائی، وہ تشریف لائے پھر فرمایا: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقُمْنَا اَزْوَاجًا

وَدَخَلَ الْبَيْتَ وَاقْبَلَتْ وَجَلَسَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ مُطَرِّقًا إِلَى الْأَرْضِ حَيَاءً مِنْهُ الْحَجَّ رَضِيَ
 جب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اُس وقت آنجناب حضرت
 عائشہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے (میرے آنے پر) ازواجِ مطہرات اٹھ کر دوسرے کمرہ
 میں چلی گئیں۔ میں حضور علیہ السلام کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا
 کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ (سیدہ فاطمہؓ) کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں؟ تو میں نے
 عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں "درست ہے" بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔
 نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج رات کو یہی یا کل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اسی
 فرحت و سرور میں حضرت رسول کریم کی خدمت سے میں واپس آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتی فاطمہؓ کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن
 کر میں۔ خوشبو لگوائیں۔ فاطمہؓ کے لیے اُن کے رخصتی کے مکان میں بستر بنا میں۔ پس ازواجِ مطہرات
 نے اس فرمانِ نبوی کے مطابق عمل درآمد کر دیا۔

(کتاب مناقب خوارزمی ص ۲۵۴ الفصل العشرون فی التزویج)

اسی عنوان کی مزید تشریح شیخ ابو جعفر طوسی کی "امالی" میں پائی جاتی ہے۔ روایت کی عبارت

اس طرح ہے:

«فَالْتَفَتَ رَسُولُ اللَّهِ (ص) إِلَى النِّسَاءِ فَقَالَ مَنْ هُنَّ فَقَالَتْ أُمَّ
 سَلَمَةَ أَنَا أُمَّ سَلَمَةَ وَهَذِهِ زَيْنَبُ وَهَذِهِ فُلَانَةٌ وَقُلَانَةٌ فَقَالَ رَسُولُ

۱۔ قولہ فُلَانَةٌ وَقُلَانَةٌ الخ شیعہ روایت نے یہ الفاظ ام المومنین عائشہ صدیقہ و ام المومنین حضرت حفصہ کے اسماء کی
 جگہ ذکر کیے ہیں تاکہ ان کا نام زبان پر ہی نہ لایا جائے۔ یہ کاروائی ان کے رواتہ کے قلبی عناد پر دلالت کرتی ہے اللہ
 تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسد و عناد کے مرض سے محفوظ فرمائے اور نبی کریم صلعم کے تمام خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت
 نصیب فرما کر اتحاد و اتفاق کی دولت بخشے۔ (منہ)

اللہ (۴) هَيُّوْا لِابْنَتِيْ وَابْنِ عَمِّيْ فِي حُجْرَةٍ لِيْ بَيْتًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلْمَةَ
فِيْ اْتِيْ حُجْرَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (۴) قَالَ فِيْ حُجْرَتِكَ وَاَمْرًا نِّسَاءً اَنْ يُزَيِّبُنَّ
وَيُصَلِّحُنَّ مِنْ شَانِهِنَّ الخ

(۴) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی ص ۱ ج ۱، مطبوعہ عراق

یعنی نبی کریم سلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون کون یہاں موجود
ہیں؟ تو اُم سلمہ نے عرض کیا کہ میں اُم سلمہ موجود ہوں، یہ زریبٹ ہیں۔ یہ فلاں و فلاں (یعنی عائشہ
و حفصہ) بیٹی ہیں (جو ارشاد ہو؟) فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ اور چچا زاد برادر علیؑ کے لیے تیاری
کریں۔ اُم سلمہ نے عرض کیا کون سے حجرہ میں (رخصتی کی تیاری کریں)؟ فرمایا تیرے مکان میں
(یہ رخصتی کا انتظام ہو)۔ پھر ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ جبکہ فرین کریں اور ٹھیک طرح دیدزیب
بنائیں۔

اب ان ہر دو شعبی روایات کے بعد اہل السنّت کی کتاب ابن ماجہ کتاب النکاح
باب الولیمة والی روایت کو سامنے رکھیں تو عنوان بالا کا نقشہ پوری طرح واضح ہو جائے گا۔
”عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ عَائِشَةَ وَامِّ سَلْمَةَ قَالَتَا اَمْرًا
رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُجَهِّزَ فَاطِمَةَ حَتّٰى تَدْخُلَهَا
عَلٰى عَلِيٍّ فَعَمِدْنَا اِلَى الْبَيْتِ فَفَرَشْنَا تَرَابًا لَيْنًا مِنْ اَعْرَاضِ الْبَطْحَاءِ
ثُمَّ حَشَوْنَا مِرْفَقَتَيْنِ لِيَعَا فَنَفْسَنَا بِاَيْدِنَا ثُمَّ اطْعَمْنَا تَمْرًا وَزَبِيْبًا
وَسَقَيْنَا مَاءً عَدْبًا وَعَمِدْنَا اِلَى الْعُوْدِ فَعَرَّضْنَا فِي الْبَيْتِ لِيُلْقِيَ عَلَيْهِ
الثَّوْبُ وَيُعَلِّقَ عَلَيْهِ السِّقَاءُ فَمَارَ اَيْنَا عَرَسًا اَحْسَنَ مِنْ عَرَسِ
فَاطِمَةَ“
(ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الولیمة)

اس کا ترجمہ یہ ہے:

”جناب شعبی جناب مسروق سے اور وہ حضرت عائشہ و ام سلمہ سے روایت

کرتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ علیؓ کی طرف فاطمہؓ کی رخصتی کی تم تیاری کرو۔ تو ہم نے وادی بطناء سے مٹی منگا کر رخصتی کے مکان کو لپیلا پوچھا، صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کر کے دو گدے تیار کیے۔ پھر کھجور اور منقہ سے خوراک تیار کی اور میٹھا پانی پینے کے لیے مہیا کیا۔ پھر اس مکان کے ایک کونہ میں بڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جاسکے۔ عائشہؓ و ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔“

اس عنوان کے آخر میں امالی طوسی کی وہ روایت درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں اس نکلح کی تاریخ اور سن دریافت ہو سکے۔ طوسی لکھتے ہیں کہ

رَوَى أَنَّ امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَخَلَ بِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بَعْدَ وِفَاةِ أُخْتِهَا رُقِيَّةَ زَوْجَةِ عُثْمَانَ بِسِتَّةِ عَشَرَ يَوْمًا وَ ذَٰلِكَ بَعْدَ رَجُوعِهِ مِنْ بَدْرٍ وَ ذَٰلِكَ لِأَيَّامِ خَلَّتْ مِنْ شَوَالٍ “
(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، ج ۱ ص ۴۷ طبع نجف اشرف عراق)

یعنی حضرت علیؓ کے ہاں حضرت فاطمہؓ کی رخصتی ان کی بہن رقیہؓ (جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ تھیں) کی وفات کے ۱۶ یوم بعد ہوئی۔ یہ رخصتی کا واقعہ جنگ بدر کے بعد ہوا تھا اور شوال کے کچھ ایام گزر چکے تھے۔ (جنگ بدر ۲ھ میں پیش آئی تھی)

شیخ ابی جعفر الطوسی شیخ الطائفہ کی روایت ہذا نے مسئلہ واضح کر دیا کہ حضرت رقیہؓ نبی کریمؐ کی صاحبزادی جو حضرت فاطمہؓ کی بہن تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی زوجہ تھیں، ان کا انتقال جنگ بدر کے اختتام پر ہوا۔

مندرجات بالا کا حاصل

مندرجہ بالا شیعہ سنی روایات کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) حضرت سیدہ فاطمہؓ کی رخصتی کے انتظامات کے مشورے حضرت سیدہ عائشہؓ کے گھر میں طے ہوئے تھے۔

(۲) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ کو ہی یہ انتظامات مکمل کرنے کا فرمان دیا تھا۔

(۳) اس رخصتی کے متعلقہ انتظامات مثلاً اس مکان کی صفائی، لپائی، بستر کے گدے تیار کرنا اور ان کی بھرائی کرنا۔ خوراک کے لیے کھجور و منقہ کو ہتیا کرنا۔ پینے کے لیے میٹھے پانی کا انتظام کرنا۔ مکان میں کھونٹیوں کا نصب کرنا۔ یہ تمام کارکردگی حضرت عائشہؓ و اُمّ سلمہؓ کے ہاتھوں ہی مکمل ہوئی۔ اور آخر میں انہوں نے اس مبارک تقریب پر تحسین و خوشنودی کا اظہار عمدہ ترین الفاظ میں کیا۔

ان تمام حالات و واقعات پر نظر ڈالنے سے (بشرط انصاف) واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان ابتدا سے ہی نہایت خوشگوار روابط اور تعلقات قائم تھے۔ ان کے مابین الفت و شفقت ہر مرحلہ پر ثابت رہی۔ اور ان کی آپس میں پیوستگی و ہمدردی ہر مقام پر موجود رہی۔ ان پاکدامن و پاک طبیعت بیبیوں کے درمیان کسی قسم کی عداوت و کشیدگی نہ تھی۔ ان کے باہمی انتشار و افتراق کی داستانیں بالکل بے اصل اور دروغ گوئی پر مبنی ہیں۔

حضرت سیدہ عائشہ اور حضرت سیدہ فاطمہ کے مزید تعلقات

اس ضمن میں چند واقعات حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی شادی و نکاح کے بیان میں مذکور ہوئے۔ اب مزید چند چیزیں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان نیک فطرت بیبیوں کے باہمی اخلاص و عقیدت، روابط و مودت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور لوگوں نے ان دو خانوادوں (گھرانہ صدیقی و گھرانہ مرتضوی) کے درمیان مشاجرت و

و مجاہدت و مناقشت و منازعت کی جو تصویر کھینچی ہے اس کو بے بنیاد ثابت کرتی ہیں

(۱)

خاتونِ جنت کی تعریف حضرت عائشہ کی زبانی

پہلے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ دختر صدیق اکبر کی طرف سے حضرت سیدہ خاتونِ جنت جنابِ فاطمہ کی عظیم مدح اور عمدہ تعریف ذکر کی جاتی ہے۔ یہ منقبت حضرت عائشہ کی زبانی متعدد روایات میں موجود ہے۔ لیکن ہم یہاں صرف چند ایک درج کرتے ہیں۔ صاحبِ المستدرک اور صاحبِ الاستیعاب لکھتے ہیں:

..... "عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِنَّهَا قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهُهُ كَلَامًا وَحَدِيثًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ إِلَيْهَا فَاقْبَلَهَا وَرَحَبَ بِهَا كَمَا كَانَتْ تَصْنَعُ هِيَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

..... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لِحُجَّةٍ مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۱) المستدرک للحاکم نیشاپوری، ج ۳ - ص ۱۵۴ - ۱۶۰ - ۱۶۱

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر مع اسبابہ لابن حجر، تذکرہ فاطمہ

یعنی اُم المؤمنین سیدہ عائشہ ذکر کرتی ہیں کہ کلام و گفتگو کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فاطمہ سے زیادہ مشابہ میں نے کوئی نہیں دیکھا جب وہ نبی کریم صلعم کے پاس تشریف لائیں تو آپ فاطمہ کے لیے کھڑے ہو جاتے اس کو بوسہ دیتے اور مر جبا کہتے۔ اسی طرح فاطمہ بھی نبی کریم صلعم کے ساتھ انہی آداب سے پیش آتی تھیں۔

..... حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ سے زیادہ راست گو میں نے کوئی

آدمی نہیں دیکھا مگر ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں۔
 اس روایت کے مطابق شیعہ علماء نے بھی ایک روایت درج کی ہے جو حضرت عائشہؓ
 سے منقول ہے اور شیخ عباس قمی شیعہ نے "غنیۃ الامال" جلد اول، در بیان فضائل حضرت فاطمہؓ
 میں تحریر کی ہے، کہتے ہیں :-

"شیخ طوسی از عائشہؓ روایت کر رہے است کہ می گفت ندیدم احد سے را
 کہ در گفتار و سخن شبیه تر باشد از فاطمہؓ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ چوں فاطمہؓ
 بہ نزد آنحضرت می آمد اور امر جہا میگفت و دستہائے اورامی بوسید و در
 جائے خودی نشانند چوں حضرت بخانہ فاطمہؓ سے رفت بر منجاست و
 استقبال آنحضرت میکرد و مر جہا می گفت و دستہائے آل حضرت را
 سے بوسید"

غنیۃ الامال، جلد اول، باب فضائل فاطمہؓ ص ۱۳۲ طبع تہران، شیخ عباس قمی نجفی خور
 اسی طرح ابو نعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" جلد ثانی، تذکرہ سیدہ فاطمہؓ میں حضرت
 عائشہؓ کا قول درج کیا ہے "قالت عائشہؓ ما رأیت احدا قط اصدق من فاطمہؓ
 غیرا بیہا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۴۲ - تذکرہ فاطمہؓ)

"حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ سے زیادہ سچا کوئی آدمی نہیں

دیکھا۔ البتہ ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں۔"

"مجمع الزوائد، جلد ۵، باب مناقب فاطمہؓ میں نور الدین سیثمی نے اور حافظ ابن حجر
 نے اصحابہ (تذکرہ فاطمہؓ) جلد ۴ میں عمر بن دینار سے حضرت عائشہؓ کا قول نقل کیا ہے
 قالت عائشہؓ ما رأیت قط احدا افضل من فاطمہؓ غیرا بیہا۔ اخرج الطبرانی
 فی ترجمۃ ابراہیم بن ہاشم من معجم الاوسط وسندہ صحیح علی شرط الشیخین الخ"

یعنی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فاطمہؓ سے بہتر اور افضل

میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔“

(۱) مجمع الزوائد، نورالدین بیہقی، ج ۹، ص ۲۰۱

(۲) اسبابہ لابن حجر معہ استیعاب، ج ۴، ص ۳۶۶ (تذکرہ فاطمہ)

حضرت عائشہؓ کے ان اقوال پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات اور دخترانِ رسولِ خدا صلعم کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں قدر دانی کے جذبات موجود تھے اور باہمی احترام اور عقیدت پوری طرح موجود تھی۔

(۲)

زبانِ نبوت سے فاطمہؓ کو حُبِّ عائشہؓ کی تلقین

اب ہم ایک اور واقعہ ناظرین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جس میں اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہؓ اُمّ المؤمنین کے ساتھ محبت قائم رکھنے کی خصوصی تلقین فرمائی۔ یہ روایت امام مسلم، مسلم شریف جلد دوم، باب فضائلِ عائشہؓ میں لائے ہیں۔ اس کی عبارت مع ترجمہ درج کی جاتی ہے۔ نیز یہ روایت علامہ نسائی نے اپنی کتاب سنن نسائی کتاب عشرة النساء، جلد ثانی ص ۱۷ میں من وعن درج کی ہے بالکل قلیل سے لفظی تفاوت کے ساتھ۔

إِنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ أُرْسِلَ أَزْوَاجُ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَأْذَنَتْ عَلَيْهِ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ مَعِيَ فِي
مِرْطِي فَأَذِنَ لَهَا فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَّ
أَزْوَاجَكَ أُرْسِلَنِي إِلَيْكَ لِيَسْئَلَنَّكَ الْعِدْلَ فِي ابْنَةِ أَبِي قُحَافَةَ وَأَنَا
سَاكِنَةٌ قَالَتْ فَقَالَ لَهَا أَيُّ بِنْتِ السُّبْحَةِ تَحِبِّينِ مَا أَحْبَبْتُ قَالَتْ بَلَى
قَالَ فَأَحِبِّي هَذِهِ قَالَتْ فَقَامَتْ فَاطِمَةُ حِينَ سَمِعَتْ ذَلِكَ مِنْ

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَتْ إِلَىٰ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَبَرْتَهُنَّ بِأَلَّذِي قَالَتْ وَبِأَلَّذِي قَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ لَهَا مَا نَرَاكِ أَغْنَيْتِ عَنَّا مِنْ شَيْءٍ فَأَرْجِعِي إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُولِي لَهُ إِنَّ أَزْوَاجَكَ يَنْشُدُنَّكَ الْعَدْلَ فِي ابْنَةِ أَبِي تَحَاةٍ فَقَالَتْ فَاطِمَةُ وَاللَّهِ لَا أَكَلِمَةَ فِيهَا أَبَدًا - الخ
(۱) مسلم شریف، ج ۲ ص ۲۸۵ (۲) سنن نسائی، جلد ۲ ص ۴۷

واقعہ ہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”اتم المؤمنین عائشہؓ ذکر کرتی ہیں کہ (ایک دفعہ) ازواجِ مطہرات نے فاطمہ بنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول خدا صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ فاطمہؓ تشریف لائیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت نبی کریم صلعم میرے گھر میں استراحت فرماتھے۔ اجازت ہوئی، فاطمہؓ اندر تشریف لائیں۔ عرض کرنے لگیں کہ یا رسول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ آپ ہمارے اور ابو بکرؓ کی دختر (عائشہؓ) کے درمیان (الفیت میں) اور بدایا و تحائف وغیرہ میں، مساوات و برابری قائم رکھیں۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں خاموش سن رہی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا اے پیاری بیٹی! جس سے میں محبت رکھتا ہوں تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ فاطمہؓ الزہراءؓ نے عرض کیا، جی ہاں! (محبت رکھتی ہوں) تو آپ نے فرمایا

لہ قولہ لا اکلمہ فیہا ابداً۔ قلہ تنکلہ حتی ماتت کا جملہ جو مطالبہ فدک والی روایت میں پایا جاتا ہے

اگر ظنِ راوی نہ بنایا جائے اور بالفرض اصل روایت کا کلمہ تسیم کہ لیا جائے تو اس کا محمل اس جملہ (واللہ

لا اکلمہ فیہا ابداً) کی روشنی میں متعین کیا جاسکتا ہے یعنی لہ تنکلہ فی ذالک الامر مراد ہے۔ فافہم (المحدثین یفسر

بعضہ بعضاً) (منہ)

”عائشہؓ سے محبت رکھو“

عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب یہ جواب فاطمہؓ نے نبی کریم صلعم سے سنا تو اٹھ کر ازدواج کی طرف واپس آگئیں اور تمام (سوال و جواب) ان کو سنایا تو ازدواج نے کہا کہ تم نے ہمارے فائدہ کی بات نہیں کی۔ تو پھر اس کام کے لیے نبی کریم کے پاس واپس جا۔ تو فاطمہؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں اس چیز کے لیے پھر حضرت کے پاس جا کر کبھی بھی کلام نہیں کروں گی۔

اس واقعہ نے صاف صاف بتلا دیا کہ جس طرح سابقہ روایات کی روشنی میں عائشہ صدیقہ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کی صدق دل سے قائل اور مقرر تھیں۔ اسی طرح سیدہ فاطمہؓ بھی حضرت عائشہؓ سے پوری طرح محبت و الفت رکھتی تھیں۔ اُم المؤمنین و اُم المؤمنات ہونے کی وجہ سے تو حضرت عائشہؓ کا احترام سیدہ فاطمہؓ کے لیے اپنی جگہ لازم تھا لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین اور فرمان کے تحت عائشہ صدیقہ کی محبت کو دل میں جگہ دینا ان کے لیے اور واجب ہو گیا۔

محبوبہ محبوب خدا کے ساتھ حضرت فاطمہؓ یقیناً دل سے مودت و اخلاص رکھتی تھیں۔ اس چیز میں کچھ اشتباہ نہیں۔

(۳)

سیدہ عائشہؓ و سیدہ فاطمہؓ کا باہمی اعتماد و اعتبار

اسی سلسلہ میں مزید ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جس میں سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین اعتماد و اعتبار کا پورا نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ استفسار مسائل میں یا پیش آمدہ واقعات کے ساتھ استدلال کرنے میں کوئی انقباض نہیں ہے۔

مسند احمد، ج ۴، ص ۲۸۲، حدیث فاطمہؓ میں منقول ہے :-

.... قَالَتْ رَأَيْتُ سُلَيْمَانَ، دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهَا عَنِ الْخُومِ الْأَضَاحِيِّ فَقَالَتْ قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا ثُمَّ رَخَّصَ فِيهَا - قَدِمَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مِنْ سَفَرٍ فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ بِالْحَمِّ مِنْ ضَحَايَاهَا فَقَالَ أَوْلِمْتُ بِنَهْيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ إِنَّهُ قَدْ رَخَّصَ فِيهَا قَالَتْ فَدَخَلَ عَلِيٌّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ كُلُّهَا مِنْ ذِي الْحُجَّةِ إِلَى ذِي الْحُجَّةِ (مسند احمد، احاديث فاطمة، ج ۶، ص ۲۸۲، طبع مصری)

حاصل یہ ہے کہ اُمّ سلیمان کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ (امّ المؤمنین) کے پاس گئی ہیں نے ان سے قربانیوں کے گوشت کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو امّ المؤمنین عائشہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) ان سے منع کیا تھا، پھر ان کے استعمال کی اجازت دے دی۔ (وجہ یہ ہے) کہ علی بن ابی طالب سفر سے تشریف لاتے تو حضرت فاطمہ نے اپنی قربانیوں کا گوشت ان کی خدمت میں پیش کیا تو علی نے کہنے لگے کہ حضرت نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ تو فاطمہ نے کہا کہ (اب) حضرت نے رخصت دے دی ہے، پس علی المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور قربانی کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کو ہمیشہ استعمال کر سکتے ہو (رخصت ہو گئی ہے)۔

نتیجہ یہ ہے کہ قربانیوں کے گوشت کے مسئلہ کی خاطر حضرت عائشہ نے واقعہ مذکور بالا کو بطور استدلال پیش کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں میں باہمی کسی قسم کا اجتناب و افتراق نہ تھا بلکہ ایک دوسرے کے حق میں کامل اعتماد و اعتبار رکھتے تھے اور مخلصانہ طریقہ سے ان کے درمیان صدق معاملہ جاری و ساری رہتا تھا۔

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور روایت ملاحظہ کر لی جاتے جس میں ان حضرات کی

باہمی صاف دلی اور عدم کدورت عمدہ طریقہ سے واضح ہو رہی ہے۔ روایت ہذا مسند
ابی داؤد طیالسی اور بخاری شریف میں مذکور ہے۔

« قَالَ رِبُّنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ إِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ
مَا تَلَقَى مِنْ أَثَرِ الرَّحْمَى فِي يَدِهَا فَأَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ وَلَقِيَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا
جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِيئِ فَاطِمَةَ إِلَيْهِ فَجَاءَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أَخَذْنَا مَصَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُومُ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيُّ مَا نَكُمَا نَقَعَدَ بَيْنَنَا حَتَّى وَحَدَّثُ
بِرُؤُوسِ مَيْدِ عَلَى صَدْرِي فَقَالَ إِلَّا أَعْلِمَكُمَا خَيْرًا مِمَّا سَأَلْتُمَا إِذَا خَذْنَا
مَصَاجِعَكُمَا أَنْ نَكْبُرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ وَتَسْبِحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَتَحْمِدَا
ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ »

(۱) مسند ابی داؤد طیالسی، جلد اول ص ۱۳۱ - احادیث علی بن ابی طالب،

(۲) بخاری شریف، ج ۱ ص ۳۹۹ - باب الدلیل علی ان الخمس لنواب

(۳) بخاری شریف جلد ثانی ص ۸۰۸ - باب عمل المرأه فی بیت زوجها

» ابن ابی لیلی کہتے ہیں کہ مجھے علی المرتضیٰ نے بیان کیا کہ فاطمہ کو چکی پیستے پیستے

ہاتھوں پر آبلے ہو گئے (یا گھٹے پڑ گئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(ضرورت پیش کرنے کے لیے) آئیں تو حضرت گھر موجود نہ تھے حضرت فاطمہ

نے حضرت عائشہ سے مل کر اپنی ضرورت ذکر کی (کہ میں اس کام کی خاطر آئی تھی)

جب نبی کریم صلعم گھر تشریف لاتے تو حضرت عائشہ نے بتلایا کہ فاطمہ اس ضرورت

کے لیے آئی تھیں (یہ پیغام ملنے پر) نبی کریم فاطمہ کے گھر تشریف لائے۔ اس

وقت ہم سو رہے تھے آپ کی تشریف آوری پر ہم اٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا

کہ اپنی اپنی جگہ لیٹے رہو اور ہمارے درمیان میں اگر حضور شریف فرما ہوتے۔
 آپ کے پاؤں مبارک میرے سینے کو چھو رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جس چیز
 (یعنی خادم کا) تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر چیز تم کو تعلیم کرتا ہوں جس وقت
 اپنے بستر پر آرام کرنے لگو اس وقت چونتیس بار اللہ اکبر اور تینتیس بار سبحان اللہ
 اور تینتیس بار الحمد للہ پڑھا کرو (یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر چیز ہے)۔

اس روایت نے صاف بتا دیا کہ ان نیک فطرت ہستیوں میں ایک دوسرے کے
 ساتھ کدورت اور منافرت بالکل نہیں تھی اور ان کا آپس میں انقباض و اجتناب ہرگز
 نہیں تھا۔ تہا جبر اور تعاندی کی میل سے ان کے دل کا آئینہ صاف تھا۔ تکرار اور تنفر کی وجہ سے
 ان کا ضمیر محفوظ تھا۔ ✓

معلوم ہونا چاہیے کہ اس ورد کا نام "تسبیح فاطمہ" ہے اور سعادت مند مسلمان اس وظیفہ
 کو جاری رکھتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک گھرانہ کے یہ اورد اُمت میں جاری
 دساری رہنے چاہئیں تاکہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ نفع ہوتا رہے۔ نیز علماء نے اس
 ورد کی ایک ظاہری تاثیر بھی ذکر کی ہے کہ اگر رات کو سوتے وقت ورد مذکور اخلاص کے
 ساتھ پڑھ لیا جائے تو تمام دن بھر کی بدنی کو وقت زائل ہو جاتی ہے۔

(۴)

سیدہ فاطمہؑ کا حضرت عائشہؓ کو اہم راز دارانہ گفتگو سے مطلع کرنا

یہاں ہم وہ روایت ذکر کرتے ہیں جس میں یہ مضمون مروی ہے کہ سیدہ فاطمہؑ نے حضرت
 عائشہؓ کو ایک اہم مخفی چیز کی اطلاع کی تھی اور پھر حضرت عائشہؓ کے ذریعہ تمام اُمت اس
 منقبتِ عظیمہ سے آگاہ ہوئی۔ مسلم شریف، باب فضائل فاطمہؑ، جلد ثانی میں یہ حدیث حضرت

عائشہ صدیقہ اُم المؤمنین سے مروی ہے :

« عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ
لَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةً فَأَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِي مَشْيَةً
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا فَلَمَّا رَأَتْهَا رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ
مَرْحَبًا يَا بِنْتِي ثُمَّ اجْلَسَهَا عَنْ يَمِينِهِ أَوْ عَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ سَارَهَا فَبَكَتُ
بُكَاءً شَدِيدًا فَلَمَّا رَأَى جُرْعَهَا سَارَهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكْتَ فَقُلْتُ لَهَا
حَصَّكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهِ بِالسِّرَارِ
ثُمَّ أَنْتِ تَبْكِينَ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَهَا
مَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كُنْتُ أَفْشِي
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِرَّهُ قَالَتْ فَلَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكَ بِمَالِي عَلَيْكَ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا حَدَّثْتَنِي
مَا قَالَ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَمَا الْآنَ فَنَعَمْ !
أَمَا حِينَ سَارْتَنِي فِي الْمُرَّةِ الْأُولَى فَأَخْبَرْتَنِي أَنَّ جَبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ
الْقُرْآنَ فِي كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ وَأَنََّّهُ عَارِضُهُ الْآنَ مَرَّتَيْنِ وَإِنِّي
لَأَرَى الْإِجْلَ إِلاَّ قَدْ إِقْتَرَبَ فَاتَّقِ اللَّهَ وَاصْبِرْ فَإِنَّهُ يَنْعَمُ السَّلْفُ
إِنَّا لَكَ قَالَتْ فَبَكَتُ بُكَاءِي الَّذِي رَأَيْتِ فَلَمَّا رَأَى جُرْعِي سَارْتَنِي
الثَّانِيَةَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ أَمَا تَرْضَيْنِ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ
أَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالَتْ فَضَحِكْتُ ضِحْكَ الَّذِي رَأَيْتِ »

(۱) مسلم شریف، جلد ثانی، ج ۲ ص ۲۹ - باب فضائل فاطمہ

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ص ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ - تذکرہ فاطمہ

(۳) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، ص ۳۹ - ۴۰، جلد ثانی، تذکرہ فاطمہ

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ:

”جناب مسروقؓ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواج مطہرات موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں۔ آپ کی چال اپنے والد شریف کی رفتار کے عین مطابق تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے دیکھا تو مر جا فرمایا اور اپنے پہلو میں بٹھالیا۔ پھر ان کے کان میں آہستہ سے ایک بات بیان فرمائی، وہ بے ساختہ رونے لگیں حضور علیہ السلام نے ان کی پریشانی دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو آپ ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ کو کہا کہ حضرت نے مخفی بات کے لیے مجھے تمام ازواج کے مقابلہ میں مختص فرمایا ہے پھر آپ روتی ہیں؟

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں مجلس سے) تشریف لے گئے تو میں نے فاطمہؓ کو کہا کہ وہ کیا بات تھی جو حضرت نے آپ کو مخفی طور پر کہاں میں کہی۔ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ حضرت کے راز کو میں افشا و اظہار کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب حضرت نبی کریمؐ کا انتقال ہو گیا تو (عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) میں نے فاطمہؓ کو کہا کہ اس حق کی بنا پر جو میرا تجھ پر ہے (یعنی میں تیری ماں ہوں) مجھے قسم دے کر دریافت کرتی ہوں کہ نبی کریمؐ نے وہ کونسی چیز بطور سرگوشی تجھے ذکر فرمائی تھی؟ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ ہاں اب میں بیان کروں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ جب پہلی دفعہ سرگوشی کی تو فرمایا جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میری وفات قریب آگئی (اے فاطمہؓ) صبر کرنا اور اللہ سے ڈرنا۔ میں تیرے لیے عمدہ پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگی جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا۔ پھر میری بے قراری و پریشانی دیکھ کر دوسری بار فرمایا اے فاطمہؓ کیا تو اس چیز پر خوش نہیں کہ تو تمام مومن عورتوں کی سردار بنے؟ اس پر میں ہنسنے لگی جیسا کہ تم نے

مشاہدہ کیا

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ حضرت فاطمہؑ کی عظیم فضیلت کی یہ روایت جو حضرت عائشہؓ کے ذریعہ سے مروی ہے، یہ شیعہ مصنفین اور شیعہ علماء معتبرین و مجتہدین نے بھی اپنی معتبر تصانیف میں درج کی ہے۔ لفاظی روایت میں قلیل سا فرق پایا جاتا ہے۔ اصل مضمون موافق و مطابق ہے۔ خوف طوالت کی وجہ سے یہاں تمام عبارات نقل کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ صرف حوالہ جات پیش کر دینے پر اکتفا کی گئی ہے۔ یہ روایت نقل کرنے کے بعد شیعہ مجتہدین نے اس پر کوئی نقد و حرج نہیں کیا جو قبولیت کی دلیل ہے (۱) اول یہ روایت شیخ ابو جعفر (محمد بن حسن) الطوسی متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی باسند کتاب امالی شیخ طوسی، جلد ثانی ص ۱۴ پر درج کی ہے۔ (۲) دوسرے ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۵ھ نے اپنے مناقب، جلد رابع، فصل فی وفاتہا (ذہراء) ص ۲۵ میں ذکر کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر شیعہ علماء نے بھی اپنی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

نتیجہ کلام

اس مسئلہ میں الفرقین واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور آپ کی ازواج مطہرات میں ایک دوسرے کے ہاں جیسے نبی کریم صلعم کے مقدس دور میں آمد و رفت جاری رہتی تھی ویسے ہی حضور کے بعد بھی باہمی نشست و برخاست جاری رہی۔ یہ چیز آپس کی خوش خلقی و خوشگوار پر دال ہے۔

(۲) جس طرح ان پاکدامنوں میں ایک دوسرے کا احترام اور اعزاز و اکرام حضور کے سامنے تھا انتقال نبوی کے بعد بھی ویسا ہی قائم رہا۔

(۳) سیدہ فاطمہؑ اور نبی کریم صلعم کی رازدارانہ گفتگو کی حضرت عائشہؓ کے ہاں اتنی قریب و منزلت تھی کہ وصال نبوی کے بعد بھی فاطمہؑ سے قسمیں دلا کر دریافت کیا اور فاطمہؑ کی اس عظیم فضیلت کو تمام امت کے سامنے قیامت تک منتشر و شہر کر دیا۔

۴۴ پوری اُمت میں سیدہ فاطمہ کی اس شانِ فضیلت کی تشہیر و تبلیغ کرنے والی صرف

سیدہ عائشہ صدیقہ ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان دونوں پاک بیبیوں کے درمیان آشنائی، ہم نشینی، دوستداری، غمخواری اور قدردانی جیسی بہترین صفات ہمیشہ قائم و دائم رہیں اور انہی اوصاف پر ان کا اختتام نیک سر انجام ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عائشہ کا باہمی علمی اعتماد

گذشتہ صفحات میں اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے باہمی روابط و تعلقات کے کئی واقعات پیش کیے گئے ہیں جو ان کے باہمی حسن سلوک اور صدق معاملہ کے آئینہ دار ہیں۔ اب سیدہ عائشہؓ اُمّ المؤمنین اور حضرت علی المرتضیٰ کے آپس میں علمی اعتماد، وثوق اور ارتباط پر دلالت کرنے والے چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱)

امام احمد نے مُسند احمد جلد اول مُسندات مرتضوی میں متعدد مقامات پر واقعہ ہذا درج کیا ہے۔ اور امام مسلم نے مُسلم شریف جلد اول، باب التوقیت فی المسح میں یہ ذکر کیا ہے کہ

« عَنْ شَرِيحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخَفَّيْنِ فَقَالَتْ

سَلُّ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِهَذَا مِنِّي كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَسَأَلْتُ عَلِيًّا فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ لِلْمَسَافِرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلِيَالِيَهُنَّ وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَكَيْلَةً »

(۱) مُسند امام احمد، ج ۱ ص ۹۶، مُسندات علی (۲) مُسلم شریف، ج ۱ ص ۱۲۵

(۳) المُصنّف لعبد الزراق، جلد اول ص ۲۰۰۔

حاصل یہ ہے کہ:

”شُرُوح نے حضرت عائشہ صدیقہ سے مسحِ خُفَّین کا مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں

نے فرمایا کہ علی المرتضیٰؑ سے جا کر پوچھیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سفر

کیا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے علی المرتضیٰؑ

سے یہی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا کہ مسافر کے لیے تین دن رات موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور مقیم

(گھر میں رہنے والے) کے لیے ایک دن رات صحیح ہے۔“ ✓

(۲)

دوسرا مسئلہ عاشوراء کے روزہ کا پیش آیا۔ اس طرح کہ حضرت علی المرتضیٰؑ نے عاشوراء

کے صوم کا حکم بیان کیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ حکم کس نے بیان کیا ہے؟ لوگوں نے کہا علی

المرتضیٰؑ نے، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ سنت نبویؐ کو لوگوں میں بہتر جاننے والے ہیں۔

اس مفہوم کو ناظرین کرام مندرجہ ذیل دو حوالہ جات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ عربی

عبارات من وعن نقل کی گئی ہیں:

(۱) استیعاب لابن عبد البر ترجمہ علی بن ابی طالب میں مذکور ہے:

”عَنْ جَبْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَنْ أَفْتَاكُمْ بِصَوْمِ عَاشُورَاءَ قَالُوا

عَلِيٌّ، قَالَتْ عَلِيٌّ؟ أَمَا إِنَّهُ لَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِالسَّنَةِ“

(الاستیعاب، ج ۳، ص ۳۳۳، تذکرہ علی المرتضیٰؑ - معہ الاصابہ)

(۲) کنز العمال میں ہے:

”وَعَنْ حَسْرَةَ بِنْتِ دُجَاجَةَ قَالَتْ قِيلَ لِعَائِشَةَ إِنَّ عَلِيًّا أَمَرَ بِصِيَامِ

يَوْمِ عَاشُورَاءَ قَالَتْ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ بَقِيَ بِالسَّنَةِ“

کنز العمال، ج ۴، ص ۳۳۳ بحوالہ ابن جریر طبع اول تختی کلاں

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ صدیقہ بنت صدیق اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان کسی قسم کی کشیدگی اور رنجیدگی نہ تھی۔ انہیں ایک دوسرے کا احترام و اعزاز ملحوظ خاطر رہتا تھا۔ اگر خاندان صدیق اور خاندانہ منضوی کے درمیان منازعت و مناقشت قائم و دائم ہوتی، جیسا کہ شیعوں نے مشہور کر رکھا ہے تو ان کے درمیان اس نوع کے اتحاد و ارتباط کے مواقع کیسے پیش آسکتے تھے۔ ناظرین کرام پر واضح رہے کہ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۱۲۸ میں عورت کے لیے نماز میں کس قدر نشتر اور پردہ کی ضرورت ہے؟ یہ سوال بھی حضرت عائشہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کے پاس پہنچایا گیا۔ حضرت علیؓ کے جواب کی حضرت عائشہؓ نے تصدیق کی۔

خوشتر مراسم کا ایک اور واقعہ

حضرت علی المرتضیٰ کی والدہ محترمہ کے وفات نامے میں حضرت صدیق اکبر

اور حضرت فاروق اعظم کی خدمات

قبل ازیں حضرت علی کی اہلیہ محترمہ کے متعلقہ واقعات ذکر کیے گئے ہیں اب حضرت علی کی

والدہ صاحبہ کے آخری اوقات کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

شیر خدا کی والدہ محترمہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئیں۔ ہجرت

کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مدینہ منورہ میں

ان کی وفات ہوئی۔

واقعہ وفات میں جہاں اور صحابہ کرام نے خدمات سرانجام دیں وہاں حضرت عمر و ابو بکر

صدیق نے بھی رفاقت کا ثبوت پیش کیا۔ محدث طبرانی نے اپنی تصنیف معجم البکیر و اوسط میں اس

موقعہ کے حالات کو ذیل کی روایت میں درج کیا ہے۔ پھر طبرانی سے صاحب "مجمع الزوائد"

رہبشی، اور صاحب "جمع الفوائد" نے نقل کیا ہے:

عَنْ النَّسِيِّ لَمَّا تُوَفِّيَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَسَدٍ (ام علی) دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَقَالَ رَحِمَكَ اللَّهُ يَا أُخْتِي أَكُنْتُ

أُخْتِي بَعْدَ أُخْتِي ثُمَّ خَلَعَ قَمِيصَهُ فَأَلْبَسَهَا آيَاءَهُ وَكَفَّنَهَا بِبُرْدٍ

فَوْقَهُ ثُمَّ دَعَا سَامَةَ وَأَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُلَامًا

أَسْوَدَ بَجِيضًا وَنَحَفَرُونَ فَحَفَرُوا هَا فَلَمَّا بَلَغَ اللَّحْدَ حَضَرَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِيَدِهِ وَأَخْرَجَ تَرَابَهُ بِيَدِهِ فَلَمَّا فَرَمَ دَخَلَ فَاصْطَجَعَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُ

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُخْتِي فَاطِمَةَ بِنْتَ

أَسَدٌ وَلَقِنَّا جُحْمًا وَأَوَسَّعَ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ
 قَبْلِي فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ وَكَبُرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا وَأَدْخَلَهَا لِمَا كَفَرَتْ
 الْعَبَّاسُ وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ

(۱) مجمع الزوائد لنور الدین ابی ہاشمی جلد ۵ ص ۲۵۶-۲۵۷۔ باب مناقب فاطمہ بنت اسد

(۲) مجمع الفوائد لمحمد بن سلیمان الفاسی المغربی جلد ثانی، ص ۴۰۸۔ طبع جدید لائل پور

(مائل یہ ہے) انہی کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ کی والدہ مسماة فاطمہ بنت اسد کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاکر اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اے فاطمہ بنت اسد آپ میرے لیے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں۔۔۔۔۔ (جب غسل دینے کے بعد کفن کے کام موقعہ آیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قمیص مبارک اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا پھر آپ نے اُسامہ و ابو ایوب انصاری و عمر بن الخطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لیے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر کھودی۔ جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ تشریف سے لحد تراش کر اس کی مٹی نکالی۔ جب قبر تیار ہو گئی تو حضور علیہ السلام قبر میں ڈھوڑی دیر کے لیے) اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتے ہیں مارتے ہیں، خود زندہ ہیں ان پر موت نہیں آتی۔ اے اللہ! فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دیجیے اس کو صحیح جواب سمجھا دیجیے اور اس کی قبر کو فراخ فرمائیے میرے وسیلہ سے اور سابقہ انبیاء کرام کے تو تسل سے۔ تو ارحم الراحمین ہے۔ اور فاطمہ بنت اسد پر چہارت کبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لحد میں خود نبی کریم اور عثمان بن عبد المطلب اور ابو بکر الصدیق نے اتارا۔

فوائد روایت

(۱) فاطمہ بنت اسد کا جنازہ نبی اقدس صلعم نے چہارت کبیروں کے ساتھ ادا فرمایا اور خلفاء اربعہ اس میں شامل تھے۔

(۲) حضرت عائشہ کی والدہ کی قبر کھودنے میں حضرت عمر شریک تھے۔

(۳) اور ان کو لحد میں اتارنے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ ساتھ تھے۔

یہ تمام چیزیں باہم بہترین مراسم کی خاطر درخشندہ نشانات ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے علامات ہیں۔

ایک تنبیہ

جن لوگوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور حضور علیہ السلام کے قریبی رشتہ داروں میں منازعت، مناقشت، مقاطعت، مخاصمت جیسی مذموم صفات کے ساتھ مکدر فضا دکھلانا منظورِ خاطر ہوتا ہے، ان کے سامنے جس قدر ذخیرہ روایات ہے وہ مندرجہ ذیل کیفیات سے خالی نہیں۔

۱۔ وہ روایات از روئے اسنادِ متحدین کے نزدیک صحیح نہیں ہوتیں۔ ان کے راوی

کذاب، دروغ گو، شیعہ، ضعیف، متروک، منکر الحدیث، اور گونا گوں جرح کے ساتھ مجروح ہوتے ہیں۔

۲۔ بالفرض اگر وہ روایت سنداً صحیح ہوتی ہے تو اس کے الفاظ و عبارت کا مطلب و

مقصد کچھ ہوتا ہے اور یہ لوگ قلبی عناد کی وجہ سے حق سے انحراف کرتے ہوئے اس سے

دوسرا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں۔ اس وقت یہ مثال صادق آتی ہے "كَلِمَةٌ حَقٌّ اَرِيْدُ

بِهِ الْبَاطِلُ"۔ یا یوں کہیے کہ "تَوْجِيْهِ الْقَوْلِ بِمَا لَا يَرْضَىٰ بِهِ قَائِلُهُ"۔

۳۔ تیسری یہ صورت ہوتی ہے کہ سند روایت درست ہے۔ اصل روایت کا متن بھی ٹھیک ہے لیکن متن روایت میں رواۃ کی طرف سے کچھ ملاوٹ اور تخریط کر دی گئی ہے۔ اس اصل روایت میں اختلاط کو اس فن کا واقعہ کا رہی معلوم کر سکتا ہے، ہر شخص کا کام نہیں ہوتا۔ اس متن میں آمیختگی کی وجہ سے اصل مضمون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس وجہ سے روایت قابل تسلیم نہیں رہتی۔

— — — ۵ — — —

ان معروضات کے بعد ہم ناظرین تاہم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ :
 مشاجرات اور مطاعن کی وہ روایات جو ناقدین صحابہ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں اور مسلمانوں میں پھیلائی جاتی ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر اور دیکھ سُن کر رد و قبول میں جلد بازی نہ کریں اور پریشان خاطر نہ ہوں۔ وہ روایات مندرجہ بالا اقسام کی ہوتی ہیں۔ خدا کا کلام سچا ہے۔
 علیم بذات الصدور کا فرمان مقدس ہے کہ حضور علیہ السلام کی تمام جماعت آپس میں مہربان ہے۔
 اس قسم کی اخبار آحاد اور مذکورہ نوعیت کی تاریخی روایات نص قطعی کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں قرار دی جاسکتیں۔

حضرت عائشہ کی جانب سے حضرت علی کے حق میں فرما دینا کے کلمات

— حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق نے ایک خاص موقع پر حضرت علی کے متعلق مدح و ثنا کے کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ روایت ذیل میں وہ مذکور ہیں ان کو یہاں نقل کیا جاتا ہے مسند احمد میں حضرت علی کے مسندات کے تحت لکھا ہے :-

... قَالَتْ فَمَا قَوْلُ عَلِيٍّ حِينَ قَامَ عَلَيْهِ كَمَا يَزْعُمُ أَهْلُ الْعِرَاقِ
قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَالَتْ هَلْ سَمِعْتِ مِنْهُ إِنَّهُ
قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ قَالَ اللَّهُمَّ لَا أَبْلُ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ يَرْحَمُ
اللَّهُ عَلَيَّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّهُ كَانَ مِنْ كَلَامِهِ لَا يَدْرِي شَيْئًا يُعْجِبُهُ
إِلَّا قَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، فَيَذْهَبُ أَهْلُ الْعِرَاقِ يَكْذِبُونَ عَلَيْهِ
وَيَزِيدُونَ عَلَيْهِ فِي الْحَدِيثِ :-

(مسند احمد ص ۸۶ جلد اول تحت مسندات علی المرتضیٰ)

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت کنندہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم دیگر حاضرین بھی موجود تھے وہ عراق سے ان ایام میں آیا تھا جب حضرت علی شہید کر دیے گئے تھے۔ صدیقہ بنت صدیق نے ابن شداد کو فرمایا کہ جس قوم کے حالات کے متعلق (جن کو حضرت علی نے قتل کیا تھا) تم سے میں دریافت کروں تو تو ٹھیک ٹھیک بیان کرے گا تو عبداللہ نے کہا کہ کیوں نہیں! ضرور صحیح بیان کروں گا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ان کے واقعات بیان کیجئے۔ ابن شداد نے کہا کہ جب حضرت علی نے امیر معاویہ سے مسالحت و صلح کی گفتگو کی اور تنازعہ فیہ معاملہ میں دو حکم (یعنی فیصلہ کنندگان) تسلیم کر لیے تو لوگوں میں سے آٹھ ہزار آدمی (قراء) حضرت علی کے خلاف ہو گئے اور کوفہ کے ایک طرف حروراء کے مقام میں مد مقابل بن کر سامنے آگئے۔ قتل و قتال تک نوبت پہنچی، وغیرہ تفسیلات

ذکر کریں۔

حضرت عائشہؓ نے ابن شداد سے دریافت کیا کہ اہل عراق (خارجی) جب علیؓ کے مقابل ہو گئے تو علیؓ بن ابی طالب کیا کلام کرتے تھے تو عبد اللہ نے کہا کہ میں نے سنا آپؓ فرماتے تھے صدق اللہ ورسولہ (اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا) حضرت عائشہؓ نے پھر بات کو نچپتہ کرنے کیلئے ابن شداد کو کہا کہ تو نے خود سنا حضرت علیؓ بن ابی طالب یہی کلمہ کہتے تھے؟ اُس نے کہا (صدق اللہ ورسولہ) کلمہ کے بغیر میں نے نہیں سنا۔ اُس وقت حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علیؓ سے رسی ہوں اور ان پر رحم فرماوین ان کا (ذمہ کلام) تھا کہ جب کوئی عجیب و انوکھی چیز دیکھتے تو صدق اللہ ورسولہ کا کلمہ فرمایا کرتے تھے۔ اب عراقی (کوفی) لوگ علی بن ابی طالب پر جھوٹ باندھنے لگ گئے ہیں اور ان کے خلاف بات کو بڑھا دیتے ہیں۔

— روایت ہذا نے حضرت علیؓ کے حق میں حضرت عائشہؓ کے اخلاص و عقیدت کو خوب واضح کر دیا۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جس وقت حمل و سفین کے قتال ہو چکے تھے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں کوئی کدورت نہ تھی اور باہم کوئی رنجش اور میل نہیں رکھتے تھے آپس میں سینہ صاف تھا عداوت و بغاوت مفقود تھی۔

عبد اللہ بن عباسؓ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کو خوشخبری

عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ہاشمیوں میں بڑے پائے کی نامور شخصیت ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کے مرض الوفا میں حاضری دی اور ان کو بڑی قیمتی خوشخبری سنائی و فضیلت بیان کی۔ اس پر حضرت صدیقہؓ نے ان کو دعائیں دیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں یہ چیز مذکور ہے:

... عن ابن عباسؓ انه استأذن علي عائشة في مرضها فارسلت اليه اني اجد غمًا و

كربا فانصرت! فقال للرسول ما انا الذي تبسرون حتى ادخل فاذنت لده فقالت اني اجد

غمًا وكربًا وانا مشفقَةٌ مما اخاف ان اجم عليه فقال لها ابن عباسؓ فوالله لقد سمعتُ

رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول عائشة زوجتي في الجنة وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اكرم على الله ان يزوج جمة من جمر جهنم فقالت فرحبت عتي فرج الله عنك :-

جامع مرانيد الامام الاعظم الباب الثالث في الايمان الفصل الرابع
في الفضائل، ج ۱، ص ۲۱۵ - طبع دائرة المعارف دکن -

(۲) مسند الامام ابی حنیفہ عند اختتام باب الفضائل والشامل ص ۱۰۹، طبع حلب -

حاصل یہ ہے کہ حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ کے مرض الوفا میں عبداللہ بن عباس (عبادت) کے لیے تشریف لائے اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ حضرت صدیقہؓ نے کہا بھیا کہ بیماری کی پریشانی و معمولی ہے۔ آپ واپس چلے جائیں! ابن عباس نے پیغامِ سال کو کہا کہ میں تو واپس جانا نہیں چاہتا، حاضری کا اذن ملنا چاہیے۔ حضرت صدیقہؓ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ (ابن عباس حاضر ہوئے)۔

— حضرت صدیقہؓ فرمانے لگیں بہت پریشان اور مغموم ہوں اور خائف ہوں کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔ (اطمینان دلاتے ہوئے) ابن عباسؓ نے فرمایا، میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ عائشہؓ جنت میں میری زوجہ ہوگی اور ابن عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خداوند تعالیٰ کے ہاں اس بات سے بلند و بالا ہیں کہ جہنم کے ایک پارہ آتش کو ان کی زورسبت میں دیا جائے۔ یہ سن کر اُمّ المؤمنین عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ نے میری پریشانی کو زائل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تکالیف کو رفع فرماتے :-

— یہ واقعہ جنگِ جمل کے بعد کا ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہاشمی حضرات اور حضرت صدیقہؓ کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم تھے اور ایک دوسرے کے فضائل و مناقب کا پورا پورا اعتراف کرتے تھے۔

خلافتِ صدیقی میں آلِ رسولِ صلعم کے "مالی حقوق کا تحفظ"

اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ صدیقی اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صدیق اکبر اور آلِ رسول و اہل بیتِ نبوت کے درمیان تعلقات و روابط کو ذرا زیادہ واضح کیا جائے۔ سابقہ ابواب میں جو مراسم ذکر کیے گئے وہ صدیقی دورِ خلافت سے پہلے کے ہیں۔ اب خصوصاً صدیقی دور کے واقعات پیش کرنا ملحوظِ خاطر ہے۔ اس کی خصوصی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں اس دور کے متعلق کثرت سے تشہیر کی گئی ہے کہ اہل بیتِ نبوت اور آلِ رسول کے ساتھ خلیفہ اول و خلیفہ ثانی کی طرف سے بڑے بڑے مظالم ڈھائے گئے، ان کے مالی حقوق غصب کیے گئے اور ان کی جائز مراعات سلب کر لی گئیں، بلکہ ان کے ساتھ مکمل دشمنی و عداوت کا برتاؤ و رکھا گیا۔ ان پر ظلم و تشدد کی انتہا کر دی گئی۔

ہمیں ان حالات و ضروریات کی بنا پر یہی بہتر معلوم ہوا کہ خلافتِ صدیقی میں جو جو مراحل موجبِ نزاع و مستوجبِ اعتراض سمجھے جاتے ہیں ان کو تعلقات کی خوشگوار فضا میں پیش کیا جائے اور اصل حقیقت کو واضح کیا جائے، تاکہ مطاعن کے شکوک و شبہات خود بخود زائل ہو سکیں۔

پہلے ہم "مالی حقوق" کا مسئلہ زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں جس طرح حضور علیہ السلام اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے اور اپنے اہل بیت کی مالی اعانت فرماتے تھے۔ اسی طرح صدیقی خلافت میں ان تمام مراعات اور مالی حقوق کی ادائیگی میں سرِمُوفرق نہیں آنے پایا۔

دوست کا دوست اپنا دوست ہوتا ہے۔ مخلص دوست اپنے اخلاص کے پیش نظر شہنشاہ تک ویرینہ تعلقات کو قائم رکھتے ہیں اور ان کی تکمیل کو اپنے عملی لوازمات میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر نے بھی حضور علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ نبوی مراسم و روابط کو کما حقہ ملحوظ رکھا

ادمان کا ایک ایک حق ادا کیا۔ یہی ان کے کمالِ اخلاص اور مؤدّت کا بہترین نمونہ ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں ہم چند روایات پیش کرتے ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔ قرابتِ نبوی کا احترام و اکرام جو صدیقِ اکبرؓ کی نظروں میں ہے وہ ان میں عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ان کے مالی حقوق کا اعتراف اور اس کی ادائیگی بین طور پر ذکر کی گئی ہے۔ روایات ملاحظہ ہوں۔

روایت اول

عَنْ عُدْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ أُمُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْهُ بِمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَّكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خَمْسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأُنُورَتْ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ بَعْنِي مَالِ اللَّهِ لَيْسَ لَهُمَا تَبْيِذُ وَاعْلَى الْمَاكِلِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمَلَنْ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشْمَدَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ إِنَّا قَدِ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ نَفْسِي لَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقِّمُ وَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَتُهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلُ مِنْ قَرَابَتِي

صحیح بخاری جلد اول ص ۵۲۶ کتاب المناقب باب من قرأ بقرآن رسول الله صلى الله عليه وسلم

روایت دوم

... إِنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ

مِنْ فَذَكَ وَسَمِعَهُ مِنْ خَيْرِ بَرَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا نُورَتْ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَاللَّهُ لَقَدَابَةٌ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَمِدَّ مِنْ قَرَابَتِي ۝

(بخاری شریف جلد ثانی، ص ۶، ۵ - کتاب المغازی)

باب حدیث نبی نصیر - طبع نور محمدی دہلی)

روایت سوم

... إِنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرْسِلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
 فَاطِمَةَ حِينَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بِالْمَدِينَةِ وَفَذَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمْسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّا لَأُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً إِنَّمَا يَأْكُلُ
 آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ إِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِ فِي
 عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا عَمَلُونَ فِي ذَلِكَ بِمَا عَمِلَ
 فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (شرح معانی الآثار المعروفة طحاوی شریف
 جلد اول، ص ۲۹۸ - کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقة علی نبی ہاشم - طبع دہلی)

حاصل ترجمہ

ہر سر روایات مندرجہ بالا کا فلاسفہ اور ماہل کمجا درج کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:
 ”حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت کرتی ہیں کہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے

اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے ابو بکر صدیقؓ (خلیفہ اول) کی خدمت میں مدینہ کے صدقات اور فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس (ان تینوں چیزوں میں اپنے مالی حقوق) کا مطالبہ بطور میراث پیش کیا تو ابو بکر صدیقؓ نے (مطالبہ میراث کے جواب میں) کہا کہ نبی کریم علیہ السلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے کہ ”ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت (مالی) جاری نہیں ہوتی۔ جو کچھ چھوڑ کر ہم رخصت ہوتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں وقف اور صدقہ ہوتا ہے“

(اس مطالبہ میراث کے جواب کے بعد آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی اخراجات، نان نفقہ، خوراک و پوشاک وغیرہ کے سلسلہ میں) ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ مذکورہ بالا اموال میں سے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خرچہ خوراک، نان نفقہ حاصل کرتی رہے گی اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور اقدس میں (مالی اخراجات) آل رسول کے لیے ان اموال مذکورہ سے جاری رہتے تھے، ٹھیک اسی طرح ہم بھی اس پر عمل درآمد جاری رکھیں گے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے یعنی مالی مصارف کے حصول کے علاوہ تقسیم میراث کا تقاضا آپ کے لیے ٹھیک نہیں، پھر حضرت علیؓ تشریف لائے انہوں نے شہادتِ توحید و رسالت کے بعد کہا کہ آئے ابو بکرؓ، ہم آپ کی فضیلت و شرافت کا اعتراف کرتے ہیں اور ابو بکرؓ کی جو رشتہ داری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کا بھی ذکر کیا۔ اس کے بعد ابو بکر صدیقؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری و قرابت کا لحاظ مجھے اپنی قرابت داری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے“

بیچہ روایات

۱۔ ایک توثیق ثابت ہو کہ صدیق نقی خلافت میں آل رسول و رشتہ داران نبوی کو ان اموال

ردیہ۔ فدک خمس خیر سے اپنا حق ملتا تھا۔ البتہ تقسیم میراث ان اموال میں ان حضرات کے لیے فرمان نبوی کی وجہ سے نہیں جاری ہوئی

۲۔ دوسرا یہ امر واضح ہوا کہ ان حضرات میں ان کے مالی حق کو صدیق اکبرؓ اپنی صوابدید کے مطابق نہیں تقسیم کرتے تھے بلکہ نبوی دور کے عمل درآمد کے موافق تقسیم کرتے تھے یعنی غصب نہیں کرتے تھے، خورد برد نہیں کرتے تھے، بلکہ ان بزرگوں کے حقوق تقسیم عہد رسالت کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرتے تھے۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ عیاں ہوا کہ صدیق اکبرؓ کے سامنے اپنے قبیلہ کی بہ نسبت ہر مرحلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ صلہ رحمی و فاداری جس سلیک، ادائیگی حقوق، بہر حال مقدم تھا حضرت صدیق اکبرؓ اس چیز کو حلف اور قسم کے ساتھ بیان فرماتے ہیں اس میں وہ توفیق صادق اور سچے ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے اہل بیت کی اپنوں سے زیادہ قدر دانی کی۔ ان کے حقوق کو کامل طریقہ سے ادا کیا۔ یہ ان کی دوستی اور غمخواری کا درخشندہ نشان اور باہمی مولاۃ اور خیر خواہی کا زبردست ثبوت ہے جس سے دنیاۃ النسات میں انکار نہیں کیا جاسکتا۔

صدیقی دورِ خلافت میں سہم ذمی القربیٰ

یا حق خمس کے حصول کا بیان

مذکورہ بالا روایات میں اگرچہ یہ مسئلہ خمس، بھی آگیا ہے مگر دوسرے اموال نے کے ضمن میں مذکور ہوا۔ اب ہم علیحدہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ رشتہ داران رسول کا خمس میں جو حق تھا وہ خلافت صدیقی و فاروقی میں نبی ہاشم کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوتا تھا۔ خمس میں حق تلفی کی داستان صحیح نہیں۔ اس مسئلہ کو حضرت علی المرتضیٰ خود بیان

عن ابی العباس و فاطمة و زید بن حارثة عند النبی صلی
 علیہ و آلہ و سلم قال یا رسول اللہ ان تو لیبی حقیقاً
 فی حیاتک کلبا یبازعنی
 قال نعم و ان قال فقسمتہ حیاة رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ و سلم ثم لا یبکر حتی اذا کانت آخر سنة
 من سنی عمه فانه انما مال کثیر فعزل حقیقاً ثم ارسل الی فقلت
 یا عنده العام و بالمسلمین الیه حاجة فاردده علیهم فردہ علیهم

ابن ابی شیبہ، کتاب الخراج، باب بیان مواضع قسم الخمس، جلد دوم، ص ۶۱۔

۲۱۔ سند امام احمد، جلد اول ص ۸۴-۸۵۔ مسند ابی ابن ابی طالب۔

بیر حضرت علی سے ایک روایت اسی مسئلہ خمس کے متعلق کتاب الخراج امام ابی یوسف

میں ابن مرقی سے ہے عبدالرحمن ابی یحییٰ فرماتے ہیں کہ:

سمعت علیاً یقول قلت یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
 ان آیت ان تولیبی حقیقاً من الخمس فاقسمد فی حیاتک کی لایبازعنا
 احد بعدک و فعل قال فنزل قال فواللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم فقسمتہ فی حیاتہ ثم ولایبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فقسمتہ
 فی حیاتہ ثم ولایبہ عمر رضی اللہ عنہ فقسمتہ فی حیاتہ حتی
 اذا کان آخر سنة من عمر فانه مال کثیر فعزل حقیقاً ثم ارسل
 الی فقال حیاة فاقسمد فقلت یا امیر المؤمنین بنا عنده العام غناً
 و بالمسلمین الیه حاجة فردہ علیهم

(۲۱۔ کتاب الخراج امام ابی یوسف، باب فی قسمة الغنائم، ص ۲۰، طبع مصر)

روایات بڑا کا خلاصہ اور حاصل یہ ہے :

”حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں میں نے عباسؓ و فاطمہؓ و زید بن حارثہؓ کی موجودگی میں انہی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ ہم قرابتدارانِ رسول کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگرچہ اپنی زندگی میں میرے سپرد فرما دیں تو بہتر ہو گا تاکہ بنا بکے بعد کوئی شخص ہمارے ساتھ اس معاملہ میں نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں حضور علیہ السلام نے مجھے اس کام کا متولی بنا دیا نبوی دور میں میں اس خمس کے حصہ کو ربنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا پھر ابو بکرؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو ربنی ہاشم میں تقسیم کرتا رہا پھر مجھے عمر بن الخطابؓ نے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہد فاروقی میں بھی میں نے اس کو ربنی ہاشم میں تقسیم کیا، حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے تو عمر بن الخطابؓ کے پاس بہت سا مال عنفیت آیا پس اس نے ہم لوگوں کا حق خمس الگ کر کے میری طرف آدمی ارسال کیا اور فرمایا کہ آپ اس مال کو لے کر حسب دستور سابق تقسیم کر دیں اس وقت میں نے جواب میں ذکر کیا کہ اے امیر المؤمنین! ہم لوگ یعنی بنی ہاشم اب مستغنی ہیں ہماری معاشی حالت بہتر ہے، اور دوسرے مسلمانوں کو احتیاج ہے اور وہ ضرورت مند ہیں۔ تب عمر بن الخطابؓ نے (وہ مال) محتاج مسلمانوں کے لیے بیت المال میں واپس کر دیا۔“

نتیجہ روایات

۱۔ ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ صدیقی خلافت و فاروقی خلافت کے ایام میں بنی ہاشم اور آل رسول کو غنائم کے خمس سے اپنا حصہ باقاعدہ ملتا تھا۔ ان کا حق کسی نے غصب

نہیں کیا، دبا نہیں رکھا۔ خورد برد نہیں کیا اور ضائع نہیں کیا۔

۲۔ دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ ہاشمی حضرات و آل نبوت کو یہ حق خمس حضرت علیؑ کے ہاتھوں تقسیم ہو کر ملتا تھا۔ کسی دوسرے صاحب کے ذریعہ نہیں پہنچایا جاتا تھا تا کہ اہل بیت کے ساتھ ناروا سلوک و نا انصافی و ناقدری کا گمان ہی نہ رہے۔

۳۔ تیسری یہ چیز بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہاشمی حضرات میں خمس تقسیم کرنے کے مسئلہ میں احتیاج و فقر کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا، جیسا کہ فقہائے کرام نے اس مسئلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے فقہاء کا مسئلہ یہی حضرت علیؑ کا قول مجمل ہے ملاحظہ ہو ہدایہ جلد ثانی کتاب السیر فصل فی کیفیت التسمتہ۔ المبسوط للسخی، جلد عشر کتاب السیر ص ۹-۱۰-۱۱۔

۴۔ چوتھی یہ چیز برآمد ہوتی ہے کہ ان حضرات کا آپس میں لین دین، اخذ و قبول، باہمی مودت و اخوة، شفقت و رفاقت کے علامات میں سے ہے جہاں آپس میں بغض و عداوت و خصومت و نفرت ہو وہاں اس نوع کے تعلقات و مراسم ہرگز قائم نہیں رہ سکتے۔

مالِ فتنے اور آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم، کے ایام میں

تقسیم کی بحث کے بعد مالِ فتنے کے متعلق مختصر سی وضاحت پیش کرنا ضروری ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لیے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مالِ غنیمت وہ مال ہے جو کفار کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس مالِ غنیمت سے خمس یعنی پانچواں حصہ نکالا جاتا ہے جو اپنی جگہ پھر پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

اور مالِ فتنے وہ مال ہے جو کفار سے جنگ و قتال کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ مالِ فتنے کے بہت سے حصے کیے جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)،

حصہ۔ رشتہ دارانِ رسول کا حصہ۔ یتامیٰ کا حصہ۔ مساکین کا حصہ۔ مسافر کا حصہ وغیرہ (جیسا کہ سورۃ حشر، پارہ اٹھائیسویں میں حصص کی تفصیل مذکور ہے)۔

موقعہ ہذا کی روایات و احادیث میں جہاں اموالِ مدینہ کا ذکر آتا ہے وہاں عموماً بنی نضیر وغیرہ کے مال کا ذکر ہوتا ہے (یہ اموال مدینہ طیبہ کے قرب و جوار میں تھے)۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد ناظرین کی خدمت میں گزارش ہے کہ جیسے رشتہ دارانِ رسول کے حصہ، خمسِ خیبر (شمولیتِ فدک) کے متعلق تفصیل سے یہ بات پیش کی گئی ہے کہ آلِ رسول (صلعم) کا حصہ خمس ان کو خلافتِ ستیق کے ایام میں صحیح طریقہ سے ملتا تھا اور حضرت علی کی نگرانی و تولیت میں تقسیم ہو کر ملتا تھا۔

ٹھیک اسی طرح مالِ فئے میں جو آلِ رسول (صلعم) کا حق تھا وہ بھی حضرت علی اور ان کی اولاد شریفین کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا۔ ہاشمی حضرات مالِ فئے میں سے اپنے حصہ کو آپس میں خود تقسیم کرتے تھے۔ مسند ابی عوانہ اسفرائینی اور صحیح بخاری اور السنن الکبریٰ بیہقی، وفاء الوفاء لنور الدین السمہودی میں یہ روایت طولانی مفصل مذکور ہے۔ روایت ہذا کے آخر میں یہ مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ اموالِ فئے میں سے جو حق ان کو ملتا تھا اس کی تولیت اور نگرانی خود ان حضرات کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی۔ عبارت درج ذیل ہے

« وَطَالَتْ لِيْهِ خُصُوْمَةٌ مَّا بَايَ عُمَرُ اَنْ يَّقْسِمَ مَا بَيْنَهُمَا حَتَّى اَعْرَضَ

لہ قولہ و طالت فیہ خصوصتہا الخ ہم نے جو روایت کا حصہ نقل کیا ہے یہ آخری حصہ روایت کا ہے۔ یہاں روایت طویلہ مذکورہ ختم ہو رہی ہے۔ اوپر روایت ہذا میں یہ مسئلہ چل رہا ہے کہ اموالِ فئے و اموالِ بنی نضیر وغیرہ میں سے جو حصہ ان ہاشمی بزرگوں کو ملتا تھا اس میں ان حضرات کا آپس میں اختلاف رہنے ہوتا تھا۔ ایک فریق حضرت علیؑ تھے، دوسرا فریق عمِ نبوی (حضرت عباسؑ) تھے۔ متحدین فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں کا باہمی نزاع اموالِ ہذا کی آمدنی میں تصرفات اور خرچ اخراجات کی کمی بیشی کی نوعیت کا تھا

عَنْ عَبَّاسٍ فَكَانَتْ هَذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَ عَلِيٍّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ

عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيٍّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حُسَيْنٍ

كِلَاهُمَا كَمَا نَأْتِدَا وَلَا نِيهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حُسَيْنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا ۝ (صحیح بخاری جلد دوم ص ۵۶۹ - باب حدیث

بنی نسیہ) مسند ابی عوانہ، المصنف یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، جلد ۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف

حیدرآباد دکن - (۲) السنن الکبریٰ، جلد ۶ ص ۲۹۹ - باب بیان مصرف اربعۃ اقسام الفیء (۴)

وفاء الوفاء للنور الدین السہودی - الباب السادس - الفصل الثانی فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وما غرسہ بیدائشہ

(قبیلہ ماشیہ) پھر یہ معاملہ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوا اور متعدد بار پیش ہوا۔ ان ہاشمی بزرگوں کی

راے یہ تھی کہ جن رقبہ جات کی آمدنی ہمیں حاصل ہوا کرتی ہے وہ زمین کے قطعات ہمارے درمیان الگ الگ

تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس صورت سے ہمارا تنازعہ ختم ہو سکتا ہے حضرت عمرؓ نے اس طرح رقبہ جات کی

تقسیم کر دینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ سابقہ طریقہ نبوی کے موافق اور خلیفہ اول کے طریقہ کے مطابق جس

طرح آپ لوگوں کو آمدنی پہنچتی رہتی ہے اسی طرح اب بھی یہ آمدنی جاری رہے گی لیکن حصولی کے سابقہ طریقہ

کو بدل کر ہم ان میں تقسیم رقبہ کی صورت نہیں پیدا کریں گے۔ اور خلیفہ ثانی کی جانب سے اس معاملہ میں تقسیم

رقبہ نہ جاری کرنے کی حکمت و مسحت محدثین نے یہ ذکر کی ہے کہ اگر ان رقبہ جات کی تقسیم ان حضرات میں

کر دی جلتے تو نبطا ہر اس طرح کرنا ہو گا کہ نصف حضرت علیؓ والے فرقی کو دے دیا جائے اور نصف حصہ عباس

کے فرقی کے حوالہ کیا جائے تو ایک ظاہر بین انسان کے سامنے یہ چیز آئے گی کہ یہ ترکہ نبوی کی تقسیم کی گئی ہے ۱/۲ نصف

حصہ ایک لڑکی کی میراث کی بنا پر اس کے خاوند علی المرتضیٰ کو ملا ہے اور ازواج مطہرات کا ثمن بلکہ دیکر باقی حصہ چچا کو

بطور عصبہ ہونے کے حاصل ہوا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی مالی میراث اپنے اقرباء میں نہیں تقسیم ہوا کرتی۔ ان کا

ترکہ مسلمانوں پر وقف (اور صدقہ) ہوتا ہے تو اس اشتباہ سے بچانے کی خاطر حضرت عمرؓ نے ان اموال میں تقسیم کا طریقہ

جاری نہ رکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان اموال میں رقبہ جات کی تقسیم روا نہیں رکھی گئی تھی تاکہ میراث کی تقسیم کا شبہ نہ ہو لیکن انکی

آمدنی ہاشمی و آل رسول کو باقاعدہ ہمیشہ ملتی تھی اس پر ہم فریہ شواہد پیش کر نیوالے ہیں۔ انظار فرمادیں (منہ)

حاصل مطلب

بخاری و اسحاق عینی و بیہقی و سہبوی کی مندرجہ بالا روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:
 "مدینہ کے اموال بنی نضیر وغیرہ میں بنی ہاشم و آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ حضرت
 علی المرتضیٰ کے دست تصرف میں تھا۔"

ان اموال کے متعلق حضرت علیؑ و حضرت عباسؑ چچا بھتیجہ کے درمیان ایسا
 اختلاف رائے چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان ہردو کے تقاضا کے تحت، ان
 اموال کو تقسیم کر دینے سے انکار کر دیا۔ یہ چیز دیکھ کر حضرت عباسؑ نے اس تنازعہ
 سے دستبرداری اختیار کر لی

پھر یہ حضرت علیؑ کے بعد امام حسن بن علیؑ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر امام حسین بن
 علیؑ کے ہاتھ میں تھا۔ پھر امام زین العابدین کے ہاتھ میں تھا۔ پھر حسن بن امام حسن کے
 ہاتھ میں تھا۔ پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں تھا۔ یقیناً یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 ہی صدقات تھے۔

نیز مال فتنے کی آمدن اور وصولی کے مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی ان کے زیر تصرف ہونا تسلیم
 کر کے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ معتزلی۔ ابن ابی الحدید نے
 نے شرح نہج البلاغہ میں فدک کی بحث مفصل ذکر کی ہے۔ عثمان بن حنیف حضرت علیؑ کی طرف
 سے بصرہ کا عامل تھا اس کو حضرت علیؑ نے ایک خط لکھا۔ اس کے الفاظ ہیں بلی کانت فی ایدیا
 فدک الخ اس متن کے تحت ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں فدک کے بارے میں مفصل
 قائم کیے ہیں اور الفصل الاول میں ابو بکر الجوسری سے بہت سی بائند روایات ذکر کی ہیں
 یہاں فصل اول میں متعدد دفعہ اس نے یہ مسئلہ تسلیم کیا ہے کہ اموال اہل اہل کی آمدن خود حضرت
 علیؑ اور ان کی اولاد شریف کے زیر تصرف تھی وہاں سے ایک مقام کی عبارت ملاحظہ فرمائیے
 فَعَلَبَ عَلِيُّ عِبَّاسًا عَلَيْهَا فَكَانَتْ بِرَيْدِ عَلِيٍّ ثُمَّ كَانَتْ فِي يَدِ الْحَسَنِ

كَانَتْ بَيْدِ الْحُسَيْنِ ثُمَّ عَلِيٍّ ثُمَّ الْحُسَيْنِ ثُمَّ الْحَسَنِ ثُمَّ زَيْدِ بْنِ الْحُسَيْنِ

(شرح پنج البلاغہ حدیدی جلد ۳ ص ۱۱۸ مطبوعہ بیروت و شام بچت مذکور)

یعنی اس معاملہ میں حضرت علیؑ حضرت عباسؑ پر غالب آگئے۔ پس یہ اموال اور صدقات، حضرت علیؑ کے ہاتھ میں رہے پھر ان کے لڑکے امام حسنؑ کے ہاتھ میں رہے۔ پھر امام حسینؑ کے ہاتھ میں رہے۔ پھر زین العابدینؑ کے ہاتھ میں رہے پھر حسن بن علیؑ کے ہاتھ میں رہے۔ پھر زید بن علیؑ کے ہاتھ میں رہے۔

مندرجہ مرویات کا نتیجہ

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا جو حق مال فٹے (اموال بنی نضیر وغیرہ) میں تھا وہ ان کو کما حقہ ادا کیا جاتا تھا۔

۲۔ ان صدقات (یعنی اموال فٹے) میں سے ہاشمی حصہ کے متولی و منتصرف خود جناب علی المرتضیٰ تھے اور بعد میں ان کی اولاد شریف پشتوں تک اس کی متولی و نگران چلی گئی ہے۔

۳۔ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم، و بنی ہاشم کی حق تلفی و حقوق کے ضائع ہونے کی داستانیں بالکل وضعی و جعلی ہیں۔ نہ ان بزرگوں کا حق ضائع ہوا۔ نہ ان کے مال فٹے کا حق برباد ہوا۔ نہ فتوحات خیبر سے حق مارا گیا۔ نہ ذوی القربی کا حصہ ختم کیا گیا بلکہ صدیقی و فاروقی و عثمانی دور میں ان حضرات کے سب حقوق محفوظ طریقہ سے ادا ہوتے رہے۔ حق بقدر رسید کا معاملہ جاری رہا۔ یہ چیز ان حضرات کے حق میں باہمی تعلقات و روابط ثابت رہنے کی علی رؤس الاشہاد بڑی مؤثر شہادت اور قوی دلیل ہے۔

مسئلہ مذکور کے متعلق شواہد

شہادت اول

گذشتہ اوراق میں یہ مسئلہ جاری ہے کہ آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بنی ہاشم کے مالی حقوق خلیفہ اول و خلیفہ ثانی کے دور میں ٹھیک طرح سے ادا ہوتے تھے خواہ وہ حق سہم خیمبر سے تعلق رکھتا ہو یا فدک ہو یا اموال فنی (اور اموال مدینہ) میں سے ہو وغیرہ۔ یہ سب وظائف نبوی طرز و طریق کے موافق ان خلفاء کے دور میں صحیح طور پر جاری تھے۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں ہم اہل بیت و آل رسول کے بزرگوں کی گواہی بھی پیش کرنا چاہتے ہیں جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک مسلم راستباز بستیاں ہیں اور خانگی امور کے متعلق سب لوگوں سے زیادہ واقف ہیں مقولہ مشہور ہے کہ "صَاحِبُ الْبَيْتِ اَدْرَاهِي بِمَا فِيهِ" (گھر والا گھر کے حالات سے دوسروں سے زیادہ واقف ہوتا ہے)۔

چنانچہ پہلے ہم امام محمد باقر بن امام زین العابدین کا قول ذکر کرتے ہیں جس کو اہل سنت علماء و شیعہ علماء دونوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ اہل اثنیثہ کی کتابوں میں سے کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العساری میں امام محمد باقر کا یہ قول باسند درج ہے۔

(اول) ... عَنْ كَثِيرِ النَّوَاءِ قَالَ قُلْتُ لِابِي جَعْفَرٍ اَخْبِرْنِي عَنْ ابِي بَكْرٍ وَعَمَّا اَظْلَمًا مِنْ حَقِّكَ شَيْئًا؟ قَالَ لَا! وَمِنْ زَلِ الْقُرْآنِ عَلَيَّ عَبْدِي لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا مَا ظَلَمْنَا نَا مِنْ حَقِّنَا مَا يَزِنُ حَبَّةَ خَرْدَلٍ

کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحرابی العساری

المتوفی ۱۲۴۵ھ مطبوعہ مصر۔ منجانب مکتبہ دینیہ سلفیہ۔ محلہ قدیر آباد۔ دہلی۔

یعنی کثیر النواء کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر کو عرض کیا کہ ابو بکر و عمر کے متعلق فرمائیے کہ

انہوں نے آپ کے حقوق کی ادائیگی میں کچھ ظلم روارکھا تھا؟ امام نے فرمایا کہ بالکل نہیں! اس ذات

کی قسم جس نے اپنا قرآن تمام عالم کے نذیر کی ذات پر نازل فرمایا، ان دونوں نے ہمارے حقوق میں ایک عتبہ کے برابر بھی ظلم روا نہیں رکھا۔
 بارہے علا کلمات نکالوانے کے بارے میں چھوڑا
 کیونکہ وہ دونوں ہی نفسی طور پر ~~بیچارے~~

شہادت دوم
 علامہ نور الدین السمہودی نے اپنی تصنیف وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ الجزء الثالث
 میں بھی امام محمد باقرؑ کا یہ قول ابن شیبہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ یہ روایت ابو طالب
 عشاری کی روایت مندرجہ بالا سے قدرے منقل ہے۔ الفاظ یہ ہیں

رَوَى ابْنُ شَيْبَةَ اَيْضًا عَنْ كَثِيرِ النَّوَاءِ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ
 عَلِيٍّ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاكَ اَرَأَيْتَ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ هَلْ ظَلَمَاكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ
 شَيْئًا اَوْ قَالَ ذَهَبَا بِهِ مِنْ حَقِّكُمْ فَقَالَ اِلَّا اَوَالِدِي اَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلٰى عَبْدِ
 لِيَكُونَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا مَا ظَلَمْنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
 قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ اَفَاتَوْلَاهُمَا؟ قَالَ نَعَمْ! وَيَحْكُ تَوَلَّيْتُمَا فِي الدُّنْيَا
 الْاٰخِرَةِ وَمَا صَابَكَ نَفِي عُنُقِي ثُمَّ قَالَ فَعَلَّ اللهُ بِالْمُعْتَبِرَةِ وَبَنَانٍ فَانْتَهَمَا
 كَذِبًا عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ

(وفاء الوفاء باخبار دارالمصطفیٰ لنور الدین السمہودی الجزء الثالث،

فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۰۱۔ جہدہ بطبع مصری)

یعنی کثیر النواء کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر کو کہا کہ اللہ مجھے آپ پر قربان
 ہونے کی توفیق دے، فرمائیے! کیا ابو بکر و عمر نے تمہارے حقوق میں کچھ ظلم جائز
 رکھا تھا؟ یا تمہارے حقوق کو ضائع کر دیا تھا؟ تو امام نے جواب دیا کہ نہیں! اس
 ذات کی قسم جس نے اپنے بندے تمام عالم کے نذیر پر قرآن مجید اتارا ہے، ہمارے
 حقوق کے متعلق ان دونوں نے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔

پھر میں نے عرض کی، میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان دونوں کے ساتھ

دوستی رکھوں؟ فرمایا کہ ہاں! تو ان دونوں کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی محبت رکھ! اولاً بالفرض، اس پر کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا (یعنی تو بے فکر ہو کر یہی راہ اختیار کر)۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ مغیرہ و بنان دونوں کے ساتھ وہی معاملہ فرماتے جس کے وہ اہل ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں (مغیرہ و بنان) نے ہم اہل بیت پر چھوٹ تصنیف کر کے سپاں کر دیئے ہیں اور دروغ بنا بنا کر ہماری جانب منسوب کر دیئے ہیں۔

سنی علماء کی کتابوں سے دو عدد حوالے پیش کرنے کے بعد اب یہی قول شیعہ تصنیف سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ابن ابی الحدید شیعہ نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں جہاں بحث فدک مفصل ذکر کی ہے وہاں جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، تین فصلیں ذکر کی ہیں ان میں الفصل الاول میں محمد باقر کا یہ قول بھی درج کیا ہے اور باسناد درج کیا ہے اور یہ ابو بکر جوہری کی روایات ہیں جو خالص و مخلص شیعہ ہے۔ یہاں جوہری کی تمام روایات اس نے باسناد ذکر کی ہیں۔

امام محمد باقر کا فرمان

قَالَ أَبُو بَكْرٍ (الْجَوْهَرِيُّ) وَأَخْبَرَنَا أَبُو زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ أَبُو عَقِيلٍ عَنْ كَثِيرِ النَّوَائِبِ قَالَ قُلْتُ

لَهُ نَاطِرِينَ كَرِيمٍ بِرِوَايَةٍ مِنْ أَبِي الْحَدِيدِ شَيْعِي نَعَى فِي تَصْنِيفِهَا فِي أَبِي بَكْرٍ الْجَوْهَرِيِّ فِي رِوَايَاتِهَا بَلَى شَمَارَ ذَخِيرَةٍ جَمَعَ كَمَا هِيَ وَأُرَاسَ بِرِاقِعِهَا وَكَيْلَ هَيْبَةٍ أَوْ رِيَّةٍ بَرْدٍ لِعَيْنِي جَوْهَرِي صَاحِبِ بَرَايِحَةِ شَيْعَةٍ هِيَ - انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تشیع کے اثبات میں ہم عنقریب مفصل کلام کریں گے۔ عام طور پر علماء کو اس سرسینہ راز کی طرف توجہ نہیں تھی بفضلہ تعالیٰ اب یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ (منہ)

لَا يُذِجُ جَعْفَرُ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَعَلَنِي اللَّهُ فِدَاكَ أَرَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ
وَعُمَرَ هَلْ ظَلَمَّاكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا أَوْ قَالَ ذَهَبًا مِنْ حَقِّكُمْ بِشَيْءٍ
نَقَالَ لَا وَالَّذِي أَنْزَلَ الْقُرْآنَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَلَمِينَ نَذِيرًا
مَا ظَلَمْنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ
أَفَأَنْتَوَا هُمَا؟ قَالَ نَعَمْ! وَيُحَكُّ تَوَلَّيْتُمَا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا
أَصَابَكَ فَفِي عُنُقِي ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللَّهُ بِالْمُغِيرَةِ وَبَنَانٍ فَإِنَّهُمَا كَذِبَا أَهْلَ
السَّبِيْتِ = (شرح پنج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ المتوفی ۶۵۶ھ، جلد ۳ ص ۱۱۳۔)

مطبوعہ بیروت و شام۔ سن طباعت جلد ہذا ۱۳۶۵ھ۔ الفصل الاول بحث فدک،
”حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ کا یہ قول سنی علماء نے اور شیعہ علماء نے اپنی
اپنی سندوں کے ساتھ کتابوں میں ذکر کیا ہے اس میں کچھ اشتباہ نہیں ہے۔“

امام کے فرمان کے فوائد اور نتائج

- ۱۔ امام محمد باقرؑ کے جواب نے مسئلہ صاف کر دیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے آل رسول پر کوئی ظلم
 روا نہیں رکھا۔
- ۲۔ خلیفہ اول و خلیفہ ثانی نے آل نبی کے تمام حقوق کو ادا کیا اور کوئی ایک حق ذرہ برابر بھی
 ضائع نہیں کیا۔
- ۳۔ دونوں بستیوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ دوستی و مؤدبت کے سوال پر تلقین فرمائی کہ اس
 عالم اور اس عالم دونوں جہان میں شیخین کے ساتھ دوستی رکھنی لازم ہے۔
- ۴۔ آل نبی پر ظلم و ستم کی داستانیں اور ان کی حق تلفی کے قصہ جات مغیرہ بن سعید اور بنان

سے قولہ مغیرہ و بنان البیان الخ اہل علم کی آگاہی کے لیے قلیل رہنمائی کافی ہوتی ہے۔ شیعہ علماء تراجم و رجال

دیتا ہے، جیسے وضاع و کذاب لوگوں کی تصنیفات ہیں اور اہل بیت پر سراسر جھوٹ
تجویز کیے گئے ہیں۔

۵۔ اور یہ چیز بھی ثابت ہوئی کہ شیخین کے درمیان اور آل رسول میں کوئی جھوٹ اور پرخاش
دائمی نہ تھی ورنہ ان کے ساتھ مؤدہ و دوستی کی تلقین امام موصوف کیسے فرما سکتے تھے

شہادت (۲)

امام محمد باقرؑ کی شہادت کے بعد اب ان کے برادر حقیقی امام زید الشہید بن امام زین العابدینؑ
کی شہادت پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک ان
بزرگوں کی صداقت، امانت، دیانت، راست گوئی، راست بازی پر پورا اعتماد ہے۔ اس خاندان
کے افراد جو چیز بیان کریں گے وہ نفس الامر میں صحیح ہوگی۔ جھوٹ بولنا ان کا شیوہ نہیں۔ دھوکہ دینا
ان کی روایات کے خلاف ہے جو زبان پر لائیں گے، وہی بات دل میں ہوگی۔ دل میں کچھ ہو

بقیہ حاشیہ نے مغیرہ بن سعید و بنان ہذا پر ائمہ کی طرف سے لعنت ذکر کی ہے اس کی وجہ یہی ذکر کی ہے یہ دونوں
ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جھوٹ باندھتے تھے۔ اقرا پر داری ان کا شیوہ بن گیا تھا چنانچہ ”رجال شعی طبع مبنی“
تذکرہ مقلاص بن ابی خطاب میں ائمہ کی زبانی ان کا ملعون ہونا درج ہے۔ عَنِ ابِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ بَنَانَ الْبِيَانِ اِنَّ بَنَانَ لَعَنَ اللَّهُ كَانَ يَكْذِبُ عَلٰى ابِي الْحَاظِمِ عَنِ ابِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ
سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَعَنَ اللَّهُ الْمُغْبِرَةَ بْنَ سَعِيدٍ اِنَّهٗ كَانَ يَكْذِبُ عَلٰى ابِي الْحَاظِمِ اِسْمُ طَرِحُ بَهْتٍ سَمِعْتُهُ يَقُولُ
ان دونوں پر ائمہ کی لعنت کی باتیں ہو رہی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ و سنی علماء تسلیم کر رہے ہیں کہ۔
اس قسم کے کذاب لوگوں نے اہل بیت و آل نبی کی حق تلفی و ضیاع حقوق کی کہانیاں قوم میں پھادی ہیں
نوٹ، بنظر اختصار ہم نے حرب ”رجال شعی“ کا حوالہ دے دیا ہے۔ مغیرہ و بنان کی لعنت
کا تذکرہ باقی بہت سی شیعہ کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً جامع الرواة محمد بن علی الارود سیلی۔ مجمع الرجال
القہستانی۔ منتہی المقال (رجال ابی علی) وغیرہ۔ (منہ)

اور زبان سے کچھ کہیں۔ یہ ن کے اعتقاد پر مبنی کاری کے بالکل برعکس ہے اور مؤمن صادق کی شان کے برعکس ہے "آئین جواں مرداں حق گوئی و دیباکی" ہوتا ہے اللہ کے شیروں کو رو باہی نہیں آیا کرتی جو زبان سے صادر ہوتا ہے وہ سو فیصد درست ہوتا ہے دفع الوقتی کا وہاں نام و نشان نہیں ہوتا۔ یہ بزرگ صادق القول و راست گو ہیں، کاذب نہیں منہی و پر مبنی کار میں، فاسق نہیں، دیانت دار ہیں خائن نہیں۔ عالم باعمل ہیں ناواقف نہیں۔ راشد و رہنما ہیں، گمراہ نہیں۔ ایسی بزرگ ہستی کی فدک کے بارہ میں، راستے یقیناً ذرنی ہے اور سو فیصدی درست ہے۔ پس ان میں سے امام زید شہید نے مالی حقوق کے مسائل میں سے خصوصی طور پر فدک کے مسئلہ کی وضاحت اس طرح بیان فرمادی ہے اور ایسے طریقے سے اس بحث کو مختلف لفظوں میں طے کر دیا ہے کہ اگر ذرہ بھر انصاف سے کام لیا جائے تو اس مرحلہ کے تمام تنازعات ہی ختم ہو جاتے ہیں اور ادائیگی حقوق کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقر کے فرمان نے یہ بات صاف کر دی تھی کہ خلفاء حضرات نے آل رسولؐ کا کوئی حق ضائع نہیں کیا اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا۔ اب امام زید شہید مسئلہ فدک کو اس طرح سلجھا رہے ہیں کہ فدک کے بارے میں ابو بکر الصدیق کا فیصلہ بالکل درست اور صحیح تھا۔ پناچہ بیہقی نے اپنی تصانیف میں اوسمافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" جلد خامس میں ذکر کیا ہے کہ

وتداولت علماء اهل البيت بصحة ما حكم به ابو بكر في ذلك

قال الحافظ البيهقي انبأنا محمد بن عبد الله الحافظ حدثنا ابو عبد الله

الصقار حدثنا اسماعيل بن اسحق القاضي حدثنا نصرون بن علي حدثنا

ابن داود عن نصيل بن مزور قال قال زيد بن علي بن الحسين بن علي

بن ابي طالب اما انا فلو كنت مكان ابي بكر لحكمت بمثل ما حكم به

ابو بكر في فدك

(۱) الاعتقاد علی غریب السلف للبیہقی، ۱۸۱، طبع مصر

(۲) السنن الکبریٰ بمقتی بدو ص ۳۰۲ بحث بیان صحت اربعہ ائمان النبی بعد رسول اللہ

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد ۵ ص ۲۹ - طبع مسری

یعنی اہل بیت کے علماء نے اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ مشدک کے بارے میں جو حکم ابو بکر نے صادر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ (اس سند کے ساتھ بیہقی نے فضیل بن مزون کا قول ذکر کیا ہے) کہ فضیل کہتا ہے کہ امام زید شہید نے فرمایا کہ اگر ابو بکر کی جگہ اس وقت والی اور حاکم ہوتا تو میں بھی فدک کے بارے میں وہی حکم کرتا جو ابو بکر نے صادر کیا۔
 ناظرین پر واضح رہے کہ امام زید شہید کا یہ قول صرف ہمارے علماء نے ہی ذکر نہیں کیا بلکہ شیعہ علماء بھی ذکر کر رہے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغۃ میں ان الفاظ کے ساتھ امام زید کے فیصلہ ہذا کو لکھا ہے۔ "قال زید بن علی بن الحسین، وایم اللہ لو رجع الامر الی لقصیت فیہ بقضاء ابی بکر" یعنی امام فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہے اگر یہ معاملہ فدک، میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکر نے فیصلہ کیا۔

حدیثی شرح نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۱۳ - بحث فی الاخبار الواردة فی فدک

حوالہ ابی بکر الجوبیری - طبع بیروت شام - سن طباعت جلد ہذا ۱۳۵۵ھ

امام زید شہید کے فرمان کے فوائد

(۱)

اہل بیت کے علماء کے فرمان سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوئی کہ معاملہ "فدک" کے متعلق جو طرز و طریق ابو بکر صدیق نے اختیار کیا تھا یعنی فدک کی آمدن تو آل رسول کو ملتی رہے گی، جیسے حضور علیہ السلام عنایت فرماتے تھے لیکن وراثت کی صورت میں تقسیم ہو کر نہیں دیا جائے گا، وہ بالکل درست تھا اور اس مسئلہ میں ابو بکر صدیق مُصیب تھے، خطا کار نہیں تھے۔

(۲)

نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جب فدک جیسی اہم آمدن کی ادائیگی میں ابو بکر صدیقؓ نے کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ خطا کی بلکہ صحیح طور پر اس حق کو ادا کیا تو معلوم ہوا کہ دوسرے مالی حقوق ذوی القربی کا سہہ۔ آل رسول کا خمس۔ مال فے وغیرہ میں حصے کے ادا کرنے میں بھی سیدنا صدیق اکبرؓ خلیفہ اول نے کوئی کمی و قصور نہیں کیا اور نہ ہی ان کا کوئی حق ضائع کیا ہے بلکہ ان بزرگوں یعنی آل رسول کے تمام حقوق اپنے اپنے مواقع میں ٹھیک ٹھیک ادا کیے۔

(۳)

تیسری یہ چیز عیاں ہو رہی ہے کہ اولادِ علی و آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں خلیفہ اول ابو بکر صدیقؓ کے متعلق کسی قسم کا حسد و کینہ و عداوت و بغض و عناد وغیرہ نہ تھا ورنہ ابو بکر صدیقؓ کے فیصلہ کی وہ کسی مرحلہ پر بھی تصدیق و تصویب و تائید نہ کر سکتے تھے جہاں آپس میں عناد و تضاد ہوتا ہے وہاں ہر ایک فریق دوسرے کی تنقیص و تغلیط و تردید کے درپے رہتا ہے اس پر حالاتِ زمانہ گواہ ہیں۔

مزید مؤیدات

مذکورہ شواہد کے بعد اس مسئلہ کے متعلق کہ آل نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مالی حقوق ادا کیے جاتے تھے اور خصوصاً فدک کی آمد سے آل رسول (صلعم) کا حصہ باقاعدہ طور پر سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد کو ابو بکر صدیقؓ ادا کرتے تھے ہم اس کی مزید تائیدات تحریر کرنا چاہتے ہیں جو شیعہ مجتہدین و شیعہ مصنفین نے اپنی تصانیف میں درج کی ہیں۔ سر دست یہ چار عدد مؤیدات پیش خدمت ہیں۔ ایک منصف طبع انسان ان مندرجات پر مطلع ہونے کے بعد خود بخود نتائج برآمد کر سکتا ہے اور بڑی سہولت سے فوائد مرتب کر سکتا ہے۔

اولے

ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس مسئلہ کو عبارت ذیل میں پیش کیا ہے اور باسند روایت لکھی ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے کان ابو بکر یاخذ غلتها فیدفع الیہم منها ما یکفہم ویقسم الباقی وكان عمر کذا کذا الی عثمان کذا الی ثم کان علی کذا الی یعنی ابو بکر فدک کا غلہ لے کر جس قدر اہل بیت نبوی کی ضرورت کو کافی ہوتا ان کی طرف بھجوا یا کرتے تھے اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں و حقداروں میں تقسیم کرتے تھے اور عمر بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر عثمان بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر علی المرتضیٰ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

(حدیدی شرح نہج البلاغہ، ج ۲ ص ۲۹۱ - جز شانزدہم - تختی کلاں، طبع قدیمی ایرانی)

(حدیدی شرح نہج البلاغہ طبع بیروت و شام، ج ۴ ص ۱۱، بحث فیما ورد من الاخبار والیسر فی ذک الفصل الاول)

دوم

ابن عثیم بحرانی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں روایت درج کی ہے جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے: **وَكَانَ (أَبُو بَكْرٍ) يَأْخُذُ غَلَّتَهَا فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهُ كَذَا**

۱۔ قولہ ابن ابی الحدید، اس کا مکمل نام یہ ہے: بہاء الدین محمد بن محمد بن حسین ابی الحدید المدائنی۔ اس کی ولادت ۳۵۶ھ میں ہے۔ اس نے شرح نہج البلاغہ ۳۴۹ھ میں تحریر کی ہے اور اس کی وفات ۳۵۶ھ میں ہے شیعہ معتزلی عالم ہے اس کی کل ۴۰ شریس ہوتی ہے اس نے شرح ہذا ابن عثیم شیعہ ذریعہ کی خاطر تحریر کر کے پیش کی تھی۔ اس پر ابن عثیم شیعہ نے بہت اس کو انعام و اکرام کیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات شیعہ تراجم کی کتب میں ملاحظہ ہوں مثلاً روضات الجنات خوانساری وغیرہ۔ باب العین ص ۳۴ (عبدالحمید) (منہ)

۲۔ قولہ ابن عثیم بحرانی متنوفی ۳۴۹ھ نے شرح ہذا میں عادل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف جو حضرت علی کی کتاب یا مکتوب ہے اس کی وضاحت و تشریح میں اٹھارہ عدد مقاصد بیان کیے ہیں وہاں اٹھویں مقصد میں یہ

یعنی ابوبکر فدک کی آمدن کے کر آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بھیجتے تھے جس قدر ان کو کافی ہوتی تھی۔ پھر ابوبکرؓ کے بعد بھی خلفاء نے اسی طرح عمل درآمد جاری رکھا۔

(شرح پنج البلاغہ لابن منیم کمال الدین منیم بن علی بن منیم بحرانی شیعہ المتونى ۶۹۹ھ - سن تالیف شرح ہذا ۶۴۴ھ - جزو ۳۵ ص ۵۲۳ طبع قدیمی ایرانی - ج ۵ ص ۱۰۷ طبع جدید طہرانی)

سوم

تیسری تائید شیخ ابراہیم بن حاجی الحسین بن علی بن العفار الدنبلی کی شرح پنج البلاغہ (درہ نجفیہ) میں مذکور ہے عثمان بن حنیف عامل بصرہ کی طرف جو حضرت علیؓ کا مکتوب لکھا گیا ہے اس خطبہ کی عبارت کی تشریح کے تحت لکھتے ہیں کہ:

”وَكَانَ يَأْخُذُ غَلَّتْهَا فَيُدْفَعُ إِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا يَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتْ الْخُلَفَاءُ
بَعْدُكَ كَذَلِكَ“

”یعنی فدک کی آمدن (غلتہ) آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ابوبکرؓ بھیجا کرتے تھے جتنی مقدار ان کو کافی ہوتا تھا۔ پھر ابوبکرؓ کے خلیفہ اول کے بعد کے خلفاء نے اس کے موافق عمل درآمد کیا۔“

(تقیہ حاشیہ) روایت لکھی ہے جس کے الفاظ بعینہ ہم نے نقل کیے ہیں۔ اہل علم پر واضح رہے کہ اس روایت کے اندراج کے بعد صاحب کتاب ہذا نے اس پر کوئی جرح و نقد نہیں کیا نہ اس کو رد کیا ہے۔ یہ روایت ان کے علماء میں جاری و ساری ہے مگر اس کو لوگوں کے سامنے لانے سے پوری طرح پرہیز کرتے ہیں۔ اس کتمان و پوشیدگی و تستر میں بڑے بڑے مصالح و منافع ہیں۔ فافہم۔ اور اگر بالفرض اہل السنۃ کئی روایت ہوتی تو انہوں نے یہ رہنمائی ضروری کر دینی تھی اس مصنف محدث کا نام اور اس کی تصنیف کا نام یقیناً بیان کر دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا اور ان حضرات کی عادت ہے کہ اس قسم کی چیز جو ان کے خلاف ان کے ذخیرہ جات میں پائی جاتے تو اس کا وزن گھٹانے کے لیے قیل کے لفظ سے یا دوی کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ (منہ)

کتاب الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ لابراہیم بن الحاجی حسین تاریخ تالیف

۱۲۹۱ھ مطبوعہ ایرانی طبع قدیم

چہارم

چوتھی تائید اس صدی کے شیعہ عالم و مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں تحریر کی ہے لکھتے ہیں کہ خلاصہ ابو بکر غلہ و سوداں گرفتہ بقدر کفایت بابل بیت علیہم السلام میداد و خلفاء بعد از وہم برآں اسلوب رفتار نمودند۔

حاصل یہ ہے کہ فدک کی آمدن (غلہ وغیرہ) بقدر کفایت اہل بیت کو ابو بکر دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد کے خلفاء نے بھی اسی کے موافق عمل درآمد جاری رکھا۔

(ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از فیض الاسلام علی نقی، ج ۵ ص ۹۶۰ طبع طہرانی۔)

عبارت بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اطلنہ السماء کے تحت شرح میں پڑج ہے)

تائیدات کے فوائد و نتائج

(۱)

ایک تو یہ چیز عیاں ہو کر سامنے آگئی ہے کہ اہل بیت و آل رسول (صلعم) کے مالی حقوق ابو بکر صدیقؓ نے صحیح طور پر ادا کیے ہیں اور خاص کر فدک کی آمد بھی ابو بکر صدیقؓ ان حقداروں کو پہنچاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ شیعہ علماء و شیعہ مصنفین نے بھی اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے کہ ان حضرات اہل بیت کی ضروریات کے موافق ان کے اخراجات خلیفہ اول کی طرف سے فدک کی آمد سے ہی پورے کیے جاتے تھے۔

(۲)

حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰ چاروں خلفاء کی کارکردگی مسئلہ فدک کے متعلق ایک طرح کی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی (جیسا کہ ان دوستوں نے مشہور کر رکھا ہے)۔

(۳)

جب مندرجہ چیزیں ثابت ہیں تو نتیجہ یہ نرآمد ہوگا کہ ابو بکر خلیفہ اول نہ ظالم تھے نہ جابر تھے۔ نہ غاصب تھے نہ خائن تھے نہ غادر تھے، بلکہ حقداروں کے حق ادا کرنے والے تھے اور اہل بیت کے حقوق کی کما حقہ رعایت رکھنے والے تھے۔ آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلقہ وعدوں کو ایفا کرنے والے تھے۔ آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معاشرتی امور میں پوری پاسداری کرنے والے تھے۔ جہاں خلیفہ اول نے تمام مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک رعاداری اور خدمت گذاری کا حق ادا کیا ہے وہاں اس نے حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی بہترین خدمت سرانجام دی ہے۔ (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

(۴)

ان تمام مندرجات سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ خلیفہ اول (ابو بکر الصدیق) کے درمیان اور آل رسول (صلعم) کے مابین مساعادت تھی، موافقت تھی، مراعات تھی موالات تھی۔ مواساة و مواخاة تھی۔ تب ہی تو آپس میں یہ یمن دین اور اخذ و قبول جاری تھا۔ خمس کا حق ان کو ملتا تھا۔ مال فے سے ان کو حق ملتا تھا اور سہم ذوی القربی ان کو حاصل ہوتا تھا۔ فدک کی آمدن ان کو پہنچتی تھی (جیسا کہ فریقین کی کتابوں سے اس پر شواہد و مؤیدات پیش کیے گئے ہیں)۔ اور اگر بالفرض والتقدیر آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خلیفہ اول و ثانی کے درمیان منافرت و مخالفت اور معادات و مخالفت و معاندت ہے تو مذکورہ مراسم و روابط کیسے قائم و دائم رہ سکتے تھے؟ خمس غنائم کیسے لے سکتے تھے؟ مال فے کے متولی کیسے ن سکتے تھے؟ فدک کی آمدن کیسے قبول کر سکتے تھے؟ فَأَعْتَبُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

ایک جائز سوال اور مناسب جواب

”آل رسول صلعم اور مالی حقوق کے عنوان کے تحت فریقین کی کتابوں سے جو حوالہ جات

آپ نے درج کیے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر الصّدیق نے آل رسول (صلعم) کے ان حقوق کو ادا کیا ہے اور خصوصاً فدک کی آمدن سے آل نبی (صلعم) کے تمام اخراجات کو پورا کرتے تھے۔ ساتھ ہی صحاح کی انہی بعض روایات میں لکھا ہے فابی ابو بکر علیہ السلام ذالک یا فابی ابو بکر ان يدفع الی فاطمة منها شیئاً وغیرھا (یعنی جب حضرت فاطمہ نے ابو بکر الصّدیق سے اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے تو ابو بکر نے فاطمہ کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا) تو یہ چیز اس ثابت شدہ امر کے بالکل برخلاف ہے وہاں ادائیگی حق کا اقرار ہے اور اس جملہ میں حق ادا کرنے سے بالکل صاف انکار ہے۔ اس تضاد بیانی اور تعارض روایت کا کیا حلقہ ہے؟

الجواب

جن روایات میں حضرت فاطمہ نے خلیفہ اول ابو بکر الصّدیق سے متروکہ مال نبوی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس نوع کی سب روایات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ کے مطالبہ کو مخصوص نوعیت یعنی توریت کی شکل میں ادا کرنے سے ابو بکر صّدیق نے انکار کیا ہے مطلقاً حق ادا کرنے سے انکار نہیں کیا۔ آسان لفظوں میں اس طرح ہے کہ فاطمہ اپنے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکہ مال میں سے بطور وراثت اپنا حق طلب کرتی تھیں اور خلیفہ اول صّدیق اکبر نے اس فرمان نبوی کو (کہ ہمارے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے) پیش کر کے بطور وراثت تقسیم کر دینے سے انکار کیا ہے۔

سے سے ان کو حق ادا کرنے سے منع نہیں کیا۔ (شتان بین المرتبین)

اس چیز پر قرآن و شواہد خود روایت میں موجود ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہو رہے ہیں۔

۱۔ پہلا یہ ہے کہ روایات ہذا میں درج ہے کہ صّدیق اکبر فرماتے ہیں کہ انما یا کل آل محمد

من هذا المال الخ (ضرور بر ضرور آل محمد اس مطلوبہ مال سے کھاتی رہے گی۔)

۲۔ دوسرا یہ کہ صّدیق اکبر کہتے ہیں کہ میں ان اموال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عمل درآمد یقیناً جاری

رکھونگا۔ (لا عملن فیہا بعا عمل فیہا رسول اللہ صلعم الخ)
 اور مُسَلَّم چیز ہے کہ حضور علیہ السلام کا عمل درآمد حق ادا کرنے کا عمل تھا نہ کہ حق کو روکنا اور
 منع کرنا تھا۔

۳۔ قیسر صدیق اکبر حلف و قسم کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ نبی کی قرابت و رشتہ داری مجھے اپنی
 رشتہ داری سے زیادہ محبوب ہے (واللہ لقرابتہ رسول اللہ صلعم احب الی
 من قرابتی) اور ظاہر ہے کہ رسول (صلعم) کے رشتہ داروں کو حقوق ادا کرنے
 کی صورت میں یہ اپنی قسم میں بار آور صادق ہو سکتے ہیں نہ کہ دوسروں کا حق ضائع کر
 دینے میں سچے ہو سکتے ہیں۔

اسلامی دنیا تسلیم کرتی ہے کہ ابوبکر الصدیق اپنے اقوال میں اعمال میں وعدہ کے وفا
 کرنے میں سچے و صادق تھے تب ہی تو آپ کو صدیق کا لقب عطا ہوا ہے۔
 اب ان قرائن مندرجہ میں غور کرنے سے ایک منصف طبع انسان آسانی سے فیصلہ کر
 سکتا ہے جو شخص ان ہر سہ امور بالا کو تسلیم کر رہا ہے یا ان کا اقرار کر رہا ہے وہ حق ادا کرنے
 سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟

بہر کیف حضرت صدیق اکبر نے جو وعدے کیے ہیں وہ یقیناً پورے کیے ہیں اور آلِ رسول
 (صلعم) کے حقوق کھٹیک ادا کیے ہیں اور آلِ رسول کو ادائیگی حقوق کے لحاظ سے ہر مرحلہ پر مقدم
 رکھا ہے۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ اور جہاں ابوبکر الصدیق کی طرف سے انکار کا ذکر ہے
 وہاں تقسیم وراثت کی صورت میں انکار کیا ہے۔ مطلقاً حق کو نہ ادا کرنا یا ضائع کر دینا ہرگز مراد
 نہیں۔ فافہم واستنقم۔

مزید برآں

یہ چیز عرض کی جاتی ہے کہ الجواب کے تحت بالا عبارت میں ہم نے واضح کر دیا ہے
 کہ صدیق اکبر نے آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حقوق کی ادائیگی میں انکار کس صورت میں کیا ہے؟

اور اقرار کس صورت میں کیا ہے؟ یعنی حقہ اوروں کے درمیان اراضی تقسیم کر دینے سے انکار کیا تھا اور آمدن اراضی انہ کی تقسیم پر عمل درآمد کیا کرتا تھا؟ یہ عمل درآمد تمام خلفاء ثلاثہ کے دور میں جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ کا دور خلافت آیا ہے اس وقت بھی فدک کے بارہ میں وہی سابق عمل درآمد چلتا رہا جس کو خلفائے ثلاثہ جاری کیے ہوئے تھے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ سے بعض لوگوں نے فدک کی واپسی کے متعلق کلام کیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے جیا آتی ہے میں اس چیز کو لوٹا دوں جس کو ابو بکر نے منع کیا تھا اور عمر نے اس حکم کو جاری رکھا۔ عبارت ذیل میں یہ مفہوم موجود ہے:

... فَلَمَّا وَصَلَ الْأَمْرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَلَّمَنِي رَدِّ فَدَكَ فَقَالَ إِنِّي

لَأَسْتَعِجِي مِنَ اللَّهِ أَنْ أَرُدَّ شَيْئًا مَنَعَ مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَصْغَاهُ عَمْرٌ

(۱) الشافعی فی الامامۃ از سید مرتضیٰ علم الہدیٰ طبع قدیم ص ۲۳۱-۲۳۳ فصل فی تتبع کلامہ علی الطائفت

علی ابی بکر وما اجابہ بہ الخ - (۲) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد رابع طبع بیروت شام

ص ۱۳۰ - بحث فدک (الفصل الثانی)

خلاصہ یہ ہے کہ سید مرتضیٰ نے اور ابن ابی الحدید دونوں شیعہ علماء نے یہ حضرت علی کا قول نقل کیا ہے اس میں صاف ثابت ہو رہا ہے کہ شیخین نے فدک کے بارے میں جو شکل اختیار کی تھی وہ حضرت علی کے نزدیک صحیح اور درست تھی، ناجائز اور ناروا نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت علی کے دور خلافت میں اسی پر عمل جاری رکھا گیا۔ گویا صدیق اکبر کی صداقت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت علی کا قول اور عمل ان کا مؤید و مصدق ہے۔ ایک منصف مزاج اور حق پسند کے لیے اس سے بڑھ کر کونسی شہادت کی ضرورت ہے؟

ایک معقول سوال

ما قبل میں جو چیزیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور ابوبکر الصدیقؓ کے درمیان معاملات بہت بہتر تھے۔ ایک دوسرے کے قدردان تھے، ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے اور وعدہ و فاء تھے جو ان کے مابین حسن سلوک کا بہترین ثبوت ہے۔

لیکن آپ کی حدیث کی کتابوں (بخاری شریف و دیگر کتب) میں پایا جاتا ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو حق وراثت دینے سے انکار کیا تو فَعَصَبَتْ فَاطِمَةُ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تَكَلِّمْهُ حَتَّى تُوَفِّيَتْ یعنی فاطمہ غضبناک ہو گئیں اور وفات تک ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور پھر کوئی کلام نہ کی۔

سو معلوم ہوا کہ آل رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خصوصاً سیدہ فاطمہؓ اور ابوبکر الصدیقؓ کے درمیان سخت ناچاکی واقع ہو گئی تھی اور باہمی ناراضگی آگئی تھی۔ اور ان کی یہ چیز مدۃ العمر چلی گئی۔

یہ بات آپ کے سابقہ بیانات اور پیش کردہ روایات و حسن معاملات سب کی تغلیط و تردید کر رہی ہے لہذا اس معرکہ کو حل کیا جائے۔ کیونکہ تعلقات کے تمام سابقہ واقعات اس روایت نے مشتنبہ کر ڈالے ہیں۔ جب زندگی کے آخری لمحات میں کشیدگی و رنجیدگی پائی جاتی ہے تو گزشتہ مراسم و تعلقات کا کیا فائدہ ہوا۔ وہ تو خود بخود کا عدم منظور ہو کر رہ گئے۔ بنا بریں آپ اس مسئلہ کو صاف کریں۔

مرغوب جواب

سوال مندرجہ کا جواب پیش کرنے سے پہلے یہ بکھنا مفید ہے کہ

(۱)۔ مسئلہ فدک کی یہ نازک اور اہم بحث ہے۔ اس پر علماء نے اپنے اپنے دور میں عمدہ

کلام کیا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ چودھویں صدی ہجری کا آخری دور جا رہا ہے یعنی اس

وقت ۱۳۹۱ھ شروع ہے۔ مسئلہ فدک پر ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب

بخاری مرحوم و مغفور نے ایک کتاب تحقیق فدک کے نام سے ۱۳۴۳ھ میں تحریر فرمائی تھی جو ان بحث کے متبادل پہلوؤں پر مشتمل لاجواب کتاب ہے۔ عوام و خواص کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہم نے بھی تحقیق فدک کے فوائد سے اطلاع کیا ہے جن مسائل کی حضرت شاہ سائب نور اللہ مرقدہ نے بنیاد قائم کی تھی ان کی تکمیل کرنے میں ہم نے اپنے مقصد کے موافق سعی کی ہے۔ مالک کریم منظور فرماتے تو اس کی نوازش ہوگی۔

(۲) دوسری یہ چیز مفید معلوم ہوتی ہے کہ اس جواب کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک تو عوام کے لیے یہاں متن میں ہی درج کیا جاتے جس میں ان کے معیار لیاقت کے مطابق کلام لکھا جاتے اور اہل علم حضرات کے لیے یہاں حاشیہ میں ان کے مذاق کے موافق ذرا تشریح کے ساتھ ان کی تسلی کا سامان پیش کیا جائے۔ فلہذا اہل فہم و علم کے لیے یہاں ایک ضروری حاشیہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ امید ہے با ذوق اور تحقیق پسند حضرات ہماری معروضات کی قدر دانی فرمائیں گے اور اگر پیش کردہ علمی چیز میں کوئی خامی اور نقص ہو تو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔ ان معروضات کے بعد واضح ہو کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ فدک و خمس وغیرہ کے جواب میں ابو بکر صدیقؓ نے ان کے والد شریف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان پیش کیا کہ لا نورث ما ترکنا فهو صدقۃ یعنی ہم جماعت انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ترکہ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ (اور مسلمانوں پر وقت) ہوتا ہے۔ اوکما قال علیہ السلام۔

غور و فکر کی یہاں یہ چیز ہے کہ صدیق اکبرؓ کے اس جواب میں خاتون جنت کے لیے راضگی کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے؟

(۱)

اول تو حدیث نبویؐ سن کر ناراض ہو جانا نقل کے برخلاف ہے۔ قرآن مجید کی ذیل کی

لہ تو تحقیق فدک، کتاب انہذا ضمیر جات کے ساتھ اضافہ ہو کر دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی طبع ہو چکی ہے اور

پتہ ذیل سے دستیاب ہو سکتی ہے:

سرگودھا شہر، بشیر کالونی، مسجد ثانی انبیین۔ مولوی محمد قاسم شاہ صاحب حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب قبلہ مرحوم۔ (منہ)

آیات کا حکم ملاحظہ ہو:-

(۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ (پ)

(یعنی اللہ اور اس کا رسول جس بات کا فیصلہ فرمادیں تو مومن مرد و مومنہ عورت کے لیے اپنا اختیار باقی نہیں رہتا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا اور بھٹک گیا۔)

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجْعَلُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (پ)

یعنی تیرے رب کی قسم ہے وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان واقع ہو۔ پھر نہ پاویں اپنے جی میں کسی قسم کی تنگی تمہارے فیصلہ سے اور تسلیم کر لیں؟

(۲)

دوسرا عقل و اصول کے متضاد یہ چیز ہے کہ جو ارشاد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں اسے آپ کی اولاد شریف سن کر تسلیم نہ کرے اور چین بچیں ہونے لگے۔ اس کو عقل سلیم باور نہیں کر سکتی۔ بے غیرت یہ بات صرف علم کے بارے کی گئی ہے کہ اہل علم کے جب عقل و نقل کے اعتبار سے یہی صحیح ہے کہ حضور علیہ السلام کے فرمان کو تسلیم کرنا ہو ^{عہم کل کجوتی و ارشاد} ہر ایک کے لیے فرض منصبی ہے اور امت مسلمہ میں سے کوئی ایک فرد بھی اس مسئلہ سے مستثنیٰ نہیں ہے تو حضرت فاطمہؓ بھی انہی اصول کے ماتحت شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پابند ہیں اور اس پر کاربند ہیں۔ بنا بریں یقیناً یہ درست ہے جب ابو بکر الصدیقؓ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ میراث کے جواب میں مذکورہ بالا فرمان نبوی پیش کیا تو سیدہ فاطمہؓ

نے مسئلہ انہ کی صحیح پوزیشن معلوم کر لینے کے بعد خاموشی اختیار کر لی اور صدیق اکبرؓ کے پیش کردہ مسئلہ کو صحیح طور پر تسلیم کر لیا اور کسی قسم کی ناراضگی کی روش نہیں اختیار کی۔ اور اس چیز پر ہم انشاء اللہ شواہد قرآن پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اس سے قبل ان روایات کا مطلب اور حل بیان کر دینا لازمی ہے جن میں ابو بکر الصدیقؓ کا جواب سن کر فاطمہؓ کے غضبناک ہو جانے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام کی وہ پریشانی زائل ہو سکے جو ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ایک ظاہر بین آدمی کے لیے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے اولاً ہم ان روایات کا حل سامنے رکھتے ہیں، اس کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف عود کر کے یہ ثابت کریں گے کہ ان دونوں بزرگ ہستیوں (ابو بکر الصدیقؓ و سیدہ فاطمہؓ) کے درمیان کسی قسم کی ناراضگی اور رنجیدگی نہ تھی اور ان کے مابین تعلقات صحیح اور درست تھے۔ ان شاء اللہ الرحمن۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

حل روایات

محدثین کے ہاں ایک مسئلہ کسی روایت سے معلوم کرنا ہو تو اس کے متعلق طریقہ یہ ہے کہ اس نوع کی تمام روایات کو پیش نظر لانے کے بعد مسئلہ کو مستنبط کیا جاتا ہے۔ اس طرز کے اختیار کرنے سے اس مسئلہ کے جمیع جوانب و اطراف سامنے آجاتے ہیں اور اگر بالفرض رُواة کی طرف سے کوئی اس متن میں کمی و بیشی ہو گئی ہو یا راویوں کی تعبیر میں فرق پیدا ہو گیا ہو یا ناقصین روایت کی طرف سے الفاظ میں تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہو تو وہ آسانی سے دریافت ہو سکتا ہے۔

قدیم علماء میں حدیث سے مسئلہ کے اثبات کے لیے یہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے اہل علم اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں، عوام ناظرین کے لیے یہ چیز بطور تمہید بیان کر دی گئی ہے۔ اس تمہیدی امر کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ :-

(۱)

جن روایات میں ابو بکر الصدیق کا جواب سن لینے کے بعد فاطمہ کا غضبناک ہوجانا، ناراض ہوجانا، ابو بکر کو چھوڑ دینا، کلام نہ کرنا وغیرہ مذکور ہے ان روایات کو ہم نے اپنے مقدور کے موافق مستمن حدیث کی متداول کتب سے تلاش کیا ہے۔ قریباً سولہ عدد مقامات متون حدیث و تاریخ میں سے دستیاب ہوئے ہیں جہاں یہ مذکورہ مضمون مروی ہے۔ ان تمام مقامات مذکورہ میں ابن شہاب الزہری ہی اس روایت کا راوی ہے۔ کوئی ایک مقام بھی اس روایت کے متعلق اب تک ایسا نہیں مل سکا جہاں حضرت فاطمہ کی ناراضگی و ہجران کا ذکر پایا جائے اور وہ روایت ابن شہاب زہری کے بغیر کسی دوسرے راوی سے مروی ہو۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کے مطالبہ کی روایات جہاں جہاں محدثین نے اپنی پوری سند کے ساتھ ذکر کی ہیں ان جمیع مقامات پر نظر غائر کرنے سے یہ دریافت ہوا ہے کہ ابن شہاب زہری (محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری) کے بغیر کسی راوی نے بھی سیدہ فاطمہ کی غضبناکی، ہجران وغیرہ کا روایت ہذا میں ذکر نہیں کیا۔ فاطمہ الزہراء کی طرف سے مناقشانہ گفتگو صرف اس ایک (زہری) نے ہی نقل کی ہے اور کسی راوی نے بالکل نہیں نقل کی۔

(۲)

نیز ان سب روایات میں (جن میں ناراضگی کے کلمات وغیرہ کا ذکر ہے) تدبیر و تفکر کرنے سے یہ چیز بھی دستیاب ہوتی ہے کہ ابو بکر الصدیق نے جب مطالبہ ہذا کے جواب میں فرمان نبوی (لا نورث ما ترکنا صدقة) ذکر کیا اور کہا کہ انما یا کل آل محمد من هذا المال ای تو ابو بکر الصدیق کے جواب ہذا مکمل ہونے کے بعد اس روایت میں اس طرح درج ہے کہ قال فہجرته فاطمہ فلم تکلمہ حتی ماتت یعنی اس مرد

روایت کرنے والے نے کہا کہ (فاطمہؑ نے ابو بکر کو چھوڑ دیا اور کلام تک نہ کی حتیٰ کہ وفات پائی۔)

مطلب یہ ہے کہ لفظ قَالَ کے بعد یہ ناراضگی وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہ قَالَ کا مقولہ ہے، سابقہ روایت جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس کا یہ حصہ نہیں ہے بلکہ اس سے خارج ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قَالَ کا فاعل کون مرد نکرتا ہے؟ عورت کا قول تو نہیں ہے تاکہ کہا جاسکتا کہ اوپر واقعہ تھا حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے یہ کلام بھی ان کا قول ہوگا اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کا قول ہو تو عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے لفظ قَالَتْ (صیغہ واحد مؤنث غائب کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جانا چاہیے تھا، مگر اس طرح نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ لفظ قَالَ (جو صیغہ واحد مذکر غائب ہے) کا فاعل دوسرا مذکر شخص ہے وہ ابن شہاب الزہری ہے، اس لیے کہ (جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے) ان کلمات مناقشہ کو نقل کرنے والا اس کے بغیر اور کوئی شخص نہیں۔

(۳۱)

تیسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے اپنے مطالبہ کے جواب میں جب ابو بکر الصدیقؓ کا مذکورہ جواب تسلی بخش اور اطمینان دہ پایا تو اس مسئلہ کے متعلق خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اصل واقعہ اتنا ہی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد ۵ ص ۲۸۹ پر یہ چیز بڑے عمدہ الفاظ میں درج فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:-

”وقد روينا ان فاطمة رضي الله عنها احتجت اولاً بالقياس وبالعموم في الآية الكريمة فاجابها الصديق بالنص على الخصوص بالمنع في حق النبي وانها سلمت له ما قال وهذا المظنون بها رضي الله عنها“

(یعنی روایات بتلاتی ہیں کہ خاتونِ جنت نے پہلے پہلے اپنے قیاس اور آیت

وراثت کے عموم کے ساتھ استدلال پکڑا تھا۔ پھر ابو بکر الصدیقؓ نے جواب دیا کہ اس وراثت کے عمومی مسئلہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خارج ہیں اور ان کے لیے حکم مخصوص ہے۔ پس ابو بکر الصدیقؓ نے جو جواب دیا اس کو خاتونِ جنت نے تسلیم کر لیا۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق ہمارا یہی حسن ظن ہے۔“

والبدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۲۸۹، بیان روایتہ الجماعۃ لما رواہ الصدیقؓ

و موافقتہم علی ذالک

لیکن راوی (زہری) نے جو عروہ سے اور وہ عائشہؓ سے نقل ہے، اپنے زعم میں سیدہ فاطمہؓ کی خاموشی اختیار کرنے کو ناراضگی اور غضبناکی پر محمول کر کے یہ الفاظ ذکر کر دیئے۔ حالانکہ کسی چیز کے متعلق سکوت و خاموشی اختیار کر لینا ہمیشہ رنجیدگی کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا۔ خاموشی نیم رضا بھی ہو سکتی ہے (جیسا کہ عوام میں بطور مقولہ مشہور ہے)۔ اور اس بات کے متعلق اطمینان ہو جانے کی صورت میں بھی انسان سکوت اختیار کر لیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل علم کی اصطلاح میں اس کو ظنِ راوی (یعنی راوی کا گمان) کہا جاتا ہے۔ روایت ہذا میں راوی کا اپنا ظن و گمان ہے وہ راوی ابن شہاب زہری ہیں۔ (عاقہ اللہ تعالیٰ)

ان تمام مقدمات میں جہاں یہ الفاظ غضب، وجہت، ہجرت وغیرہ پائے گئے ہیں منقح راوی ہے پھر ان سولہ مواضع میں سب سے پہلے مقدمات میں قال کا لفظ روایت میں مذکور ہے اور باقی مقدمات میں زہری کے بعض شاگردوں نے قال کے لفظ کو ساقط کر دیا ہے۔ اور عموماً مشاہیر کے الفاظ قال کے بعد مذکور ہوتے جاتے ہیں (جہاں قال موجود ہوتا ہے)۔ اہل علم کے اطمینان کے لیے اس مقام کے حاشیہ میں ہم نے مقدمات مذکورہ کی نشان دہی کر دی ہے عوام کو اس کی حاجت نہ تھی اس لیے یہاں نہیں ذکر کیے۔

مختصر یہ ہے کہ سوال مذکور کا جواب اس طرح انتقام پذیر ہو ہے کہ ابو بکر الصدیقؓ کے جواب باصواب پر حضرت فاطمہؓ بالکل ناراض نہیں ہوتی ہیں (جیسا کہ مفصلاً عرض ہو چکا ہے)۔ بلکہ جواب مطمئن حاصل ہونے پر خاموشی اختیار کی۔ اس روایت میں جو ان کی رنجیدگی کا ذکر کہیں کہیں پایا جاتا ہے وہ سراسر راوی کا اپنا وہم اور خیال ہے جو روایت میں ملا دیا گیا ہے اور لوگوں کے لیے غلط فہمی کا موجب بن گیا۔

اب روایت اندھا ملاحظہ کرتے وقت آپ کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ باعث اشکال نہ ہوگا۔ بلکہ موجب اطمینان ہوگا۔ (بفضلہ تعالیٰ)

مسئلہ کی تکمیل

حضرت ابو بکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ میراث کے جواب میں جب حدیث (مخبر معاشرہ الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقہ) پیش کی تو حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ کا صحیح جواب پا کر خاموش ہو گئی تھیں۔ وہ لوگوں کو یہ دیکھ رہا تھا۔

اس مقام میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس چیز پر ہمارے پاس شواہد موجود ہیں اور قرآن پیش کیے جاسکتے ہیں کہ ہماری گزارش درست ہے۔ فلہذا اب مسند امام احمد سے ایک روایت ہم تحریر کرتے ہیں جو ہمارے معروضات کی تائید کرتی ہے۔

مسنداتِ فاطمہؓ میں امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذیل کی روایت تخریج کی ہے۔
 حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ أُمِّيَّةَ قَالَ دَخَلْتُ قَاطِمَةَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَوَّلُ أَهْلِهَا لِحُوقَابِهِ۔ (مسند احمد، ج ۶ ص ۲۸۳ - احادیثِ فاطمہؓ)

یعنی حضرت فاطمہؓ ابو بکر الصدیقؓ کے پاس تشریف لے گئیں اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ کے گھر والوں میں سے

سب سے پہلے میں آپ سے جا کر ملوں گی۔

روایت اہل مذاک و مناقج

— ان دونوں بزرگ ہستیوں کے درمیان عداوت اور مناقشت ہرگز نہیں۔
ورنہ ایک دوسرے کے پاس تشریف لے جانے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

— دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت فاطمہؑ نے ابو بکر الصدیقؓ کے ہاں جا کر عام گفتگو کی بلکہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جا کر سنائی ہے۔ نبی کریمؐ کی حدیث ایک دوسرے کو سنانا مستقل ثواب اور خیر و برکت کی چیز شمار ہوتی تھی۔ یہ معمولی بات چیت کے درجہ میں نہیں تھی۔ یہ مؤانست اور موافقت کی علامات میں سے ہے۔

— تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے ایک راز دار چیز فاطمہؑ کو بطور پیشینگوئی بیان کی ہوئی تھی۔ وہ راز انہوں نے صدیق اکبرؓ کو جا کر بتایا ہے جو خوشخبری کے درجہ میں تھا۔ دوست دوستوں کا راز سن کر مسرور اور خوش ہوا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت فاطمہؑ نے محبت کے انداز میں محبوب کی چیز محبوب کے محبوب کو جا کر سنائی۔ (فسحان اللہ علیٰ حسن سلوکہم)

— نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ فلم تنکلم حتی ماتت کا جملہ اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو راویوں کا محض اپنا خیال تشریف ہے اور صرف اپنا ظن مفید ہے اور بالکل اپنا گمان لطیف ہے اور واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ یہاں تو ان حضرات کی ملاقات برابر جاری ہے۔ گفتگو ہوتی ہے، آمد و رفت رہتی ہے۔ وہی مسائل آپس میں سنے سنائے جاتے ہیں۔ تاوفات نہ کلام کرنا کیسے صحیح ہوا؟ (اہل فکر غور کریں)

مطالعہ کی روایت کے متعلق ایک حاشیہ

عرض یہ ہے کہ بخاری شریف کی ایک روایت جس کا مفہوم یہ ہے (غضبیت فاطمة فہجرتہ فلم تتکلمہ حتی ماتت الخ) سے مخالفین صحابہ کرامؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی باہمی دائمی رنجیدگی و ناراضگی ثابت کرتے ہیں اور اولادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حق تلفی کی بنیاد اس پر قائم کرتے ہیں۔ اس روایت کی وجہ سے مخالف دستوں کی طرف سے ملک بھر میں اس قدر انتشار و خلفشار، افتراق و انشقاق پیدا کر دیا گیا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس لیے اس کے جواب میں کچھ تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

چند چیزیں یہاں اہل علم کے لیے ذکر کرنا مناسب ہیں۔ پسند خاطر مہوں تو قبول فرمائیں ورنہ ترک کر دیں۔

(۱)

(ظنِ راوی کا بیان)

— اولاً عرض ہے کہ اس روایت میں غضب و جد و ہجران و عدم تکلم وغیرہ اشیاء اصل روایت کا جزو نہیں بلکہ یہ ظنِ راوی سے۔ چنانچہ بعض علماء نے یہ توجیہ ذکر کر دی ہے۔ ایک توشیح العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر لامع الدراری علی جامع البخاری جلد ثانی میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

قوله غضبت فاطمة الخ هذا ظن من الراوی حیث استنبط

من عدم تکلمها ایاء انها غضبت علیہ الخ۔

(لامع الدراری علی جامع البخاری، جلد ثانی، ص ۵۰۰۔)

کتاب الجہاد۔ باب فرض الخمس۔ طبع سہارنپور، یوپی)

دوسرا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ امدادیہ، جلد چہارم
کتاب المناظرۃ میں اس روایت کی توجیہ اس طرح تحریر کی ہے کہ:-

« علماء محققین لم تکلموا بر معنی لم تکلم فی ہذا الامر محمول کردہ اند۔

ولو سلمنا کہ لم تکلم بر معنی مقبلا در محمول باشد تاہم چہ دلیل کہ اس سبب ان از ملائت
بود و اگر بروایت تصریح ہم بر آید ممکن کہ ظن راوی باشد الخ۔

(فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم، کتاب المناظرۃ

ص ۱۳۲۔ طبع قدیم محبتانی، دہلی)

اس کے بعد یہ مسئلہ پیش آئے گا کہ آیا ”صحیحین“ میں ظن راوی جاری ہو سکتا ہے؟

تو اس کے متعلق اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین ”بیشتر صحیح ہیں لیکن کہیں کہیں وہم راوی
پایا جاتا ہے۔

چنانچہ فیض الباری علی صحیح البخاری (از علامہ کبیر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری

رحمہ اللہ تعالیٰ، جلد چہارم، کتاب بدأ الخلق میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ:-

”وائی اعتماد بہ (بالتاریخ) اذا لم یخلص الصحیحان عن

الاوہام حتی صنفوا فیہا کتباً عدیدۃ فاین التاریخ الذی

یدون بافواہ الناس وظنون المورخین لا سند لها ولا

مدد۔ الخ“

(فیض الباری حاشیہ بخاری، ج ۴ ص ۷۷، جلد رابع،

باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حاصل یہ ہے کہ صحیح روایت میں جب وہم راوی کی گنجائش ہے اور خاص اس روایت

میں علماء کبار ظنِ راوی کا قول بھی کر رہے ہیں تو آسانی سے جواب مترتب ہو گیا کہ کشیدگی پر لاکھ کرنے والے یہ الفاظ سب کے سب وہمِ راوی ہیں اور اصل روایت سے خارج ہیں۔
 — بعد ازاں یہ صاف کرنے کا معاملہ ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں؟ جن کا یہ ظن اور گمان ہے۔

ہماری جستجو اور تلاش کے موافق اس سند کے رواۃ میں سے ابن شہاب زہری ہیں یہ سب الفاظ ان کے گمان کی پیداوار ہیں۔

اس چیز پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں (غضب و عدم تکلم وغیرہ) صرف ابن شہاب زہری کی مرویات میں ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ مطالبہ (فدک و خمس و توریت) کی روایت جہاں بھی ابن شہاب زہری کے ماسوا کسی سند سے پائی گئی ہے تو وہاں مذکورہ الفاظ بالکل نادر ہیں۔ ہم نے اپنی ناقص تلاش کے موافق مسئلہ ہذا کو اسی طرح پایا ہے۔ آپ حضرات بھی تحقیق فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ چیز درست ثابت ہوگی۔

(۲)

(اوراجِ راوی کا بیان)

— سوال مذکور کے جواب میں ”وہمِ راوی“ کے بجائے اس طرح بھی آپ تعبیر کر سکتے ہیں کہ (مطالبہ والی) ”روایت مدرج“ ہے اور راوی کی طرف سے روایت ہذا میں اوراج پایا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس روایت کے بعض مواضع میں ”قَالَ“ کا لفظ پایا جاتا ہے اور ”قَالَ“ کے بعد (هجرتہ فلم تکلمہ حتی ماتت) وغیرہ الفاظ مذکور ہیں۔ یہ کلمات ”قَالَ“ کا مقولہ ہیں یعنی عائشہ صدیقہؓ کی اصل روایت سے یہ الفاظ خارج ہیں۔ اور راوی کی جانب سے روایت میں بطور اوراج مذکور ہوتے ہیں۔

پھر یہ چیز قابلِ توجہ ہوگی کہ کن کن مواقع میں لفظ ”قَالَ“ پایا جاتا ہے؟ جس کو اپنے

ادراج فی الروایۃ کا قرینہ قرار دیا ہے اور کن محدثین و مؤرخین نے اس روایت کو تخریج کیا ہے؟

تو اس کے متعلق (مطالبہ کی روایات کا) ہم ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں جو ہم کو اس بحث کے مطالعہ کے تحت حاصل ہوا ہے۔ اس کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو ایک گونہ رہنمائی حاصل ہو سکے گی۔ مزید برآں آپ تنقح و تعمق فرما کر مسئلہ ہذا کو پایہ تحقیق تک پہنچا سکتے ہیں۔
(اعاننا اللہ تعالیٰ وایاکم)

تعداد روایات کا اجمالی نقشہ

سیدہ فاطمہ کی طرف سے سیدنا ابوبکر الصدیقؓ سے مطالبہ کی روایت احادیث روایات و تاریخ کی مندرجہ ذیل باسند کتب سے قریباً چھتیس^۳ مواضع سے دریافت ہوئی ہے۔

سنی کتب . اسما و کتب

- | | |
|--|--|
| (۱) المصنف لعبدالرزاق میں (یک عدد) | (۲) بخاری شریف میں (۵ عدد) |
| (۳) مسلم شریف میں (۲ عدد) | (۴) مسند امام احمد میں (۵ عدد) |
| (۵) طبقات ابن سعد میں (۲ عدد) | (۶) مسند ابی عوانہ اسفرائینی میں (۳ عدد) |
| (۷) ترمذی شریف میں (۲ عدد) | (۸) ابوداؤد شریف میں (۴ عدد) |
| (۹) نسائی شریف میں (یک عدد) | (۱۰) المنتقی لابن جارود میں (یک عدد) |
| (۱۱) شرح معانی الآثار طحاوی میں (یک عدد) | (۱۲) مشکل الآثار طحاوی میں (یک عدد) |
| (۱۳) السنن الکبریٰ للبیہقی میں (۶ عدد) | (۱۴) تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری (یک عدد) |
| (۱۵) فتوح البلدان بلاذری میں (یک عدد) | |

ان مقامات میں مذکورہ روایت بعض جگہ مفصل ہے اور بعض مواضع میں مجمل ہے

اور تفحص و تفکر سے واضح ہوا ہے کہ مندرجہ چھتیس^۳ مواضع میں قریباً گیارہ عدد مطالبہ ہذا کی

وہ روایات ہیں جن کی سند میں ابن شہاب زہری نہیں ہے، اور دیگر صحابہ کرام مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ - ابوالطفیل عامر بن واثلہ ام بانی وغیر ہم سے مروی ہیں۔ یعنی حضرت عائشہؓ سے منقول نہیں۔ یہاں کسی ایک مقام میں بھی رنجیدگی و کشیدگی کا نام و نشان نہیں۔

ان کے ماسوا پچیس مقامات (جن کی سند میں زہری موجود ہے) دو طرح پائے گئے ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ سند میں زہری موجود ہونے کے باوجود مناقشہ نما الفاظ بالکل منقود ہیں اور کشیدگی سیدہ کا کوئی تذکرہ نہیں۔ ایسے مواضع قریباً نو عدد ہیں۔

دوسری شکل یہ ہے کہ اس روایت میں وجد و عدم تکلم وغیر سہا یہ چیزیں منقول ہیں۔ ان مقامات کی ہر سند میں زہری موجود ہے (زہری سے کوئی ایک سند بھی خالی نہیں) قریباً یہ سولہ مواضع ہیں۔

لفظ "قال" کی دریافت

مذکورہ سولہ مقامات میں (جہاں مناقشہ نما کلمات پائے جاتے ہیں) تدبر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ مندرجہ ذیل مواضع میں قال کے بعد مذکور ہونے ہیں۔ یعنی قال کا مقولہ ہیں قائل کا مقولہ نہیں۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی کلام سے خارج ہیں۔ اس قال کا قائل زہری کا کوئی شاگرد ہے، معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی۔ اور قال کا فاعل خود ابن شہاب زہری ہے اور کشیدگی کے مذکورہ کلمات اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو اصل روایت میں آمیخت کر دیئے گئے ہیں۔

قال کے مواقع

ہمارے محترم حضرات کو انتظار ہوگی کہ مطالبہ کی روایت میں قال کن مواضع میں دستیاب ہوا ہے؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک ناقص مستحج کے موافق مندرجہ ذیل مقامات میں قال کا لفظ روایت میں پایا گیا ہے۔

(۱)

حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ کے المصنف "جلد خامس میں
روایت ہذا منقول ہے:

۹۴۴۲ - اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهري عن عروة

عن عائشة ان فاطمة و العباس اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من

رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما حينئذ يطلبان ارضه

من فدىك وسهمه من خيبر فقال لهما ابوبكر سمعت رسول

الله صلى الله عليه وسلم يقول لا نورث ما تركنا صدقة انما ياكل

ال محمد صلى الله عليه وسلم من هذا المال واني والله لا ادع امرأ

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع الا صنعته قال

فجرت فاطمه فلم تكلم في ذلك حتى ماتت فدفنها علي ليلاً

ولم يؤذن بها ابابكر الخ

المصنف لعبد الرزاق ص ۴۴۲-۴۴۳، جلد خامس تحت

عنوان خصومة علي و العباس مطبوعه مجلس علمی کراچی و ڈابھیل

طبع بیروت

(۲)

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے بخاری جلد ثانی کتاب الفرائض میں روایت ہذا ذکر کی ہے:

حدثني عبد الله بن محمد قال حدثنا هشام (بن يوسف اليماني)

قال اخبرنا معمر عن الزهري عن عروة عن عائشة ان فاطمة و

العباس اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله

عليه وسلم وهما يومئذ يطلبان ارضيهما من فدىك وسهمه

من خبير فقال لهما ابوبكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يقول لا نورث ما تركنا صدقة انما يأكل آل محمد من هذا المال
قال ابوبكر والله لا ادع امرأ من أيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
يصنع فيه الا صنعة^ه قال فهجرت فاطمة فلم تكلمه حتى
ماتت

السمع للتجارى المجلد الثانى، كتاب الفرائض، باب

قول النبى صلى الله عليه وسلم لا نورث ما تركنا صدقة

ص ۹۹۶ - طبع مجتبائى - نور محمدى دہلی

(۳)

مسند ابى عوانه جلد رابع میں منقول ہے :

..... حدثنا الدبرى عن عبد الرزاق عن معمر عن الزهرى
عن عروة عن عائشة (رضى الله تعالى عنها) ان فاطمة والعباس
اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه
وسلم وهما حينئذ يطلبان امرئنه من فدىك وسهمنه من خبير
فقال لهما ابوبكر انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا نورث ما تركنا صدقة انما يأكل آل محمد (صلى الله عليه وسلم)
من هذا المال وانى والله لا ادع امرأ من أيت رسول الله صلى الله
عليه وسلم يصنع الا صنعة^ه قال فهجرت فاطمة فلم تكلمه
فى ذلك حتى ماتت فدفنها على ليلا ولم يؤذن ابابكر الخ

مسند ابى عوانه، جلد رابع ص ۱۲۵-۱۲۶ - باب اخبار العاترة

على الاباخرة ان يعمل فى اموال من لم يوجبت عليه الخيل - طبع

دايرة المعارف حيدرآباد دکن

(۴)

علامہ ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی نے اپنی تصنیف مشہور السنن الکبریٰ جلد سادس میں
اس روایت کو درج کیا ہے:

اخبرنا ابو محمد عبد الله بن يحيى بن عبد الجبار ببغداد انا اسماعيل
بن محمد الصفار ثنا احمد بن منصور ثنا عبد الرزاق انا معمر عن
الزهري عن عروة عن عائشة ان فاطمة والعباس اتيا ابابكر
يلتمسان ميراثهما من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهما
حينئذ يطلبان امرضه من فدىك وسهيمه من خيبر فقال لهما
ابوبكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا نورث
ما تركنا صدقة انما ياكل ال محمد من هذا المال والله اتى لادع
امراً رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصنع بعد الاصنعة
قال فغضبت فاطمة رضى الله عنها فهجرته فلم تكلمه حتى ماتت
فدفنها على ليلاً ولم يؤذن بها ابابكر الخ

(السنن الكبرى البیهقی جلد سادس، ص ۳۰۰ -

کتاب قسم الفی والغنیمہ الخ)

(۵)

مسلم شریف میں مذکور ہے:

... عن ابن الشهاب (الزهري) عن عروة عن عائشة ...

... ومطالبتہ کی تمام سابقہ روایات کی طرح درج ہے اگرچہ

روایت کی جانب سے تصرف و تغیر پایا گیا ہے تاہم اس میں عبارت ہذا موجود

ہے) ... قال فهجرته فلم تكلمه حتى توفيت الخ

مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۹۱-۹۲۔ باب حکم الفی و طبع نور محمدی دہلی

(۶)

تاریخ الامم والملوک لابن جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۲۰ھ میں ہے:
 حدثنا ابو صالح الضراری قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن
 الزهري عن عروة عن عائشة ان فاطمة والعباس ابنا ابابکر یطلبان
 میراثهما من رسول الله صلی الله علیه وسلم وهما حينئذ
 یطلبان ارضه من فذک وسهمه من خیر فقال لهما ابوبکر
 اما انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا نورث
 ما ترکنا صدقة انما یاکل آل محمد من فی هذا المال وانی والله لا ادع
 امرأ رأیت رسول الله (صلی الله علیه وسلم) یصنع الا صنعته
 قال فهجرته فاطمة فلم تکلمه فی ذالک حتی ماتت فدفنها
 علی لیل اولح یؤذن بها ابابکر الخ

تاریخ ابن جریر طبری، ص ۲۰۱، ۲۰۲، جلد ثالث،

تحت حدیث السقیفه والنسبة الحادی عشرة)

حافظ عماد الدین ابن کثیر نے البدایہ جلد خامس ص ۲۸۵ و ۲۸۶ باب بیان انہ علیہ السلام قال
 لا نورث میں یہ روایت بخاری سے نقل کی ہے وہاں روایت میں اسی طرح لفظ درج ہیں کہ ...
 قال فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت یعنی کشتیدگی کے الفاظ بعد از قال رأیت
 میں مندرج پاتے گئے ہیں۔ اور سند انہ میں زہری موجود ہے۔

(۷) سابقہ حوالہ جات قال کے متعلق اہل سنت کی کتابوں میں سے نقل کیے ہیں۔ اب یہ
 ایک حوالہ شعبی کتب سے بھی بطور تائید مسئلہ یا بطور الزام تحریر کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں:
 ابن ابی الحدید **مجتہد** معتزلی ان کے مشہور عالم ہیں اور نہج البلاغہ کے قدیمی شارح ہیں۔ انہوں نے

اپنی شرح ہذا میں فدک کے لیے ایک طویل بحث کی ہے، تین فصلیں قائم کی ہیں۔ الفصل الاول میں ابو بکر الجوهری سے مکمل سند کے ساتھ مطالبہ فدک کی روایت ذکر کی ہے وہاں لفظ قال روایت میں موجود ہے اور بعد از قال الفاظ وہی منقول پائے گئے ہیں جو سابقہ حوالہ جات میں درج ہیں۔ تمام روایت ملاحظہ ہو:

قال ابو بکر (الجوهري) اخبرنا ابو زيد قال حدثنا اسحاق بن ادريس
قال حدثنا محمد بن احمد عن محمد بن الزهري عن عروة عن عائشة
ان فاطمة والعباس اتيا ابا بكر ليتمسان ميراثهما من رسول الله
صلى الله عليه واله وهما حينئذ يطلبان ارضه بفدك وسهمه بخير
فقال لهما ابو بكر اني سمعت رسول الله صلى الله عليه واله يقول
لانورث ما تركنا صدقة انما ياكل آل محمد صلى الله عليه واله من
هذا المال والى والله لا اغتروا مرا رأيت رسول الله صلى الله عليه
واله يصنع الا صنعه قال فهجراته فاطمة فلم تكلمه حتى مات

(شرح پنج البلاغ لابن ابی الحدید شیبی مقتصری جلد رابع ص ۱۱۲ بحث فی ذکر

ماجرى على فدك بعد رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الخ طبع بيروت شام در چہار جلد کلاں)

اگر بعض لوگ یہ خیال کریں کہ یہ سنیوں کی روایت ہے (جو ابھی ابو بکر جوهری کی سند سے نقل ہوئی ہے) اور جوہری ہذا سنی ہے اس سے ان پر الزام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟
تو اس کا مختصر و معقول جواب یہ ہے کہ

ابو بکر الجوهری کا مقام

(۱) کتاب شرح پنج البلاغ حدیدی ابو بکر جوهری کی روایات سے مملو ہے۔ اول، اوسط،
آخر کتاب میں سب جگہ ابن ابی الحدید نے اس کی روایات اپنی تائید میں مدقن کی ہیں اور حدیدی کے
جس مقام سے ہم نے روایت مندرجہ نقل کی ہے وہاں حدیدی نے بحث فدک کے لیے تین فصل

قائم کیے ہیں وہاں بحث ابتدا کی تصریح کر دی ہے کہ وجميع ما نوردك في هذا الفصل
من كتاب ابى بكر احمد بن عبد العزيز الجوهرى فى السقيفة وفدك وما وقع من
الاختلاف والاضطراب عقب وفاة النبى صلى الله عليه وسلم

(۲) دوسری یہ عرض ہے کہ جوہری بزرگ نے ایک مستقل کتاب بنام کتاب السقيفة ^{تسني} لکھی ہے۔ یہ چیز اس کے تشنیع کی قوی علامت ہے۔ اہل سنت کو اس واقعہ کے لیے (یعنی سقيفة کے لیے) الگ کتاب مرتب کرنے کی حاجت نہیں ہے جس طرح خم غدیر کے واقعہ کے لیے یہ لوگ بڑی بڑی تصانیف مرتب کرتے ہیں، اہل سنت کو اس میں الگ الگ کتاب مرتب کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔ ^{یاں معاویہ کی تصریحیں لکھو} ^{یزید کے بارے لکھو}
(۳) تیسری یہ چیز ہے کہ ابو بکر جوہری ان کی معتبر کتاب "فروع کافی" جلد اول کتاب الصلوة باب التَّجْوِدِ وَالْتَبِيحِ ص ۱۹۱ طبع نول کشور بکھنؤ میں سند میں موجود ہے۔ اور اصول اربعہ کے لیے معتبر راوی ہے۔ اسی طرح اصول اربعہ کی کتاب "تہذیب الاحکام" باب کیفیت الصلوة ج ۱، ص ۱۴۲ طبع ایرانی قدیمی طبع تختی کلاں کی سند میں موجود ہے فقہ راوی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ان کی اصول اربعہ میں یہ بہت جگہ راوی ہے۔

(۴) چوتھی یہ گزارش ہے کہ شیعہ تراجم کی معتبر کتابوں میں اس کا ذکرہ دریافت کیا گیا ہے وہاں اس کی توثیق موجود ہے اس پر کچھ رد نہیں کیا گیا۔ اگر یہ شخص قابل رد ہوتا تو اس کے ترجمہ میں اس کو رد کر دیتے ہیں اور اس کی تنقیص واضح کر دیتے کسی جرح کا نہ پایا جانا ہی اس کے عند الشیعہ مقبول ہونے کی بین دلیل ہے۔ عبارات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) — "جامع الرواة" محمد بن علی الاربدی، ج ۱ ص ۵۲ میں درج ہے:

احمد بن عبد العزيز (ق۔ ست) الجوهرى له كتاب السقيفة الكوفى الخ

(۲) — "روضات الجنات" خوانساری الموسوی (میرزا محمد باقر) ص ۱۱۱ پر درج ہے کہ

منہم الشيخ المتقدم البارع احمد بن عبد العزيز الجوهرى صاحب كتاب السقيفة

الذی یعتمد علی النقل عنہ ابن ابی الحدید وغیرہ“

(۳) — ”مجمع الرجال“ (مولیٰ عنایت اللہ علی القبیاٹی) ج ۱ ص ۱۲۳ پر درج

ہے (ست) احمد بن عبد العزیز الجوسری لہ کتاب السقیفہ“

نوٹ۔ لفظ (ست) سے مراد ”فہرست“ شیخ ابی جعفر طوسی ”شیخ الطائفہ“ ہے یعنی

اس میں یہ جوہری بزرگ مندرج و مذکور ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جوہری صاحب دو سنتوں کے فرقی کے

یگانہ فرد ہیں اور ان کے مذہب کے خاص آدمی ہیں لہذا ان کی روایات و مرویات اہل سنت

کی روایات نہیں ہو سکتیں۔ ان گذارشات کے بعد اصل مسئلہ کی طرف عود کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے

بہر کیف روایت ہذا میں لفظ قال کے ساتھ راوی کا ادراج اس مقام میں مسلم و متیقن ہے۔

قریباً چھ مقامات و مواضع میں لفظ قال کا پایا جانا کوئی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ واقع میں یہ

اضافہ فی الروایت ہے۔ اُمید ہے کہ حق پسند طبائع اور حمایت حق کرنے والے علماء اس کو

شرف قبولیت بخشیں گے۔

بعد ازاں یہ چیز مزید قابل وضاحت باقی ہے آیا قال کے ساتھ جو ادراج فی الروایت

کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے یہ فاضل زہری سے صادر ہوا ہے؟ یا کہ قال کا فاعل کوئی دوسرا

راوی ہے؟

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارا اُنچتہ خیال ہے کہ یہ ادراج زہری کی ہی طرف سے

ہے۔ اس چیز کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس قرائن و شواہد موجود ہیں۔ بلا دلیل اور سلیبہ زوری

سے یہ مسئلہ نہیں طے کیا گیا۔ آئندہ سطور میں ہم اس چیز کے متعلقات پیش کرتے ہیں۔ منظر

غائر ملاحظہ فرما کر حق بات کی حمایت فرمادیں۔

محدث زہری کے متعلقہ کوائف

ان کا پورا نام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب الزہری (المتوفی ۱۲۴ھ) ہے۔

پہلی یہ گزارش ہے کہ ہمارے تراجم و رجال کی کتابوں میں ان کی بڑی توثیق موجود ہے۔ بڑے پارے کے
محدث اور فاضل ہیں جو چیزیں ہم آئندہ سطور میں درج کر رہے ہیں ان کی اتنی حیثیت ہی آپ تصور
کر لیں کہ ان کی تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے جو ہم نے مختلف مواضع سے فراہم کر کے پیش کر
دیا ہے۔

— ایک چیز تو اس مقام میں وہی ہے جو سابقاً ہم نے ذکر کر دی ہے یعنی مطالبہ
فدک و خمس خیر وغیرہ کی روایات میں جہاں کہیں کشیدگی و رنجیدگی کے الفاظ (مثلاً غضبناک ہونا
بحران عدم تکلم - عدم اطلاع وفاتِ فاطمہ وغیرہ وغیرہ) دستیاب ہوئے ہیں وہاں سند میں ابن
شہاب زہری ضرور موجود ہے۔ زہری سے خالی سندنا حال نہیں ملی۔ یہ امر اس بات کا مستقل قرینہ
ہے کہ قال کا فاعل ان مقاماتِ مذکورہ میں ہی ابن شہاب زہری ہے دوسرا شخص نہیں ہے۔
نیز ابن شہاب زہری کے متعلق بعض کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ یہ صاحب بعض
اوقات روایات کی وساحت کے لیے از خود تفسیر کر دیتے تھے پھر اس مفسرانہ کلام کے تفسیری
حروف و اداءہ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کر دیتے تھے۔ اس طریقہ سے روایت کے اصل الفاظ
اور تفسیری الفاظ میں فرق نہیں ہو سکتا تھا بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہو جاتا تھا۔
زہری کے اس طریقہ کار کو علامہ سخاوی نے اپنی کتاب فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث العراقی
بحث مدرج میں ذکر کیا ہے اور حاقط ابن حجر نے اپنی تصنیف "النکت" میں لکھا ہے، فرماتے
ہیں کہ:

« کذا کان الزہری یفسر الاحادیث کثیراً و ربما اسقط اداة
التفسیر فان بعض اقوانہ دائماً یقول لہ افضل کلامک من
کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی غیر ذلک من الحکایات »

(۱) النکت علی کتاب ابن صلاح و الفیۃ العراقی لابن حجر عسقلانی تحت

النوع العشرون (المدرج) قلمی در کتب خانہ پیر حنبذا (سندھ)

(۲) فتح المغیث سخاوی، ص ۱۰۳، بحث مدراج مطبوعہ انوار محمدی کھنڈو طبع قدیم۔

اب اس چیز کی مزید وضاحت کے لیے (ابن شہاب) کے متعلق چند ایک حوالہ جات ناظرین کرام کی خدمت میں ہم پیش کرتے ہیں کہ جن سے بعض روایات میں ان کا طریق کار مزید روشن ہو جائے گا اور بعض اقران جو زہری کو بطور نصیحت افہام و تفہیم کر رہے ہیں وہ بھی متعین ہو سکیں گے۔

ایک تو امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر جلد ثانی، قسم اول ص ۲۶۲ - تذکرہ ربیعہ بن ابی عبد الرحمن (ربیعۃ الراۃ) میں امام مالک کے حوالہ سے زہری کے حق میں ربیعہ ہذا کا قول ذکر کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

..... قال عبد العزيز بن عبد الله حدثنا مالك كان ربیعة یقول

لابن شهاب ان حالتي ليس تشبه حالنا اقول برأی من شاء اخذها

وانت عن النبي صلى الله عليه وسلم فتحفظ الخ

(تاریخ کبیر، ج ۲، ق ۱، ص ۲۶۲)

دوسرا خطیب بغدادی نے اپنی کتاب "الفقیہ والمتفقہ" باب ذکر اخلاق الفقیہ وادبہ و ما یلزمہ استعمالہ مع تلامیذہ واصحابہ میں دو روایتیں اپنی مکمل سند کے ساتھ درج کی ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد زہری کا طریق کار بعض روایات میں، آپ پر پوری طرح منکشف ہو جائے یہاں ان کے ہم عصر ربیعہ مذکور اور زہری صاحب ان دونوں کی باہمی گفتگو ہو رہی ہے۔

(۱) اخبرنا عثمان بن محمد بن یوسف العلاف ابنا محمد بن عبد الله

الشافعی حدثنا ابواسماعیل الترمذی حدثنی ابن بکیر حدثنا

اللیث قال قال ربیعة لابن شهاب یا ابابکر اذا حدثت الناس

برأیک فاخبرهم بانته رأیک واذا حدثت الناس بشئی فمن السنة

فاخبرهم انه سنة لا يظنون انه رايبك

ع أخبرنا محمد بن الحسن بن الفضل القطان أخبرنا عبد الله بن جعفر بن درستويه حدثنا يعقوب بن سفيان ثنا محمد بن ابى زكريا ابنا ابن وهب قال حدثني مالك قال قال ربيعة لابن شهاب اذا اخبرت الناس بشئ من رايبك فاخبرهم انه رايبك

د کتاب الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی۔ باب ذکر

انلاق الفقیہ وادب الخوص ۱۴۸۔ طبع مکہ شریف

تیسرا حافظ شمس الدین الذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر والاعلام میں عبارت ذیل ربیعہ مذکور کی کلام ذکر کی ہے جو علامہ زہری کے ساتھ ہوئی۔

... قال الاویسی قال مالک کان ربيعة يقول للزهري ان حالى

ليست تشبه حالك قال وكيف قال انا اقول برأى من شاعر

اخذاه ومن شاعر ترك وانت تحدث عن النبي صلى الله عليه

وسلم فيحفظ

(تاریخ اسلام ذہبی جلد خامس، ص ۲۴۸ تذکرہ ربیعہ الرأی طبع مصر)

حاصل یہ ہے کہ فاضل سخاوی کی عبارت میں بعض اقراں جو مذکور ہے اس سے مراد ربیعہ الرأی ہے۔ ربیعہ علامہ زہری کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب لوگوں کو آپ روایت بیان کریں تو اپنی رلٹے اور روایت میں فرق قائم رکھا کریں تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے میں اور روایت میں مفارقت معلوم ہو سکے، دونوں میں تخلیط نہ رہے۔

ناظرین باتمکین پر عیاں ہو گیا کہ ابن شہاب زہری اپنی مروایات میں اختلاط و تخلیط فرمایا کرتے تھے اس وجہ سے ان کے ہم عصر حضرات کو اس گفتگو اور اس مکالمہ کی ضرورت پیش آئی۔

— نیز اہل علم کے اطمینان کے لیے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ علامہ ابن شہاب نے ہری کے ادراجات فی الروایات بے شمار پائے جاتے ہیں بہت سے اکابر علماء مثلاً دارقطنی، طحاوی، ابن عبدالبر، بیہقی، ابوبکر الحازمی، امام نووی، جمال الدین الزلیعی، ابن کثیر، ابن حجر، عسقلانی، جلال الدین سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہم نے زہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے اور ان کی عبارات کو ہم نے جمع کیا ہے۔

اندریں حالات اگر مطالبہ فدک کی مذکورہ (معمودہ) روایت میں مناقضانہ الفاظ کا اضافہ (جو قال کے بعد مذکور ہے) ابن شہاب زہری کی طرف سے ”درج“ تسلیم کر لیا جاتے اور زہری کا ظن ”قرار دیا جائے تو اس چیز میں کوئی امر مانع نہ ہوگا اور قیاس کے موافق و واقع کے مطابق ہوگا۔

حضرت الاستاذ مولانا سید احمد شاہ صاحب (اجنالی و چوکیروی) مرحوم و مغفور نے اپنی کتاب ”تحقیق فدک“ میں اس مسئلہ کی ابتدا فرمائی تھی۔ ہم نے اپنی حقیر تلاش کی رو سے اس کے مزید مواقع و مواضع فراہم کر کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کیے ہیں جن کی حمایت کرنے والے علماء عظام اُمید ہے اس کی تائید فرمائیں گے اور اگر کوئی خامی نظر آئے گی تو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔

ماحصل بحث یہ ہے کہ جن کلمات پر اعتراضات کی بنیاد قائم کی جاتی ہے وہ اصل روایت میں نہیں بلکہ رواۃ کی جانب سے درج شدہ الفاظ ہیں۔

(منہ)

سوال مذکور کا الزامی جواب

اس سوال کا اصل جواب تو عرض کر دیا ہے الحجج الزامیۃ شائعۃ فی الکتب کے تحت اب الزامی جواب پیش خدمت ہے۔ جس طرح اس روایت میں فاطمہؑ کا صدیق اکبرؑ پر ناراض ہونا اور رنجیدہ خاطر ہونا مذکور ہے بعینہ اسی طرح حضرت فاطمہؑ کا علی المرتضیٰؑ کے ساتھ متعدد بار ناراض ہونا اور رنجیدہ دل ہونا شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں درج ہے (ماہو جو ابکہ فہو جو ابنا) یعنی ان واقعات کے متعلق جو جواب آپ پیش کریں گے ہم بھی اس روایت کا وہی جواب عرض کریں گے۔

اب سیدہ فاطمہؑ کی رنجیدگی و کشیدگی جو حضرت علیؑ کے ساتھ پیش آتی رہی ہے اس کے واقعات ملاحظہ ہوں۔

پہلا واقعہ

شیعہ کے مشہور و معروف عالم شیخ صدوق اپنی تصنیف علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ:-
 ”ایک بار کا ذکر ہے کہ ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں اور علی المرتضیٰؑ کے بھائی جعفر بن ابی طالبؑ ہجرت حبشہ سے واپس ہوئے تو اس وقت جعفر نے علی المرتضیٰؑ کو ایک خادمہ (لوٹدی) بدیہ کے طور پر دے دی (یہ خادمہ حضرت جعفر کو بھی بطور بدیہ ملی تھی اور اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی)۔
 یہ خادمہ حضرت علیؑ کی اسی گھر میں خدمت کرتی تھی جس میں فاطمہ الزہراءؑ بھی رہتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت علیؑ کو اس خادمہ کے ساتھ بے تکلفی کی حالت میں (سر کو گود میں رکھے ہوئے دیکھ لیا) اسی وقت (غیرت کی وجہ سے) علی المرتضیٰؑ سے رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں ”یہ کام آپ نے کیا ہے مجھے

اجازت دے دو میں اپنے والد شریف کے گھر جاتی ہوں، حضرت علیؑ نے کہا کہ آپ جاسکتی ہیں۔ فاطمہؑ اپنی چادر لے کر اور برقعہ اوڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے لگیں۔ ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جبریلؑ نازل ہوتے کہ علی المرتضیٰؑ کے خلاف فاطمہؑ شکوہ و شکایت و ناراضگی لے کر آرہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ علیؑ کے حق میں جو شکوہ شکایت، ناراضگی وغیرہ یہ ظاہر کریں اس کو قبول نہ کرنا الخ (یہ بڑی طویل روایت ہے) مختصر یہ کہ حضرت فاطمہؑ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بفرمان خداوندی علی المرتضیٰؑ کے گھر واپس کر دیا اور حضرت علیؑ نے فاطمہؑ کی پاس خاطر کے لیے اس خادمہ مذکورہ کو آزاد کر دیا اور ساتھ ہی چار صد درہم اہل مدینہ پر صدقہ کیا۔ اس طرح یہ تمام معاملہ سلجھایا گیا۔

(۱) علل الشرائع باب نمبر ۱۳ ص ۱۶۳-۱۶۴ طبع جدید نجف اشرف۔ عراق

(۲) بحار الانوار ج ۱۰۰ ص ۲۳-۲۴۔ باب کیفیت معاشرۃ تابع علیؑ

رنجیدگی کا دوسرا واقعہ

بحار الانوار ج ۱۰۰ ص ۲۳-۲۴ طبع جدید نجف اشرف۔ عراق
 روز صبح کی نماز ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی چہرہ مبارک غمناک تھا (بعد از نماز) فاطمہؑ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے ہم ساتھ تھے۔ فاطمہؑ الزہراء کے دروازہ پر پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ علی المرتضیٰؑ دروازہ کے سامنے زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو کر علی المرتضیٰؑ کی پشت سے اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرما رہے تھے: ”تم یا ابائتراب (اے ابو تراب کھڑے ہو جاتیے)۔ پھر یہ دونوں حضرات فاطمہؑ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر ہم لوگ دروازہ پر کھڑے رہے۔ کچھ دیر کے بعد حضور نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش چہرہ کے ساتھ منزلِ فاطمہ سے باہر تشریف لے آئے۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب غمناک حالت میں داخلِ خانہ ہوئے تھے۔ اب مسرت و خوشنودی کے آثار

نمایاں ہیں۔ فرمایا کہ کَیْفَ لَا أَفْرَحُ وَقَدْ أَصْلَحَتْ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَحَبَّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَى أَهْلِ السَّمَاءِ یعنی میں کس طرح نہ خوش ہوں حالانکہ میں نے ایسی دوستیوں کے درمیان صلح و مصالحت کرادی ہے جو آسمان والوں کے ہاں زمین والوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔

(بخارالانوار، مآثر مجلسی جلد ۸، ص ۲۳-۲۴)

(نوٹ) یہ ظاہرات ہے کہ پہلے ان دونوں کے درمیان ناراضگی و رنجیدگی تھی تب ہی تو مصالحت کرا کے آپ خوش ہو رہے ہیں۔

ناراضگی کا تیسرا واقعہ

حضرت فاطمہؑ جب ابوبکر الصدیقؓ کے ہاں سے فدک نہ ملنے کی بنا پر واپس ہوئی ہیں تو اس وقت سخت پریشانی و غضبناکی کی حالت میں حضرت فاطمہؑ نے علیؑ رضی اللہ عنہما کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے یا ابنِ ابی طالبِ اَشْتَمَلْتَ مَشِيْمَةَ الْجَنِيْنِ وَقَعَدْتَ حُجْرَةَ الظَّنِيْنِ الخ یعنی اے ابوطالب کے فرزند آپ چادر میں چھپ گئے ہیں گویا رحم کے اندر بچہ چھپا ہوا ہو اور آپ لوگوں سے پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے ہیں جیسے ہمتناک آدمی پوشیدہ بیٹھ جاتا ہے الخ

(۱) الامالی للشیخ الطوسی ابی جعفر الخزندانی ص ۲۹۵-۲۹۶۔ طبع جدید نجف اشرف، عراق

(۲) احتجاج للبطری ص ۵۹۔ طبع قدیمی احتجاج فاطمہ علی القوم لما منعوها فدک۔

(۳) تاریخ التواریخ لسان الملک میرزا تقی جلد چہارم از کتاب دوم ص ۱۲۹-۱۳۰۔

(۴) بخارالانوار مجلسی جلد ۸، ص ۲۳-۲۴۔ باب کیفیت معاشرہ تابع علی

(نوٹ) سیدہ فاطمہؑ کی ناراضگی کا تیسرا واقعہ مآثر مجلسی عبارت میں ذرا مفصل درج ہے۔

جب فاطمہ ابوبکر الصدیقؓ کے پاس سے واپس ہوتی ہیں اس وقت کا کلام ہے لکھتے ہیں:

پس حضرت فاطمہؓ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر المؤمنینؑ انتظار

معاودة اومی کشید چون بمنزل شریف قرار گرفت خطابہائے درشت

باسید اوصیاء نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و خانہاں در خانہ گریختہ

بعد از آنکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب این نامرداں گردیدہ

اینک پسر ابو قحافہ لظلم و جبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزند نام از من می گیر

و بہ آواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود

را بکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را پوشیدہ اند نہ واقعے دارم نہ

مانعے و نہ یاورے دارم نہ شافعے - خشنماک بیرون رفتم و غمناک برگشتم -

خود را ذلیل کردی در روزیکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان می

درندومی بزند و تو از جاتے خود جرکت نمی کنی - کاش ازیں پیش مذلت و

خواری مردہ بودم داتے بر من در ہر صبحی و شامی محل اعتماد من مرد و یاور

من سست شد شکایت من بسوتے پدر من ست و مخاصمہ من بسوتے

پروردگار من ست الخ،

(حق الیقین ملا باقر مجلسی اصفہانی بحث کلام جناب سیدہ در طلب

فدک (ص ۱۲۵ - طبع لکھنؤ، ص ۲۰۳ - ۲۰۴ - طبع ایرانی جدید)

یعنی حضرت فاطمہؓ گھر کی جانب واپس آئیں - علی المرتضیٰ ان کی واپسی کی انتظار

کر رہے تھے جب فاطمہؓ گھر میں پہنچی ہیں تو حضرت علیؑ کو سخت الفاظ کے ساتھ

خطاب کرنے لگیں کہ جیسے رحم مادر میں بچہ ہوتا ہے اس طرح تم پردہ نشین ہو کر بیٹھ گئے ہو -

خائب و خاسر لوگوں کی طرح گھر میں بھاگ کر آگئے ہو - زمانہ کے بڑے بہادر لوگوں کو آپ نے

بچھاڑ دیا لیکن نامردوں سے مغلوب ہو گئے ہو - میرے باپ کی بخشید کو اور میرے فرزندوں

کی معیشت و گذران کو مجھ سے ابو قحافہ کا بیٹا (ابوبکرؓ) چھین رہا ہے اور بلند آواز سے میرے ساتھ لڑائی جھگڑا کر رہا ہے۔ انصار میری مدد نہیں کر رہے اور مہاجر لوگ کنارہ کشی کر چکے ہیں۔ تمام آدمیوں نے چشم پوشی اختیار کر لی ہے۔ نہ ہمارا کوئی جنگ کرنے والا ہے نہ مددگار ہے نہ سفارشی ہے۔ غصہ کی حالت میں باہر گئی تھی، غمناک حالت میں واپس ہوئی ہوں جس روز سے آپ نے سطوت و دبدبہ سے ہاتھ کھینچ لیا اُس روز سے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا ہے۔ بھڑیے پھاڑ رہے ہیں (درندے کھا رہے ہیں)، آپ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے۔ کاش کہ اس ذلت و خواری سے قبل میں مرجاتی۔ افسوس کہ ہر صبح و شام میرے اعتماد کا مقام ختم ہو گیا اور میرا معاون سُست ہو گیا۔ اب میری شکایت میرے والد کی خدمت میں ہے اور میرا نازعہ میرے پروردگار کے حوالہ ہے۔ الخ۔

(حق البقیں ص ۱۲۵ - طبع قدیم کھنڈ -

ص ۲۰۳-۲۰۴، طبع ایران جدید طبع

کلام فاطمہؓ در طلب فدک الخ)

ناراضگی کا چوتھا واقعہ

ان کے شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے علل الشرائع باب نمبر ۱۴۸ ص ۱۸۵-۱۸۶ طبع جدید میں یہ واقعہ تفصیلاً نقل کیا ہے اس کا خلاصہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

”ایک بد بخت شخص نے حضرت فاطمہؓ کو آکر اطلاع دی کہ علی المرتضیٰ ابو جہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح و شادی کرنا چاہتے ہیں۔ خطبہ (منگنی) انہوں نے کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں فطرۃ غیرت پیدا کی ہے اس وجہ سے فاطمہؓ بڑی غمناک ہوئیں۔ اسی پریشانی و رنجیدگی کی حالت میں سارا دن گزار کر شام کو حسن و حسین و اُمّ کلثوم کو ساتھ لے کر اپنے والد شریف کے گھر آگئیں۔ حضرت علیؓ جب اپنے گھر آئے تو نواتونِ حنیت و بال بچوں کو گھر

میں نہ پایا بڑے فکر مند ہوتے اور ان پر یہ بات سخت ناگوار گذری۔ پھر مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ غلط روایت ہے صرف مسنیوں کی کتابوں میں ملتی ہے۔

ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب فاطمہؑ سے یہ واقعہ معلوم کیا اور فاطمہؑ کی غمناکی و سقراطی دیکھی تو کپڑے زیب تن کر کے مسجد میں تشریف لاتے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور دعا کی، یا اللہ ان کی آپس میں غضبناکی و رنجیدگی دور فرما۔ اس کے بعد بال بچوں کو ساتھ لے کر علیؑ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ سوتے ہوئے تھے ان کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیدار کیا فرمایا تم یا ابائراب آرام کرنے والوں کو تونے بے قرار کر دیا ہے جاؤ ابو بکر کو، عمر کو، اور طلحہ کو بلال اور علی المرتضیٰؑ ان ہر سہ کو بلالائے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سب جمع ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے علی المرتضیٰؑ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ **يَا عَلِيُّ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ فَاطِمَةَ بَضَعَتْ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهَا فَمَنْ اِذَا هَا فَقَدْ اِذَا نِيْ وَمَنْ اِذَا نِيْ فَقَدْ اِذَا اللّٰهُ** فقال **عَلِيٌّ بَلِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ**۔ یعنی اے علیؑ! آپ کو معلوم نہیں ہے کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے میری نسل سے ہے جس نے اس کو دکھایا اس نے مجھے دکھ دیا جس نے مجھے دکھایا اس نے اللہ کو دکھایا۔۔۔۔۔ تو علی المرتضیٰؑ نے عرض کیا، جی ہاں یا رسول اللہ درصحت ہے۔ الخ

پھر اس کے بعد حضرت علیؑ نے معذرت کی کہ میں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے (اس طرح یہ ناراضگی ختم ہوئی) روایت طویل چل رہی ہے۔

(۱) علل الشرائع ص ۱۸۵-۱۸۶- نمبر باب ۱۴۸- طبع جدید عراق -

(۲) جلاء العیون ص ۱۶۳-۱۶۴- بیان فتنہ منافقین در بارہ امیر المومنین

تنبیہ

یاد رہے کہ ابو جہل کی لڑکی کے ساتھ علی المرتضیٰؑ کی منگنی و خطبہ کرنے کا واقعہ ہماری حدیث کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ ان دو سنتوں نے تو واقعہ ہذا کو بڑے اضافہ جات کے ساتھ طویل

کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں اصل واقعہ اتنا ہی پایا جاتا ہے کہ اطلاع مذکور ملنے پر حضرت فاطمہ ناراض ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی گئیں حضور علیہ السلام کو اس چیز کی وجہ سے بڑا رنج ہوا۔ آپ نے منبر پر خطبہ دے کر فرمایا کہ میں اس چیز کی برگزاجازت نہیں دے سکتا۔ اگر علی و ماں نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری لڑکی کو طلاق دے دیں۔ اللہ کے دشمن کی لڑکی (ابو جہل کی لڑکی) اور اللہ کے رسول کی لڑکی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فاطمہ میرے جسم کا مکڑا ہے جو بات اس کو بُری لگتی ہے وہ مجھے بھی بُری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز اس کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے بھی دکھ دیتی ہے۔ **فَانَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِثِّي يُرِيدُنِي مَا اَرَابَعًا وَيُوْذِيْنِي مَا اِذَا هَا۔**
 (بخاری شریف جلد ثانی ص ۸۷، جلد اول، ص ۲۵۲۸)۔

اس وعید اور زجر کے فرمان سننے کے بعد علی المرتضیٰ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔
 — حاصل یہ ہے کہ ان متعدد واقعات نے روزِ روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ حضرت علی پر حضرت فاطمہؑ کئی دفعہ غضبناک ہوئی ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوئے۔ اس قسم کے تمام واقعات کا جو جواب پیش کیا جاتا ہے وہی جواب ابو بکر الصدیق پر ناراضگی کا پیش خدمت ہے۔ اس الزام کو اب اس مصرعہ پر ہم ختم کرتے ہیں۔
 ع ایں گناہیت کہ در شہرِ شمانیر کنند

ایک لطیفہ عجیبہ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ جو وعید اور تنبیہ کے کلمات مذکورہ (اِنَّمَا هِيَ بَضْعَةٌ مِثِّي وَمَنْ اِذَا هَا فَقَدْ اِذَا نِي وَغِيْرَه) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو رنجیدہ ہو کر فرمائے تھے وہ کلمات یا ر لوگوں نے حضرت ابو بکر الصدیق کے حق میں وارد کر دیئے ہیں۔ دوستوں کی تالیفات و تصنیفات کو دیکھ لیں ان کے وعظ کی مجالس کو سن لیں، ان میں یہی عجیب و غریب کارروائی آپ کو دکھائی دے گی۔ پیغمبر علیہ السلام کی زبان وحی ترجمان سے

یہ وعید علی المرتضیٰ کے حق میں صادر ہوئی ہے اور اس کا مورد و محل ابو بکر الصدیق کو بنا دیا گیا ہے
 (سُبْحَانَ اللَّهِ عَلَىٰ حُسْنِ مَكْرِهِمْ وَنَذْرَةَ تَذْيِيرِهِمْ وَكَمَالَ حَذَا قِتْمِهِمْ)

اہل علم حضرات کے لیے یہ مضمون بعبارت ذیل مذکور ہے۔ ملاحظہ فرمادیں:

”فان كان هذا وعيدا لاحقا بفاعله لزم ان يلحق هذا الوعيد

على بن ابي طالب وان لم يكن وعيدا لاحقا بفاعله كان ابو بكر ابعد

عن الوعيد من علي“

المنتقى (مختصر منهاج السنه) للمحقق ابى عبد الله محمد بن عثمان الذهبي المتوفى سنة ۵۰۵ھ

ص ۲۰۶-۲۰۷- طبع مصر سن طباعت ۱۳۴۲ھ - بحواشی محب الدين الخطيب

علی سبیل التشریح جواب

ما قبل میں ایک مقبول سوال کے عنوان سے مخالفین صحابہ کرام کی جانب سے ایک
 اعتراض ذکر کیا تھا اس کا اصل جواب ذکر ہو چکا ہے پھر اس کا الزامی جواب بھی پیش کیا گیا ہے
 اب اس بحث کے آخر میں علی سبیل التشریح اور بالفرض والتقدیر کے درجہ میں ہم ایک جواب
 ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ بالفرض تھوڑی دیر کے لیے اگر تسلیم کر لیا
 جائے کہ اختلاف رائے کی بنا پر ایک وقت میں حضرت فاطمہؑ، حضرت ابو بکر الصدیقؓ سے
 ناراض ہو گئی تھیں تو ساتھ ہی ان کی باہمی رضامندی کی روایات بھی موجود ہیں جو دونوں فریق
 کی کتابوں میں مروی ہیں اس وجہ سے بھی ان دونوں ہستیوں کی باہمی بخش ختم ہو کر اصل ثروت
 و محبت قائم ہے جو کمال ایمان کا تقاضا ہے اور اتقاء و پرہیزگاری کا نشان ہے۔ اب
 رضامندی کی روایات درج کی جاتی ہیں جو ہماری معروضات کی تائید کرتی ہیں پہلے اپنی کتابوں
 سے نقل کی جائیں گی اس کے بعد دو سنتوں کی کتابوں سے بھی اس کی توثیق نقل ہوگی۔

طبقات ابن سعد کی روایت

اخبرنا عبد الله بن ميثوننا اسماعيل عن عامر قال جاء
أبو بكر إلى فاطمة حين مرضت فاستأذرت فقال عليُّ هذا أبو بكر
على الباب فإن شئت إن تاذن له قالت وذاك أحب إليك
قال نعم فدخل عليها وأعتذرت لئيبها وكلمتها فصيت عنه

یعنی عامر (شعبی) کہتے ہیں جب فاطمہ بیمار ہوئیں تو ان کے ہاں ابو بکرؓ نے
تشریف لا کر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو علی المرتضیٰ نے کہا اے فاطمہ
ابو بکرؓ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اگر اجازت ہو تو فاطمہ نے
کہا کہ ان کی رُأد آپ کو پسند ہے حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں! (پس اجازت ہوئی)
ابو بکرؓ فاطمہؓ کے ہاں داخل ہوئے اور ان سے عذر و معذرت ذکر کی پس
فاطمہؓ ابو بکرؓ سے راضی ہو گئیں۔

(۱) طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۷۰ - تذکرہ فاطمہ طبع یورپ لینن

طبع بیروت جدید، ص ۲۷ -

(۲) سیرت جلیلیہ، جلد سوم، ص ۳۹۹ تحت حالات بعد از وفات نبوی

۱۔ محمد بن سعدؒ نے اپنی سند کے ساتھ علامہ شعبی سے یہ مرسل روایت نقل کی ہے پھر ابن سعد سے
بے شمار لوگوں نے اس مرسل کو روایت کیا ہے۔ اور یہ روایت ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اول ص ۱۵۶
باب ذکر ان فاطمہ لم تمت الاراضیۃ عن ابی بکر میں بھی مذکور ہے اور صاحب ریاض النضرۃ ابو جعفر المحب الطبری
(المتوفی ۳۶۹ھ) نے کتاب المواقفۃ بین اہل البیت والصحابۃ للشیخ اسماعیل بن علی بن الحسن بن زنجویہ
الرازی البصری المتوفی ۳۷۵ھ میں سے یہ روایت اخذ کی ہے۔ یہ چیز اہل علم کے رجوع کرنے کے لیے براہیننا
ذکر کی ہے۔ (منہ)

السُّنَنُ الْكُبْرَىٰ السُّبُحِيَّةُ كِي رَوَايَت

..... حَدَّثَنَا أَبُو حَمْرَةَ عَنْ إسماعيل بن أبي خالد عن الشعبي
 قَالَ: أَمْرِيضْتُ فَاطِمَةَ أَنَا هَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَقَالَ
 عَلِيُّ يَا فَاطِمَةُ هَذَا أَبُو بَكْرٍ لِيَسْتَأْذِنَ عَلَيْكَ فَقَالَتْ أُتَجِبُ أَنْ أَدْنَ
 لَهُ قَالَ نَعَمْ فَادْنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ وَاللَّهِ مَا
 تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْأَهْلَ وَالْعَشِيرَةَ إِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَمَرْضَاةِ رَسُولِهِ
 وَمَرْضَاةِ أَهْلِ الْبَيْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ هَذَا مَرْسَلٍ حَسَنٍ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ -

تلاسد یہ ہے کہ جب فاطمہ بیمار ہوئی میں تو ابو بکر الصدیق (ان کے ہاں آئے)
 درآمد کی اجازت طلب کی۔ علی المرتضیٰ نے فاطمہ سے کہا کہ ابو بکر اندر آنے کی
 اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فاطمہ نے کہا آپ کو پسند ہو تو ان کو اجازت
 دے دی جاتے۔ علی المرتضیٰ نے کہا کہ مجھے پسند نہیں ہے۔ اجازت نہ ہوئی۔ ابو بکر اندر
 تشریف لائے اور رضامندی ساسل کرنے کی خاطر کلام کرتے ہوئے کہنے لگے
 کہ اللہ کی قسم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ کی رضا کی خاطر اور تمہاری خوشنودی کے
 لیے ہم نے اپنا گھر بار، مال، دولت، خویش و اقرباء کو چھوڑا۔ (اس طرح کی)
 کلام جاری رہی حتیٰ کہ فاطمہ ~~بیمار ہو گئیں~~ ہو گئیں :-

(۱) السُّنَنُ الْكُبْرَىٰ السُّبُحِيَّةُ مَعَ الْمَجْمُوعِ النَّقِيِّ جُلْد ۶ ص ۳۰۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن -

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص ۱۸۱ - طبع مصر -

لہ قولہ السنن الکبریٰ السُّبُحِيَّةُ نے خود بھی اس مرسَل کی توثیق کی ہے اور مندرجہ ذیل علماء نے بھی بیہقی کی اس مرسَل
 روایت کو نقل کرنے کے بعد عبارات ذیل تصدیق و تائید کی ہے (۱) حافظ ابن کثیر و مشقی عماد الدین متوفی ۷۴۷ھ
 (باقی صفحہ ۱۲۹ پر)

علامہ اوزاعی کی روایت

قبل ازیں شعبی کی (رضامندی والی روایت) متعدد کتب سے درج کی گئی ہے اب علامہ اوزاعی کی روایت پیش کی جاتی ہے جو شیخ ابن السمان نے "کتاب الموافقة" میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ہمیں حاصل نہیں ہے لیکن ساتویں صدی کے مشہور مصنف ابو جعفر محب الطبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ" میں کتاب الموافقت

(رقیبہ ماشیہ) نے البدایہ ج ۵ ص ۲۸۹ میں لکھا ہے کہ "هذا اسناد جید قوی والظاهر ان عامر الشعبي سمعه من علي او ممن سمعه من علي" اسی طرح البدایہ ج ۶ ص ۳۳۲ میں لکھا ہے کہ "هذا امر حسن باسناد صحیح" (۲) اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۱۵۱۔ کتاب فرض الخمس میں تحت حدیث الثانی لکھا ہے کہ "وهو وان كان موسلًا فاسنادُه الى الشعبي صحیح" (۳) اور حافظ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ عمدة القاری شرح بخاری باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی ج ۱۵ ص ۲۰ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "وهذا قوی جید والظاهر ان الشعبي سمعه من علي رضي الله عنه او ممن سمعه من علي"۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے شعبی کی روایت ہذا مذکورہ الفاظ کے ساتھ اپنی تصنیف "سیر اعلام النبلاء" جلد ثانی ص ۹۳ - ۸۹ طبع بیدریعی میں ذکر کی ہے! اس روایت کے ارسال کنندہ عامر بن شریح بن حبیل شعبی ثقہ تابعی مشہور آدمی ہیں اور ان کی ملاقات حضرت علیؑ کے ساتھ علماء کے نزدیک ثابت ہے چنانچہ مستدرک حاکم جلد رابع ص ۳۶۵ کی عبارت اس چیز کی تصدیق کرتی ہے کہ ملاقات ثابت ہے۔

اور یہ بھی مسلم الطرفین امر ہے کہ ثقہ آدمی کی مرسل روایت مقمدر معتبر سموتی ہے اور قابل استدلال ہوتی ہے۔ خلاصہ المرام یہ ہے کہ مندرجات بالا کی روشنی میں روایت ہذا کو درست تسلیم کرنا قرین قیاس ہے اور قواعد کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ (منہ)

سے اخذ کر کے عبارتِ ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

— وَعَنِ الْأَوْزَاعِيِّ قَالَ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى تَامَ عَلَى بَابِهَا قِيَوْمَ حَارِثَةَ
قَالَ لَا أَبْرَحُ مَكَانِي حَتَّى تَرْضَى عَنِّي بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَدَخَلَ عَلَيْهَا عَلِيٌّ فَأَقْسَمَ عَلَيْهَا لِيَرْضَى فَرْضِيَّتُ — خَرَجَ ابْنُ السَّمَانَ
فِي الْمَوَافِقَةِ —

(۱) ریاض النفرة فی مناقب العشرة المبشرة، جلد اول ص ۱۵۶-۱۵۷

باب ذکر ان فاطمہ لم تمت الا راضیة عن ابی بکرؓ۔

(۲) تحفہ اثنا عشریہ فارسی، جواب طعن سیزدہم۔ طبع نول کشور کھنؤ۔ باب مطاعن ابی بکر۔

خلاصہ یہ ہے کہ فاضل اوزاعی (ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو دمشقی) سے روایت ہے
کہ ابوبکرؓ فاطمہؓ کے دروازہ پر گرمی کے ٹائم میں پہنچے اور کہنے لگے کہ میں یہاں سے

لحہ تحفہ اثنا عشریہ فارسی میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل اوزاعی کی روایت کو کتاب المواقفہ
سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "وا بن السمان در کتاب المواقفہ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد
ابوبکرؓ بدر فاطمہؓ در روز گرم و گفت نمی روم از اینجا تا راضی نگردد از من بنت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس
در آمد بروی علیؓ پس سوگند داد بر فاطمہؓ کہ راضی شو پس راضی شد"

(تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن ابی بکر در جواب طعن سیزدہم ذکر نمودہ)

مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ابن السمان نے اوزاعی سے باسند نقل کی ہے پھر کتاب المواقفہ سے
صاحب ریاض النفرة نے نقل کی ہے اور شاہ عبدالعزیز نے بھی کتاب المواقفہ لابن السمان سے یہ روایت
نقل کی ہے۔ علماء میں اس طرح یہ متداول روایت ہے۔ اس روایت کے اصل ماخذ یہ ہیں باقی ناقلین ہیں
جن کا کوئی شمار و حساب نہیں ہے۔ (منہ)

نہیں ہٹوں گا جب تک کہ فاطمہؑ مجھ سے رضامند نہ ہو جائیں۔ پھر علی المرتضیٰؑ فاطمہؑ
کے پاس آئے اور ان کو قسم دی کہ آپ ابو بکرؓ سے رضامند ہو جائیں پس فاطمہؑ
راضی ہو گئیں۔“

حاصل روایات

یہ ہے کہ مندرجہ روایات جو حضرت فاطمہؑ کی رضامندی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان سب
پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تبقا صدائے بشریت بالفرض اگر کسی وقت حضرت
فاطمہؑ کو ابو بکر الصدیق کے ساتھ بخش ہو گئی تھی تو بعد میں رفع ہو چکی ہے اور وہ معاملہ باہمی
صلح و آشتی پر اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ ان ہر دو بزرگ ہستیوں کے درمیان بھلا اللہ کسی قسم کی
کدورت باقی نہیں رہی، جیسا کہ متقی لوگوں کی شان ہے۔

اس کے بعد ہمارے کرم فرما کہہ سکتے ہیں کہ رضامندی کی روایات اگرچہ آپ نے اپنی
کتابوں سے پیش کر دی ہیں مگر ہمارے لیے کیسے قابل تسلیم ہو سکتی ہیں؟ تو اس کے لیے عرض ہے
کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج نہیں ہے البتہ تھوڑی سی مفدار انصاف لے لیا جائے
اور قبیل سی خشیت الہی ساتھ ملالی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کی آمیخت و ملاوٹ
کر لینے سے مقصد حل ہو جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ انہی رضامندی کی روایات کو
”شیعی تصانیف“ میں تلاش کر لیں۔ اگر شیعہ علماء و شیعہ مستنشین رضامندی فاطمہؑ کی روایت کو
ذکر کر دیں اور اس پر کوئی رد و نقد نہ کریں تو مسئلہ بہت جلد صاف ہو جائے گا اور فاطمہؑ کی ناراضگی
کی بحثیں جو اپنی پہنائیوں اور طوائفوں کے ساتھ نشر کی جوتی ہیں وہ سب کی سب ختم ہو کر رہ
جائیں گی۔

رضامندی کی روایات

بنابر میں اب ہم حضرت فاطمہؑ کی رضامندی کی روایت شیعہ کتب سے پیش کرتے ہیں

امید ہے موجب اطمینان ہو سکے گی۔ مشہور شیعہ فاضل ابن عثیم بجرانی نے اپنی کتاب شرح
نیج البلاغہ میں مندرجہ ذیل روایت درج کی ہے اس میں حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت فاطمہؓ
کی گفتگو مذکور ہے۔ ابوبکر الصدیق جناب فاطمہؓ کو کہتے ہیں کہ

(۱) قَالَ إِنَّ لَكَ مَا لِأَبِيكَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ
مِنْ فَدَاكَ قَوْلَكُمْ وَكَيْسِمُ الْبَاقِي وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكَ
عَلَى اللَّهِ أَنْ أَصْنَعَ بِهَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَّتُ بِذَلِكَ وَأَخَذَتِ الْعَهْدَ
عَلَيْهِ بِهَا ۝

یعنی ابوبکر الصدیق نے حضرت فاطمہؓ کو کہا کہ آپ کے لیے حقوق وہی ہیں جو
آپ کے والد شریف کے لیے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمد
سے تمہارا خرچہ جو پاک الگ کر لیتے تھے اور باقی ماندہ کو اہل حاجت میں تقسیم فرما
دیتے تھے اور اس سے اللہ کی راہ میں سواری (وغیرہ) مہیا فرماتے تھے اور
رضائے الہی کے لیے آپ کا مجھ پر حق ہے۔ فدک کے معاملہ میں میں وہی عمل درآمد
کروں گا جو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ جاری رکھتے تھے پس اس چیز پر
فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہو گئیں اور اس پر انہوں نے ابوبکر سے پختہ وعدہ اور اقرار
لے لیا۔ الخ

شرح نیج البلاغہ لابن عثیم بجرانی طبع قدیم، ج ۳۵ ص ۵۴۳، اور

طبع جدید طہرانی، ج ۵ ص ۱۰۰۔ جلد پنجم

۱۔ یہاں چند چیزیں قابل وضاحت ہیں:

(۱) نیج البلاغہ کے اس شارح کا مکمل نام کمال الدین عثیم بن علی بن عثیم البجرانی ہے اور اس کا سن وفات ۶۷۹ھ ہے۔

(۲) اس شرح کو مصنف مذکور نے ۶۷۷ھ میں تالیف کیا ہے۔ یہ شرح متعدد بار طبع ہوئی ہے قدیم طبع

(۲) وَذَلِكَ إِنَّ لَكَ مَا لِأَبِيكَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ يَأْخُذُ مِنْ فَدَاكَ قُوتَكُمْ وَيَقْسِمُ الْبَاقِي وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكَ عَلَى اللَّهِ أَنْ أَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ لِيَصْنَعُ فَرَضِيَّتُ بِذَلِكَ وَ
 أَخَذْتُ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهِ الْخ

یعنی ابو بکر الصدیق نے حضرت فاطمہ کو اس مسئلہ میں اطمینان دلانے ہوئے
 کہا کہ آپ کے والد محترم کے لیے جو حق تھا وہی حق آپ کے لیے ثابت ہے۔

۴۔ ایک ہی ضخیم جلد میں تقریباً ۳۵ اجزاء کے ساتھ مدقن و مرتب ہے اس حوالہ مندرجہ بالا کے لیے قدیم طبع کا نمبر ۲۵
 ص ۵۲۳ ہے اور جدید طبع ۱۳۸۴ھ میں طہران میں پھر طبع ہوئی ہے۔ پانچ جلدوں میں ہے، جدید طبع کا
 ج ۵ ص ۱۰۷ ہے۔ اور بقول صاحب کشف الظنون اس شرح کا نام "مصباح السالکین" ہے تحفہ اثنا عشر
 میں ناقلین کے تصرف قلمی کی وجہ سے مجاہد السالکین لکھا گیا ہے۔ اللہ اعلم۔ (ملاحظہ ہو کشف الظنون تحت
 نہج البلاغہ۔)

(۳) یہاں شارح نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ تین نہج البلاغہ کی شرح میں یہاں اٹھارہ مقاصد بیان کیے ہیں ان
 میں مقصد ثامن میں یہ روایت طویلہ لائے ہیں اصل حضرت علی کا ایک طولانی خطبہ ہے جو انہوں نے عثمان بن حنیف
 الانصاری (بصرہ کے عامل) کو لکھا ہے اس کی تشریح میں یہ بحث چلائی گئی ہے۔

(۴) نیز یہ بھی معلوم رہے کہ خالص و مخلص شیعوں کی یہ روایت ہے (البتہ عوام تک اس کو پہنچنے نہیں دیتے
 تاکہ اختلاف و انتشار کی گرم بازاری قائم و دائم رہے اور کہیں سرد نہ ہونے پائے) اگر سنیوں کی یہ روایت ہوتی تو
 فوراً شیعہ علماء اس کا انتساب بیان کر دیتے اور سنی مصنف اور اس کی تصنیف کی بلاناخیز نشان دہی کر دیتے اگر ایسا
 ہوتا تو یہ بزرگ معاف کرنے والے نہیں تھے۔

(۵) نیز ایک یہ چیز بھی اہل علم کے نوٹس میں لانی مفید تر ہے کہ اس روایت کا ذکر کرنے کے بعد اس روایت
 پران کے سابق مصنفین و گذشتہ مجتہدین نے کوئی تنقید و تفتیش نہیں کی اور نہ ہی اس کی تردید کی ہے۔ فافہم فائز لطیف۔
 گویا یہ چیز اس روایت کی مقبولیت کی بڑی عمدہ مائید ہے اور قابل قبول ہونے کے قرآن میں سے ایک فریہ ہے (منہ)

حضور علیہ السلام "فدک" کی آمد سے تمہارے اخراجات لے لیتے تھے اور باقی کو ضرورت مند لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اللہ کے راستہ میں اس سے سواری وغیرہ تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر محمد پر آپ کا حق ہے کہ فدک کے متعلق میں وہی طریق کار باری رکھوں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باری رکھتے تھے پس اس معاملہ فدک کے متعلق فاطمہ راضی اور خوش ہو گئیں اور اس چیز پر فاطمہ نے ابو بکرؓ سے پختہ وعدہ اور عہد لے لیا۔

(درہ نجفیہ شرح بیج البلاغہ ص ۳۳۱-۳۳۲ تالیف ابراہیم بن حاجی
حسین بن علی بن الغفار الدبلی تاریخ تالیف ۱۲۹۱ھ طبع ایران)

نتیجہ روایات

ناظرین با انصاف کی خدمت میں گزارش ہے کہ مندرجہ شیعہ حوالہ جات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ:

- (۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابو بکر الصدیق سے فدک کے بارے میں ناراضی ہو گئی تھیں اور صدیقی دور کا عمل درآمد کو پسند تھا اور اس پر مطمئن اور خوش ہو گئی تھیں۔
- (۲) دوسری یہ چیز واضح ہو گئی کہ فدک کے معاملہ میں نبوی طرز عمل اور صدیقی اکبر کے طرز عمل میں ~~فرق~~ تھا۔

(۳) تیسری یہ چیز بھی عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ ~~اہل بیت~~، اہل بیت کے سالانہ خانگی اخراجات فدک کے آمدن سے پورا کیا کرتے تھے۔

یہ تمام تر معاملات با اذیت پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور تمام اہل بیت ابو بکر الصدیق کے ساتھ ناراضی اور خوش تھے، ان کے درمیان کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ تھی۔

الحمد للہ کہ مذکورہ معقول سوال جو بخاری شریف کی عبارت سے پیدا ہوتا تھا، کے جوابات

اب مکمل ہو گئے ہیں۔ اصل جواب بھی عرض کیا گیا۔ پھر الزامی جواب لکھا گیا پھر اب علی سبیل
 التنزیل جواب کو پورا کر کے جوابات کے سلسلہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ اور پھر اصل مضمون کی
 طرف عود کیا جاتا ہے۔ (بعونہ تعالیٰ)

زوجہ صدیق اکبرؓ (اسماء بنت عمیسؓ)

اور حضرت فاطمہؓ

گذشتہ اوراق میں حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں کے مالی حقوق کا مسئلہ تحریر ہوا، خواہ وہ از قسم خمس تھا یا از قسم مال فے تھا یا سہم ذوی القربی کے متعلق تھا۔ ان تمام مالی حقوق کی تفصیلات کو منصفانہ انداز میں ہم نے پیش کر دیا ہے منصف طبائع وحقائق پسند حضرات امید ہے اس حقیر کوشش کی قدردانی کریں گے اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

اس کے بعد سابق مضمون کے موافق ہم تعلقات کا عنوان چلانا چاہتے ہیں حضرت فاطمہؓ اور خاندان صدیق اکبرؓ کے خوش اسلوبی کے واقعات میں یہ چیز بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ حضرت خاتونِ جنت (سیدہ فاطمہؓ) کی زندگی کے آخری لمحات میں بھی صدیق اکبرؓ کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ نے تمام خدمات سرانجام دی ہیں حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری و عیادت و بعد از وفات غسل وغیرہ سب چیزیں صدیق اکبرؓ کی بیوی کے ہاتھوں اتمام پذیر ہوئیں اس سے بڑھ کر ہر دو خاندانوں کے مابین مودت اور دوستی کا نشان اور کیا ہو سکتا ہے؟ گو یاد دستوں نے اپنی دوستی کا ثبوت آخری دم تک پیش کر دیا۔

اسماء بنت عمیسؓ (صدیق اکبرؓ کی بیوی) کی ان خدمات کو جو حضرت فاطمہؓ کے متعلق میں حوالہ جات کی شکل میں پیش کرنے سے قبل خود اسماءؓ نے کورہ کا بنی ہاشم کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق بیان کرنا بہت مناسب ہے، لہذا اسماءؓ کا مختصر سا بیان پہلے پیش کیا جاتا

ہے۔

اسماء کا جسمالی تعارف و رشتہ داری کا تعلق

ان کا نام اسماء بنت عمیس ہے قبیلہ بنی نضیم سے ہیں۔
 نہایت شریف، دیندار اور خدمت گزار عورتوں میں سے تھیں۔ ابتداء
 میں ہی نعمت اسلام سے مشرف ہوئیں۔

علمائے انساب بیان کرتے ہیں کہ اسماء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
 عباس بن عبد المطلب عم النبی کی بیویوں کی بہن تھیں یعنی اُم المؤمنین مسمونہ بنت الحارث کی
 ماں بائی بہن (اُخت لأم) تھیں۔ اسی طرح اُم الفضل زوجہ عباس کی بھی ماں بائی بہن (اُخت لأم)
 تھیں۔ دوسرے لفظوں میں اسماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس کی سالی تھیں اور نبی
 کریم و حضرت عباس و ابوبکر الصدیق یہ تینوں ہم زلف تھے۔ یہ نو عدد ماں بائی بہنیں تھیں ان
 کی ماں کا نام مہند بنت عوف تھا۔

اسماء بنت عمیس حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی بھی سالی تھیں۔ اسماء کی بہن سلمی بنت عمیس
 حمزہ کے گھر تھیں (لکنذانی اسد الغابہ ج ۵، ص ۳۹۶)۔

پہلے اس کا نکاح اور شادی حضرت علی المرتضیٰ کے برادر حقیقی حضرت جعفر طیار بن ابی طالب
 سے ہوئی تھی پھر میاں بیوی دونوں کو دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہجرت حبشہ نصیب ہوئی۔ ہجرت حبشہ کا نصیب
 ہونا اسلام میں بہت بڑی فضیلت تھی پھر دونوں میاں بیوی حبشہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔
 مسلمانوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

جعفر طیار سے اسماء کی اولاد ہوئی ہے۔ دو لڑکے مشہور ہیں۔ عبد اللہ و محمد ان کے
 نام تھے۔

جب شہدہ میں غزوہ موتہ پیش آیا، اس میں جعفر طیار شہید ہو گئے۔ کچھ ایام کے
 بعد اسماء بنت عمیس کا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوا۔ جعفر طیار کی بیوہ کا

ابوبکر صدیق کے نکاح میں آنا یہ دونوں خاندانوں کے درمیان صلح و آشتی کے آثار و نشانات پر دلالت کرتا ہے۔

پھر ابوبکر صدیقؓ سے اسماء بنت عمیس کی اولاد بھی ہوئی ہے، اس کے لڑکے کا نام حضرت محمد بن ابی بکرؓ ہے۔ (۱) کتاب المحبر ص ۴۲۲۔ (۲) الاستیعاب مع الاصابہ، ج ۴ ص ۲۳۱۔
تذکرہ اسماء۔ (۳) اُسد الغابہ، ج ۵ ص ۳۹۵۔ (تذکرہ اسماء)۔

اسماء کے متعلقہ اس مختصر بیان کے بعد اب وہ واقعات خدمات کی صورت میں پیش خدمت ہیں جو اسماء زوجہ صدیق نے حضرت فاطمہؓ کے آخری اوقاتِ زندگی میں سرانجام دیئے۔

اسماء کی آخری خدمات

صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ اسماء بنت عمیس حضرت فاطمہؓ کی ہمیشہ دریافتِ خیریت و مزاجِ پرسی کیا کرتی تھیں۔ آخری اوقات میں اور مشکل ترین ایام میں بھی اسماء نے حضرت فاطمہؓ کی پوری پوری خدمت کی۔ جب سیدہ خاتونِ جنت بیمار ہوئیں اس وقت کا واقعہ امام زین العابدین نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے کہ

(۱)

حضرت فاطمہؓ سخت بیمار ہو گئیں (اسماء ابوبکر صدیقؓ کی زوجہ تیار دار تھیں) اسماء کو فرمانے لگیں کہ تم معلوم کر رہی ہو کہ یہ میرے آخری اوقات ہیں، میرے جنازہ کو اس طرح بلا پردہ اٹھایا جائے گا؟ تو اسماء بولیں کہ بالکل نہیں! لیکن آپ کے لیے ایک پارہ چارپائی تیار کرتی ہوں جیسا کہ حبشہ کے علاقہ میں میں نے طریقہ دیکھا ہے تو فاطمہؓ نے فرمایا مجھے اس طرح بنا کر دکھاؤ تو اسماء نے کھجور کی تازہ پھریاں اسواف (یعنی حرمِ مدینہ) سے کٹوا کر منگوائیں اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح تیار کر دی۔ وہ پہلی پارہ چارپائی تیار ہوئی تھی۔ دیکھ کر حضرت فاطمہؓ متبسم ہوئیں۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد صرف اس دن آپ نے

تقسیم فرمایا۔ اس سے قبل اس طرح نہیں دیکھا گیا۔

پھر ان کی وفات کے بعد ان کو ہم نے (اسی طرح باپردہ) اٹھایا اور رات کو دفن کر دیا۔

(۱) مستدرک للحاکم جلد ثالث، ج ۳ ص ۱۶۲، طبع دکن۔

(۲) طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۱۸، طبع لیدن یورپ۔

(۲)

اس کے بعد ناظرین کرام پر واضح ہو کہ شیعہ مستشرقین نے بھی اسماء (زوجہ ابو بکر السدیق) کا تیمارداری کرنا اور علالتِ فاطمہؑ کے دوران شریکِ خدمت رہنا بڑی صراحت سے ذکر کیا ہے عباراتِ ذیل ملاحظہ فرما کر تسلی کریں۔ امامی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی، ج ۱ ص ۱۰۷ پر درج ہے وکان (علیؑ) یمرضها بنفسه وتعینه علی ذالک اسماء بنت

عمیس رحمہما اللہ علی استمرار بذالک الخ

ملا باقر مجلسی نے بھی جلاء العیون میں اسی چیز کو بالفاظِ ذیل بیان کیا ہے پس حضرت بوصیت او عمل نموده خود متوجہ تیمارداری او بود اسماء بنت عمیس آن حضرت را درایں امور معاونت می کرد:

(جلاء العیون ص ۷۲، طبع جدید در بیان پیغام عباس با امیر المومنین)

— نیز واضح ہو کہ حضرت فاطمہؑ کی چار پائی کو باپردہ بنانے کا واقعہ جو ہم نے ابن عباسؓ کی روایت سے اپنی کتابوں کے درج کیا ہے یہی واقعہ ذرا منصل انداز میں امام جعفر صادقؑ کی روایت سے شیعہ علماء نے بھی عبارتِ ذیل میں لکھا ہے ہم اصل مسئلہ کی تائید کی خاطر یہ واقعات شیعہ حوالہ جات کے ذریعہ بھی درج کر رہے ہیں ضرر اردو میں ترجمہ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ واقعہ وہی ہے جو مستدرک حاکم سے نقل کیا گیا ہے۔

— ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

”شیخ طوسی بسند معتبر از آن حضرت صادق علیہ السلام روایت

کرده است، اول نعتی کہ در اسلام ساختند نعتش فاطمہؑ بود، سببش آن بود کہ

چون حضرت فاطمہؑ بیمار شد بآں بیماری کہ از دنیا رحلت کرد با سماء بنت عمیس
گفت ای اسماء من ضعیف و نحیف شدہ ام و گوشت از بدن من رفتہ
ست آیا چیزے از برائے من راست نمی کنی کہ بدن مرا از مردان بپوشاند
اسماء گفت کہ من چون در بلاد حبشہ بودم - دیدم کہ ایشان کارے می کردند
اگر خوابی برائے تو بکنم فرمود کہ بلے پس اسماء تختے آورد و سرنگوں گذاشت
و جرید ہائے خرما طلبید و بر پا ہائے آن بست پس جامہ بر روی آن
کشید و گفت کہ این روش دیدم کہ می کردند حضرت فرمود کہ چنین چیزے
از برائے من بساز و بدن مرا از مردان بپوشان تا خدا بدن ترا از آتش
دورن بپوشاند

(۱) جلاء العیون ملا باقر ص ۱۷۵ - طبع جدید ایرانی، در بیان

ساختن اسماء سورت نعلش برائے فاطمہؑ

(۲) کتاب ترجمہ صحفیات ادالاشعثیات - باب ابتداء النعلش

کیف کان الخ ص ۲۰۵ - طبع ایران، مطبوعہ مطبع قریب الاسناد

عبداللہ بن بعفر الحمیری

(۳)

اس کے بعد حضرت فاطمہؑ کی عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ جس میں حنت کی
کافور کا تین حصوں میں منقسم ہونا درج ہے اس میں بھی اسماء (زوجہ ابی بکر الصدیق) کے
ساتھ آخری کلام کرنا و وسیت کرنا مذکور ہے پھر اس وصیت پر عمل درآمد کرنا اس
کے بعد حسین شریفین کا گھر آنا اور اسماء کا حضرت فاطمہؑ کی وفات کا اطلاع کرنا یہ سب
حالات و واقعات آخری نام میں پیش آتے ہیں ان کو صاحب اخبار نامہ شیعوں
کے معتبر عالم نے دوسری مجلس وفات بتول علیہا السلام، ص ۱۰۱ مطبوعہ مطبع حسینی رامپور

سن طباعت ۱۲۸۵ھ) میں مفصل درج کیا ہے۔ ربوع کرنے والوں کے لیے ہم نے حوالہ عرض کر دیا ہے، ربوع فرمائیں اور شیعہ کی مشہور کتاب کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۲، طبع جدید ایرانی بمع ترجمۃ المناقب باب ذکر وفاتہا و ما قبل ذالک من ذکر مرثیہا و وصیتہا علیہا السلام میں بھی یہ واقعہ مفصلاً موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۴)

پھر حضرت فاطمہؑ کے انتقال کے بعد غسل سیدہ کا مسئلہ پیش آیا جیسا کہ اسلامی شریعت کا حکم ہے کہ میت کو پہلے غسل دیا جائے۔ پھر خبازہ پڑھا جائے، پھر دفن کیا جائے۔ اس مسئلہ میں بھی ابو بکر الصدیقؓ کی بیوی اسماء بنت عمیس ان ندمات میں برابر شریک تھیں۔ ان مواقع میں میت کے خاص تعلقات والے ناندان اور افراد شریک کار رہا کرتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت خاتونِ حنیفہؑ کے نہلانے اور آخری غسل دینے کا انتظام یقین افراد نے کیا ہے۔ ایک حضرت علی المرتضیٰؑ تھے، دوسری ان کے ساتھ اس سعادت میں شریک کار تھیں۔ ایک ابو بکر الصدیقؓ کی بیوی اسماء بنت عمیس تھیں۔ دوسری عورت سلمیٰ تھی (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع کی بیوی تھی)۔ حضرات نے حضرت فاطمہؑ کا غسل تمام کیا ملاحظہ ہو:

(۱) الاستیعاب لابن عبد البر مع اصحابہ ج ۴ ص ۳۲۲ - تذکرہ سلمیٰ

(۲) اسد الغابہ لابن اثیر جزیری، ج ۵ ص ۴۷۸ - تذکرہ علی

(۳) المسنف لعبد الرزاق، ج ۲ ص ۴۱۰ - طبع مجلس علمی کراچی۔

اور شیعی علماء نے اپنی معتبر کتابوں میں اسماء مذکورہ کا غسل فاطمہؑ میں شریک ہونا درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: (۱) کتاب "مناقب" ابن شہر آشوب جلد رابع فصل فی وفاتہا۔ (۲) اور کتاب کشف الغمہ ج ۲ ص ۶۱ - طبع جدید ایرانی میں یہ مسئلہ بے راحت مندرج ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ابو بکر الصدیق کی بیوی اسماء کا ان خدمات میں شریک رہنا مسلم
بین الفرقین ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

ان کا انتصار مندرجہ ذیل عبارت میں درج کیا جاتا ہے :-

(۱) سیدہ فاطمہ کی خواہش کے مطابق چار پائی کو باپردہ تیار کرنا۔ یہ رسم اہل اسلام میں
فوت شدہ عورتوں کے لیے اسماء کے ذریعہ جاری ہوتی جو اب تک مسلمانوں میں جاری و
ساری ہے۔

(۲) سیدہ فاطمہ کی علالت کے دوران تیمارداری کی خدمات اسماء کے ہاتھوں
مکمل ہوتی ہیں۔

(۳) حضرت فاطمہ کے آخری وصایا کی تکمیل بھی ابو بکر الصدیق کی زوجہ اسماء کے ذریعہ
ہی ہوئی، جیسا کہ "انبار ماقم" کے حوالہ میں تصریح ہے۔

(۴) بعد از وفات فاطمہ ابو بکر الصدیق کی بیوی ان کے غسل کی آخری خدمت میں برابر شریک
کار رہی۔

ان تمام تر واقعات پر نظر انصاف ڈالنے سے صاف معلوم ہوا کہ خاندانِ صدیق اکبر
اور حضرت علی المرتضیٰ کے درمیان کسی قسم کی عداوت و کشیدگی وغیرہ ہرگز نہ تھی بلکہ ان دونوں
گھرانوں کے مابین پوری طرح دوستی اور یگانگت تھی تب ہی تو تکلیف اور ضرورت کے وقت
ایک کے اہل خانہ نے دوسرے کے گھر جا کر ہر کام میں امداد اور معاونت کی۔

پھر کوئی خام خیال آدمی یہ تصور قائم کرنے لگے کہ اسماء باوجودیکہ ابو بکر الصدیق کی بیوی
تھیں لیکن یہ از خود حضرت علیؑ کے گھر جا کر یہ خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ یا تو پھر خلیفہ وقت
ابو بکر الصدیق کو اطلاع کرنے و اذن لینے کے بغیر صدیق کے گھر سے باہر چلی جاتی تھیں یا اذن
لے کر و اطلاع دے کر جاتی تھیں مگر کسی اور کام کا بہانہ بنا کر ادھر حضرت علیؑ کے گھر میں
پہنچ کر فاطمہ کی خدمت میں لگ جاتی تھیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ یہ خدمات چند گھنٹوں کی

بات نہیں ہے، کئی ایام یعنی شب و روز اس طرح خدمات میں صرف ہوئے تھے۔ کیا ان تمام ایام میں خلیفہ وقت کی بیوی نے اپنے خاوند کو دوسو کے اور فریٹ میں ڈالے رکھا تھا یا ان دنوں میں اپنے شوہر کے لیے ناشترہ اور نافرمان بن گئی تھیں؟

ان تمام شبہات و نام نیالیوں کا جواب صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان خود سے لکنا ہے تاہم علماء کبار نے یہاں ایک جملہ حضرت اسماء بنت عمیس (ابوبکر الصدیق کی بیوی) کے حق میں لکھا ہے جو تمام سوالات کا ایک جواب ہے۔ بشرط انصاف سب شبہات ختم

ہو جاتے ہیں، صرف خدا کا خوف اور اس کی ہدایت درکار ہے اور بس!!

علامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ وَرِخِ اسْمَاءُ يَمْنَعُهَا أَنْ لَا تَسْتَأْذِنَهُ

یعنی اسماء کا تقویٰ اور پرہیزگاری اس کو مانع ہے کہ ابوبکر الصدیق سے اجازت

حاصل نہ کرے (اور ویسے ہی گھر سے باہر چلی جاتے)۔

(الجوہر النقی علی السنن للبیہقی جلد ثالث، ج ۳ ص ۳۹۶۔)

مطبوعہ حیدرآباد دکن

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام تر حالات بطور شاہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان ہر دو خاندانوں

کے درمیان اور حضرت فاطمہ اور صدیق اکبر کے درمیان عداوت و بغاوت کا کوئی شائبہ نہیں نہ

ناراضگی ہے نہ رنجیدگی ہے نہ کشیدگی ہے۔ ان بزرگان دین میں باہمی صلح و آشتی تھی،

معاذت و موافقت تھی، مودت و محبت تھی، پیوستگی اور وابستگی تھی۔ اور دیندار و

پرہیزگار لوگوں کا طریق زندگی اسی طرح ہوتا ہے۔

اب اسماء بنت عمیس کا ایک اور واقعہ ذکر کر کے اس بحث کو ہم ختم کرنا چاہتے

ہیں اس میں صدیق اکبر کی فضیلت واضح ہو رہی ہے اور حضرت علی کی صدیق اکبر کے حق

میں عقیدتمندی بھی نمایاں ہو رہی ہے جو باہمی حسن سلوک کی علامت ہے۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد

اسماء بنت عمیس نے حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر ان کی اولاد بھی ہوئی۔ اسماء سے جو حضرت علی کا لڑکا ہوا ہے اس کا نام یحییٰ بن علی المرتضیٰ ہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے جو علامہ ابن السکن نے صحیح سند کے ساتھ شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اور اسماء اور ان کے بیٹے محمد بن جعفر طیار اور محمد بن ابی بکر الصدیق رضیہ سب حضرات گھر میں تشریف فرما تھے۔ محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر ہر ایک آپس میں بطور فخر کہنے لگے کہ میں تجھ سے زیادہ باعزت ہوں اور میرا والد تیرے والد سے زیادہ بہتر ہے۔ (یہ سن کر) حضرت علی (اپنی بیوی اسماء) کو فرمانے لگے کہ تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس وقت اسماء بنت عمیس نے (فیصلہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ جعفر بن ابی طالب سے بہتر میں نے کوئی جوان نہیں دیکھا اور ابوبکر سے بہتر میں نے ادھیڑ (یعنی پختہ عمر) کا آدمی نہیں دیکھا۔ (یہ سنجیدہ جواب سن کر) حضرت علی نے فرمایا کہ تو نے ہمارے بے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں! ^{سب سے کام سے بیٹھا} ^{تو راوی گھر میں کیا کر رہا تھا۔ کسے بیٹھا} اہل علم احباب کی سیافتِ طبع کی خاطر بلفظہ عبارت بھی درج کی جاتی ہے۔

بڑے بڑے مشاہیر علماء نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

وَ أَخْرَجَ ابْنُ السَّكَنِ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ تَزَوَّجَ عَلِيٌّ اِسْمَاءَ
بِنْتِ عُمَيْسٍ فَتَفَاخَرَا ابْنَاهُمَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ
فَقَالَ كُلُّ مِثْمَا اَنَا اَكْرَمُ مِنْكَ وَاَبِي خَيْرٌ مِّنْ اَبِيكَ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ
اَقْضِي بَيْنَهُمَا فَقَالَتْ مَا رَأَيْتُ شَابًا خَيْرًا مِّنْ جَعْفَرٍ وَلَا كَلِمًا
خَيْرًا مِّنْ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ لَهَا عَلِيٌّ فَمَا اَبْقَيْتِ لَنَا؟

(۱) طبقات ابن سعد مذکرہ اسماء، ج ۳، ص ۲۰۸، جلد ہفتم

(۲) حلیۃ الاولیاء مذکرہ اسماء بنت عمیس، الاعمصہ فی حلیۃ اہل بیت، ص ۴۵-۴۶

(۳) سیر اعلام النبلاء قبلی جلد اول ص ۵۲ تحت جعفر بن ابی طالب

(۴) الاصابہ مع استیعاب ج ۳ ص ۲۲۶ تحت تذکرہ اسمائیت عملیں۔

نوٹ۔ حضرت علیؑ کا جوابی جملہ فاضل ذہبی نے سیر اعلام النبلاء، ج ۱ ص ۱۵۲ میں مابلفاظ ذیل ذکر کیا ہے:

«فَقَالَ لِعَالِيٍّ مَا تَرَكْتِ لَنَا شَيْئًا وَكَوَقُلْتِ غَيْرَ هَذَا الْمَشْنُوكِ

”یعنی میں تجھے ناپسند جانتا اگر تو یہ جواب نہ دیتی۔“

مختصر یہ ہے کہ انبساط طبع کے واقعات ان کے باہمی انخلاص اور نمودت پر دلالت کرنے والے بے شمار پاتے جاتے ہیں۔ ایک واقعہ ہم نے بھی عرسِ خدمت کر دیا ہے۔ قبول فرماویں۔

سیدہ فاطمہؑ کے آخری لمحات اور بعض وصایا

سابقہ اوراق میں حضرت فاطمہؑ اور اسماء مذکورہ کے متعلقات درج ہوتے ہیں اب آخری لمحات کی مزید چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)

حضرت فاطمہؑ نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت علیؑ کو ایک یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد اگر آپ نکاح کرنا چاہیں تو میری خواہر زادی یعنی زینب کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کرنا، کیونکہ یہ میری اولاد کے حق میں میری طرح (معاون و خیر خواہ) ہوگی۔

(۱) اصحابہ لابن حجر والاستیعیاب لابن عبدالبر (تذکرہ امامہ بنت ابی العاص)

اس وصیت کو شیعہ علماء نے بھی درج کیا ہے۔ چنانچہ یہاں صرف ایک کتاب کا حوالہ ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ کی یہ وصیت حضرت علیؑ کے

یہے بایں الفاظ مذکور ہے:

وَ اَنَا اَوْصِيكَ اَنْ تَتَزَوَّجَ بِنْتِ اُحْتَى زَيْنَبٍ تَكُونُ لَوْلَدِي

مِثْلِي

”یعنی میں آپ سے وصیت کرتی ہوں کہ میری بہن زینب کی لڑکی

کو نکاح میں لانا یہ میری اولاد کے حق میں میری مثل ہوگی“

کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوئی الشیعی ص ۲۲۶

مطبوعہ مطبعہ حیدریہ نجف اشرف - عراق

سلم خدا سے در

۱۔ قولہ اُحْتَى زَيْنَبٍ الخ - چند چیزیں یہاں قابل ذکر ہیں:

۱۔ زینب حضور علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں حضرت فاطمہ کی حقیقی بڑی بہن ہیں اور

حضرت علی کی سالی ہیں۔ زینب ابوالعاص بن ربیع کی زوجہ تھیں۔ ابوالعاص کانسب چوتھی پشت میں حضور علیہ

السلام سے اور حضرت علی سے جا کر مل جاتا ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے: ابوالعاص بن ربیع بن عبدالغزی بن

عبدشمس بن عبدمناف۔ اور مادری تعلق اس طرح ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد ابوالعاص

حقیقی بیٹا ہے۔ دوسرے نفلوں میں حضرت خدیجہ ام المومنین کا خواہر زادہ ہے اور زینب اور فاطمہ کے لیے

خالہ زاد بھائی ہے۔ ابوالعاص مذکور کو اللہ کریم نے یہ عزت بخشی ہے کہ داماد نبی اور پھر علی سے ہے پھر بعد از

وفات فاطمہ خسر علی بھی ہے اور علی اس کے داماد بھی ہوئے ہیں۔ یہ سب شرافتیں ان کو نصیب ہوئی ہیں (اسد الغابۃ)

(۲) اور علماء نے لکھا ہے کہ ”وسامع علی الی الیمن فامتخلفہ علی علی الیمن لما رجع ثم کان ابوالعاص مع علی

یوم یوم البکر“ یعنی حضرت علی جس وقت یمن کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ ابوالعاص ساتھ گیا تھا اور جب واپس ہوئے

ہیں تو ابوالعاص کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے تھے اور جس روز ابوبکر الصدیق کی حضرت علی نے بیعت کی ہے اس

روز ابوالعاص حضرت علی کے ساتھ تھے۔ (اصابہ مع استیعاب باب کنبۃ ابی العاص ج ۴ ص ۱۲۳، تذکرہ ابی العاص۔

(۳) علماء فرماتے ہیں کہ ابوالعاص کا نام لقیط ہے، بعض نے کہا ہے مقسم ہے وغیرہ۔ اور

(۲)

نیز شیعہ علماء نے لکھا ہے جن ایام میں حضرت فاطمہؑ آخری مرض میں بیمار تھیں اور حضرت علی المرتضیٰؑ نچگانہ نماز میں مسجد نبوی میں تشریف لایا کرتے تھے تو اس وقت ابو بکر السدیق و عمر فاروق، حضرت فاطمہؑ کی بیماری کا حال احوال بھی حضرت علیؑ سے دریافت کیا کرتے تھے چنانچہ حضرت علیؑ کے خاص شاگرد سلیم بن قیس الہلالی العامری شیعنی سے یہ واقعات ان کی کتاب سلیم بن قیس میں نقل کیے گئے ہیں عبارت ملاحظہ فرمادیں۔

— وَكَانَ عَلِيٌّ (۴) يُصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ كَيْفَ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) إِلَى أَنْ ثَقُلَتْ فَسَأَلَا عَنْهَا الخ

(کتاب سلیم بن قیس ص ۲۲۴-۲۲۵ - مطبوعہ حیدرآباد نجف اشرف - عراق)

۴- زینب دختر نبوی سے اس کی ایک لڑکی ہوئی تھی جس کا نام امامہ تھا جس کے حق میں وصیتہ گزری ہے اور ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام علی تھا، وہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہو گیا تھا۔

(۴) ایک یہ چیز بھی یہاں قابل وضاحت ہے کہ حضرت زینبؑ دختر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وصیتہ البنتی (یعنی خدیجہ کے سابق خاوند کی بیٹی) ہونے کا شبہ مخالفین کی جانب سے بعض عبارات سے پیش کیا جاتا ہے وہاں الفاظ اس طرح ہیں کہ زینب بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ظاہر الفاظ کو لیکر اپنا غلط مطلب برآمد کرنے کی کوشش کی گئی ہے حالانکہ دوسرے مقامات میں علماء انساب نے اس اجمال کو بالکل صاف کر کے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب اسد الغابہ لابن اثیر خزندی جلد پنجم ص ۴۶۸ میں زینب کا تذکرہ کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ زینب بنت النبی وہ ہے جو ام سلمہ (ام المؤمنین) کی لڑکی ہے۔ اس کا والد ابو سلمہؑ ہے۔ وہ زینب نبی کریم کی رضیہ ہے اور حضرت زینب جو صاحبزادی ہے وہ دوسری زینب ہے۔ اس کی والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ ہے حضور کی حقیقی صاحبزادی ہے۔ اس تفصیل و تہیح کے بعد اب مخالفین کا دھوکہ نہ چل سکے گا۔ (منہ)

یعنی حضرت علیؑ پانچوں نمازیں مسجد نبویؐ میں پڑھا کرتے تھے جب نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ نے علیؑ کو کہا کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کا کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟

تنبیہ: اگرچہ شیعہ بزرگوں نے اس مقام میں بہت کچھ تصرفات کر کے منافرت و عداوت کی چیزیں ملا کر واقعہ بذابیان کیا ہے مگر اتنی بات تو بہر کیف ثابت ہو گئی کہ حضرت علیؑ نجگانہ نماز مسجد میں باقی صحابہؓ سے مل کر ابوبکر الصدیقؓ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ دوسری یہ چیز معلوم ہو گئی کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا ان حضرات کو علم تھا، ان کی عیادت و بیمار پرسی کیا کرتے تھے۔ تیسری یہ بات واضح ہوئی کہ ان حضرات کی آپس میں تکلم کلام کرنا حال احوال دریافت کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا کسی قسم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ باہمی نہ تھا۔

(۳)

اور شیعہ علماء نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جس روز حضرت فاطمہؓ فوت ہوئی ہیں اس روز مدینہ میں بڑی قیامت برپا ہوئی، اس دن بھی ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں حضرت علیؑ کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور جنازہ سیدہ کا ذکر بھی ہوا۔ عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ ابن عباس کی یہ روایت ہے، لکھتے ہیں:

« قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبِضَتْ فَاطِمَةُ مِنْ يَوْمِهَا فَارْتَحَبَتِ الْمَدِينَةَ بِالْبُكَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَدَهَسَ النَّاسُ كَيْوَمٍ قُبِضَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ فَاقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ تَعَزَّيَانِ عَلَيًّا وَيَقُولُونَ لَهُ يَا أَبَا الْحَسَنِ لَا تَسْبِقْنَا بِالصَّلَاةِ عَلَى ابْنَةِ رَسُولِ اللَّهِ... الخ

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں فاطمہؓ جس دن فوت ہوئی ہیں، مدینہ کے تمام مرد اور عورتیں رونے لگے۔ لوگوں پر اس طرح حیرانی و دہشت

طاری ہوئی جس طرح حضور علیہ السلام کے انتقال کے روز تحیر و پریشانی
پھائی تھی۔ پس ابو بکر اور عمر دونوں نے علی المرتضیٰ کے پاس اگر تعزیت اور
انہماک افسوس کیا اور ان کو کہنے لگے کہ ابوالحسن فاطمہ بنت رسول اللہ کی نماز
جنازہ کے لیے سبقت نہ کرنا... الخ

کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری ص ۲۲۶۔

مبلغ حیدریہ۔ نجات اشرف عراق (

روایات ہذا کے فوائد

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساجزادی حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ کی حقیقی بہن
تھی، ربیبہ نہیں تھی۔ زینبؓ کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ خاتونِ جنت کو خصوصی محبت
تھی۔ اسی طرح ہم ایمانداروں کو فاطمہؓ کی بہنوں کے ساتھ عقیدت رکھنی لازم ہے۔

(۲) حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ آخری
دم تک تعلقِ نبوی کا لحاظ و احترام قائم رکھا۔ ان کی بیماری پرسی و عیادتِ آخری مرض کے
دوران میں بھی کرتے رہے اور حضرت علیؓ کے ذریعہ بار بار مزارِ پرسی کرتے تھے۔ نیز حضرت
علیؓ ان حضرات کے ساتھ مل کر مسجدِ نبوی میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ کوئی باہمی عداوت اور
منافرت نہ تھی۔

(۳) حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع ملنے پر ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے سنت
علیؓ سے جا کر تعزیت کی اور بنازہ ہذا مل کر پڑھنے کی استدعا کی تاکہ جنازہ سے رہ نہ جائیں۔
یہ تمام امور دونوں خاندانوں کے خوشگوار تعلقات کے درخشندہ نشانات ہیں،
اگرچہ مخالفین احباب ان واقعات کو موڑ توڑ کر باہمی عداوت اور بغاوت کے کیس تیار کیا
کرتے ہیں۔ فانی اللہ المشتکی۔

سیدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

— سابقہ اوراق میں حضرت فاطمہؓ کے آخری مرض میں پیش آمدہ بعض واقعات پیش خدمت کیے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ سیدتی اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلقات بھی ذکر کیے ہیں جن سے ان حضرات کا باہمی تعلق معلوم ہو سکتا ہے۔

اب سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس کے متعلقاً اپنی کوشش و لباط کے موافق یکجا کر کے حاضر خدمت کیے جاتے ہیں۔ اُمید ہے ناظرین کرام منظور فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

میں میں مشہور کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ، حضرت ابو بکر الصدیقؓ سے سخت ناراض تھیں، انہوں نے آخری وقت میں حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ میں وہ نہ شریک ہوں تو حضرت علیؓ نے رات کو ہی فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ ابو بکرؓ کو ان کی اطلاع ہی نہ کی۔ (کنزانی فی بعض الروایات)

مسئلہ اہذا کو بعض روایات کی بنا پر بہت اہمیت دی گئی ہے۔ خلاف پر و پگینڈا کرنے والے دوستوں نے اس مسئلہ کو مخالفت کا اور عناد کا زبردست ثبوت بنا کر ناواقف عوام میں پھیلا دیا ہے۔ بنا بریں ضرورت ہوئی کہ اس مسئلہ کو بڑے عمدہ انداز سے صاف کر دیا جائے اور سیدتیؓ کا فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہونا دوستی و آشنائی کا مستقل نشان ہے۔ اس کو حقائق کی روشنی میں قوم کے سامنے رکھا جائے۔ اور اس دوران میں کچھ طوالت آجائے تو اُمید ہے کہ ناظرین کرام گہرائی محسوس نہیں فرمائیں گے۔ جو کچھ معروض ہو گا وہ ضرورت کے تحت ہو گا۔

— اس بحث کو مدقون کرنے کی ترتیب یہ تجویز کی گئی ہے کہ سب سے پہلے اصل مسئلہ کے لیے مثبت روایات سامنے رکھی جائیں گی۔ پھر اس مسئلہ کے مؤید قواعد شرعی ذکر ہونگے۔ پھر اس پر تاریخی شواہد پیش کیے جائیں گے جن سے نبی ہاشم کا تو اثر عملی واضح ہو سکے گا۔ اس کے بعد ازالہ شبہات کے لیے مزید قابل ذکر امور درج ہوں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

(۱)

اصل مسئلہ کے لیے روایات

(۱) صاحب طبقات نے اپنی تصنیف طبقات ابن سعد میں اپنی مکمل سند کے ساتھ مندرجہ ذیل روایت ذکر کی ہے۔

..... عَنْ حَمَادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ قَالَ صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا
”یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ ابو بکر الصدیق نے فاطمہ و خیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں“

(طبقات ابن سعد جلد ۱۸، ص ۱۴)

تذکرہ فاطمہ ملبوعہ لیدن (یورپ)

(۲) — اسی طبقات ابن سعد میں اسی مسئلہ کے لیے دوسری روایت ملاحظہ ہو:

..... عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ وَعَنْهَا

”یعنی شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہ پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی“

(طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۱۴ - تذکرہ فاطمہ طبع لیدن، یورپ)

منتخب سنن

(۳) تیسری روایت مسئلہ نذا کے لیے بہت ہی سے اپنی سند کے ساتھ منقول ہے۔
 لکھتے ہیں :- کثر معنی

..... ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ثنا عون بن سلام ثنا

سوار بن مصعب عن مجالد عن الشعبي ان فاطمة رضى الله عنها لما

ماتت دفنها على ليلا واخذ بصبي ابى بكر الصديق رضى الله عنه

فقدمه لعنى في الصلوة عليها

”یعنی جب فاطمہ فوت ہوئیں تو حضرت علی نے ان کو رات میں دفن

کیا اور (جنازہ کے موقع پر) حضرت علی نے ابو بکر کے دونوں بازو پکڑ کر

جنازہ پڑھانے کے لیے مقدم کیا“

(۱) السنن الكبرى للبيهقي مع الجوهرة النقي، جلد ۴، ص ۲۹-

کتاب الجنائز-

(۲) کنز العمال جلد ۷، ص ۱۱۴، بحوالہ بہت ہی۔ کتاب الفضائل

(فضائل فاطمہ) - طبع اول، تخریق کلاں)

(۴) امام محمد باقر سے مروی روایت صاحب کنز العمال علی المتقی الہندی نے

بحوالہ خطیب ذکر کی ہے۔ عبارت روایت یہ ہے:

”عن جعفر بن محمد عن ابيد قال ماتت فاطمة بنت رسول الله

صلى الله عليه وسلم فجاء ابو بكر وعمر ليصلوا فقال ابو بكر لعلي بن

ابي طالب تقدم فقال ما كنت لا تقدم وانت خليفة رسول الله

صلى الله عليه وسلم فتقدم ابو بكر وصلى عليها“

”یعنی امام جعفر صادق امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت

فاطمہ و نثر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ابو بکر و عمر دونوں

نماز جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ ابو بکرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو (جنازہ پڑھانے کے لیے) کہا کہ آگے تشریف لائیے! تو علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ آپ خلیفہ رسول ہیں، میں آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ پس ابو بکرؓ نے مقدم ہو کر نماز جنازہ پڑھائی۔“

(کنز العمال (خطی روایہ مالک) جلد ۶ ص ۳۱۸ طبع قدیم۔ روایت

سنی، باب فضائل الصحابة فضل السديقي - مسند علی، تختی کلاں، ۵۲۹۹۔

(۵) اب امام زین العابدینؓ کی ایک روایت حاضر خدمت ہے۔ اس مسئلہ کو اس روایت نے بڑی وضاحت کے ساتھ صاف کر دیا ہے۔ محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں اس کو نقل کیا ہے:

”عن مالك عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدّه علي بن حسين قال

مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَلَمَّا وُضِعَتْ لِيُصَلَّى عَلَيْهَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي تَقْدَمُ يَا أَبَا بَكْرٍ قَالَ وَأَنْتَ شَاهِدُ يَا أَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ نَعَمْ! تَقَدَّمُ! فَوَاللَّهِ لَا يُصَلَّى عَلَيْهَا غَيْرُكَ فَصَلَّى عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ وَدُفِنَتْ لَيْلًا - خَرَجَهُ الْبَصْرِيُّ وَخَرَجَهُ ابْنُ السَّمَانَ فِي الْمَوَاقِفِ -

”حاصل یہ ہے کہ جعفر صادقؓ اپنے والد محمد باقرؓ سے اور وہ اپنے والد

زین العابدینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمہ الزہراءؓ کی وفات ہوئی (ان کی وفات پر) ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، زبیرؓ و عبد الرحمنؓ بن عوف (حضرات) حاضر ہوئے۔ جب نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جنازہ سامنے رکھا گیا تو حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ کو کہا کہ اے ابو بکر! (نماز پڑھانے کے لیے) آگے تشریف لائیے۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ

کی موجودگی میں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! آپ آگے تشریف لائیے اللہ کی
قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؑ پر نماز جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس
ابوبکرؓ نے فاطمہؑ پر نماز جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں۔“

ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ لمحی الطبری
ج ۱، ص ۱۵۶ - باب وفات فاطمہ

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ (مطالعن صدیقی) میں طعن ۱۴ کے آخر میں
”فصل الخطاب سے نقل کرتے ہوئے مذکورہ مندرجہ روایت کے قریب قریب ذکر کی
ہے۔ ناظرین کے فائدہ کے لیے ریاض النضرۃ کی مذکورہ روایت کی تائید میں یہ درج کی جاتی
ہے :-

”در فصل الخطاب آورده کہ ابوبکر صدیق و عثمان و عبدالرحمن بن عوف
وزبیر بن عوام وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت فاطمہؑ در میان
مغرب و عشاء شب ۳ شنبہ سوم ماہ رمضان (۳۱ھ) بعد از ششماہ از واقعہ
سرور جہان بوقوع آمدہ بود و سنین عمرش بست و ہشت بود و ابوبکر محبوب
گفتہ علی مرتضیٰ پیش امام شد و نماز بروے گذاشت و چہار تکبیر بر آورد۔“
و تحفہ اثنا عشریہ، مطالعن صدیقی، آخر طعن ۱۴
ص ۲۲۵ - طبع نول کشور کھنؤ

روایت ابدا کا خلاصہ یہ ہے کہ فصل الخطاب کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر
صدیقؓ و عثمانؓ و عبدالرحمنؓ بن عوف و زبیرؓ بن عوام تمام حضرات عشاء کی نماز کے وقت
حاضر ہوئے اور سیدہ فاطمہؑ کی رحلت مغرب اور عشاء کے درمیان ہوتی تھی۔ منگل کی رات
تیسری رمضان تشریف تھی۔ حضور علیہ السلام کے بعد چھ ماہ بعد فاطمہؑ کا انتقال ہوا۔ اس
وقت فاطمہؑ کی عمر اٹھائیس برس تھی۔ علی المرتضیٰؑ کے فرمان کے مطابق ابوبکر صدیقؓ نماز جنازہ

کے امام بنے اور چہار تکبیروں کے ساتھ اس پر نماز گذاری۔

(۱۶) حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباس سے جنازہ کی روایت نقل کی ہے :-

عن میمون بن مهران عن عبد الله بن عباس ان النبي صَلَّى اللهُ

لَهُ تَلَيْتَ جَنَازَةَ الزُّهْرَاءِ بِأَمْرَةِ الصِّدِّيقِ بِأَصْرَارٍ عَلَيَّ هَذَا هُوَ الصَّحِيحُ رَوَاهُ

وَدَسَائِئُ (مولانا شمس الحق افغانی)

ایک تنبیہ

نوٹ: روایات ہذا کے اندراج کے بعد ضروری اشیاء ذکر کرنے سے قبل دوستوں کے ذہن و ہم کے لیے ان کو ایک اطلاع کر دینا مناسب لازم ہوتا ہے، اور پھر بعد میں ذکر ہوتی رہیں گی۔ وہ یہ ہے کہ ان کے مشہور مستند عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدی نے کتاب الثانی میں کتاب المغنی کا رد کرتے ہوئے حضرت فاطمہؑ کے جنازہ کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ فھوشی ما سمع الا منک وان کنت تلقیتذ من غیرک فمن یجری مجراک فی العصبیۃ والا فالروایات المشہورۃ وکتب الآثار و السیر خالیۃ من ذالک الخ (کتاب الثانی، ص ۲۳۵ مجمع تلخیص بلع قدیم)

خلاصہ یہ ہے کہ (ابوبکر الصدیق کا فاطمہؑ کے جنازہ کو چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھنا) یہ چیز صرف آپ سے ہی سنی جا رہی ہے اگر تم نے کسی دوسرے سے اخذ کی ہے تو وہ بھی آپ سے یا سے تعصب ہے ورنہ مشہور روایات و سیرت و آثار کی تمام کتابیں اس ذکر سے خالی ہیں۔ اور یہ ثانی کی عبارت شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید میں بحث فدک فصل ثالث میں بھی منقول ہے۔ ثانی اور شرح نہج حدیدی کی ہر دو عبارت ہذا پیش کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ اتنی مرسل و سند روایتیں با اسناد لوگوں سے ہم نے جمع کر کے پیش کی ہیں اور یہی فیرفہ روایات سے دستیاب ہونے کی توقع ہے۔ پھر اس مسئلہ کے حق میں یہ تحریر کرنا کہ کتب سیرت و آثار اس سے خالی ہیں کہاں تک دیا نندارہ تحقیق ہے؟ اور اکابر مجتہدین شیعہ کا فرمان کس حد تک درست ہے؟ ناظرین کرام انصاف فرمائیں اور ان کی تحقیقات رائے زنی کی داد دیں۔ (منہ)

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي بِجَنَازَتِهِ فَصَلِّ عَلَيَّهَا وَكَبِّرْ عَلَيْهَا اَرْبَعًا وَقَالَ كَبَّرَتْ الْمَلَائِكَةُ
عَلَى اٰدَمَ اَرْبَعًا تَكْبِيْرَاتٍ وَكَبَّرَ اَبُو بَكْرٍ عَلٰى فَاطِمَةَ اَرْبَعًا وَكَبَّرَ عُمَرُ
عَلَى اِنِّي بَكْرًا اَرْبَعًا وَكَبَّرَ صُهَيْبٌ عَلٰى عُمَرَ اَرْبَعًا

یعنی ابن عباسؓ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
جنازہ لایا گیا۔ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور چہارتکبیریں کہیں اور فرمایا
کہ ملائکہ نے آدم علیہ السلام پر چہارتکبیریں کہیں تھیں۔ اور (ابن عباس کہتے
ہیں کہ) ابوبکر صدیقؓ نے فاطمہؓ کے جنازہ کے موقعہ پر چہارتکبیریں کہیں اور
عمرؓ نے ابوبکرؓ پر چہارتکبیریں کہیں۔ اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چہارتکبیریں کہیں۔
(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصفہانی، ج ۲ ص ۹۶ -

تذکرہ میمون بن مہسران)

مندرجہ روایات کے فوائد و نتائج

قریباً چھ سات عدد روایات اس مسئلہ کے لیے آپ کے سامنے پیش کی ہیں ان
میں تین عدد روایات غیر ہاشمی حضرات کی ہیں اور تین عدد خود ہاشمی بزرگوں (یعنی امام محمد باقرؑ
امام زین العابدینؑ اور عبداللہ بن عباسؑ بن عبدالمطلب) کی روایت کردہ ہیں۔ ان تمام
مرویات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ:

- (۱) حضرت فاطمہؓ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ان بڑے بڑے اکابر صحابہ
کرام سب کو ہو گئی تھی (خصوصاً صدیق اکبرؓ کو تو اپنی زوجہ اسماء بنت عمیس کے ذریعہ بھی
خاتونِ جنت کے تمام احوال کی خبر یقیناً ہوتی رہتی تھی اور وفات کی اطلاعات نہ ہونے کی
کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ اس نہایت اندوہناک واقعہ کی خبر ان کو بالیقین حاصل تھی)۔
- (۲) دوسری چیز ان روایات نے بتلائی کہ اطلاع وفات کے بعد جنازہ کے

یہ تمام حضرات مع ابوبکر الصدیقؓ و عمر فاروقؓ کے تشریف لائے اور حضرت علیؓ سے تکلم و کلام بات چیت ہوئی ہے خاص طور پر یہ تذکرہ ہوا کہ جنازہ پڑھانے کی کون سعادت حاصل کرے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی باہمی گفتگو کے بعد علی المرتضیٰؓ کے فیصلہ کے مطابق یہ طے ہوا کہ خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ہیں۔ فلہذا جنازہ کی امامت کے یہی حقدار ہیں۔

گویا اکابر صحابہ کرامؓ اور باشمی بزرگوں کی موجودگی میں یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ وقت کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص امامت کا حقدار نہیں ہوتا۔ چچگانہ نماز ہو یا جنازہ کی نماز ہو ان میں ایک ہی حکم ہے۔

(۳) تیسری یہ بات واضح ہوتی کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے یہ جنازہ پڑھایا اور چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا یعنی پانچ تکبیروں کے ساتھ یہ جنازہ نہیں پڑھایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آنری جنازوں پر صرف چہار تکبیریں کہیں تھیں اور آدم علیہ السلام کا جنازہ جو فرشتوں نے پڑھا تھا وہ بھی چہار تکبیرات کے ساتھ ہوا تھا۔ اور ابوبکر الصدیقؓ کا جنازہ عمر فاروقؓ نے پڑھایا تھا وہ چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔ اور حضرت صہیبؓ رومی صحابی رسولؐ نے جب عمر فاروقؓ کا جنازہ پڑھایا وہ بھی چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ناظرین کرام کو یاد رہنی چاہیے کہ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جب علی المرتضیٰؓ کی شہادت ہوئی ہے تو اس وقت امام حسنؓ نے جنازہ پڑھایا اور چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا تھا (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۴۳) اور حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہؓ بنت اسد کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمایا (ملاحظہ ہو مجمع الفوائد، ج ۲، ص ۴۰۸ بحوالہ طبرانی کبیر و اوسط)۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ان تمام حضرات کے جنازے حضرت علیؓ کے جنازے تک سب چہار تکبیروں کے ساتھ مروی ہیں

اور اسی پر عمل کرنا صحیح ہے۔ پانچ تکبیروں پر عمل کرنا متروک ہے۔

(۴) چوتھی یہ چیز مذکور ہوئی ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت فاطمہؑ کو جنازہ کرنے کے بعد رات کو ہی دفن کر دیا تھا۔ یہ چیز عام روایات میں مذکور ہے۔ ایک تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شرع اسلامی کا قاعدہ ہے کہ وفات کے بعد میت کو زیادہ دیر نہ روکا جائے بلکہ جلد تر اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے۔ اور حضرت فاطمہؑ کی وفات مغرب کے بعد اور عشاء سے قبل ہوئی تھی۔ اس بنا پر بھی رات کو ہی دفنانے کا انتظام جلد تر مناسب تھا۔ دوسری یہ چیز ہے کہ رات کے اندر دفنانے میں پوری طرح پردہ داری رہتی ہے۔ خاتونِ جنت کے جنازہ میں ان کی وصیت کے مطابق تشدد و پردہ داری ہی مطلوب تھی، اس وجہ سے بھی رات کو ہی دفن کرنا درست تھا۔ شب کے اندر دفنانے میں یہ ہرگز مقصود نہیں تھا کہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے فاطمہؑ کے جنازہ میں شامل ہونے سے پرہیز کیا جائے اور ان کو اس کی اطلاع نہ ہونے پاتے۔ یہ چیز سراسر واقعات کے خلاف تیار کر لی گئی ہے اس کے متعلق ازالہ شبہات کے درجہ میں ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ کلام چلا دیں گے۔

(۵) ہمارا اصل مسئلہ باہمی مؤدت و دوستی اور خوشگوار تعلقات کا جاری تھا۔ روایات مندرجہ بالا سے جہاں اور مسائل ثابت ہو رہے ہیں وہاں علی المرتضیٰؑ و فاطمہؑ اور صدیق اکبرؓ کے باہمی مراسم اور خوشتر تعلقات بھی نمایاں ہو رہے ہیں لیکن مخالفین صحابہ کرام ان واقعات صحیحہ اور حقائقِ سریحہ کو قطع و برید کر کے اور غیر واقعی چیزوں کی آمیخت و ملاوٹ کر کے منافرت کی وبا اور مخالفت کی ہوا پھیلانے کو اپنا فریضہ منسبی خیال کرتے ہیں۔ نصوصِ سریحہ اور مسئلہ واقعات کے خلاف کرنے میں ذرہ بھر بھی ندا کا خوف نہیں کرتے۔ خالی اللہ الشکوی۔

امامتِ نماز کے متعلق اسلامی دستور

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ کی بحث میں پہلے اگر اسلام کا قاعدہ اور قانون معلوم کر لیا جائے تو بڑی آسانی سے یہ مسئلہ سمجھ میں آسکتا ہے۔

شرعِ اسلامی میں (بچگانہ نماز ہو یا نمازِ جنازہ ہو) کے متعلق دستور ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ وقت نماز کی امامت کا اصل حقدار ہوتا ہے۔ اگر وہ خود موجود نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو امیر المؤمنین کی طرف سے جو آدمی مقرر ہو وہ امامت کا مستحق ہوتا ہے۔

ہر دور کے تمام مسلمان اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں اور اسلامی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس مسئلہ پر شاہد و گواہ ہے۔

ناظرین کرام اور احباب کی تسلی کے لیے چند ایک حوالہ جات دان کی اپنی روایات و مسلمات سے پیش کرنے کا خیال ہے۔ امید ہے منظورِ خاطر ہو سکیں گے۔

اس مسئلہ دستور کے ثبوت کے لیے اپنی کتابوں کے کسی حوالہ کی حاجت نہیں ہے۔ فقہ کی کتابوں میں باب الامامة اٹھا کر ملاحظہ کریں، تسلی ہو جائے گی۔

البتہ احباب کے اطمینان کی خاطر ان کی شیعہ کتابوں سے چند ایک معتبر حوالہ جات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں۔ بغور مطالعہ فرمانے سے مقصد برآری ہو سکے گی۔

۱) لوگوں نے امام جعفر صادقؑ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو امام نے جو جواب فرمایا ہے وہ فروع کافی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب من اتقى ان یوم القوم میں مروی ہے:

« فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ قَالَ تَتَقَدَّمُ الْقَوْمَ
أَقْدَاهُمْ لِلْقُرْآنِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمَهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا
فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَكْبَرَهُمْ سَنًا » فروع کافی جلد اول، کتاب الصلوٰۃ باب

من اتقى ان يؤم القوم، ج ۲، ص ۲۲۵، طبع نزل کشور بکھنو۔

(۲) ... وَأَوْلَى النَّاسِ بِالْقَدَمِ فِي جَمَاعَةٍ أَقْرَأَهُمْ لِلْقُرْآنِ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقُرْآنِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هَجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهَجْرَةِ سَوَاءً فَأَسْبَغَهُمْ
(امالی الشیخ الصدوق ص ۳۸۲، المجلس الثالث والتسعون)۔

ان ہر دو حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جو شخص دوسرے لوگوں میں سے قرآن مجید کا زیادہ قاری ہو وہ قوم کی امامت کرانے۔ اگر حاضرین قرأت کے اعتبار سے مساوی ہوں تو جو شخص ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرانے اور اگر ہجرت میں مساوی ہوں تو ان میں سے جو عمر رسیدہ ہو وہ جماعت کرانے۔

(۳) شیخ مجتہدین نے اس مسئلہ میں اپنا مفتی یہ فیصلہ یوں تحریر کیا ہے :
”بَانَ تَسَاوُوا فِي الْفِقْهِ وَالْقِدْوَةِ فَلَا تَقْدَمُ هَجْرَةً مِّنْ دَارِ الْحَرْبِ إِلَى دَارِ الْإِسْلَامِ ... فَإِنْ تَسَاوُوا فِي ذَلِكَ فَلَا سَنَ مُطْلَقًا ... وَالْإِمَامُ الرَّائِبُ فِي مَسْجِدٍ مَّخْصُوصٍ أَوْلَى مِنَ الْجَمِيعِ لَوْ اجْتَمَعُوا وَكَذَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ أَوْلَى مِنْهُمْ وَمِنَ الرَّائِبِ وَصَاحِبُ الْأَمَارَةِ فِي أَمَارَتِهِ أَوْلَى مِنَ جَمِيعٍ مِّنْ ذِكْرِ آيْضًا“

(شرح لمعة، ج ۱ ص ۱۰۱۔ کتاب الصلوٰۃ۔ فصل الحادی عشر)

فی الجماعۃ۔ طبع تبریز۔ طبع جدید)

”خلاصہ یہ ہے کہ اگر (حاضرین نماز) علم فقہ و قرأت میں برابر ہوں تو دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کرنے میں جو شخص مقدم ہو وہ امامت کے لیے زیادہ حقدار ہے ... اگر (حاضرین) اس فضیلت ہجرت میں برابر ہوں تو ان میں سے جو عمر رسیدہ ہو گا وہ مطلقاً زیادہ مستحق ہے اور مقرر امام جو مسجد

مخصوص کے لیے متعین ہو وہ دیگر سب لوگوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے
اسی طرح "ساحب خانہ" باقی لوگوں سے امامت کا زیادہ حق رکھتا ہے اور
امیر المؤمنین اور خلیفہ وقت تو تمام مذکور لوگوں سے امامت کا زیادہ حقدار
ہوتا ہے۔"

(۴) آخری حوالہ امام جعفر صادق کا قول ہے ملاحظہ فرمائیں :-

... عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا حَضَرَ الْإِمَامَ الْجَنَائِزَةَ
فَهَوَّ أَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا "

یعنی امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ جب وقت کا امیر خبازہ کے موقع
پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار اور زیادہ مستحق ہے
(فروع کافی جلد اول کتاب الجنائز، ص ۹۳ طبع نول کشور کھنؤ
باب اولی الناس بالصلاة علی المیت)

(۵) خود حضرت علیؑ سے اس طرح مروی ہے کہ

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوَالِيُّ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَائِزَةِ مِنْ
وَلِيِّهَا "

"یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ والی و حاکم وقت نماز جنازہ کا زیادہ حقدار
رشتہ دار ان میت سے ہوتا ہے۔ (قرب الانساب ج ۱ لا شعیات ص ۲۱۔ باب من
أحق بالصلاة علی المیت)۔"

ان تمام شیعہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ امام المسلمین خلیفۃ المؤمنین کے ہوتے
ہوئے کسی دوسرے مومن مسلمان کو امامت نماز کی اجازت نہیں ہے۔ امامت کرنا
صرف اسی کا حق ہے نماز پچگانہ کی امامت ہو یا نماز جنازہ کی امامت ہو۔
ائمہ کرام کے فرمودات معلوم کر لینے کے بعد آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ امامت

کے شرائط کس شخص میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں ان کے ائمہ اور بزرگوں نے فرمان دیا ہے کہ مسلمانوں کی حاضر جماعت میں سے اگر تمام حاضرین فقہ دینی اور قرآنہ قرآنی میں برابر ہوں تو مسلمان اس شخص کو نماز کا امام بنائیں جو ہجرت کرنے میں متقدم اور سابق ہو اور اگر حاضرین اس ہجرت میں مساوی ہوں تو امام اس کو بنائیں جو شخص عمر رسیدہ ہو اور معمر ہو۔ پھر اس کے بعد محلہ کی مسجد کا مخصوص امام امامت کا زیادہ حقدار ہے اور پھر اس کے بعد امام وقت و خلیفہ مسلمین کا درجہ امامت کرانے میں سب سے فائق ہوتا ہے جہاں خلیفہ وقت اور مسلمانوں کا امیر ہو وہاں کسی کو بھی امامت کرانے کا حق نہیں ہے صرف اسی کو حق ہے۔

اب مہربانی فرما کر اصل مسئلہ (یعنی سیدہ فاطمہؓ کے جنازہ) کے متعلق توجہ فرمائیے کہ ان قواعد مندرجہ بالا کی رُو سے اس چیز کا حقدار کون ہو سکتا ہے؛

خدا کی قدرت یہ ہے کہ جو اس وقت حضرات جنازہ ہذا کے لیے موجود تھے ان میں سیدنا ابو بکر الصدیقؓ (۱) ہجرت اسلامی میں سب سے متقدم و سابق تھے۔ (۲) اور دوسرا

ان حضرات میں ابو بکر الصدیقؓ عمر رسیدہ تھے۔ (تیسرا یہ کہ حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے محلہ کی مسجد (یعنی مسجد نبویؐ) کے امام بھی ابو بکر الصدیقؓ تھے۔ (۴) چوتھی چیز یہ ہے جو نہایت ہی اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کے تمام مسلمانوں امیر و خلیفہ وقت و امام المسلمین بھی ابو بکر الصدیقؓ تھے۔

پھر یہ چیز بھی قابل لحاظ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی تاریخ وفات پر ابو بکر الصدیقؓ مدینہ طیبہ میں موجود اور حاضر ہیں، کہیں غائب نہیں نہ کہیں سفر میں ہیں۔ پھر ان کو فاطمہؓ کے جنازہ کی اطلاع بھی ہوئی اور جنازہ پر تشریف لے گئے۔ قدرت کی طرف سے اتفاق ہی ایسا ہے کہ تمام بالا اوصاف و شرائط ان میں بطریق اتم موجود تھیں۔

ان معروضات کے بعد انصاف ناظرین پر چھوڑ دیا جاتا ہے خود فیصلہ فرمائیں

جنازہ نذا کا حقدار کون ہے؟ اور کس نے پڑھایا؟ مندرجہ بالا کو الف کی روشنی میں انصافاً
 یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہم خلیفۃ رسول خدا صدیق اکبر ہی ہیں جنہوں نے سیدہ فاطمہ کا جنازہ
 پڑھایا اور رفاقت کا حق ادا کیا۔ ~~بعض محدثین نے اسے رد کیا~~

(۳)

مسئلہ نذا کی تائید و تصدیق میں تاریخی شواہد

قارئین کرام خیال فرماویں کہ پہلے ہم نے اس مسئلہ کے اثبات کے لیے چھ عدد روایات
 پیش کی ہیں۔ اس کے بعد ہم نے اس مسئلہ کو اسلامی قانون و دستور کی صورت میں (جو فریقین میں مسلم
 ہے) پیش کیا ہے اور اس دستور کے متعلقہ حوالہ بات بھی حاضر کر دیئے ہیں۔

اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس شرعی قانون و قاعدہ پر (کہ جنازہ پڑھانا امیر المؤمنین
 کا حق ہوتا ہے) بنی ہاشم حضرات کا کہاں تک عمل درآمد رہا ہے؟ اور میدان عمل میں ہاشمیوں نے
 اس کو قابل عمل سمجھا ہے یا نہیں؟ یہ ایک تاریخی کام مسئلہ ہے۔ تاریخی واقعات کی روش سے اس کو
 ثابت کرنا اور مکمل کرنا مناسب ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے قلیل سی جستجو کی ہے جو ہم ناظرین کی
 خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ پیش کردہ واقعات کی روشنی میں آسانی کے ساتھ مسئلہ
 نذا کی تائید دستیاب ہو سکے گی اور واضح ہو جائے گا کہ بنی ہاشم حضرات کے جنازے ہمیشہ
 خلفائے وقت اور مسلمانوں کے امیر ٹرچلتے رہے ہیں یا کوئی اور صاحب پڑھاتا تھا۔ مسئلہ
 نذا کو تاریخی شواہد کی صورت میں پیش کرنے کی خاطر چند ہاشمی حضرات کے جنازے اسلامی
 تاریخ سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرماویں۔

(۱)

جنازہ اول

ہاشمی بزرگوں میں سے نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں ان کی وفات

۱۵ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور بیت البقیع میں دفن ہوئے۔

وَتُوْفِي نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ بَعْدَ أَنْ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
بِسَنَةِ وَثَلَاثَةِ اشْهُرٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ مَبِعَهُ
إِلَى الْبَقِيعِ حَتَّى دُفِنَ هُنَاكَ ۖ يَعْنِي نَوْفَلَ حَضْرَتِ عُمَرَ كِي خِلَافَتِ كِي اِيك سال تین ماہ
بعد ۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان پر حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر بقیع تک ساتھ گئے
اور وہاں دفن ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ص ۳۱-۳۲۔ جلد ثانی، قسم اول۔ تذکرہ نوفل بن حارث)

(۲)

۱۔ جلیل شجرہ شامی دیکھو
انہی آسوی تھا

جنازہ دوم

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ ابوسفیان
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ حلیمہ سعدیہ دونوں کی رضاعی ماں
ہے۔ ان کے متعلق لکھا ہے:

وَتُوْفِي أَبُو سَفِيَانَ سَنَةَ عِشْرِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
وَقِيلَ مَاتَ بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ أَخِيهِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بِأَرْبَعَةِ اشْهُرٍ
یعنی یہ ابوسفیان ۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور ان پر حضرت عمرؓ
نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ اپنے بھائی نوفل سے چار ماہ
بعد فوت ہوئے۔

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد خامس ص ۲۱۴-۲۱۵)

بلع تہران - ذکر ابی سفیان

جنازہ سوم

تیسرا موقعہ حضرت عباس بن عبدالمطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا ہے۔ ان کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ:

”تَوَفِّيَ الْعَبَّاسُ بِالْمَدِينَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (س۳۲) قَبْلَ قَتْلِ
عُثْمَانَ بِسِنَّتَيْنِ وَصَلَّى عَلَيْهِ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَدْفِنَ بِالْبُقَيْعِ
وَهُوَ ابْنُ ثَمَانَ وَثَمَانِينَ سَنَةً“

مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا انتقال جمعہ کے روز
مدینہ شریف میں ۳۲ء میں ہوا تھا۔ اور حضرت عثمان بن عفان کی شہادت
سے دو سال قبل ہوا۔ حضرت عثمان خلیفہ وقت نے ان کا جنازہ پڑھایا اور
جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاسی سال تھی۔

(۱) الاستیعاب لابن عبد البر معہ اسبابہ تذکرہ عباس بن

عبدالمطلب جلد ثالث بس ۱۰۱۰۱۰۰ (۲) البدایہ ج ۱ ص ۱۶۲

تنبیہ: مذکورہ بالا تینوں جنازوں کے موقع پر مدینہ شریف میں حضرت علی المرتضیٰ رضی
خود موجود تھے اور تینوں جنازے خلفاء و امراء وقت نے پڑھائے ہیں۔

جنازہ چہارم

اس مسئلہ میں چوتھا جنازہ امام حسن کا ہے۔ ان کا انتقال بھی مدینہ شریف میں ہوا۔
اس وقت (نزد بعض علماء) ۴۰ء (پچاس) ہجری تھا خلیفہ و امیر وقت امیر معاویہ

علیہ السلام نہیں لکھا
لہذا ثابت ہوا مصنف یزید کا ناجائز بیچ ہے ۱۸۶
ایسا لکھنا ایک جاہل کو ہی زیب

تھے، لیکن وہ شام میں تھے۔ ان کی جانب سے امیر مدینہ سعید بن العاص اموی تھا۔ حضرت
امام حسینؑ بہ نفس نفیس خود موجود تھے۔ جنازہ کے لیے سعید مذکور کو امام حسینؑ نے مقدم کرتے
ہوئے فرمایا کہ اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔

« وَقَدَّمَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلصَّلَاةِ سَعِيدَ بْنِ الْعَاصِ وَ
هُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا أَنَّهُ سُنَّةٌ لِمَا
قَدَّمْتُكَ »

(ترجمہ) امام حسینؑ نے امام حسنؑ کے جنازہ پر سعید بن العاص کو جو اس
وقت امیر مدینہ تھا فرمایا کہ اے ہو کر جنازہ پڑھائیے۔ اگر یہ سنت اسلام کی نہ
ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔

(۱) شرح پنج البلاغہ لابن ابی الحدید شعی معتزلی جلد رابع ص ۲۵

طبع بیروتی۔ ذکر موت الحسن و وفاتہ ۱

(۲) مقاتل الطالبین بابی الفرج علی بن الحسین بن محمد الاسفہانی لشعی

المتوفی ۳۵۶ھ۔ جزء اول۔ آنر تذکرہ امام حسنؑ ج ۱ ص ۵۵ طبع بیروت

(نوٹ) شعی علماء مجتہدین نے امام حسینؑ کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ اب یہ جملہ جو امام حسینؑ نے
امام حسنؑ کے جنازہ پر ارشاد فرمایا۔ اہل سنت کی کتابوں سے بھی آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں صرف
حوالہ دے دینا کافی سمجھا گیا ہے۔ پوری عبارتیں نقل کرنا موجب طوالت تھا اس لیے ترک کر
دی ہیں۔ ذیل مقامات میں الفاظ وہی موجود ہیں کہ لَوْلَا أَنَّهُ السُّنَّةُ لِمَا قَدَّمْتُكَ

(۱) تاریخ صغیر امام بخاری، ص ۵۴۔ طبع الہ آباد، الہند۔

(۲) الاستیعاب معہ اصحابہ جلد اول، ص ۳۴۳۔ تذکرہ امام حسنؑ۔

(۳) کنز العمال، ج ۸ ص ۱۱۴۔ (بحوالہ طب۔ ابو نعیم۔ کر۔) طبع قدیم تختی کلاں

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ۴، کتاب الجنائز، ص ۲۹

(۵) المصنف لعبد الرزاق، ج ۳ ص ۴۴۲۔ طبع مجلس علمی

(نوٹ) امام حسینؑ کے جملہ مذکورہ کے تحت شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں ایک ترمیمی فقرہ ذکر کیا ہے۔ اہل علم کے لیے ہم بھی اس کو نقل کرتے ہیں:

» پس معلوم شد کہ حضرت زہراءؑ بنا برپاس نماز ابو بکر اس وصیت نہ فرمودہ بود و الا حضرت امام حسینؑ خلاف وصیت زہراءؑ چہ قسم بعمل می آورد و ظاہرست کہ سعید بن العاص بہر مرتبہ از ابو بکر کمتر بود در لیاقت امامت نماز:»
تحفہ اثنا عشریہ، باب المطاعن، طبع صدیقی ۱۳۱۱، ص ۴۴۵

فارسی طبع نول کشور بکھنو

(۵)

جنازہ پنجم

عبداللہ بن جعفر طیار کا جنازہ

— وَعَلَيْهِ أَكْثَرُهُمْ أَنَّهُ تُوِنِي سَنَةَ ثَمَانِينَ (سنہ ۸۰) وَصَلَّى عَلَيْهِ ابَانُ بْنُ عُمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيرُ الْمَدِينَةِ وَذَلِكَ الْعَامَ يَعْرِفُ بَعَامَ الْجَحَافِ الْم

» یعنی اکثر لوگ اس طرف ہیں کہ عبداللہ بن جعفر طیار سنہ ۸۰ء میں فوت ہوئے اور اس وقت (عبدالملک بن مروان کی طرف سے) امیر مدینہ ابان بن عثمان غنی تھے۔ انہوں نے عبداللہ پر نماز جنازہ پڑھائی۔ یہ وہ سال تھا جس کو عام الجحاف کہتے تھے (یعنی سیلاب کا سال) ✓

(۱) کتاب نسب قریش، ص ۸۲، تذکرہ ولد جعفر بن ابی طالب

(۲) الاستیعاب مع اصحابہ، ج ۲، ص ۲۶۷، تذکرہ عبداللہ بن جعفر طیار ✓

(۳) أسد الغابہ لابن اثیر، ج ۳، ص ۱۳۵، تذکرہ عبداللہ مذکورہ ✓

تنبیہ - اور شیعہ علماء نے بھی اس مسئلہ کو در عبد اللہ کے جنازہ کو عبارت ذیل میں ذکر کیا ہے:

وَمَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بِالْمَدِينَةِ سَنَةَ ثَمَانِينَ وَصَلَّى عَلَيْهِ ابَانُ بْنُ عُمَانَ
بْنِ عَفَّانَ وَدُفِنَ بِالْبَقِيعِ -

”مفتی الآمال“ شیخ عباس قمی میں ہے کہ ”در عمدۃ الطالب ست کہ عبد اللہ بن جعفر در سنہ ۸۰ ہجری در مدینہ وفات یافت ابان بن عثمان بن عفان بروئے نماز گذاشت“

(۱) عمدہ الطالب فی النسب آل ابی طالب ص ۳۸ بحث عقب جعفر طیار طبع جدید
(۲) مفتی الآمال ج ۱ ص ۳۵ فصل ہفتم ذکر عبد اللہ بن جعفر طیار

(۶)

جنازہ ششم

حضرت علی المرتضیٰ کے بیٹے محمد بن حنفیہ ۸۱ھ میں فوت ہوئے ہیں جب ان کا جنازہ لایا گیا تو محمد بن حنفیہ کے لڑکوں نے ابان بن عثمان غنی کو یہ اس وقت عبد الملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ شریف تھے، خطاب کر کے کہا کہ:

”عَنْ نَعْلِهِ أَنَّ الْإِمَامَ أَوْلَىٰ بِالصَّلَاةِ وَلَوْلَا ذَاكَ مَا قَدَّمَكَ
... فَتَقَدَّمَ فَصَلَّىٰ عَلَيْهِ“

”یعنی ہم یقیناً جانتے ہیں کہ امام وقت اور امیر وقت نماز کے لیے زیادہ
تقدار ہوتا ہے۔ اگر یہ دستور شرعی نہ ہوتا تو ہم آپ کو مقدم نہ کرتے ...
پھر ابان آگے ہوئے اور جنازہ پڑھایا“

طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸۶، تذکرہ

محمد بن حنفیہ - طبع لیدن، یورپ

یقیناً وہ اسی طرح ملیں گے کہ خلفاء و اُمراء وقت کے حکم کے تحت ہی ادا ہوتے ہوں گے۔
خلاصہ یہ ہے اس اسلامی دستور و قاعدہ کو بنی ہاشم نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد
جاری رکھا ہے۔

ناظرین حضرات! اس قلیل سی جستجو و تلاش کی بنا پر بنی ہاشم بزرگوں کے چند ایک جنازے
ہم نے ذکر کر دیئے ہیں۔ ان تاریخی واقعات پر غور و فکر کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی
ہے کہ مسئلہ ہذا کی حقانیت پر بنی ہاشم کے بزرگوں کے عمل نے مہر تصدیق ثبت کر دی اور
اپنے توانا زعمی کو اس مسئلہ کی صداقت پر انہوں نے شاید و گواہ بنا دیا ہے۔ اب روز روشن
کی طرح یہ چیز صاف ہو گئی کہ امامت نماز کا حق خلیفۃ المسلمین و امام زمان و امیر وقت کو ہی
حاصل ہوتا ہے یا جس کو وہ ابازت دے وہ کرا سکتا ہے۔ ^{کا جبریل یزید کو بھی}
اس کے بعد حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ کے متعلق امید ہے
قارئین کرام کسی دوسری تشریح و توضیح کے محتاج نہ ہوں گے۔ کیونکہ اس موقع پر امام المسلمین
خلیفۃ المؤمنین، حاکم وقت، مسجد مخصوص (یعنی مسجد نبوی) کے امام صرف سیدنا ابوبکر الصدیق
تھے۔ فلہذا ہر لحاظ سے اس نماز جنازہ کے حقدار بھی یہی "یارِ غار" ہیں اور دوسرا شخص مستحق
نہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ کا جنازہ انہوں نے پڑھایا ہے۔

چند قابل ذکر امور

اہل علم کی توجہ کے لیے

سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی بحث کے آخر میں چند چیزیں قابل
و سناحت تھیں۔ اگر یہ ذکر نہ کی جائیں تو یہ بحث ناقص رہے گی۔ اس لیے ان کا بیان
کرنا منسب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ امور عوام ناظرین کی لیاقت سے شاید کچھ بلند ہوں تو
وہ حضرات ملال نہ فرمادیں۔ جاری کوشش یہ ہوگی کہ سہل عبارت میں بیان ہو اہل علم

کی توجہ کی خاطر ذکر کیے جاتے ہیں اگر منظورِ خاطر ہو سکیں تو مہربانی ہوگی۔

پہلی عرض تو یہ ہے کہ جن حضرات کی روایات پر نظر وسیع ہے وہ ہماری سابقہ بیان کردہ اشیاء (ساتھ عدد روایات پھر امامتِ نماز کے قواعد، پھر نبی ہاشم کا عملی نواتر، ملاحظہ کرنے کے بعد خود بخود متعاقب ہونگے کہ یہ چیزیں فلاں روایت کے برخلاف آپ نے ذکر کی ہیں۔ لہذا اس کو ساف کیا جائے۔

تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ جس روایت سے تعارض و مخالف کا شبہ پیدا کیا جاتا ہے وہ صحیح و غیر صحیح دونوں بگہ میں اس مفہوم کے ساتھ مروی ہے ودفنہا زوجه علی ثلثاً وکلمہ یوذن بھا ابابکرہ صلی علیہا یعنی فاطمہ کو اس کے زوج علی نے رات کو دفن کر دیا اور ابو بکر کو جنازہ کی اطلاع نہیں کی اور اس پر علی نے نماز پڑھی۔

اس مسئلہ میں ان کی جانب سے یہ انتہائی روایت ہے۔ اور اس روایت سے تین چیزیں مرتب کی جاتی ہیں۔ ایک تو فاطمہ کو راتوں رات دفن کیا گیا۔ دوسرا ابو بکر الصدیق کو علی المرتضیٰ نے اس سانحہ کی اطلاع نہ کی۔ تیسرا فاطمہ کو خود علی نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ گویا ان حضرات کے درمیان آخر تک مناقشت و مخالفت قائم و دائم رہی۔

— اب اس کے متعلق چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

تفرد و ادراج زہری

(۱) ایک تو یہ عرض ہے کہ جہاں جہاں یہ روایت ہم نے تلاش کی ہے اس کی ایک فہرست ہمارے سامنے ہے۔ ان تمام مقامات کی سند ابن شہاب زہری سے مروی ہے۔ اس روایت کی کوئی ایک سند بھی ہماری جستجو کے موافق تا حال اس سے خالی نہیں مل سکی۔ یہ واقعہ دوسرے رواد بھی اپنی جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اس میں اس قسم کی کشیدگی کی چیزیں نہیں ملتیں لیکن ابن شہاب کی روایات میں مناقشہ نما چیزیں دستیاب ہوتی ہیں (فیہ مافیہ)۔ پناچہ ناظرین صاحبان دیکھ چکے ہیں کہ جہاں حضرت فاطمہ کے مطالبہ فدک وغیرہ کا مسئلہ پیش آیا تھا وہاں

بھی غنسیب۔ وجد۔ بجران، عدم تکلم وغیرہ متفرد اشیاء صرف اسی زہری کی روایت میں منقول تھیں۔ اب جنازہ فاطمہ کا موقعہ ہے تو یہاں بھی ابن شہاب زہری کی مرویات میں ہی یہ مسئلہ میسر ہو رہا ہے۔ اسی طرح آئندہ بھی مقامات آرہے ہیں جہاں فاضل زہری کی روایات میں ہی یہ اشیاء آپ کو تشریح ہوتی نظر آئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی ہم اس بزرگ کے تفرد و ادراج کی نشان دہی کر دیں گے۔ اس لیے یہ چیز اہل علم و فن کی خاص توجہ کے قابل ہے کہ جب یہی واقعات ابن شہاب زہری کے ماسوا رواۃ سے آپ تلاش کریں تو وہی واقعات ملتے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں مگر زہری کی روایت والے کلمات وہاں نہیں پائے جاتے۔ مالک تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ زہری سے یہ متفرد و مدرج اشیاء و انتہ سادر ہوئی ہیں یا نادر انتہ سادر ہوئیں۔ ایک سطحی نظر ڈالنے والے آدمی کے لیے ان کی مرویات موجب شبہات بن سکتی ہیں۔ مالک کریم ان کو معاف فرمائیں اور ہم کو ان مشتبه چیزوں کے داغ شبہات سے محفوظ فرمادیں۔ مبادا کہ یہ چیزیں صحابہ کرام کے حق میں سوء ظنی پیدا ہونے کا باعث بننے لگیں۔ (اعاذا اللہ تعالیٰ منہ)

توجیہ روایت

(۲) دوسری یہ عرض ہے کہ یہ تین چیزیں جو روایت مندرجہ سے بظاہر پیدا ہو سکتی ہیں ان کو تشریح حدیث نے قبل ازیں توجیہ روایات کے طور پر بڑے عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ "فتح الباری" میں حافظ ابن حجر نے اس روایت کی مندرجہ ذیل توجیہ کر دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

«وَكَانَ ذَلِكَ (الدَّفْنُ فِي اللَّيْلِ) بِوَصِيَّةٍ مِنْهَا لِإِسْرَادَةِ الزِّيَادَةِ
فِي النَّسْتِ وَ لَعَلَّهُ لَمْ يُعْلَمَ أَبَا بَكْرٍ بِمَوْتِهَا لِأَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ ذَلِكَ لَا يَحْتَجُّ
إِلَيْهِ وَ لَيْسَ فِي الْخَيْرِ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يُعْلَمَ بِمَوْتِهَا وَ لِأَصْلِي
عَلَيْهَا»

”یعنی حضرت فاطمہؑ نے زیاد ترستر اور پردہ پوشی کے ارادہ پر رات میں دفن کر دینے کی وصیت کی تھی اور علی المرتضیٰؑ نے وفاتِ فاطمہؑ کی اطلاع ابو بکر الصدیقؓ کو شاید اس لیے نہیں کی ہوگی کہ یہ بات ان پر کوئی منہی رہنے والی نہیں تھی۔ روایت مذکورہ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابو بکر الصدیقؓ کو وفاتِ فاطمہؑ کی خبر معلوم نہ ہو سکی اور نہ انہوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی“

(فتح الباری، ج ۷، ص ۳۹۷ - آخر نزوہ خیبر - طبع مصری)

تنبیہ - دوسرے نقطوں میں آپ اسکوئیوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ علی المرتضیٰؑ کو ابو بکر الصدیقؓ کی طرف اس سانحہ کی اطلاع کرنے کی حاجت ہی نہیں ہوئی۔ ان کو اپنی زوجہ اسماء بنت عمیس کے ذریعہ سے یہ تمام احوال و کوائف معلوم تھے۔ نیز یہ چیز بھی ہے کہ حضرت علیؑ کا نماز جنازہ پڑھتا ابو بکر الصدیقؓ کی نماز کی نفی نہیں کر سکتا۔ پس ان پیش کردہ توجیہات کے بعد ان چند روایات کے ساتھ جو ہم نے ابو بکر الصدیقؓ کے متعلق فاطمہؑ کے جنازہ پڑھانے کے بارے میں درج کی ہیں۔ کوئی تعارض و تخالف و تضاد باقی نہیں رہ جاتا بشرطیکہ کچھ قلیل مقدار انصاف و دیانت کی آمیزش کر لی جائے اور دونوں کو ملا کر کام لیا جائے۔

ترجیح روایت

(۳) تیسری یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ روایات و اخبارِ آحاد کے رد و قبول اور اخذ و ترک اور راجح و مرجوح معلوم کرنے کے لیے ماہرینِ فن نے قوانین و قواعد مرتب و مدقن کر دیئے ہیں۔ اہلِ علم و فہم حضرات ان ضوابط کو خوب جانتے ہیں۔ اب ہم ان قواعد کی طرف صرف توجہ دلاتے ہیں اور ان پر عمل کی درخواست کرتے ہیں۔ اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کی کتابوں میں یہ اپنی تفصیلات کے ساتھ مندرج ہیں التفات فرماویں۔

(۱)

خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ سے ایک دو قاعدہ کی عبارت پیش خدمت ہے
لکھتے ہیں کہ:

— وَلَا يُقْبَلُ خَيْرٌ أَوْ أَحَدٌ فِي مَنَاقَاةِ حُكْمِ الْعَقْلِ وَحُكْمِ الْفُقَرَانِ
الَّتَابِتِ الْمُحْكَمِ وَالسُّنَّةِ الْمَعْلُومَةِ وَالْفِعْلِ الْجَارِيِ مَجْرَى السُّنَّةِ
وَكُلُّ دَلِيلٍ مَقْطُوعٌ بِهِ —

کتاب الکفایہ ص ۴۳۲ - باب ذکر ما یقبل فیہ خبر الواحد وما لا یقبل

فیہ از خطیب بغدادی - طبع دکن -

یعنی جو خبر واحد عقل کے حکم کے منافی ہو اور قرآن محکم کے حکم کے خلاف ہو
اور سنت معلومہ و مشہورہ کے برخلاف ہو اور جو سنت کے مقام میں فعل جاری
ہے - اس کے مخالف ہو اور جو یقینی دلیل ہے اس کے برخلاف ہو - ان سب
صورتوں میں خبر واحد کو قبول نہ کیا جائے گا۔

(۲)

پھر دوسرا قاعدہ باب القول فی ترجیح الاخبار میں خطیب نے بیان کیا ہے کہ
« وَكُلُّ خَيْرٍ وَاحِدٍ دَلٌّ الْعَقْلِ أَوْ نَصُّ الْكِتَابِ أَوْ الثَّابِتُ مِنَ الْأَخْبَارِ
أَوْ الْإِجْمَاعُ أَوْ الْأَدِلَّةُ النَّبِيَّةُ الْمَعْلُومَةُ عَلَى صِحَّتِهِ وَجِدْ خَيْرًا خَرِجَ عَنْهُ
فَإِنَّهُ يَجِبُ إِطْرَاحُ ذَلِكَ الْمَعَامِرِ وَالْعَمَلُ بِالثَّابِتِ الصَّحِيحِ اللَّازِمِ
لِأَنَّ الْعَمَلَ بِالْمَعْلُومِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ حَالٍ »

کتاب الکفایہ للخطیب بغدادی ص ۴۳۲ طبع حیدرآباد دکن

باب القول فی ترجیح الاخبار -

یعنی ہر وہ خبر واحد جس کی صحت اور ثبوت پر عقل دلالت کرے یا کتاب اللہ

کی نفس دلالت کرے یا جو چیز اخبار سے ثابت ہے وہ دلالت کرے یا اجماع اس کی صحت پر دلالت کرے یا یقینی دلائل اس کی صحت و ثبوت پر دلالت کریں۔ اس خبر واحد کے خلاف ایک دوسری خبر واحد دستیاب ہو جو اس پہلی کی معارض و مخالف ہو تو ایسی صورت میں اس معارض خبر واحد کو ترک کر دینا واجب ہے اور صحیح ثابت (پہلی خبر) پر عمل کرنا بہر حال لازم ہوگا۔

ان تزییح کے قوانین ملاحظہ کرنے کے بعد مسئلہ ہذا (جنازہ سیدہ فاطمہ) کے متعلق دو قسم کی روایات اہل علم و نظر کے سامنے آگئی ہیں۔ ایک وہ روایات چھ عدد ہیں جو ہم نے اوپر پر مع حوالہ بیان کر دی ہیں (ان میں صدیق اکبر کا علی المرتضیٰ کے حکم سے یہ جنازہ پڑھانا اور شامل ہونا بیان کیا گیا ہے)۔ دوسری وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے دَفَنَهَا زَوْجَهَا عَلِيًّا وَكَمْ يُؤَذِّنُ اَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا یعنی حضرت علیؑ نے فاطمہؑ کو ابو بکر صدیقؓ کو اطلاع کیے بغیر جنازہ پڑھ کر رات کو ہی دفن کر دیا۔

اب تو اند مذکورہ کی روشنی میں بڑی آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں قسم اور دو نوع کی روایات میں سے "سنت معلومہ و مشہورہ" کے موافق و مطابق جو روایت ہے وہ قابل عمل ہوگی اور جو روایت طریقہ مشہورہ (سنت معلومہ) کے برخلاف ہے وہ لائق ترک ہوگی۔ سنت ہاریہ اور تو اتر عملی اور اس دور مقدس کا طرز عمل یہ بتلاتا ہے کہ جنازہ کا حق مسلمانوں کے خلیفہ اور مسلمانوں کے حاکم کو ہے یا جس کو وہ ابازت دے۔ لہذا وہ روایات قابل قبول ہیں جن میں اس کے موافق بیان مذکور ہے اور جس روایت میں اس طرح نہیں بلکہ اس کے خلاف واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ مرجوح و متروک ہوگی۔

ان قوانین و اصول کے اعتبار سے بھی واضح ہو گیا کہ امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے۔ لہذا سیدہ فاطمہؑ کا جنازہ پڑھانا انہی کا حق تھا۔ انہوں نے پڑھایا ہے اور آخری دم تک اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک و نیک اسلوب کا معاملہ

مکمل کیا ہے۔ (فسحان اللہ علی حسن رفاقتہم)

(۳۱)

نیز ترجیح قواعد کے سلسلہ میں یہ امر بھی قابل التفات ہے کہ سیدہ کے جنازہ کی مثبت روایات مذکورہ مندرجہ اگرچہ اخبار آحاد میں (جو مفید النظم ہوتی ہیں) لیکن جب ان کے ساتھ تعامل صحابہ کرام، تعامل امت (خصوصاً تعامل بنی ہاشم بھی) مؤید و مصدق ثابت ہو جائے (جیسا کہ ہم نے وضاحت سے عرض کر دیا ہے) تو پھر یہ درجہ نطن میں نہیں رہتیں بلکہ درجہ شہرت کی قوت میں پہنچ کر مفید للیقین ہو جاتی ہیں۔ لہذا مذکورہ الفاظ دقہاز و جہا علیؑ لیلًا الخ وغیرہ سے جو بظاہر اشکال متصور ہو سکتا تھا اس کے ازالہ کا سامان فراہم کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ معروضات پر تدبیر فرمائیں۔

(۴)

چوتھی یہ چیز قابل توجہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے جنازہ میں صدیق اکبر کے نہ شریک ہونے اور غیر مسلم ہونے کا قول زہری کا اپنا قول اور اپنا گمان ہے کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور جو صحابہ اس وقت موجود تھے ان کا شرکت جنازہ کا بیان (جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے) اس کے مقابلہ میں راجح اور مقبول ہوگا اور قول زہری مرجوح اور غیر مقبول ہوگا۔

(۲)

عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کی اہمیت

دوسرا یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ حضرت فاطمہؑ کے جنازہ میں ابو بکر صدیقؓ کے شامل ہونے اور جنازہ پڑھانے کی روایات چھ عدد ہم نے پیش کی ہیں۔ ایک ابراہیم نخعی کی مرسل روایت ہے۔ پھر عامر الشعبيؓ کی دو عدد مرسل روایتیں ہیں۔ یہ دونوں تابعین ثقہ و معتد و معتبر بزرگ ہیں۔ ان کی مرسلات بھی مسندات کے حکم میں معتبر شمار کی جاتی ہیں۔ (بلکہ اصول فقہ میں تو یہ قول بھی ملتا ہے کہ المرسل فوق المسند) مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ثقہ کی

مرسل روایت مسند روایت سے بھی فائق ہو سکتی ہے۔ نیز قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ عام شعبی مذکور کی ملاقات حضرت علیؑ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۶۵۔ لہذا اس مرسل کو اور تقویت ہو گئی۔ پھر ہم نے امام محمد باقرؑ کی مرسل روایت ذکر کی ہے۔ پھر اس کے بعد امام زین العابدین کی مرسل روایت درج کی ہے۔ یہ دونوں سفرات اہل سنت و شیعہ دونوں کے ہاں مستند و معتد و مسلم بزرگ ہیں ان کی روایت تو تمام کے نزدیک مستلمات میں سے ہے۔

اس کے بعد آخر میں ہم نے عبد اللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب کی مسند روایت مشہد بن داؤد کے اثبات و تائید میں پیش کی ہے اور اسے کتاب حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصفہانی جلد رابع تذکرہ میمون بن مہران سے نقل کی ہے۔ پوری سند آپ وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں صرف من میمون بن مہران عن ابن عباس کے الفاظ کے ساتھ ذکر کر دی ہے۔ یہ روایت مسند ہے و متصل السند ہے۔

جب تک ابن عباس کی یہ مسند روایت ہمیں دستیاب نہیں تھی اس وقت تک مذکور ثقہ لوگوں کے رسائل پر ہم صرف اعتماد کیے ہوئے تھے۔ اب اس مسند و متصل روایت (ابن عباس) حاصل ہو جانے سے مسئلہ ہذا کو بڑی تقویت و تائید پہنچ گئی ہے اور مذکورہ مرسل روایات اس مسند روایت کے ذریعہ موثق و مؤید ہو گئی ہیں۔ اس میں چند چیزیں توجہ کے لائق ہیں۔

۱۔ ایک تو ابن عباس (چچا زاد برادر) اور صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس وقت قریب پندرہ برس کی عمر کے نوخیز جوان تھے۔

۲۔ یہ قبیلہ بنی ہاشم کے حشم و چراغ ہیں۔ صحابی ہونا ہی اعتماد کے لیے کافی ہوتا ہے پھر یہ ہاشمی صحابی ہیں جس قبیلہ کا واقعہ ہے ان کو بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ علم ہونا قرین قیاس ہے۔

۳۔ پھر یہ عرض ہے کہ شیعہ دوستوں کی معتبر تصانیف و معتداتالیفات میں ابن عباسؓ کے علم و دیانت و تقاہت پر پورا پورا اعتماد کیا گیا ہے۔ مخالف اہل بیت ہونے کا الزام دے کر غیر معتد بنا یا جاسکتا۔

اس چیز کی پیش بندی کے لیے مندرجہ ذیل حوالے بطور نمونہ تحریر کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ابن عباسؓ کا علمی و دینی مقام دوستوں کے ہاں بھی واضح ہو سکے گا۔

(۱) ان کے شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی نے اپنی سند کے ساتھ امامی میں ذکر کیا ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمْ أَزَلْ لَهُ (رَعِيًّا) كَمَا أَمَدَنِي رَسُولُ اللَّهِ وَ
وَصَانِي بِمُؤَدَّتِهِ وَإِنَّهُ الْأَكْبَرُ عَمَلِي عِنْدِي

”یعنی ابن عباس بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مجھے جیسے حکم تھا اسی کے موافق میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا ہوں اور نبی کریم (صلعم) نے حضرت علیؓ کی دوستی و موڈت کے متعلق مجھے وصیت کی تھی یہی میرے نزدیک زندگی کا بڑا عمل ہے“

(امالی شیخ طوسی، ج ۱ اس ۱۰۴۔ طبع نجف اشرف عراق)

(۲) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ، عَلِيٌّ عَلَّمَنِي وَكَانَ عِلْمُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَرَسُولِ اللَّهِ عِلْمُهُ مِنْ فَوْقِ عَدْنِهِ فَعَلِمَا لِنَبِيِّ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنَ اللَّهِ وَعِلْمُ عَلِيٍّ مِنَ النَّبِيِّ وَعِلْمِي مِنَ عِلْمِ عَلِيٍّ

”یعنی عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھے تعلیم دی ہے اور علیؓ کا علم رسول اللہ (صلعم) کے علم سے آیا ہے اور رسول اللہ کا علم عرش سے اوپر سے آیا ہے پس نبی کا علم اللہ کی جانب سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علیؓ کے علم سے ماخوذ ہے“

(امالی شیخ طوسی ج ۱ ص ۱۱)

صبر و صاویہ اور عائشہ کا علیؓ سے
جنگیں کرنا کیا ہوا

ان معروضات کے بعد مزید کسی تسدیق کی اُمید ہے حاجت نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ فریقین کے مسلم بزرگ و معتد ہیں۔ ان سے میمون بن مہران نے خود سنا ہے۔ یہ سماع ثابت ہے۔ چنانچہ ہماری کتابوں میں سے تاریخ کبیر امام بخاری جلد رابع تذکرہ میمون دیکھنے سے ہماری بات کی تائید ہو جائے گی۔ اور اگر شیعہ احباب کو میمون اور ابن عباس کے ماہین روایت حاصل کرنے کے متعلق کچھ تردد ہو تو وہ اپنی معتبر کتاب امالی شیخ طوسی ہذا جلد ثانی ص ۱۰۴ ملاحظہ فرمائیں وہاں متعدد اسانید مروی ہیں جن میں میمون ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ یہ تمام روایات ان میں مقبول و منظور ہیں یعنی مجرور یا مردود نہیں۔

تنبیہ :- ابن عباسؓ و میمون مذکور کی متعلقہ چیزیں اس لیے یہاں ذکر کر دی ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلی ہو جائے اور جواب الجواب کی تکلیف ہی نہ کرنی پڑے (فافہم) خدا کا شکر ہے کہ اس مسئلہ کے متعلقہ امور بیان کرنے کی ہمیں توفیق نصیب ہوئی۔ یہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ باب اول کے آخری مسائل میں سے تھا یہ پورا کر دیا گیا ہے یہاں تک سیدی اکبرؒ اور سیدہ فاطمہؓ کے متعلقات کی چیدہ چیدہ فراہم شدہ اشیاء عرض خدمت کر دی ہیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ باب دوم شروع ہوگا۔ مالک کریم اتمام و تکمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔



باب دوم

— صدیقی حصہ کے باب اول میں زیادہ تر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے تعلقات درج کیے گئے ہیں۔ اب باب دوم میں دوسرے مسئلہ ذکر کرنے کا قصد ہے۔

— ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلًا

بیعت کی تھی جس طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صدیق اکبرؓ کو خلیفہ رسول تسلیم کر لیا تھا۔ اور بیعت کر لی تھی۔ ٹھیک اسی طرح علیؑ المرتضیٰ نے بھی ابوبکر الصدیقؓ کو نبی کریم علیہ السلوٰۃ والتسلیم کا صحیح بالینین اور خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اور ~~اسی~~ ہی بیعت کر لی تھی۔

— دوسرا مسئلہ اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰ صدیق اکبرؓ

کی اقتدا میں ان کے پیچھے پانچوں وقت مل کر نماز پڑھتے تھے حضرت علیؑ الگ نمازیں نہیں پڑھتے تھے یا الگ جماعت نہیں قائم کرتے تھے۔ ایک ہی نماز ایک ہی جماعت کی صورت میں متحداً و متفقاً سرت مسجد نبوی میں پڑھی جاتی تھی اور امام ابوبکر الصدیقؓ ہوتے تھے۔

— ان دو چیزوں کو ذکر کرنے کے بعد "فوائد و نتائج" کے نام سے ایک عنوان

قائم کیا جائے گا جو اس باب کے لیے ثمرہ و فلاحہ کا درجہ رکھتا ہے اس پر باب دوم ختم کر دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

— یہ دونوں مسئلے اس چیز کا واضح اور بین ثبوت ہیں کہ یہ نبرہ گمان دین آپس

میں متفق تھے، متحد تھے۔ ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے۔ ان حضرات میں کسی قسم کا

وادی الشقاق و اختلاف نہ تھا۔ "رحماء بینہم" کا صحیح مسداق اور بہترین محمل یہ حضرات تھے۔ خدا

کا کلام سچا ہے کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ رہنے والے آپس میں رحمدل اور مہربان ہیں اور

بہم بھائی بھائی ہیں۔

مسئلہ اول

حضرت علیؑ کا صدیق اکبرؓ کے ساتھ بیعت کرنا

مسئلہ اول بیان کرنے کے لیے چند فصلیں مرتب ہوں گی ان میں مسئلہ ابتدا کو صاف کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

فصل اول (اثبات بیعت کے لیے روایات)

حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ انتقالِ نبوی کے بعد جلد بیعت کر لی تھی اور دو تین روز کے اندر ہی یہ بیعت ہو گئی تھی اور یہ بات درست ہے کہ:

(۱) حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی۔

(۲) یا بیعت کی مگر شش ماہ کے بعد جا کر کی تھی، یعنی حضرت فاطمہؑ کی زندگی تک بیعت نہیں کی۔

(۳) یا لوگوں کے جبر و قہر کرنے کی وجہ سے اوپر اوپر سے بیعت کر لی تھی لیکن دل سے بیعت نہیں کی تھی۔

— یہ تینوں چیزیں صحیح نہیں ہیں۔ واقعات کے بالکل برخلاف ہیں۔ یہ چیزیں اوروں کی کرم نواز بیویوں میں سے ہیں۔ پھر ان کو پھیلانے والوں نے بڑا دیدہ زیب بنا کر قوم میں نشر کر دیا ہے۔

• اب ہم آپ کی خدمت میں روایات پیش کرتے ہیں جو احادیث و تاریخ اسلامی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ علماء کرام نے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے ان کو بطور استدلال

ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اپنی مشہور کتاب البدایہ و النہایہ میں متعدد مقامات پر روایات لے کر ایک ترتیب سے پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

« قَدْ اتَّفَقَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَلَى بَيْعَةِ الصِّدِّيقِ فِي ذَلِكَ
الْوَقْتِ حَتَّى عَلِيٌّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرُ وَالذَّلِيلُ عَلَى ذَلِكَ مَا رَوَاهُ -

اول (۱) البیهقی حیث قال . . . حدثنا وهيب ثنا داود بن

ابی هند ثنا ابونضرة عن ابی سعید الخدری قال تین رسول الله
صلی الله علیہ وسلم واجتمع الناس فی دار سعید بن عبادة و
فیہم ابوبکر وعمر قال وقام خطیب الانصار فقال اتعلمون ان
رسول الله صلی الله علیہ وسلم کان من المهاجرین ونحن کنا
انصار رسول الله ف نحن انصار خلیفته لمانا انصاره قال فقام
عمر بن الخطاب فقال صدق قائلکم اما لو قلتم غیر هذا لم
نبایعکم فاخذ بید ابی بکر وقال هذا صاحبکم فبايعوه فبايعه
عمر وبايعه المهاجرون والانصار وقال فصعد ابوبکر
المنبر فنظر فی وجوه القوم فلم یر الزبیر قال فدعا الزبیر
فجاء قال قلت ابن عمه رسول الله صلی الله علیہ وسلم و
حواریه اردت ان تشق عصا المسلمین؟ قال لا تتربی یا خلیفة
رسول الله قام فبايعه ثم نظر فی وجوه القوم فلم یر عبدی فدعا
بعلی بن ابی طالب قال قلت ابن عم رسول الله صلی الله علیہ وسلم
وختنه علی ابنته اردت ان تشق عصا المسلمین؟ قال لا تتربی
یا خلیفة رسول الله صلی الله علیہ وسلم فبايعوه او معناه -

حاصل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد

حضرت علیؓ و حضرت زبیرؓ سمیت تمام صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔ اس چیز پر مندرجہ ذیل روایات اور تصریحات بطور ثبوت پیش کی جاتی ہیں۔

ایک تو بیہقی نے مندرجہ ہذا اسناد کے ساتھ داؤد بن ابی ہند سے اس نے ابو نصرہ (منذ بن مالک بن قطعة) سے اس نے ابوسعید (سعد بن مالک بن سنان المنذری) المنذری سے ذکر کیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد سعد بن عبادہ کے مکان (شیفہ بنی ساعدہ) پر لوگ جمع ہوئے۔ ان حضرات میں ابوبکر صدیق اور عمر فاروق موجود تھے انصار کے ایک خطیب (زید بن ثابت انصاری) کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ تم حضرات کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہاجرین میں سے تھے اور ہم ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار یعنی معاون و مددگار بنے رہے (اب جو خلیفہ ہوگا) اس کے بھی ہم انصار و مددگار ہونگے جیسا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون تھے۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ تمہارے خطیب نے درست کہا اگر اس چیز کے بغیر کوئی اور صورت پیش کر دیتے تو ہم تمہارے ساتھ موافقت نہ کر سکتے، پھر ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑ کر عمر فاروق نے کہا اے حاضرین، تم سب کے یہ امیر ہیں ان کی بیعت کی جائے خود عمر نے اور تمام ہاجرین و انصار (جو موجود تھے) سب نے ابوبکر صدیق کی بیعت کی۔ پھر مسجد نبوی میں تشریف لاکر، ابوبکر صدیق ممبر پر بیٹھے اور (حمد و ثنا کے بعد) حاضرین کی طرف نظر اٹھائی تو زبیر بن عوام نہیں نظر آئے تو ان کو بلا بھیجا ان کے پہنچنے کے بعد فرمایا کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے بیٹے ہیں اور حواری ہیں۔ آپ مسلمانوں کے اتفاق کی لٹھ کو ٹوڑنا چاہتے ہیں؛ تو زبیر نے جواب میں کہا کہ اے خلیفہ رسول مجھ پر کوئی الزام دیاقتاب، نہ ہونا چاہیے (اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ متفق ہوتا ہوں)۔ پس یہ اٹھے اور ابوبکر کے ساتھ بیعت کر لی۔

رسول
کیا
تھے

پھر ابو بکر الصدیق نے مجمع کی طرف توجہ کی تو علی المرتضیٰ کو موجود نہ پایا تو ان کو بلوایا۔
 علیؑ کے پہنچنے پر ان کو ابو بکر الصدیق نے کہا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں
 اور داماد ہیں! آپ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی لکڑی کو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ دیکھنا چاہتے
 ہیں؟ تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول! میرے حق میں کوئی سزائش نہیں
 ہونی چاہیے۔ پھر حضرت علیؑ نے بیعت کی۔

(۱) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۸ ص ۱۴۳۔ باب قتال اہل البغی۔

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف بیہقی۔ ص ۱۷۸

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۲۹۔ (۴) کنز العمال طبع اول ج ۳ ص ۱۲۱۔

دوم (۲) قَالَ أَبُو عَلِيٍّ الْحَافِظُ النَّيْسَابُورِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ بْنَ
 حُزَيْمَةَ يَقُولُ جَاءَنِي مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ (الْقَشِيرِيُّ) فَسَأَلَنِي عَنْ هَذَا
 الْحَدِيثِ فَكَتَبْتُهُ لَدَيْ وَرَقَةٍ (رُقْعَةٍ) وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ هَذَا
 حَدِيثٌ يُسَوِّي بَدَنَهُ فَقُلْتُ بَلْ هَذَا يُسَوِّي بَدْرَةً۔

”خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے ابن حزمیہ
 سے سنا وہ کہتے تھے (ایک دفعہ) امام مسلم بن الحجاج (قشیری) میرے پاس
 آئے اور سنا لیا کہ میں (اپنی سند کے ساتھ) ان کو یہ روایت (سابقہ مندرجہ)
 تحریر کر دوں۔ پس میں نے ان کو (ابی سعید خدری) کی روایت ایک کاغذ پر

تنبیہ: تعبیر راویوں میں روایت بالمعنی ہونے کی وجہ سے قلیل سافرق پایا جاتا ہے۔ لہذا بیہقی
 کی روایت (سنن کبریٰ) میں اور البدایہ کی منقولہ روایت میں جو قلیل سافرق پایا جاتا ہے وہ قابل اعتناء
 نہیں۔ اصل مفہوم روایت ایک ہی ہے۔ اسی طرح مستدرک حاکم میں بھی روایت بیعت آرہی ہے۔
 اس میں بھی الفاظ کا تھوڑا سا تفاوت ہوگا لیکن اصل روایت درست ہے۔ روایت بالمعنی میں اس طرح ہر نیا ہے

لکھ کر دی اور پڑھ کر سنائی تو وہ کہنے لگے کہ یہ روایت تو بدندہ (یعنی قرآنی کی گاتے یا اونٹ) کے برابر قیمتی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تو بدرہہ (یعنی ایک ہزار کی تھیلی کے) مساوی قیمت رکھتی ہے۔

(۱) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸ ص ۱۴۳- (۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۴۹

سوم (۳) — وقد رواه الامام احمد من الثقة عن وهيب مختصراً
 "اور اس روایت کو امام احمد نے وہیب سے اختصاراً ذکر کیا ہے
 (زیادہ تفصیل نہیں پائی گئی)

(۱) مسند احمد جلد ۵ - مسندات زید بن ثابت -

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۴۹

چہارم (۴) واخرجه الحاكم في مستدرکه من طريق عفان بن مسلم
 عن وهيب مطولاً كخوما تقدم -

(۱) البدایہ، ج ۶ ص ۳۰۲ ✓

(۲) البدایہ، ج ۵ ص ۲۴۹ ✓

یہ روایت تلاش کرنے سے مستدرک جلد ثالث ج ۳ ص ۷۶ کتاب معرفۃ الصحابہ میں دستیاب ہو گئی ہے۔ بنا بریں اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اہل علم اصل کتاب سے رجوع فرمائیں۔

ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو خطباء انصار کھڑے ہو گئے اور ایک شخص ان میں سے کہنے لگا اے قوم ہاجرین جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر فرما کر روانہ کیا کرتے تھے تو ہماری قوم انصار سے بھی ایک شخص ساتھ ملا دیتے تھے تو اسی طرح اس امر (خلافت) میں بھی دو شخص والی اور امیر مقرر ہونے چاہئیں ایک والی ہم میں سے ہونا چاہیے اور ایک تم

لوگوں کی جانب سے۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ اسی طرح لکھنا انصار کے خطباء اس امر میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر زید بن ثابت اٹھے، انہوں نے کہا کہ بے شک حضور علیہ السلام مہاجرین میں سے تھے اور امام مہاجرین سے ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار (یعنی مددگار و معاون) ہونگے جیسا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار (مددگار) ہوا کرتے تھے۔ اب ابوبکر صدیق اٹھے اور فرمایا کہ اے جماعت انصار! جزاکم اللہ خیراً (اللہ تمہیں اچھی جزا دے)، تمہارے خلیفہ (زید بن ثابت) نے ٹھیک بات کہی۔ نیز کہا کہ اگر تم اس کے خلاف کوئی تجویز کرتے تو ہم صلح و مصالحت کے لیے آمادہ نہ ہو سکتے۔ پھر زید (مذکور) ہی نے اٹھ کر ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی اور کہا کہ یہ تمہارا صاحب (امرا) ہے یعنی حاکم ہے، سب اس کی بیعت کرو۔

(پھر بیعت کے بعد اپنی اپنی ضروریات کی طرف) اٹھ کھڑے ہوئے۔

(اس کے بعد) جب ابوبکر صدیق منبر پر تشریف فرما ہوتے ہیں تو حاضرین مجلس میں علی المرتضیٰ کو نہ پایا تو ان کے متعلق دریافت کیا (اس اثنا میں) بعض انصار علی المرتضیٰ کے ہاں گئے اور ان کو ساتھ لے آئے۔ حضرت ابوبکر نے حضرت علی کو کہا کہ آپ ابن عم رسول (چچا کے بیٹے) ہیں اور دختر رسول کے شوہر ہیں کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی (متحدہ) جماعت میں اختلاف رونما ہو جائے؟ اور پھوٹ پڑ جائے؟ تو علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ پر کوئی سرزنش اور الزام نہیں (یعنی میں حاضر ہو گیا ہوں ہمیں اس چیز میں آپ سے کوئی اختلاف نہیں)۔

پھر اسی طرح زبیر بن عوام کی عدم موجودگی پر ابوبکر صدیق نے دریافت کیا تو ان کو بھی لوگ جا کر لے آئے۔ ابوبکر صدیق نے ان کو بھی کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حواری رسول ہیں! آپ مسلمانوں کے جماعتی اتفاق کو پارہ پارہ

کڑا پاپتے ہیں؛ انہوں نے بھی یہ کہا کہ مجھ پر کچھ الزام و عتاب نہ ہونا چاہیے۔ اے نذیبہ رسول! اور دونوں حضرات نے ابو بکر الصدیق سے بیعت کر لی۔“

(۱) مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۶۶، کتاب معرفۃ الصحابہ۔

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸ ص ۱۲۳، باب قتال اہل البغی۔ الاثمتہ من القریش۔

(۳) کنز العمال، ج ۳ ص ۱۳۱۔ بلع اول تختی کلاں۔

پنجم (د) وروینا من طریق المحاملی عن القاسم بن سعید بن المسيب

عن علی بن غاصم عن الحریری عن ابی نصرۃ عن ابی سعید الخدری

فذكره مثله فی مبايعه علی د الزبير يومئذ۔“

(کنز العمال جلد ثالث، ص ۱۳۰۔ بلع قدیمی، حیدرآباد دکن)

یعنی ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں محاملی کے ذریعہ سے پہنچی اس

نے قاسم بن سعید بن مسیب سے اس نے علی بن غاصم سے، اس نے الحریری

سے، اس نے ابولنصرہ سے اس نے ابوسعید خدری سے سابقہ روایت کی

طرح نقل کی کہ اسی روز علی المرتضیٰ اور زبیر بن عوام نے ابو بکر الصدیق کی

بیعت کر لی تھی۔ (البدایہ لابن کثیر ج ۶ ص ۳۰۲)

(قال ابن کثیر، هذا اسناد صحیح محفوظ من حدیث ابی نصرۃ المنذرا

بن مالک بن قلعۃ عن ابی سعید سعد بن مالک بن سنان المنذری

وفیه فائدة جلیلة وهی مبايعه علی بن ابی طالب ا ما فی اول البیام

ا و فی الیوم الثانی من الوفاة و هذا حق فان علی بن ابی طالب لم

یفارق الصدیق فی وقت من الاوقات ولم یقطع فی صلاة من

الصلوات خلفه کما سند کوره و خرج معه الی ذی القصة

لما خرج الصدیق شاهرًا سیفًا یرید قتال اهل الردة کما

سَنِيَّةٌ قَرِيْبًا

• یعنی یہ محامی کا اسناد صحیح ہے اور محفوظ طریقہ سے ہے۔ ابو نضرہ نے ابو سعید سے نقل کیا ہے اور اس سے بڑی مفید چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ کی بیعت حضرت ابو بکر السدیقیؓ کے ساتھ انتقال نبوی کے بعد اول روز میں یا دوسرے روز ہوئی اور یہی بات حق اور صحیح ہے کیونکہ حضرت علیؑ، حضرت ابو بکرؓ سے کسی وقت میں کبھی جدا نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی کسی ایک نماز کے قائم ان سے پیچھے رہے ہیں (بسیا کہ عنقریب زیارت آئے گی)۔ اور جب ابو بکر السدیقیؓ تیغ برمنہ لے کر ذی القصدہ کے مقام کی طرف مزندوں کے ساتھ جنگ و جدال کے لیے نکلے تو حضرت علیؑ بھی ان کے معاون بن کر ان کے ساتھ نکلے تھے (اس کا واقعہ بیان میں آئے گا)۔

البدایہ لابن کثیر ص ۲۲۸-۲۲۹ جلد نواس

مشتم (۶) قَالَ مُوسَىٰ بَرُّ عَقِبَةَ فِي مَعَارِزِهِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنِي اَبِي اِنَّ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ كَانَ مَعَ عُمَرَ وَاِنَّ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ كَسَرَ سَيْفَ الزُّبَيْرِ ثُمَّ خَطَبَ اَبُو بَكْرٍ وَاَعْتَدَرَ اِلَى النَّاسِ وَقَالَ وَاللَّهِ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلٰى الْاِمَارَةِ يَوْمًا وَلَا لَيْلَةً وَلَا سَأَلْتُهَا فِي سِرٍّ وَلَا عَلَانِيَةً فَقَبِلَ الْمُهَاجِرُونَ مَقَالَتَهُ وَقَالَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِاِنَّا اُخْرِنَا عَنِ الْمَشُورَةِ وَاِنَّا نَرَى اِنَّ اَبَا بَكْرٍ

(ایک توضیح)

لہ قولہ مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِاِنَّا اُخْرِنَا عَنِ الْمَشُورَةِ الخ

یہ روایت جہاں جہاں مروی ہے ان مقامات میں یہ مذکورہ الفاظ بظاہر ذرا سخت معلوم ہوتے

أَحَقُّ النَّاسِ بِعَارِيَّتِهِ لَصَاحِبِ الْغَارِ وَثَانِيِ اثْنَيْنِ وَإِنَّا لَنَعْرِفُ شَرَكَةَ

۴- میں اور اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ انتقال نبوی کے بعد ان حضرات کے درمیان کوئی بڑا منگامہ یا سخت تنازعہ رونما ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ باہمی بڑے غضبناک ہوئے تو اس کے متعلق مختصر سی گزارش ہے کہ جو حضرات ایک مضمون کی روایت کو مختلف طرق سے مروی شدہ کو یکجا کر کے ملاحظہ زمانے کے عادی ہیں۔ ان پر مخفی نہیں ہے کہ ایک واقعہ ذکر کرنے میں رواۃ میں سے راوی کی تعبیر کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ ایک ہی بات کو معتبر سمجھنا الفاظ سے بھی تعبیر کر دیتا ہے اور نرم الفاظ سے بھی ادا کر سکتا ہے۔ لہذا خدری کی اس روایت میں بھی یہی صورت واقع ہوئی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے ماسوا روایات جو اس موقعہ کی ابو سعید خدری سے مروی ہیں یاد رکھ کر کسی صحابی سے منقول ہیں (بشرطیکہ صحیح و معتبر ہوں) ان میں مَا خَصَبْنَا وَلَمْ يَلِ الْفَاظَ نَهْنِمْ پائے جاتے تو معلوم ہوا کہ کسی راوی نے اس بات کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس موقعہ پر سفینہ والے پہلے اجتماع میں حضرت علی حاضر و شامل نہ تھے۔

وہاں خلیفہ کا انتخاب ہو گیا۔ حضرت علی یا بعض دیگر حضرات جو اس وقت موجود نہ تھے ان کو اگر اول اول عدم

شمولیت کا افسوس ہوا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں۔ یہ جو کچھ اس موقعہ پر اختلاف معلوم ہوتا ہے یہ تمام تر

وقتی طور پر اختلاف راستے کے درجہ میں ہے اور کسی مسئلہ میں اختلاف رائے کا پایا جانا اہل عقل اور

اہل فہم کے نزدیک معیوب نہیں اور اس کو کوئی برا نہیں جانتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس موقعہ کے وقتی

اختلاف رائے کو (جو ان بزرگوں نے ایک دو روز کے اندر ہی بیعت کر کے ختم کر دی تھی) رواۃ نے

غضب وغیرہ کے الفاظ میں نقل کر دیا۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کیونکہ خود انہی روایات میں مندرج ہے کہ

حضرت علی ابوبکر الصدیق کو اس خلافت و امارت کا زیادہ حقدار تسلیم کر رہے ہیں اور ان کی اس اہمیت کے

متعلق فضائل و دلائل پیش فرما رہے ہیں۔ یہ سب چیزیں اس بات کا قرینہ ہیں کہ مشورہ کا یہ اختلاف بالکل عارضی

اور وقتی تھا۔ قلبی عناد نہیں رکھتے تھے اور کوئی دلی عداوت ان کے درمیان نہیں تھی۔ واللہ علی ما نقول وکیل۔^{۲۲}

وَخَيْرُهُ وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ
بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ - إِسْنَادٌ جَيِّدٌ وَبِاللَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ -

(۱) مستدرک ما کم، کتاب معرفۃ السحابہ، ج ۳ ص ۶۶ -

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، باب قتال اہل البغی بلد ۸ ص ۱۵۲-۱۵۳

(۳) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۰۹، طبع مصر

(۴) البدایہ لابن کثیر، بلد خامس ص ۲۵۰ - ج ۶ ص ۳۰۲ -

وهذا الاثر لعلي رضي الله عنه والذي يدل عليه الآثار من
شهوذة معد الصلوات وخروجها معه الى ذى القصة بعد موت
رسول الله صلى الله عليه وسلم كما سنورده وبذلك له النصيحة

۴۴ - نیز مذکورہ قابل اعتراض کلمہ کے متعلق اہل نہم اور اہل دانش فرمایا کرتے ہیں کہ باہمی رنج اور آپس میں
رنجیدگی عموماً دو وجہ سے ہوتی ہے۔ گاہے بوجہ عداوت اور دشمنی کے ہوتی ہے اور کبھی محبت کی بنا پر
ہوتی ہے۔ پھر عداوت کی وجہ سے تو ظاہر ہے کہ دشمن کو دشمن کے ساتھ رنج ہوتا ہے اور محبت کی
وجہ سے رنجیدگی اس طرح ہوتی ہے کہ دوست دوست کی مرضی کے خلاف یا خلاف توقع کام کر داتا
ہے تو یہ رنج فقط محبت و تعلق کی بنا پر ہوتا ہے۔ اگر باہمی تعلق نہ ہوتا تو یہ دکھ بھی نہ ہوتا۔

واقعہ بیعت میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ حضرت علی المرتضیٰ و حضرت زبیر بن العوام کو اگر
کچھ رنجیدگی پیش آئی تو اسی باہمی تعلق کی بنا پر تھی۔ اپنوں سے امید کے برخلاف ایک کام صاف
ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ انسان کو وقتی طور پر ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اس ناگواری کی بنا آپس کا
تعلق و ارتباط اور محبت ہی ہوتی ہے۔ لہذا ما غضبنا الا اخونا عن المشوذة کا جملہ اگر روایت
کی طرف سے روایت میں مدرج و مخلوط نہیں تو اس کا صادر ہونا بھی اسی مذکورہ شکل میں ہوا یا تو
کہیے کہ برادرانہ شکوہ ان کلمات کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے۔ (منہ)

وَالْمَشُورَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ - (البدایہ لابن کثیر جلد سادس، ص ۳۰۲ -)
 (تحت سنة احدى عشرة، خلافة الصديق وما كان في أيامه)

حاصل یہ ہے کہ:

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ نے اپنے معاذی میں مذکور اسناد کے ساتھ عبد الرحمن بن عوف سے (واقعہ بیعت کو) نقل کیا ہے کہ عبد الرحمن بن عوف اور محمد بن مسلمہ (انساری) عمر بن الخطاب کے ساتھ تھے۔ محمد بن مسلمہ نے (اس خوف سے کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے) - زبیر سے تلوار لے کر توڑ ڈالی۔ اس کے بعد ابو بکر الصدیق نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے اس امارۃ و خلافت کی خاطر رات دن میں کبھی حرص ~~ہوئی~~ ہوئی اور میں نے پوشیدہ یا علانیہ کبھی اس کی طلب کی۔ پس مہاجرین نے ان کی معذرت کو بجا قرار دیا۔ اور حضرت علیؑ اور زبیرؓ نے (اپنا اظہار خیال فرماتے ہوئے) فرمایا کہ ہماری (وقت) شکر رنجی اور (عارضی) کشیدگی کی صرف وجہ یہ ہوئی ہے کہ ہم (اول موقعہ پر) مشورہ میں شامل نہیں رکھے گئے۔ بے شک ہم ابو بکر کو (خلافت کیلئے) سب لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ یقیناً یہ صاحب غار ہیں (جن کا لقب "ثانی اشہین" ہے)۔ ہم ان کی شرافت و بزرگی کے معترف ہیں۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا تھا۔

اس روایت کی سند عمدہ ہے۔

— پھر ابن کثیر فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰ کے شایان شان بھی یہی چیز ہے اور اس

چیز پر روایات دلالت کرتی ہیں کہ:

- (۱) حضرت علیؑ ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ تمام نمازوں میں حاضر اور شامل رہتے تھے،
- (۲) اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (قتالِ مرتدین کے لیے) حضرت علیؑ ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ مل کر (مدینہ سے باہر) نکلے تھے۔
- (۳) اور ابو بکر الصدیقؓ کے حق میں حضرت علیؑ ہمیشہ خیر خواہی و نصیحت کے ساتھ پیش آتے رہے اور مشورہ میں شریک کار رہے۔ (البدایۃ لابن کثیر جلد ۶، ص ۳۰۲)۔

(۷)

مذکورہ روایات کے بعد جن بھی الشہیر بلاذری (المتوفی ۲۷۹ھ کی ایک روایت) انساب الاشراف سے پیش کی باقی ہے جو تعجیل بیعت کے مسئلہ کو ساف طور پر بیان کرتی ہے اور مندرجہ بالا روایات کی مکمل تائید کرتی ہے۔

... ثنا حماد بن سلمة أنبأنا الحريري عن أبي نصرَةَ قال لما بايع
الناس أبا بكرٍ اعتزل عليٌّ والزبيرُ فبعث إليهما عمر بن الخطابُ وزيدُ
بن ثابتٍ فأتيا منزلَ عليٍّ ففدعا البابَ فنظر الزبيرُ من فترةٍ ثم
رجعَ إلى عليٍّ فقال هذان رجلان من أهل الجنة وليس لنا أن
نقاتلهما قال افتعلها ثم خرجا معهما حتى أتيا أبا بكرٍ فقال أبو بكرٍ يا عليُّ أنت ابن عم
رسولِ اللهِ وصهرهُ صلعمُ فنقولُ إننا نحنُ بهذا الأمرِ - لاها اللهِ لانا نحنُ به
منك قال لا تتربى يا خليفة رسولِ اللهِ صلعمُ أبسط يدك
أبا يعك فبسط يده فبايعه - ثم قال للزبيرِ (بن عوام) تقولُ
أنا ابن عمِّ رسولِ اللهِ وحواريه وفارسه وأنا نحنُ بالأمرِ -
لاها اللهِ أنا نحنُ به منك فقال لا تتربى يا خليفة رسولِ اللهِ
أبسط يدك فبسط يده فبايعه

انساب الاشراف بلاذری ص ۸۵ جلد اول طبع مصری - جدید طبع سن ۱۹۵۹ء

حاصل روایت یہ ہے کہ جب لوگوں نے ابو بکرؓ سے بیعت کی تو (اُس وقت)
 علی المرتضیٰ اور زبیر بن عوام (بیعت سے الگ رہے) پس ابو بکر الصدیقؓ نے
 ان دونوں کی طرف عُمر بن الخطابؓ اور زید بن ثابت انصاری کو بھیجا۔ حضرت
 علیؓ کے مکان پر پہنچ کر دستک کی۔ زبیر نے (اُس وقت) دروازہ کی طرف
 نگاہ ڈالی اور لوٹ کر حضرت علیؓ کو کہنے لگے کہ یہ دونوں بزرگ ہستی لوگوں
 میں سے ہیں۔ ان سے ہمارا جھگڑا کھڑا کرنا درست نہیں۔ پھر علی المرتضیٰؓ کے
 کہنے پر دروازہ کھول دیا اور باہر تشریف لا کر ان دونوں کے ساتھ ہو لیے
 حتیٰ کہ دونوں حضرات ابو بکر الصدیقؓ کے پاس پہنچے۔ ابو بکرؓ کہنے لگے کہ اے
 علیؓ، آپ رسولِ خدا کے چچا زاد بھائی ہیں اور دامادِ نبویؐ ہیں۔ آپ اس معاملہ
 (خلافت) میں اپنے آپ کو زیادہ حقدار خیال کرتے ہیں۔ (واقع میں) میں
 زیادہ مستحق ہوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اے خلیفہ رسولِ خدا، کوئی سزائش
 نہیں ہونی چاہیے، ہاتھ پھیلائیے میں بیعت کرتا ہوں۔ ابو بکرؓ نے ہاتھ آگے
 کیا اور حضرت علیؓ نے بیعت کی

پھر ابو بکر الصدیقؓ نے زبیر بن عوام کو اسی طرح کہا کہ اے زبیر! آپ
 حضور علیہ السلام کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور حواری رسول ہیں اور شاہ سوار
 ہیں۔ آپ اپنے متعلق خیال رکھتے ہیں کہ اس کام کے آپ زیادہ مستحق ہیں
 حالانکہ میں زیادہ حق رکھتا ہوں تو زبیر بن عوام نے کہا کہ اے خلیفہ رسول
 خدا عتاب و ملامت نہیں ہونی چاہیے۔ اپنا ہاتھ دراز کیجیے۔ انہوں نے
 اپنا ہاتھ دراز کیا اور زبیر نے بیعت کر لی۔

ان تمام روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے صدیق اکبر کے ساتھ تعجلاً
 بیعت کر لی تھی۔ شش ماہ تاخیر کرنے کا مسئلہ راویوں کا اپنا گمان و خیال ہے اور حقیقت

کے خلاف ہے، جس کو اصل روایات میں ملا دیا گیا ہے تعجیل کی روایات کے اسانید میں ابن شہاب زہری راوی نہیں۔ زہری کے ماسوا راویوں کی یہ روایات ہیں جن میں تاخیر بیعت کا کوئی ذکر نہیں اور تاخیر بیعت کی مرویات میں ابن شہاب زہری راوی ہر جگہ موجود ہے۔ اس چیز کو ناظرین کرام اچھی طرح ملحوظ رکھیں۔ غنتریب اس امر کی تحقیق و تفصیل آرہی ہے۔ قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کے لیے اور افادہ کی خاطر درج کیا جاتا ہے کہ مذکورہ روایات میں جو روایت موسیٰ بن عقبہ کے مغازی سے منقول ہے اس کو شععی علماء نے بھی اپنی کتابوں میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد و جرح نہیں کی۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید شععی نے اپنی شرح نہج میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ :-

قَالَ عَلِيُّ وَالزُّبَيْرُ مَا غَضَبَنَا إِلَّا فِي الْمَشُورَةِ وَإِنَّا لَلذُّيُّ أَبَا بَكْرٍ أَحَقُّ

النَّاسِ بِهَا إِنَّهُ صَاحِبُ الْعَامِرِ وَإِنَّا لَنَعْرِفُ لَهُ سِنَّةً

وَأَمْرًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِالصَّلَاةِ وَهُوَ حَقٌّ

(شرح نہج البلاغہ حدیدی بحیث بقیۃ السقیقہ و اختلاف آراء الناس بعد النبی)

جلد اول، ص ۵۴ جلد اول طبع بیروت در چہار جلد کلاں)

(خلاصہ یہ ہے) کہ :-

حضرت علیؑ اور زبیر بن عوام دونوں نے کہا کہ ہماری یہ (عارضی) رنجیدگی صرف مشورہ میں نہ شامل ہو سکنے کی وجہ سے ہوئی۔ (حالانکہ) ہم ابو بکرؓ کو اور لوگوں سے خلافت کا زیادہ حقدار جانتے ہیں۔ اور غار کی صحبت کی فضیلت ان کو ماسئل ہے (یعنی ثانی اثین کا لقب رکھتے ہیں) ہم ان کی بزرگی کا اعتراف کرتے ہیں، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کو اپنی زندگی میں (مسلمانوں کی) نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔“

امام مسجد

حجود کا بلندہ
اب ان تمام پیش کردہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد ایک دو روز کے اندر جلد ہی حضرت علیؑ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بیعت کر لی تھی اور ان کے مسئلہ فناءل و مناقب کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیا تھا۔ ششماہ کی تاخیر قطعاً بیعت میں واقع نہیں ہوئی۔

چند دیگر روایات

مسئلہ بیعت کے سلسلہ میں مزید روایات بھی ملتی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں بیعت کے لیے ابو بکر صدیقؓ بیٹھ گئے ہیں تو اسی وقت تشریف لاکر بیعت کر لی، کوئی تاخیر نہیں کی۔

البتہ بعض دوسری روایات میں تھوڑا سا مؤخر ہونے کا ذکر پایا گیا ہے لیکن وہ بھی دو روز کے اندر کی بات ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے دونوں نوع کی روایات مختصراً بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ پہلی نوع کی روایت ابن جریر طبری نے تاریخ طبری باب حدیث الاستیفیہ میں ذکر کی ہے۔

... عَنْ حَبِيبِ بْنِ ابِي ثَابِتٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ فِي بَيْتِهِ إِذَا إِنِّي فَاقِدٌ لَهُ
قَدْ جَلَسَ أَبُو بَكْرٍ بَدِيعَةَ فَخَرَجَ نِي قَمِيْسٍ مَا عَلَيْهِ إِزَارٌ وَلَا رِدَاءٌ عَجَلًا
كَوَاهِدِيَّةً أَنْ يُبْلِيَ عَنْهَا حَتَّى بَايَعَهُ ثُمَّ جَلَسَ إِلَيْهِ وَبَعَثَ إِلَى ثَوْبِهِ فَأَنَاهُ
فَتَجَلَّدَهُ وَلَزِمَ مَجْلِسَهُ

”یعنی حبیب بن ابی ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ اپنے گھر تشریف رکھتے تھے، اطلاع ملی کہ حضرت ابو بکرؓ بیعت (اخلافت) کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو حضرت علیؑ بلا تاخیر فوراً ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لائے اور مجلس بیعت میں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ

بیعت کی اور اس جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ وہاں سے آدمی بھج کر گھر سے اوپر اڑھنے کی چادر وغیرہ منگائی اور مجلس بند میں شامل رہے۔

تاریخ ابن جریر طبری ج ۲ ص ۲۰۱۔ تحت

السنة الحادية عشر۔ باب حدیث التقیفہ

اس روایت سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔

دوسرے نوع کی وہ روایات ہیں جن میں حضرت علی المرتضیٰؑ نے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد قرآن مجید جمع کرنے کا پروگرام ذکر کیا ہے۔ استیعاب ابن عبدالبر وغیرہ میں ہے کہ :

... لَمَّا بَوَّعَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ ابْطَاءَ عَلِيٍّ
عَنْ بَيْعَتِهِ وَجَلَسَ فِي بَيْتِهِ فَبَعَثَ إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ مَا ابْطَاءَ بِكَ عَنِّي
أَكْرَهْتَ أَمَارَتِي؟ فَقَالَ عَلِيُّ مَا كَرِهْتُ أَمَارَتَكَ وَلكِنِّي الْبَيْتُ أَنْ
لَا أَرْتَدِي رِدَائِي إِلَّا إِلَى صَلَوةٍ حَتَّى أَجْمَعَ الْقُرْآنَ

لہ قولہ اجمع القرآن۔ خاص صاحب علم حضرات کی توجہ کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ اثبات بیعت کے لیے ہم نے متعدد روایات پیش کی ہیں اس کے بعد یہ روایات جن میں جمع قرآن مجید کا ذکر موجود ہے بظاہر سابقہ پیش کردہ روایات کے خلاف نظر آتی ہیں۔ ان کی توفیق کے لیے ایک توجیہ ہم نے عرض کر دی ہے اور قواعد کے اعتبار سے یہ معروض ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؑ کا یہ مذکورہ اترعام طور پر محمد بن سیرین مشہور تابعی سے منقول پایا جاتا ہے اور بعض مواضع میں عکرمہ (تابعی) سے بھی مذکور ہے۔ اس کے متعلق فاضل سیوطیؒ نے اپنی تصنیف "اتقان" میں حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ :

رہاتی ۲۱۸ پر

”حاصل یہ ہے کہ جب ابو بکر الصدیقؓ سے لوگوں نے بیعت کی تو
 علی المرتضیٰؓ نے اس بیعت سے تاخیر کی اور اندرون خانہ بیٹھے رہے
 پس ابو بکر الصدیقؓ نے ان کی طرف آدمی بھیج کر دریافت کیا کہ آپ بیعت
 کے معاملہ میں، مؤخر کیوں ہوئے ہیں؟ کیا آپ ہمارے امیر بننے کو
 ناپسند کرتے ہیں؟ تو علی المرتضیٰؓ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی امارت
 کو ناپسند کیا لیکن میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں اپنے اوپر چادر

(تفسیر حاشیہ ص ۲۱۴) قال ابن حجر هذا الاثر ضعيف لا لقطاعه وبتقدير صحته
 فمراده بجمعه حفظه في صدره۔“

(الاتقان للسيوطي جلد اول ص ۵۷۔ النوع الثامن

عشر في جمعه وترتيب)

یعنی اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے (متصل اسند نہیں) اور بالفرض اس کی صحت
 تسلیم کر لی جائے تو جمع کرنے کا مطلب اپنے سینہ میں محفوظ کر لینا اور یادداشت میں کر لینا مقصود ہے۔
 نتیجہ یہ ہوا کہ ان اکابر علماء کے نزدیک بھی جمع قرآن کی روایات تعجیلًا بیعت کی روایات کے خلاف
 نہیں ہیں۔ فافہم۔

تنبیہ۔ اہل علم کی توجہ کے لیے مزید عرض ہے کہ بعض مقام میں جمع قرآن والی روایت جو عکرمہ
 مروی ہے یعنی عکرمہ حضرت علیؓ سے ذکر کرتا ہے تو یہ بھی مرسل ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رازی نے اپنی
 کتاب کتاب المراسیل میں تصریح کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ ”قال ابو زرعه عکرمه عن علي مرسل“
 (کتاب المراسیل ص ۱۰۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں بھی ابی زرعه کا قول روایت کر کے مرسل ہونے کے متعلق درج کیا ہے جہاں عکرمہ
 (مولیٰ ابن عباسؓ) کا ترجمہ ختم کیا ہے وہاں مذکور ہے۔ رجوع فرمالیں۔ فلہذا مسئلہ بیعت میں جو روایات صحیح اور متصل اسند
 میں ان کو ترجیح ہوگی اور جو روایات ان کے مقابلہ میں مرسل و منقطع ہوں وہ مرجوح قرار پائیں گی۔ دمنہ

نہیں اور حوں گا مگر نماز پڑھنے کے لیے، حتیٰ کہ میں قرآن مجید کو (مختلف
مواضع) سے جمع کر لوں :-

(الاستیعاب جلد ثانی معہ اسبابہ ج ۲ ص ۲۴۴ - تذکرہ صدیقی)

تو اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید کو جمع کرنے کا کام شروع فرمایا ہے پھر بیعت
کی ہے۔

اب گزارش یہ ہے کہ جمع قرآن والی روایات کو اگر بالفرض والتقدیر درست
تسلیم کر لیا جائے تب بھی ان کو سابقہ روایات کے ساتھ اس طرح مطابقت بنا یا جاسکتا
ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کی اول اول یہ رائے قائم ہوئی تھی
کہ قرآن مجید کو جمع کرنا سب سے مقدم کام ہے مگر بعد میں رائے تبدیل ہوئی کہ سال
کا تقاضا یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کو سب سے مقدم سمرا انجام دینا چاہیے۔ اس لیے سعید
فرماتے ہوئے تمام صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) کے ساتھ اسلام کے اس اہم مسئلہ
میں موافقت کرتے ہوئے بیعت کر لی اور اپنے سابقہ پروگرام کو دوسرے وقت
کے لیے ذرا مؤخر کر دیا (جیسا کہ بعض مرویات میں تَخْرُجُ فَبَايَعُوهُ کے الفاظ اس
کی تائید کرتے ہیں) اس طریقہ سے یہ روایات مفہوماً ایک دوسرے کے قریب ہو
سکتی ہیں۔ اللہ اعلم بالسواب۔

فصل ثانی (برائے جوابات)

گزارش ہے کہ اس فصل میں مسئلہ بیعت کی متعلقہ روایات میں توجیہ و تلبیق و تریح و تحقیق وغیرہ اختصاراً بیان کرنے کا ارادہ ہے لہذا اس میں علمی مصطلحات و اطلاقات ذکر ہونگے جو عوام قارئین کرام کی لیاقت سے بالاتر ہونگے بنا بریں عرض ہے کہ اُمید ہے عوام حضرات اس بات پر ملال نہیں فرمائیں گے۔ گویا یہ فصل صرف اہل علم کے مناسب ہے۔ نیز عرض ہے کہ اگر کوئی چیز خلاف تحقیق معلوم ہو اور قابل اصلاح نظر آئے تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ *البتہ والحق احو ان یتبع* کا قول بھی پیش نظر رکھیں اور دعائے خیر سے یاد فرماویں۔

گذشتہ فصل میں حضرت علیؑ کا حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کرنا ثابت کیا گیا ہے اور سنن کبریٰ بہقی، مستدرک حاکم، ابن جریر طبری، البدایہ ابن کثیر وغیرہ سے چند روایات ہم نے نقل کر دی ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں مسئلہ ہذا کے اثبات کی خاطر روایات کا ایک ذخیرہ ہے جس میں سے چند ایک روایات ہم نے یہاں درج کی ہیں۔ یہ مسئلہ ہذا کا مثبت پہلو ہے۔ اس کی دوسری جانب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ایک مدت تک بیعت نہیں کی۔ یہ اس مسئلہ کا

جمعہ سنوئی تفسیری منافی پہلو ہے۔ منافی مضمون کی روایات بھی کتب حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔

اب معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ کونسی چیز درست ہے؟ ~~مضمون~~ مضمون کی روایات صحیح ہیں یا غیر صحیح؟ اگر غیر صحیح ہیں تو قابل توجہ ہی نہ ہونگی اور متروک العمل ہونگی اور اگر سنداً صحیح ہیں تو پھر ان کا کیا محمل ہے؟ ان کی کیا توجیہ ہے؟ قواعد کے اعتبار سے ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟

فلہذا اکابر علماء و مشہور مُسننین کے بیانات کی روشنی میں چند چیز پیش کی جاتی ہیں
 اُمید ہے کہ ان کے ملاحظہ کے بعد مسئلہ ہذا بڑی عمدگی سے صاف ہو سکے گا۔ (بعونہ تعالیٰ)
 —————
 تعجیلاً بیعت کی نفی کنندہ روایات میں سب سے اہم وہ مرویات ہیں جن
 میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب تک حضرت فاطمہؑ حیات میں تھیں
 (یعنی شش ماہ تک) حضرت علیؑ نے ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی بلکہ بعض مومنین
 میں مذکور ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی اس مدت تک بیعت نہیں کی تھی فلہذا
 اولاً ان کے متعلقات ذکر کرنے مناسب ہیں۔

(۱)

گزارش ہے کہ ایک عام نفوس و جستجو کے مطابق ششماہی والی روایت بخاری بلد
 ثانی، مسلم جلد ثانی، مسند ابی عوانہ جلد رابع، سنن کبریٰ بیہقی، تاریخ ابن جریر طبری (کتاب
 الاستیفہ) جلد ثالث، کتاب نساب الاشراف بلاذری جلد اول وغیرہ میں پائی جاتی۔
 ان تلاش شدہ مقامات کی سند میں سب مواضع میں ابن شہاب زہری موجود ہیں اور
 اس روایت میں غور و فکر کرنے سے دریافت ہوا کہ تمام روایت غلط نہیں بلکہ اس جگہ اصل
 روایت صحیحہ میں تخریظ اور روای کی بابت سے ادرج ہے۔ ان مخلوط شدہ اشیاء میں سے
 ایک یہ چیز بھی ہے کہ مدت حیاتِ فاطمہؑ میں یعنی شش ماہ تک حضرت علیؑ نے بیعت
 نہیں کی۔ اور بعض جگہ یہ مزید اضافہ ہے کسی ایک بنی ہاشم نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔
 چنانچہ اس موقع کی روایت کے مدرج الفاظ اس طرح پائے جاتے ہیں :-

۱/ « فَلَمَّا تَوَقَّيْتُ رِفَاطِمَةَ، اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وَجْهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مَصَالِحَهُ
 اِيُّ بَكْرٍ وَمُبَايَعَتِهِ وَلَمْ يَكِرْ يُمَايِعُ تِلْكَ الْاِسْتِهْرَامِ

✓ (۱) بخاری شریف، جلد ثانی۔ آخر غزوہ خیبر۔

✓ (۲) مسلم، جلد ثانی، باب حکم النبیؐ

(۳) ... لَمْ يُبَايِعْ عَلِيٌّ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ سِتَّةِ أَشْهُرٍ
فَلَمَّا مَاتَتْ ضَرَعَ إِلَى صُلَيْمِ بْنِ بَكْرٍ الْمَخَزَمِيِّ

(۳) الساب. الاثرات بلاذری جلد اول، ص ۵۸۶ -

(۴) فَقَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ أَلَمْ يُبَايِعْ عَلِيٌّ سِتَّةَ أَشْهُرٍ قَالَ لَا وَلَا أَحَدٌ
مِنْ بَنِي هَاشِمٍ حَتَّى بَايَعَهُ عَلِيٌّ الْمَخَزَمِيُّ

(۴) تاریخ ابن جریر طبری بحث السقیفہ

(۵) مسند ابی عوانہ جلد ۴، ص ۱۴۶

(۶) قَالَ مَعْمَرٌ نَلْتُ لِلزُّهْرِيِّ كَمَا مَكَثَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ نَلَمْ يُبَايِعْ
عَلِيٌّ حَتَّى مَاتَتْ فَاطِمَةُ قَالَ وَلَا أَحَدٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ -

(۶) السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۳۰۰ - کتاب قسم الفی و الغنیمۃ

جملہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے
حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مسالحتہ و صلح کر کے بیعت کر لی اور حضرت فاطمہؑ کا ششماہ
کے بعد انتقال ہوا۔ ان چھ ماہ تک نہ حضرت علیؑ نے بیعت کی اور نہ بنی ہاشم میں سے
کسی ایک نے بیعت کی۔

— پیش کردہ حوالہ جات کے الفاظ میں تدبیر فرمادیں۔ یہ حضرت عائشہؓ کی روایت

کا ایک درمیانی حصہ ہیں۔ ایک شخص مردِ نڈگر زہری صاحب کو کہتا ہے، پھر زہری
خود جواب دیتے ہیں کہ نہ حضرت علیؑ نے شش ماہ بیعت کی نہ کسی فرد بنی ہاشم نے ابوبکر
الصدیقؓ سے بیعت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کلام یہ ہرگز نہیں۔ یہ اس راوی کا اپنا
ظن لطیف اور زعمِ شریف ہے۔ قَالَ وَقَالَتْ كَيْفَ يَكُونُ فِي عِلْمِ
خَيْرٍ بَانِتًا هِيَ وَهِيَ فِيهَا مَوْجُودٌ هِيَ - ان سے مافوق کون سے قرینہ کی حاجت

باقی ہے؟

بس اتنی چیز ہے کہ بخاری و مسلم کی عبارت میں راوی کی طرف سے اختصار الفاظ کی وجہ سے قال رجل للزہری یا قلت للزہری وغیرہ اس موقعہ کے کلمات عبارت سے ساقط ہیں اور تاریخ طبری، مسند ابی عوانہ، سنن کبریٰ بیہقی وغیرہ میں یہ کلمات سزاقتہ و اہماتہ موجود ہیں جو اسل واقعہ کو صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ مضمون ہذا جناب ابن شہاب زہری کی جانب سے روایت میں مدرج و مخلوط ہے۔ (فاغبروا یا اولی الابصار)۔

مسلم شریف جلد ثانی میں چند ایک چیزیں غلام ابن شہاب زہری کے متعلق دستیاب ہوئی ہیں۔ یہاں ان کا ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

(۱)

مسلم شریف کتاب الوسیۃ کی چھٹی حدیث میں زہری کی طرف سے ادراج کا نمونہ موجود ہے۔ اس روایت کا اسناد اس طرح ہے:

”حدثنا یحییٰ بن یحییٰ التمیمی قال انا ابراهیم بن سعد

عن ابن شہاب (الزہری) عن عامر بن سعد عن ابيه قال

عادلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

(اس روایت کے آخر میں یہ لفظ ہے کہ) قال رقی لہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من ان توفی بمکة .“

آخری جملہ کے متعلق امام نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ ”ہذا هو من

کلام الراوی و لیس هو من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم“

بعد ازاں اختلاف ذکر کیا ہے کہ یہ کس راوی کا کلام ہے؟ پھر فرمایا ہے کہ

”قال القاضی (العیاض) واكثر ما جاء انه من كلام الزهري . . . الخ

مسلم شریف ج ۲ ص ۴۰۔ کتاب الوصیۃ۔ طبع نور محمدی
روایت ہذا میں ثابت ہو اور علماء نے تصریح کر دی کہ یہ ادراج ابن شہاب
زہری کی طرف سے ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ امام مسلم بن حجاج نے مسلم شریف جلد ثانی کتاب الایمان والنذور
میں ابن شہاب زہری کے متعلق لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری بعض دفعہ عمدہ اسانید
کے ساتھ روایات ذکر کرتے ہیں، ان کے نقل کرنے میں وہ متنفر ہوتے ہیں اور کوئی
راوی ان کے ساتھ یہ نہیں ہوتا۔ امام مسلم کے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

”قال ابو الحسین (مسلم بن حجاج القشیری) هذا الحرف
اقولہ تعالیٰ اقامک فلیتصدق، لایروید احد غیر الزہری
قال وللزہری نحواً من تسعین حرفاً یروید عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم لا یشارک فیہ احد باسانید جیاد :-

مسلم شریف جلد ثانی۔ کتاب الایمان والنذور۔ النہی عن الحلف بغیر اللہ

(۳)

تیسری یہ چیز معروض ہے کہ مسلم شریف جلد ثانی کتاب الفضائل باب فی اسمائہ
صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے :-

”..... سنیان بن عیینہ عن الزہری سَمِعَ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعَمٍ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا
أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يُمْحِي بِي الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي
يُحَشِّرُ النَّاسَ عَلَى عَقَبِي وَأَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ
نَبِيٌّ :-

اس کے بعد اسی باب کی تیسری سند میں مذکور ہے کہ وہی حدیث معمر قال
 قُلْتُ لِلزَّهْرِيِّ وَمَا الْعَاقِبُ؟ قَالَ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ“

سازم مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱۔ کتاب الفضائل باب فی اسمائہ

عاقب کی یہ تفسیر زہری نے کی ہے۔ اس کو علماء نے ادراج فی الروایۃ کہا ہے
 چنانچہ علامہ سیوطی نے تنویر الحواکک شرح مؤطا امام مالک جلد ثالث کے آخر میں مذکور
 حدیث (وَأَنَا الْعَاقِبُ) کے تحت ذکر کیا ہے کہ :

” زَادُ مَسْلَمٍ وَخَيْرُهُ مِنْ طَرِيقِ ابْنِ عَيْنٍ وَالْعَاقِبُ الَّذِي

لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ وَهُوَ مُدْرَجٌ مِنْ تَفْسِيرِ الزَّهْرِيِّ“

(تنویر الحواکک شرح مؤطا مالک ج ۳ ص ۱۶۳)

آخر جلد ثالث۔ طبع مسری

یہ چند چیزیں صرف مسلم شریف سے نقل کی گئی ہیں۔ بخاری شریف میں بھی زہری
 کے ادراج کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔

اور مزید تسلی کرنا مطلوب ہو تو اس کتاب کی بحث فدک کے حواشی کی طرف
 رجوع فرمادیں۔ وہاں تاریخ کبیر امام بخاری اور فتح المغیث سخاوی اور النقیۃ والمنقذہ
 خطیب بغدادی وغیرہ سے چند اشیاء زہری کے متعلق جمع کی ہیں وہ ملاحظہ فرمادیں
 — ان تمام محمولہ مقامات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ چیز بالکل غیاں ہو
 جاتی ہے کہ شش ماہ تک تاخیر بیعت کی روایات میں رواۃ کی طرف سے ادراج فی
 الروایۃ پایا گیا ہے (اگرچہ وہ روایات صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں) اور ادراج کرنے
 والے بزرگ علامہ ابن شہاب زہری ہیں۔

اس کے بعد یہ مرحلہ باقی ہے کہ محدث زہری کے اس قول کو دریا بن کے اس ظن
 گاہن کو، اکابر علماء محدثین نے آیا تسلیم کر لیا ہے؟ یا اس کو رد کیا ہے؟ یا اس کے متعلق

کوئی جرح و تشدید کی ہے؟ یا اس پر کچھ کلام کیا ہے؟

اب اس چیز کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ ناظرین با انصاف سے امید ہے کہ مندرجہ ذیل معروضات کو معاینہ و ملاحظہ فرما کر حق و انصاف کا ساتھ دینگے۔ (والحق آتی فی اللہ)

محدث زہری کا قول علماء کی نظروں میں

حضرت علی کی باخیر بیعت کے متعلق جو (ابن شہاب) زہری کا قول روایات میں مذکور پایا گیا ہے اس کو بہت سے جید علماء نے مرجوح و متروک و ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ ان علماء کی تحقیقات اس مسئلہ کے متعلق ہم ایک ترتیب سے پیش کرتے ہیں۔

(۱)

فاضل بیہقی نے اپنی مشہور تصنیف السنن الکبریٰ جلد سادس میں فرمایا ہے کہ

” وَقَوْلُ الزُّهْرِيِّ فِي تَعْوِدِ عَلِيٍّ عَنْ بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ رَوَى اللَّهُ عَنْهُ
حَتَّى تُوْقِيَتْ فَطَمَّةٌ مُنْقَطِعٌ وَحَدِيثُ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ فِي

مَبَايَعَتِهِ آيَةٌ حَتَّى يُوَيِّعَ بَيْعَةُ الْعَامَّةِ بَعْدَ السَّنِيْفَةِ أَسْمُ الْوَدَّ

” زہری (جو تابعین میں ہے) کا یہ قول کہ علی المرتضیٰ ابو بکر الصدیق

کے ساتھ بیعت کرنے سے فاطمہ الزہرا کی وفات تک رکے رہے تھے (سند)

منقطع ہے اور ابو سعید خدری (صحابی) کی وہ روایت جس میں سنیفہ کے

بعد متصل بیعت کرنا مروی ہے جبکہ عامۃ المسلمین نے بیعت کی تھی وہ

روایت متصل، اصح ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳، ص ۳۰۰ جلد ۶۔ کتاب قسم الفی والغنیمۃ)

تنبیہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی وہی روایت مراد ہے جو اوپر فصل اول

میں الہدایہ و مستدرک حاکم وغیرہ کے حوالہ بات سے پیش کی گئی ہے جس کو امام مسلم و ابن خریمہ وغیرہ محدثین نے صحیح فرمایا ہے۔

دوسری یہ عرض ہے کہ علامہ بیہقی نے اپنی دوسری تصنیف "الاعتقاد" میں واشکاف الفاظ میں اس مسئلہ کو مزید صاف کر دیا کہ حضرت علی کی تاخیر بیعت کا مسئلہ محدث ابن شہاب زہری کا اپنا قول منقطع ہے۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ کا فرمان ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

والذی روی ان علیاً لم یبایع ابابکر ستنہ اشہر لیس من قول

عائشہ انما هو من قول الزہری فادرجہ بعض الرواۃ فی الحدیث

عن عائشہ فی قصۃ فاطمہ وحفظہ معہ بن راشد فرواد مفصلاً

وجعلہ من قول الزہری منقطعاً من الحدیث وقد روینا فی الحدیث

الموعول عن ابی سعید الخدری ومن تابعہ من اهل المغازی ان علیاً

بایعہ فی بیعة العامة بعد البیعة التي حیرت فی السقیفة

(الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۰ طبع مصر)

(۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری فتح الباری جلد سابع آخر غزوة خیبر میں مسئلہ بیعت کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

« وقد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدری وغیرہ

« الفائدہ »

لہ قولک من حدیث ابی سعید الخدری

قول ابی سعید ان علیاً بایع الصدیق وقت بیعة العمدا صحیح

(۱) لانه متصل وقول الزہری منقطع والمتصل راجع علی المنقطع - ۲۲

از علیاً بايع ابا بكر في اول الامر واما ما وقع في مسلم عن الزهري ان

رجلاً قال لده يبائع علي ابا بكر حتى ماتت فاطمة قال لا ولا

احد من بني هاشم فقد ضعفه البيهقي بان الزهري لم يسنده وان

الدواية الموصولة اصح " رفع الباری لابن حجر ج ۷ ص ۳۹۹

یعنی ابن حبان اور دیگر علماء نے ابو سعید خدریؓ وغیرہ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں علی المرتضیٰؓ کا ابو بکر صدیق کے ساتھ اولاً ہی بیعت کر لینا مذکور ہے۔ اور جو مسلم سرخس میں آیا ہے کہ زہری سے کسی صاحب نے دریافت کیا کہ ابو بکر صدیق کے ساتھ علی المرتضیٰ نے وفات فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی تھی؟ تو زہری نے جواب دیا کہ وفات فاطمہؓ تک بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔ زہری کے اس قول کو فاضل بہیقی نے تضعیف قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ زہری کا یہ قول سند و متصل نہیں ہے اور ابو سعید خدری کی روایت موصول و متصل سند ہے فلہذا وہ قول زہری سے زیادہ صحیح ہے۔

(۳)

فاضل قسطلانی نے اپنی شرح بخاری مستفی ارشاد الساری جلد ۸ ص ۱۵۸، آخر غزوہ

۲۴ (۲) ولانہ قول الصحابی والزهري من صفاراتنا بعين وقول الصحابي ارحم ؛

(۳) ولان علیاً قبل امامة الصديق في الصلوة بامر النبي صلى الله عليه وسلم

من غير تاخير فكيف يتأخر في بيعة الخلافة -

(۴) ولانه لم يقبل الخلافة بعد قتل عثمان الا كرها لدفع الفتنة مع انه

لم يكن حينئذ من يدايه فضلاً عن يساويه فكيف يتأمر في البيعة عند

وجود الصديق -

(من جانب العلامة مولانا شمس الحق افغانی)

خبر میں فتح الباری مذکور کے حوالہ سے وہی سابق تفسیح و تحقیق درج کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔

وقد تخم ابن حبان وغیره من حدیث ابی سعید الخدری ان

علیاً بایع ابابکر فی اول الامر واما ما فی مسلم عن الزہری ان

رجلاً قال لہ لم یبایع علی ابابکر حتی ہانت فاطمہ قال و

لا احد من بنی ہاشم فقد ضغفہ العیہتی بان الزہری لم

یسندہ وان الروایۃ الموسوۃ عن ابی سعید اصح۔

دارالاسلام شرح بخاری جلد ہشتم ص ۵۸ المستطانی

ترجمہ سابق کافی ہے، گویا مافلا ابن حجر کی تحقیق کن فاضل قسطلانی نے حرف بحرف

تصدیق کر دی۔ یعنی بہتی اس تحقیق میں منفر و نہیں رہے بلکہ بعد کے علماء اس کی تائید و

تصویب کر رہے ہیں۔

اس کے بعد مولانا سید علی فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف "نتہی الکلام" میں

اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) ... پس احادیث اصحاب رضی اللہ عنہم کہ شریک واقعہ (بیعت)

باشند بمقتضائے حدیث لیس الخبر کالمعاینۃ بر حدیث ام المومنین مسلوٰ

کہ حضور او در این مجامع ... ہرگز ثابت نیست رجحانے داشته باشد

(۲) چہ بلے آنکہ محصلش نفی بیعت تا شش ماہ بود و محمول روایات اصحاب

بیعت مرتضوی قریب وفات جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد کہ

اسہل از نفی مذکور است و قدر ثبت ان الاثبات مقدم علی النفی۔

(۳) در روایت معرفت امام یعنی من لم یعرف امام زمانہ مات میتتہ جاہلیتہ وماند

آن کہ در کتب معتمدہ مندرج است مؤید ہمیں است کہ طول مکث در بیعت

واقع نشدہ" کتاب نتہی الکلام ص ۵۶ مطبوعہ نول کشتور کھنوا از مولانا جید علی طبع قدیمی

(۴) پھر اس بحث کو تمام کرتے ہوئے شرفِ بخاری کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ:

”میتوانم گفت کہ این روایت کہ دال بر تاخیر بیعت است بہ سبب عدم

اتصال اسناد زہری ضعیف است و غیر مقبول و روایت ابی سعید کہ منطوق

آن بیعت امیر المؤمنین و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روز اول است مسند و

موسول پس این البتہ اصح خواهد بود و بحمد اللہ کہ طریق تطبیق و دفع اختلاف

روایات حقلًا و نقلًا آشکارا شد و ضرورتے بدان نماںد کہ گویم بیعت اولیٰ

نوعی باحتفاء و ثانیه باعلانیہ واقع شدہ“

کتاب منتہی الکلام ص ۵۵ مطبوعہ قدیمی ۱۲۸۲ھ نول کشور لکھنؤ

حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب منتہی الکلام میں چار چیزیں یہاں مذکور ہوئی ہیں۔

(۱)

ایک تو یہ ہے کہ شنیدہ کے بودمانند دیدہ کے موافق جو حضرات صحابہ کرام واقعہ ہذا

میں شریک و شامل تھے ان کی روایات ائمہ المؤمنین کی روایت کے بہ نسبت راجح ہونگی اس

لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کا ان بیعت کی مجالس میں شامل و شریک ہونا سرگنہ ثابت نہیں۔

تنبیہ۔ (یہ توجیہات اس تقدیر پر ہیں کہ تمام روایات کو حضرت عائشہ کا مقولہ

فرض کر لیا جائے)۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ ششماہ والی روایت کا حاصل بیعت کی نفی کرنا ہے۔ اور

دیگر اصحاب کی روایات کا حاصل اثبات بیعت ہے جو کہ نفی سے زیادہ آسان ہے

اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے یعنی مثبت روایات اخذ کی جاتی ہیں اور نفی کنندہ ترک

کی جاتی ہیں۔

اور حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ میں مسئلہ ہذا کے تحت یہی قاعدہ (والمثبت مقدم

علی النافی، درج کیا ہے:

مولانا حیدر علیؒ اس قاعدہ کو پیش کرنے میں متفرد نہیں ہیں۔ ابن کثیر جیسے کبار علماء نے اس قاعدہ کو اس موقع پر درن کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (البدایہ ص ۲۸۶)

(۳)

تیسرا یہ کہ روایات میں مذکور ہے، زمانہ کے امام کی معرفت و تصدیق ضروری امر ہے تو یہ چیز بھی اس کی مؤید ہے کہ حضرت علیؑ نے بیعت کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی (تا کہ وعید کا مسداق نہ بن سکیں)۔

(۴)

چوتھی یہ چیز ہے کہ تاخیر بیعت کی روایت جو ابن شہاب زہری کے ذریعہ مروی ہے وہ اسناد غیر متصل (اور منقطع) ہونے کی وجہ سے ضعیف اور غیر مقبول ہے اور ابو سعید (وغیرہ) کی روایت جس سے حضرت علیؑ و زبیرؓ کی تعبیل بیعت ثابت ہوتی ہے وہ مسند و موصول ہے پس یہ روایت صحیح تر ہوگی۔ اب اس طرح تطبیق و توجیہ کی وجہ سے اس قول کی حاجت نہیں رہی کہ دو بار بیعت ہوئی تھی ایک خفیہ ہوئی تھی، دوسری علانیہ ہوئی تھی۔

خلاصہ المرام یہ ہے کہ ابن شہاب زہری کے قول ہذا کے متعلق اکابر علماء کی آراء اور تبصرے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آخر میں اسول و قواعد کے پیش نظر یہ عرض کیا جاتا ہے کہ محدث زہری کا یہ قول کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے اور خود شرکاء واقعہ صحابہ کرام کا بیان اس کے مقابلہ میں راجح اور مقبول ہوگا اور زہری کا اپنا قول مرجوح اور متروک ہوگا۔

حافظ ابن کثیر کی تفسیق

مندرجہ بالا تحقیقات علماء کے آخر میں حافظ ابن کثیر عماد الدین الدمشقی رحمہ اللہ علیہ کا

ایک قول اسی مسئلہ بیعت کے متعلق پیش کرنا ضروری ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔ اس نے مسئلہ ہذا کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اگرچہ ابن کثیر کا یہ قول قبل ازیں بھی درج ہو چکا ہے تاہم بطور یاد دہانی کے بحث ہذا کے آخر میں درج کرنا مناسب ہے۔

هِيَ مُبَايَعَةٌ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِمَامِي أَوَّلِ الْيَوْمِ أَوْ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي
مِنَ الْوَفَاةِ وَهَذَا حَقٌّ فَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ إِنَّهُ لَمَّا فَارَقَ الصِّدِّيقَ
فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَلَمْ يَنْقَطِعْ فِي صَلَاةٍ مِنَ الصَّلَاةِ خَالَفَهُ
كَمَا سَنَدُ كُرَّةٍ وَخَرَجَ مَعَهُ إِلَى ذِي الْقِصَّةِ لَمَّا خَرَجَ الصِّدِّيقُ شَاهِدًا
سَيِّغَهُ يُرِيدُ قِتَالَ أَهْلِ الرِّدَّةِ -

(البدایہ جلد پنجم بحث یوم السقیفہ، ج ۵، ص ۲۲۸-۲۲۹)

یعنی علی المرتضیٰ کا ابوبکر صدیق کے ساتھ بیعت کرنا وفاقہ نبوی کے پہلے روز یاد دہانی

روز میں ہی ثابت ہے اور یہی بات حق ہے۔ اس لیے کہ

(۱) حضرت علی ابوبکر صدیق سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوئے (مشورہ و

مشاورت میں بھی ساتھ رہتے تھے)۔

(۲) اور ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھنا منقطع کیا۔ ہر نماز باجماعت ان کی اقتدا میں نہ

ادا کرتے تھے۔

(۳) جب ابوبکر صدیق مرتدین کے قتال اور جنگ کے لیے تیغ برہنہ (یعنی تنگی تلوار)

لے کر نکلے ہیں تو علی المرتضیٰ بھی ان کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تھے۔

یہ تمام اشیاء اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حضرت علی کی بیعت ابوبکر صدیق

کے ساتھ تعجیل و ابتداء ہی واقعہ ہوئی۔ اس میں کوئی تاخیر نہیں پیش آئی۔

اور اگر حضرت علی المرتضیٰ نے صدیق اکبر کے ساتھ تعجیل بیعت نہیں کی تھی تو بعض

قبائل کے ارتداد کے موقع پر ان کے ساتھ جنگ و قتال کے لیے حضرت علی بغیر بیعت کرنے

۲۲۳ اے سبائی دنیا اور آخرت دونوں

جہالوں میں بل اور سہڑ چل

کے صدیق اکبر کے ساتھ کیسے شامل و شریک ہو گئے (اہل فہم غور فرمادیں)۔

(و تعا و نو علی البر و التقوی) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں تعا و ناکرو

ایک تائیدی روایت مزیدی ایسے

تاخیر بیعت کی ششماہی روایت کے بواب میں اکابر محدثین و مشاہیر علماء کی تحقیقات اور اقوال پیش کیے گئے ہیں۔

اب نعجیل بیعت کی تائید میں سعید بن زید صحابی کا ایک بیان ذکر کیا جاتا ہے جس میں بالتصریح منقول ہے کہ بیعت صدیقی میں کسی صحابی نے تاخیر نہیں کی تھی حضرت سعید کا یہ قول ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ طبری بحث السقیفہ میں باسند نقل کیا ہے۔

..... قال عمرو بن حرث السعید بن زید أشهدت وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال نعم!! قال فمتى بويع أبو بكر قال يوم مات رسول الله صلى الله عليه وسلم كرهوا أن يبقوا بعد يوم وليسوا في جماعة قال فخالف عليه أحد؟ قال لا! الأمر أومر قد كاد أن يذت لولا أن الله عز وجل ينذهم من الأضرار قال فهل قعد أحد من المرء جريز قال لا! تابع المهاجرون على بيعته من غير أن يدعواهم

✓ تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۲۰۱ - جلد ثالث تحت السقیفہ

فوائد روایت هذا

- (۱) سعید بن زید صحابی وفات نبوی کے موقعہ میں حاضر و موجود تھے۔
- (۲) صدیق اکبر کے ساتھ صحابہ کرام نے اسی روز بیعت کی تھی۔ اس میں کوئی تاخیر واقع

نہیں ہوئی

(۳) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بغیر امیر و بغیر جماعت کے ایک یومِ سالم گزارنا بھی ناگوار معلوم ہوا (چہ جائیکہ کئی ماہ تاخیر کرتے)۔

(۴) مرتدوں کے بغیر کسی نے اس امر میں مخالفت نہ کی۔

(۵) افتراق سے اللہ نے انصار کو بچالیا۔

(۶) مہاجرین نے تعجلاً بیعت کر لی اور ان میں سے بیعت کے معاملہ میں کوئی فرد مختلف نہیں رہا۔

(۷) سعید بن زید کے اس بیان کے ذریعہ ابو سعید خدری کی روایت کی تصدیق و تائید تصحیح ہوئی جس میں تعجلاً بیعت مذکور ہے۔ (الحمد للہ)

قابل تنقح چند دیگر روایات

اب چند دوسری روایات جو اس موقع سے متعلق ہیں صحاح ستہ کے ~~میں~~ صحیحین (صحاح) کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان روایات سے احراق باب فاطمہ کا طعن بڑی شدت سے تجویز کیا جاتا ہے ان کے متعلق چند معروضات پیش کرنے مناسب معلوم ہوئے ہیں۔ اس بحث پر فصل ثانی ختم کر دیا جائے گا۔ پہلے یہ روایت بلور نمونہ اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ پھر اس پر کلام پیش خدمت ہوگا۔

... اتی عمر بن الخطاب منزل عو و فیہ طلحة والزبیر و

رجال من المهاجرین فقال والله لا حرقن علیکم اوتخرجن

الی البیتة فخرج علیہ الزبیر مصدبا بالسیف فعضو فسقط

السیف من یدہ فوثبوا علیہ فاخذوه۔

اس نوع کی روایات کے متعلق اصل چیز تو وہی درست ہے جو مولانا جبر علی عتاق

نقشبندی الکلام نے اپنی تصنیف ہذا میں بعبارت ذیل درج کی ہے کہ:

” ایں ہمہ تہمتہا تے صنادرید یہود و صنعا و مجوس ایران ست کہ زہمتہا تے
 نمکین از دست فاروق در جگر داشتند و تمہا تے صنعا ئن دیرینہ در
 مزرع سینہ می کاشتند و عنقریب بروایات معتدہ خوہی دانست کہ
 چون صدیق خواست کہ براتے تنبیہ مانعین زکوٰۃ پردازد فاروق بجایت
 شان برخواست و حق کلمہ گوئی آہا بیاد آورد فمظنک فی اہل البیت
 الطاہرین عند نصب افضل الصدیقین “

(منتہی الکلام، ص ۵۳) از مولانا حمید علی، طبع قدیمی نول کشور کھنوا
 مولانا حمید علی مرحوم کا کلام انہا روایات متعلقہ مطاعن کے لیے صحیح ہے۔ مزید برآں
 یہ تحریر ہے۔

(۱) مندرجہ بالا قسم کی روایات عموماً متناً تناً و سناً منقطع پائی گئی ہیں جو متصل السند
 روایات کے مقابلہ میں متروک ہیں۔ زید بن اسلم اور اس کا والد اہلم یا زید بن کلیب
 وغیرہ، یہ لوگ خود واقعہ نذا میں شامل نہ تھے۔ ”ہذا ہوا الانقطاع“
 خصوصاً مندرجہ روایت کاراوی (ابن حمید) کذاب تھا اور جھوٹ بولنے میں ماہر
 تھا اس وجہ سے یہ مردود ہے۔

(۲) اس موقع کی روایات صحیحہ کے خلاف اور معارض یہ روایت پائی گئی ہے اور قاعدہ
 یہ ہے کہ کل خبر و احد دل العقل او نص الكتاب او الثابت من الاخبار
 او الاجماع او الادلۃ الثابۃ المعلومۃ علی صحۃ و وجد خیراً خیراً عند
 فانہ یجب اطراح ذالک المعاریض “

کتاب الکفایۃ للخطیب البغدادی، ص ۳۴۔

مطبوعہ حیدرآباد دکن دائرۃ المعارف،

(۳) مندرجہ بالا قسم کی روایات خیراً آحاد ہیں جن سے مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں اور

اس مقام کا قاعدہ یہ ہے جو علامہ فخر الدین رازی نے کتاب الاربعین میں درج فرمایا ہے:

إِنَّ مَا ذَكَرْنَاكَ مِنَ الدَّلَائِلِ عَلَى إِمَامَةِ أَبِي بَكْرٍ دَلَائِلٌ يَقِينَةٌ
وَمَا ذَكَرْتُمُوهُ مِنَ الْمُطَاعِينَ مُحْتَمَلٌ وَالْمُحْتَمَلُ لَا يُعَارِضُ اليَقِينَ

دکتاب الاربعین ص ۴۶۴۔ از امام فخر الدین رازی مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن

(۴) نیز گزارش ہے کہ کبار علماء نے اس نوع کی روایات کے متعلق (جو مناقشہ انگیز اور منافرت خیز ہوں) یہ ضابطہ بھی بطور نصیحت ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ابن دقین العید سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

«قال ابن دقین العید فی عقیدتہ وما نقل فیما شجر بینہم و

اختلفوا فیہ فمنہ ما هو باطل وكذب فلا يلتفت الیہ۔ وما كان

صحیحاً اولناہ تاویلاً حسناً لان الثناء علیہم من اللہ سابق وما

نقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل۔ والمشکوک والموہوم

لا یبطل المحقق والمعلوم (ہذا)»

شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص ۸۶-۸۷۔ مطبوعہ مطبع

مجیدی کانپوری تحت المتن ولاتذکر الصحابة الا بخیر الخ

ان معروضات پر اب اکتفاء کرتے ہوئے فصل ثانی جو روایات کے جوابات کے

لیے مخصوص تھی تمام کی جاتی ہے۔

فصل سوم

اثبات بیعت کی تائیدی روایات

مسئلہ اول کے دو فصل تمام ہو چکے ہیں۔ اب تیسری فصل میں ان روایات کو درج کرنے کا ارادہ ہے جو فصل اول میں مندرجہ روایات کی مؤید اور مستدق ہیں۔ ان روایات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال و اعمال و احوال کے ذریعہ روز روشن کی طرح مسئلہ ہذا واضح ہو جائے گا کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بخوشی و رضا مندی ان دنوں میں ہی بیعت کر لی تھی اور کوئی زیادہ تاخیر نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کی دیانت، امانت و تقویٰ باہمی حسن سلوک اور خوش معاملگی کی بین دلیل ہے۔ اب ہم ہر ایک روایت کو جمع ترجمہ ذکر کر دیں گے۔ زیادہ تشریح و توضیح کی حاجت نہیں ہوگی۔

..... حفص بن سیدان عن اسماعیل بن أمیة عن سعید بن المسیب قال خرج علی بن ابی طالب لبيعة ابی بکر فسمع مقالة الانصاء قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یا ایہا الناس ائیکم یؤخر من قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سعید بن المسیب فجاء علی بکلمة لمریات بها احدث منہم

”ماصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ صدیق اکبر کی بیعت کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے پس راستہ میں بعض انصار سے بیعت کے متعلق کچھ کلام سنی تو

فرمانے لگے لوگو! جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدم فرمایا اس کو کون مؤخر کر سکتا ہے؟ سعید مذکور کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ایسی (وفائی) بات فرمائی ہے کہ کوئی شخص بھی ایسی بات نہیں کہہ سکا:

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق للابی طالب العساری، ص ۵ مطبوعہ

منجانب مکتبۃ الدینیہ السلفیہ، عمان

(۲) کنز العمال، ج ۳ ص ۱۴۱ بحوالہ العساری واللائکالی والاصبہانی

فی السیحة - روایت ۲۳۲۲ - طبع قدیم دکن

(۲)

ابن عبد البر قرطبی نے مندرجہ ذیل روایت اور اس کی ہم معنی روایات کو کتاب التہبید (علی معانی الموطا للمالک) میں مفصل بیان کیا ہے۔ افسوس ہے کہ تا حال ہمیں کتاب التہبید کامل دستیاب نہیں ہو سکی۔ صرف الاستیعاب سے اس کے نقل پر اتفاق کیا جاتا ہے۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ:

”... روى الحسن البصرى عن قيس بن عباد قال قال لى عليؑ

بن ابى طالب رضى الله تعالى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم

مرصرا ليالى و اياما بنا دى بالصلوة فيقول صروا ابا بكر ليسلى

بالناس فلما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم نظرت

فاذا الصلوة علم الاسلام وقوام الدين فرضينا ليدنيا فامن

رضى رسول الله صلى الله عليه وسلم لدينا قبايعنا ابا بكر

وقد ذكرنا هذا الخبر وكثيرا مثله في معناه عند قول رسول

الله صلى الله عليه وسلم صروا ابا بكر فليصل بالناس واوضحنا

ذلك فى التہبید والحمد لله“ الاستیعاب لابن عبد البر مع اصحابه

ج ۲ ص ۲۲۲ - حیدرآبادی: تذکرہ عبداللہ بن ابی قحافہ (ابوبکرؓ)

”خلاصہ یہ ہے کہ قیس کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری ایام میں کئی روز بیمار رہے اور فرمان دیتے رہے کہ لوگوں کو ابوبکر نماز پڑھایا کریں (چنانچہ ایام مرض میں ابوبکر نمازیں پڑھاتے رہے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے بات میں غور و فکر کیا کہ ”نماز اسلام کا نشان“ ہے اور دین کے قیام کا ذریعہ ہے۔ پس دین کے اس اہم کام کے لیے جس شخص کو نبی اقدس صلعم نے ہمارے لیے پسند فرمایا تو ہم نے دنیاوی امور (خلافت) کے لیے بھی اسی شخص کو پسند کیا اور اس پر راضی ہو گئے۔ پس ہم نے ابوبکر کے ساتھ بیعت کی“

(۱) استیعیاب ج ۲ ص ۲۲۲ - ذکر ابوبکر الصدیق -

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری ج ۱ ص ۱۹۶ - مصری طبع

(۳)

دو صبح پڑھا کر
پڑھانے والے رانی
کبیر بنی شراہی
مولوی کی بیعت کرو

... عن ابی الجحاف قال لما جویع ابوبکر و بايعه الناس قام ينادي
ثلاثاً ايها الناس قد اقلتكم ببيعةكم فقال علي و الله لا نقيلك ولا
نستقيلك قدمك رسول الله صلى الله عليه و سلم في الامة فماذا
يوخذك ؟

”یعنی ابوالجحاف کہتا ہے کہ جب ابوبکر الصدیق کے ساتھ لوگوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد ابوبکر الصدیق نے (ایک بار) کھڑے ہو کر (مجمع کے سامنے) تین بار آواز دیکر فرمایا کہ لوگو! میں تمہاری بیعت واپس کرنا ہوں (یعنی کسی دوسرے صاحب کو خلیفہ تجویز کر لو) اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم از خود بیعت کو واپس کرتے ہیں اور آپ کے بیعت

کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں مقدم فرما دیا۔ اب کوئی دستہ، آپ کو مؤخر کر سکتی ہے؟

(۱) انساب الاشراف بلاذری، ج ۱ ص ۵۸۴۔ طبع جدید مصری

(۲) ریاض النضرۃ لمحوب الطبری، ج ۱ ص ۲۲۹۔

(۴)

”عن زید بن علی عن اباہ قال قال نام ابو بکر علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال هل من کارہ فاقبلہ ثلاثا يقول ذالک فعند ذالک يقول علی بن ابی طالب فيقول لا! والله لانفتيك ولاستقيك من ذالذي يؤخرک وقد قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

مطلب یہ ہے کہ امام زید بن علی اپنے آباء کرام سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو بکر منبر نبوی پر تشریف فرما ہوئے فرمانے لگا کہ کوئی شخص میری (اس بیعت) کو ناپسند کرتا ہو تو میں اقالہ (واپسی بیعت) کیلئے تیار ہوں۔ تین مرتبہ ان کلمات کو دہراتے رہے۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم نہ ہم خود اقالہ (واپسی بیعت) کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کو رسول خدا نے مقدم فرما دیا، دوسرا کون مؤخر کر سکتا ہے؟

(کنز العمال بحوالہ ابن النجار، جلد ثالث ص ۱۴۰ طبع اول قدیمی، دکن)

(۵)

ابو طالب عشاری نے اپنے فضائل میں باسند روایت درج کی ہے کہ ...

... حدثنا ابو عوانة عن خالد الحذاء عن عبد الرحمن بن ابی بکر

قال اتاني علی بن ابی طالب عاندا فقال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَبَايَعَ النَّاسَ أَبَا بَكْرٍ فَبَايَعَتْ وَرَضِيَتْ - ثُمَّ تَوَقَّى أَبُو بَكْرٍ فَاسْتَخْلَفَ
عُمَرَ فَبَايَعَتْ وَرَضِيَتْ - ثُمَّ تَوَقَّى عُمَرَ فَجَعَلَهَا سُورَى فَبَايَعُوا
عُثْمَانَ فَبَايَعَتْ وَرَضِيَتْ ۝

حاصل یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکرہ ذکر کرتے ہیں کہ علی المرتضیٰ میری بیمار
پرسی کی خاطر تشریف لائے۔ اس موقعہ پر ذکر فرمایا کہ حضور نبی کریم کی وفات ہوئی
تو لوگوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی، میں نے بھی بیعت کی اور اس پر رضامند
ہوا۔ پھر ابوبکرؓ فوت ہوئے اور عمر بن الخطابؓ خلیفہ مقرر ہوئے تو میں نے
بیعت کی اور رضامند ہوا۔ پھر عمرؓ فوت ہوئے تو انہوں نے ایک مجلس (یہ ہوئی) نا
مشاورتہ مقرر کر دی۔ پس لوگوں نے (اس صورت میں) عثمان کے ساتھ بیعت کی،
پس میں نے ان سے بیعت کی اور رضامند ہوا۔

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۵)

... عن قیس بن عباد قال قال علی بن ابی طالب والذی قلت الحیة و
بدء النسمۃ لو عهد الی رسول اللہ عمداً لجاهدت علیہ ولم انزک
ابن تحافۃ یدقی دس حبة و احدۃ من منیرہ ۝

یعنی قیس بن عباد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس
نے دانہ کو اگایا اور رُوح کو پیدا کیا، اگر سرور کائنات نے میرے لیے کوئی
عہد و پیمان (خلافتِ متصلہ کے بارے میں) فرمایا ہوتا تو اس پر میں قوت اور
زور سے قائم رہتا اور میں ابوبکرؓ کو منبر نبوی کی ایک سیڑھی پر بھی نہ چڑھنے
دیتا۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق، ابوطالب عشاری ص ۵۔

(۲) کنز العمال علی متقی ہندی جلد ثالث ص ۱۴۱ - طبع قدیم

گذشتہ روایات ملاحظہ کرنے کے بعد اب مزید واقعہ حمل کے دور کی روایا کا بھی معائنہ مانو۔

(۷)

... من علیٰ انہ قال یومَ الجملِ انَّ رسولَ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم
لم یُعیدِ الینا عہدًا نأخذُ بہ فی الامارۃ و لکنہ شیئُ رأیناہُ من قبلِ
انفسِنَا فان یذکُ صوابًا فمِنَ اللہِ ثم استخلفَ ابو بکرٍ رحمۃ اللہ علی
ابی بکرٍ فاقامَ و استقامَ ثم استخلفَ عمرُ رحمۃ اللہ علی عمرَ فاقامَ و
استقامَ حتی ضربَ الدینُ بجرانہ؛ (۱) مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴، مسند ابی یوسف

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلفین ص ۸۴ طبع مصر (۳) کنز العمال ج ۲ ص ۱۴۱ - عق فی الدلائل

ادنی متعلق ہے یعنی حضرت علی الرضیٰ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے روز انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت و خلافت کے بارہ میں ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی اور نہ ہی کوئی عہد و پیمان لیا تھا لیکن یہ ہمارا اپنا خیال تھا کہ (ہم بھی حقدار ہیں) اگر یہ بات درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے پھر ابو بکر خلیفہ ہوتے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، انہوں نے (دین کو) درست کیا اور خود بھی (دین پر) ٹھیک طریقہ سے قائم رہے۔ پھر عمر خلیفہ ہوئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے (دین کو) قائم کیا۔ اور (دین پر) مستقیم رہے حتیٰ کہ دین نے خوب قرار پایا۔

(۸)

” حدثنی مالک عن الزہری حدثنی سعید بن المسیب حدثنی
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال لما ولی علی بن ابی طالب قال لہ جئ
یا امیر المؤمنین کیف تخطاک المهاجرون الی ابی بکر رضی اللہ عنہ
وانت اکرم منقبہ و اقدم سابقہ فقال لہ لولا ان امیر المؤمنین
عاندہ اللہ لقتلک و لکن بقیت لتأیبتک روعۃ حصرًا و یحک

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ سَبَّتَنِي إِلَىٰ أَرْبَعٍ لَمْ أَسْتَبِثْ وَلَمْ أَعْتَصِفْ مِنْهُنَّ إِلَىٰ مَرَاغِفَةٍ
الْعَارِ وَإِلَىٰ تَقَدُّمِ الْهَجْرَةِ وَإِلَىٰ أَمْنِ صَغِيرًا وَأَمْنِ كَبِيرًا وَإِلَىٰ
إِقَامِ الصَّلَاةِ“

”حاصل یہ ہے کہ جب علی المرتضیٰ خلافت کے والی ہوئے تو ایک شخص آپ کو کہنے لگا کہ ہاجرین و انصار نے انتخاب میں آپ کو چھوڑ کر ابو بکرؓ کی طرف کس طرح قدم اٹھایا۔ حالانکہ آپ عزت میں زیادہ مکرم ہیں اور ابتدائی احوال میں بیشتر مقدم ہیں تو جواب میں فرمانے لگے اگر امیر المؤمنینؓ یعنی خود حضرت علیؓ کو اللہ تعالیٰ نے تیرے قتل سے نہ بچایا ہوتا تو وہ تجھے قتل کرتا۔ اگر تو زندہ رہا تو تجھے میری جانب سے خوف لاحق ہو گا (جو تجھے اس غلط نظریے سے روک دیکھا) اور بچا رہے تم جانتے ہو کہ ابو بکر نے چار چیزوں میں مجھ سے سبقت کی۔ میں نہ ان کو کر سکا ہوں اور نہ ان کے عوض میں کوئی کام کیا۔ ایک تو غار کی رفاقت نبوی۔ دوسرا ہجرت میں تقدم اور معیت تیسرا میرا کم سنی میں ایمان لانا اور ان کا عمر رسیدہ ہو کر ایمان لانا۔ چوتھا رطبہ نیابت، نماز قائم کرنے کے لیے ان کو ہی مقرر کیا گیا۔

پہلے کا حساب (۹) ہوں (سو) کیسا ہے

(رسائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العساری ج ۴ -

مطبوعہ مع ثلاثیات البخاری مکتبہ اسلامیہ سلفیہ ملتان)

۹۰ یا ۵

(۹)

عن الحسن قال لما قدم على البصرة في امر طلحة واصحابه قام
عبد الله بن الكوا و ابن عباد فقال يا امير المؤمنين اخبرنا عن
مسيرك هذا اوصية اوصاك بها رسول الله صلى الله عليه وسلم
ام عهد عهده ام رأى رأيت حين تفرقت الامة واختلفت

كلمتها فقال ما اكون اول كاذب عليه والله ما مات رسول الله
 صلى الله عليه وسلم موتاً فجأةً ولا قتل قتلاً ولقد مكثت في مرضه
 كل ذلك يأتيه المؤذن فيؤذنه بالصلاة فيقول مروا ابابكر
 فليصل بالناس ولقد تركني وهو يري مكاني ولو عهد الى شيئا
 لقت به فلما قبض رسول الله صلى الله
 عليه وسلم نظر المسلمون في امرهم فاذا رسول الله صلى الله
 عليه وسلم قد ولي ابابكر امر دينهم فولوه امر دنياهم فبايعه
 المسلمون وبايعته معهم وكنت اغزو اذا اغزاني واخذ اذا
 اعطاني وكنت سوطاً بين يديه في اقامة الحدود فلو كانت محياة
 عند حضور موته لجعلها في ولده فاشار لعمر ولم يأل فبايعه
 المسلمون وبايعته معهم فكنت اغزو اذا اغزاني واخذ
 اذا اعطاني وكنت سوطاً بين يديه في اقامة الحدود فلو كانت
 محياة عند حضور موته لجعلها في ولده وكرة ان يختير من معشر
 قرش رجلاً فيوليه امر الامة فلا تكون منه اساءة من بعده
 الا لحقت عمر في قبره فاختر مناسته انا فيهم لنتختر للامة
 رجلاً فلما اجتمعنا وثب عبد الرحمن بن عوف فوهب لنا
 نصيبه منها على ان نعطيه مواثيقنا على ان يختار من الخمسة
 رجلاً فيوليه امر الامة فاعطيناه مواثيقنا فاخذ بيد عثمان
 فبايعه ولقد عرض في نفسي عند ذلك فلما نظرت في امري فاذا
 عهدى قد سبق بيعتي فبايعت وسميت وكنت اغزو اذا اغزاني
 واخذ اذا اعطاني وكنت سوطاً بين يديه في اقامة الحدود فلما

قتل عثمان نظرت فی امری فاذا الموثقة التي كانت فی عنقی
لابی بکرو عمر قد اخلت واذا العهد الذی لعثمان قد وفتت
به الخ

(۱) (الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۹۳-۱۹۴- طبع مصر)

(۲) کنز العمال (بحوالہ ابن راہویہ و صحیح) ج ۶ ص ۸۲ جلد سادس

طبع قدیم - کتاب الفتن تحت واقعة الجمل -

خلاصہ یہ ہے کہ حسن سے روایت ہے جب طلحہ اور اس کی جماعت کے
معاملہ میں حضرت علیؑ لبصرہ تشریف لائے تو عبد اللہ بن کواء و ابن عباد حضرت
علیؑ کی خدمت میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اے امیر المؤمنین آپ اس
سفر کے متعلق فرمائیے؟ کیا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس کی وصیت
فرمائی تھی؟ یا عہد و پیمان لیا تھا؟ یا آپ کی رائے ہے؟ جبکہ اُمت منتشر
ہو رہی ہے اور کلمۃ اتفاق متفرق ہو رہا ہے تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا
کہ میں حضور علیہ السلام کی جانب دروغ اور جھوٹ کی نسبت نہیں کر سکتا اللہ
کی قسم سرور کائنات صلعم کی وفات کوئی اچانک و ناگہانی نہیں ہوئی اور نہ ہی
کسی نے آپ کو شہید کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں مریض رہے ہیں
جب مؤذن آکر نماز کی اطلاع دیتا تو آپ فرماتے کہ ابو بکرؓ کو کہو کہ لوگوں
کو نماز پڑھائیں مجھے آپ چھوڑ کر (ان کو حکم فرماتے) حالانکہ میرے مقام کو
آپ دیکھ رہے تھے۔ اگر کسی چیز کا عہد و پیمان میرے حق میں فرماتے تو میں
اس کے (تمام و تکمیل کے لیے) کھڑا ہو جاتا.....

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو مسلمانوں نے اپنے اس معاملہ
میں نظر و فکر کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین کے مسئلہ میں ابو بکرؓ

کو مقدم فرما دیا تھا تو مسلمانوں نے دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو ہی متولی اور والی بنایا۔ اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کی، میں نے بھی ان کے ساتھ ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ پس وہ جب جہاد کے لیے مجھے تیار کرتے ہیں ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتا اور جب ابوبکرؓ مجھے عطیات و ہدیات دیتے تو میں انہیں قبول کرتا اور میں ابوبکرؓ کے سامنے شرعی حدیں قائم کرنے میں شریک اور خلیفہ رہتا تھا۔ پھر ابوبکرؓ کی وفات کے وقت اگر وہ طرف داری اور اختصاص سے کام لیتے تو اپنی اولاد میں مخصوص کر دیتے لیکن انہوں نے عمر بن الخطابؓ کے حق میں اشارہ کر دیا اور اس مسئلہ میں ابوبکرؓ نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

پھر مسلمانوں نے عمرؓ سے بیعت کی اور میں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت کی۔ جب وہ جہاد کے لیے مجھے آمادہ کرتے ہیں میں جہاد کرتا اور جب وہ تحفہ اور ہدیہ دیا کرتے تو اس کو میں حاصل کرتا اور اللہ کی حدیں جاری کرنے میں ان کا ذریعہ بنتا اور شریک کار رہتا۔

پھر عمر بن الخطابؓ اپنی موت کے وقت اگر اختصاص و جانبداری سے کام لیتے تو اس چیز کو اپنے قبیلہ میں (اولاد میں) مختص کر دیتے۔ انہوں نے کسی ایک آدمی قریشی کو منتخب کرنا ناپسند کیا۔ اور ہم میں سے چھ آدمیوں کی (ایک سب کٹی) انہوں نے مقرر کر دی۔

یہ بیعت نہ
برساختی

ان چھ نفر میں میں بھی شامل تھا تا کہ ہم ایک آدمی کو امت کے لیے نامزد کر دیں (مختصر یہ ہے) کہ ہم نے عبدالرحمن بن عوف کو اختیار دیا کہ جس کو وہ ان پانچ افراد میں سے پسند کریں امت کا متولی اور حاکم مقرر کر دیں۔ پس انہوں نے عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور بیعت کر دی۔ اس وقت میں اپنے دل میں غور کرنے لگا تو میں نے اس طرح فکر کیا کہ میرا عہد

میرنی بیعت سے بے منت کر چکا ہے پس میں نے عثمانؓ سے بیعت کی اور معاملہ ان کے سپرد کر دیا جب وہ مجھے غزا اور جہاد کے لیے کہتے تو میں ان کے ساتھ تیار ہو جاتا اور جب وہ مجھے ہدایا و عطیات پیش کرتے تو میں ان کو وصول کرتا اور اللہ کے حدود قائم رکھنے میں میں ان کا وسیلہ اور ذریعہ بنا رہا۔ جب عثمان قتل ہو گئے تو میں نے اس امر میں تدبیر و تفکر کر کے خیال کیا کہ ابوبکرؓ عمر کے متعلق جو پیمانہ و وعدہ تھا وہ میں نے پورا کر دیا اور جو عثمان کے حق میں وعدہ تھا وہ بھی تمام کر دیا ہے اس لیے میں اب اس کام کے لیے زیادہ حقدار ہوں، الخ۔

دکنز العمال بحوالہ ابن راہویہ، جلد ۶، طبع اول قدیم

ان روایات کے مختصر فوائد

- ۱۔ ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں نماز میں تقدیم جو حضور علیہ السلام کی جانب سے کی گئی تھی اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کو اب کون مؤخر کر سکتا ہے؟
- ۲۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر الصدیقؓ کو جب ہمارے نبیؐ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم دنیاوی معاملات میں بھی ان کو پسند کرتے ہیں یعنی اپنا امیر و حاکم تسلیم کرتے ہیں۔
- ۳۔ ابوبکر الصدیقؓ نے جب اپنی انکساری و تواضع کے پیش نظر بیعت ہذا کی واپسی کی تجویز پیش کی تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے یہ تجویز مسترد کر دی۔
- ۴۔ ان مندرجات میں تصریح آگئی ہے کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے قینوں خلفاء کرامؓ سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے ساتھ بخوشی و رضا مندی بیعت کی تھی۔ کوئی جبر و اکراہ و فہر و شد نہ ہوگا واقع نہیں ہوا۔ سچ ہے کہ سچ

بیعتیں

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رجاہی

۵ - اور روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ تینوں خلفائے عظام رضی اللہ عنہم کے کارہائے خلافت میں ہمیشہ مددگار رہتے تھے شریک کار اور مشیر کار رہتے تھے۔ اور ان کے دورِ خلافت میں دین کے استحکام اور اسلام کی مضبوطی کی شہادت حضرت علیؑ نے اپنے قول و فعل سے دے دی جو ان کی حقانیت کی زبردست دلیل ہے۔ (فسحان اللہ علیٰ حسن اخلاصہم و مؤودتہم بین فلو بہم الصافیۃ)

شیعہ دوستوں کی کتابوں سے بیعتِ نبویؐ کی تائید

تیسری فصل کے آخر میں مسئلہ بیعت کی تائیدی مرویات اب شیعہ کتب سے درج کرنے کا خیال ہے تاکہ حضرت علی المرتضیٰؑ کا سدیق اکبرؑ کے ساتھ بیعت کرنے کا مسئلہ پوری طرح منقح اور واضح ہو جائے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ حضرات تو پہلے ہی اس بیعت کو تعجیلاً صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اب شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی ناظرین کرام اس کی مکمل تائید ملاحظہ فرمائیں۔

اول - گزارش ہے کہ شیعہ اکابرین نے جہاں جہاں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے ان مواقع میں نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ (۱) کبھی تو وہ فرماتے ہیں کہ جبر و اکراہ، مجبوری و اسطرار کی صورت میں حضرت علیؑ نے ابوبکرؑ کے ساتھ بیعت کی تھی۔

دوم - گاہے ارشاد ہوتا ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے اور دفعِ شر کی خاطر بیعت کر لی تھی۔

سوم - بعض اوقات فرماتے ہیں کہ وقتی مصائب اور احداث یعنی جدید واقعات پیش آنے کی وجہ سے بیعت کی گئی تھی۔

چہارم - کسی وقت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایفائے عہد اور وعدہ کے اتمام کے لیے یہ بیعت

ہوتی تھی۔

پنجم، اس طرح بھی فرمان عالی شان صادر ہوا ہے کہ بیعت ابدا اس لیے کی تھی کہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار نہ پیدا ہو جائے اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق نہ ٹوٹ جائے۔ اس کے بعد ان کے ائمہ و مجتہدین کی اصل عبارات درج کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کے لیے موجب اطمینان ہو جائے اور مسئلہ کا اصل مفہوم سمجھنے کے لیے راستہ آسان ہو جائے۔

(۱)

..... (امام محمد باقر فرماتے ہیں) وَأَبَوَانِ يَأْتِيَانِي حَتَّى
جَاؤُوا بِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَكْرَهًا فَبَايَعَهُ

(۱) فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۵۔ کتاب الروضۃ طبع نول کشور کھنڈ۔

از محمد بن یعقوب کلینی رازی۔

(۲) کتاب الروضۃ من الکافی، ج ۲ ص ۸۵ طبع جدید تہرانی بمع شرح فارسی۔

(۳) رجال کشی ابو عمر و کشی مطبوعہ بمبئی ص ۲ مطبوعہ تہران ص ۱۲۔

تذکرہ سلمان فارسی۔

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ کے حمایت کرنے والے لوگوں نے بیعت ابو بکرؓ سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ امیر المؤمنین علیؑ کو مجبور کر کے لائے۔ انہوں نے بیعت کی رتبہ ان لوگوں نے بھی بیعت کی۔

(۲)

..... فَلِذَا لِكَ كَتَمَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمْرًا وَبَايَعَهُ
مَكْرَهًا حَيْثُ لَمْ يَجِدْ أَحْوَانًا

لہ قولہ حیث لم یجد احواناً۔ یہاں خواندہ حضرات کے لیے یہ اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوا ہے۔

(۱) فروع کافی، جلد ۲ ص ۱۳۹۔ کتاب الروضہ طبع لکھنؤ۔

کتاب الروضہ من الکافی، ج ۲ ص ۱۴۹۔ طبع جدید تہرانی بمع شرح فارسی۔

۳۴۔ کہ ان بزرگوں کا یہ فرمان کہاں تک صحیح ہے کہ جب کہ احوان و مددگار حضرت علیؑ نے نہ پائے تو مجبور ہو کر بیعت کی تھی الخ۔ یاد رہے کہ ان کی تاریخ تراجم و رجال کی کتابوں میں تھوڑی سی فکر و نظر کی جائے تو مندرجہ ذیل حضرات حضرت علیؑ کے خاص حمایتی اور طرفدار شمار کر کے دکھائے گئے ہیں۔

ہاشمی حضرات تو خود اپنے ہی ہیں، ان کی ایک اجمالی فہرست سامنے رکھ لیں:-

(۱) عقیل بن ابی طالب (۲) عباس بن عبدالمطلب (۳) فضل بن عباس بن عبدالمطلب۔

(۴) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ (۵) ابوسفیان (مغیرہ) بن حارث بن عبدالمطلب۔

(۶) نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب (۷) سعید بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

ان کے ماسوا بھی ہاشمی حضرات موجود تھے۔ یہ چند اسماء بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔

غیر ہاشمی حضرات:-

(۱) ابوذر غفاری۔ (۲) مقداد بن الاسود (۳) عمار بن یاسر (۴) سلمان فارسی (۵) اسامہ

(۶) ابوالعاص بن ربیع (۷) خالد بن سعید بن العاص (اموی)۔ (۸) بریدہ بن حبیب اسلمی

(۹) زبیر بن عوام (۱۰) براء بن عازب (۱۱) ابی بن کعب وغیرہ۔

ان کی اپنی کتابوں کے بیانات کے مطابق اتنی ایک خاصی جماعت حضرت علیؑ کی ہوا خواہ

اور خیر خواہ موجود تھی۔ پھر یہ قول کہ حیث لعرجید احواناً (جبکہ اپنے امدادی لوگ نہ مل سکے)

کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ یہ جملہ تاریخی واقعات کے قطعاً برخلاف ہے۔ اہل علم مجالس المؤمنین

مجلس سوم وغیرہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اور تاریخ یعقوبی شعبی ج ۲ ص ۱۲۴ (بجٹ خبر سقیفہ بنی

ساعده و بیعتہ ابی بکر بھی قابل مطالعہ ہے۔

غیر ہاشمی حضرات کا نام لکھنا ہے

راہلہ در مصنف
غایہ کے ساتھ
نہ لکھا جاتا ہے
ایت ہوا مصنف
شمس السلام ہے

یعنی اسی بنا پر علی المرتضیٰ نے اپنے معاملہ کو چھپا رکھا تھا اور مجبور ہو کر بیعت کی جبکہ
معاذین کو نہ پایا۔

(۳)

شیعی مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی ایک تصنیف کتاب الشافی لکھی ہے پھر
اس کی تلخیص شیخ الطائفی شیخ ابو جعفر الطوسی نے کی ہے۔ تلخیص میں شیخ الطائفی نے ذکر فرمایا
ہے کہ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ فَبَايَعَهُ رص ۲۹۸-۳۹۹۔ کتاب تلخیص الشافی طبع قدیمی۔
حاصل یہ ہے کہ (حالات سے مجبور ہو کر) پھر حضرت علیؑ نے ہاتھ بڑھایا اور ابوبکرؓ کے
ساتھ بیعت کی۔

(۴)

ان کے مشہور مجتہد شیخ ابو منصور احمد بن علی الطبرسی نے اپنی مسلمہ کتاب احتجاج طبرسی
میں امام محمد باقر کی روایت درج کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

”فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكِتَابُ عَلَى أُسَامَةَ انْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ
الْمَدِينَةَ فَلَمَّا رَأَى اجْتِنَاعَ الْخَلْقِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ انْطَلَقَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ طَالِبٍ
فَقَالَ مَا هَذَا؟ قَالَ لَدَعَلِي هَذَا مَا تَرَى قَالَ أُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهُ؟
فَقَالَ لَعَنَّمُ“ (احتجاج للطبرسی، ص ۵۰، مطبوعہ مشہد عراق ۱۳۰۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب اُسامہ بن زید کے پاس چھٹی پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں
سمیت مدینہ شریف میں واپس آگئے اور دیکھا کہ بیعت کے لیے ابوبکرؓ کے
پاس لوگ جمع ہو چکے ہیں تو اُسامہؓ حضرت علیؑ کے پاس چلے گئے اور دریافت
کرنے لگے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے
ہیں وہی تو ہے۔ پھر اُسامہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے ابوبکرؓ (الصديق) سے
بیعت کر لی ہے؟ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ ہاں کر لی ہے!

(۵)

✓ قاضی نور اللہ شوستری مجالس المؤمنین مجلس سوم خالد بن سعید کے تذکرہ میں ذکر کرتا ہے کہ
 "حضرت امیر و سائر بنی ہاشم از روئے اکراہ بابی بکر بظاہر بیعت
 کردند دست بردست او زدند، خالد و برادرانش متابعت ایشان بیعت
 کردند" (کتاب مجالس المؤمنین مجلس سوم تذکرہ خالد بن سعید)

✓ مجتہد اعظم شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے کہ حضرت علیؑ اور باقی تمام
 بنی ہاشم نے مجبور ہو کر ابو بکرؓ کے ساتھ بظاہر بیعت کر لی اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔
 (اس وقت) خالد بن سعید بن العاص (اموی) اور اس کے بھائیوں نے بھی ان کی تابعی
 میں بیعت کر دی۔

(۶)

ان کے مشہور و مسلم مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی معتبر کتاب الشافی میں مسئلہ بیعت کو
 ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"فالظاهر الذی لا اشکال فیہ انه علیہ السلام با یح مستدفعاً
 للشروع فراداً من الفتنة الخ"

(کتاب الشافی، للسید مرتضیٰ، ص ۲۰۹ (المتوفی ۱۱۳۶ھ) طبع قدیم مطبوعہ ۱۳۰۱ھ)

یعنی ظاہرات جس میں کوئی اشکال نہیں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے ابو بکرؓ کے ساتھ
 شرک و دفع کرنے کے لیے اور فتنہ سے گریز کرنے کی خاطر بیعت کی تھی۔

(۷)

شیعہ احباب کا ایک مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک گذرا ہے اس نے اپنی
 مستند کتاب تاریخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم در وقایع اقبالیم سبعہ، ص ۵۳۲ میں ایک
 حضرت علیؑ کا مکتوب نقل کیا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

... فَمَشَيْتُ عِنْدَ ذَاكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعْتَهُ وَنَهَضْتُ فِي
 تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاغَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَكَانَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا
 وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ فَتَوَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأُمُورَ وَسَدَّدَ وَتَبَيَّرَ وَقَارَبَ
 وَاقْتَصَدَ فَصَحِبْتُهُ مَنَاصِحًا وَأَطَعْتُهُ فِيمَا أَبْطَاعَ اللَّهُ فِيهِ جَاهِدًا :
 ترجمہ: از کتاب مذکور، لاجرم نزدیک ابو بکر رفتم و با او بیعت کردم و در دفع
 این احداث اورا نصرت فرمودم و باطل را از بیخ بزدم" الخ۔

(۱) تاریخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم ص ۵۲۲ طبع قدیم ایران۔

(۲) منار الہدی للشیخ علی البحرانی ص ۳، ۴ طویل خطبہ امیر المؤمنین علیہ السلام

(خلاصہ یہ ہے) کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ (ان مسائب کے وقت) میں
 ابو بکرؓ کے پاس چلا گیا اور میں نے بیعت کی اور ان حوادث کے دفع کرنے کی خاطر
 میں ان کی نصرت کے لیے اٹھا حتیٰ کہ باطل چلا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا اگرچہ یہ
 کفار کو ناپسند تھا۔ پس ابو بکرؓ امور (خلافت) کا متولی ہوا۔ اس نے ان حالات
 کو درست کیا اور آسانی پیدا کر دی اور حق بات کے قریب ہوا اور اس چتے مابین
 رومی اختیار کی پس میں ابو بکرؓ کا (ان مسائل میں) مساحب و ہم نشین رہا اور میں
 نے کوشش سے ابو بکرؓ کی اطاعت و تابعداری کی جن امور میں اس نے خدا کی
 فرماں برداری کی؟

(۸)

ہج البلاغہ میں حضرت علیؑ المرتضیٰ کا کلام اس مسئلہ کو واضح کرنا ہے۔ اب وہ درج
 کیا جاتا ہے پہلے اصل عبارت و ترجمہ ملاحظہ فرمادیں۔ پھر فوائد کلام پیش خدمت کیے
 جائیں گے۔

رَضِينَا عَنِ اللَّهِ قَضَاءَهُ وَسَلَّمْنَا لِلَّهِ أَصْوَدَ أَسْرَانِي الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَآلِهِ لَنَا أَوْلَىٰ مِنْ صَدَقَتِهِ فَلَا أَكُونُ أَوْلَىٰ مِنْ
كَذِبٍ عَلَيْهِ فَنظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي سَلَبَتْ بَيْعَتِي وَإِذَا الْمِيثَاقُ
فِي عُنُقِي لِعَيْرِي ۖ

(۱) پنج البلاغہ مصری طبع، ج ۱ ص ۸۹۔ من کلام لہ علیہ السلام

بجری بحری النخطیۃ۔ خطبہ ۳۶۔

(۲) شرح پنج البلاغہ لابن حنیئم بحرانی، طبع بیدید، ج ۲ ص ۹۳ و

ج ۱ ص ۱۵۶، جزء عاشق طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور

(۳) درہ نجفیہ، شرح پنج البلاغہ، ص ۹۹ طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور

حاصل کلام یہ ہے کہ (حضرت علیؑ) فرماتے ہیں کہ اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ

کے لیے راضی ہو گئے۔ اور ہم نے اللہ کے لیے اس کے امیر کو تسلیم کر لیا۔

(اے مخاطب، تو میرے متعلق خیال کرتا ہے کہ میں رسول اللہ کے خلاف کہہ

دونگا حالانکہ میں پہلے پہل تصدیق کنندگان میں سے ہوں۔ پس رسول کریم علیہ

الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف میں پہلا جھوٹ کہنے والا نہیں ہو سکتا۔ پس میں نے اپنے

معاملہ (خلافت) میں نظر و فکر کی تو اس مسئلہ میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت

کر چکا ہے۔ اور میرے غیر یعنی ابو بکرؓ کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے میرا پختہ عہد و

پیمان غیر کے حق میں ہو چکا تھا۔ وہ غیر ابو بکرؓ میں اور قاعدہ یہ ہے کہ الکو بیعہ اذا وعد و نذر شرفا

جب وعدہ کر لیتے ہیں تو پورا کیا کرتے ہیں، پس اب ان کی بیعت کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کا

نہ تھا فلہذا میں نے ان کی بیعت کرنے سے امتناع و انقباض نہیں اختیار کیا۔

فوائد روایت

(۱) ایک تو ثابت ہوا کہ بیعت کے مسئلہ میں حضرت علیؑ کی طرف سے تسلیم و رضا مندی پائی گئی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ جبر و قہر کی جو بے شمار داستانیں تیار شدہ ہیں وہ اس کلام نے ہالعم
قرار دے دیں۔

(۳)۔ نیز تاخیر بیعت کے لیے جو مدت کثیرہ تجویز کی جاتی ہے وہ بالکل صحیح نہیں کیونکہ
جب تا بعداری بیعت سے سبقت کر چکی ہے، پھر تاخیر کا کوئی مطلب ہی نہیں :-
(۴) اور واضح ہو گیا کہ حضرت علیؑ نے عہد نبویؐ کے ایفاء کے پیش نظر یہ بیعت کر لی
تھی، کوئی دوسرا امر ابار و اسطرار و غیرہ بالکل سامنے نہ تھا (لا سبیل الی الا تملأ منہا
کا یہی مفہوم ہے)

(۹)

بیچ البلاغہ کے اس حوالہ کے بعد ایک اور وضاحتی بیان حضرت علی المرتضیٰؑ کی طرف سے
مسد بیعت کے متعلق دستیاب ہوا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ یہ اپنے مفہوم میں اتنا
واضح تر ہے کہ کسی خارجی تشریح کا محتاج ہی نہیں ہے۔ پہلے اس کا صرف محل و محل وقوع
معلوم کر لینا کافی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ

جنگِ جمل میں شکست خوردہ پارٹی اپنی جگہ جمع ہوئی اور ان کو اپنی کوتاہی و غلطی کا
احساس ہوا۔ پھر اس وقت معذرت خواہی کے لیے حضرت علیؑ کی خدمت میں پیش ہو کر
انہوں نے اپنا کچھ بیان ذکر کرنا چاہا۔ اندر میں حالات ان کے متکلم کو حضرت علیؑ نے روک کر
ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

... قال (علیؑ) فبايعتم ابا بكر و عدلتم عني فبايعت ابا بكر كما
بايعتموه و كرهت ان اثنى عصا المسلمين و ان افرق جماعتهم
ثم ان ابا بكر جعلها لعمى من بعده و انتم تعلمون انى اولى الناس
برسول الله صلى الله عليه و آله و بالناس من بعده فبايعت عمر
كما بايعتموه فوفيت له ببيعتي حتى لما قتل جعلني سادرا

سِتَّةٍ فَدَخَلَتْ حَيْثُ ادْخَلْنِي وَكَرِهْتَ أَنْ أَفِرَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَ
 أَتَوَّعَصَاهُمْ فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتَهُ وَإِنَّا جَالِسٌ فِي بَيْتِي ثُمَّ
 اتَّبَعْتُمُونِي غَيْرَ دَاخِلِكُمْ وَلَا مُسْتَكْرِهٍ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ فَبَايَعْتُمُونِي كَمَا بَايَعْتُمْ
 أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَمَا جَعَلَكُمْ أَحَقُّ أَنْ تَقُولُوا لِي بِبَكْرٍ وَعُمَرَ وَ
 عُثْمَانَ بِبَيْعَتِهِمْ مِنْكُمْ بِبَيْعَتِي تَالُوْا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كُنْ كَمَا قَالَ
 الْعَبْدُ السَّالِحُ لَا تَتْرِبْ عَلَيْكَ الْيَوْمَ يُغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَحْسَنُ
 الرَّاحِمِينَ فَقَالَ كَذَلِكَ أَقُولُ يُغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَحْسَنُ
 الرَّاحِمِينَ“

یعنی حضرت علیؑ نے غلطی سے کہا کہ تم نے ابو بکرؓ سے بیعت کی اور تم مجھ
 سے منصرف ہو گئے اور پھر گئے۔ پس جس طرح تم نے ابو بکرؓ سے بیعت کی تھی اسی
 طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی اور میں نے مسلمانوں کے اتفاق کی لاکھی
 توڑنے کو مکروہ جانا اور ان کی جماعت میں تفریق ڈالنے کو ناپسند کیا۔
 پھر ابو بکرؓ نے (خلافت) کو اپنے بعد عمر کے لیے تجویز کر دیا اور تم کو معلوم ہے
 کہ میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ آپ کے
 بعد زیادہ حق رکھتا تھا۔ پس میں نے عمر کی بیعت کی جیسا کہ تم لوگوں نے
 ان کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو میں نے پورا کیا۔ حتیٰ کہ جب
 عمر نے قاتلانہ حملہ ہوا تو عمر نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک چھٹا
 ممبر قرار دے کر شامل کیا پس میں نے ان کا شامل کرنا قبول کر لیا اور میں نے
 مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کو بڑا جانا اور ان کی اتفاق کی لاکھی کو توڑ ڈالنا
 ناپسند کیا۔

اس کے بعد تم نے عثمان سے بیعت کی پس میں نے بھی ان سے بیعت

کی۔ اور میں (شہادت عثمانی کے بعد) اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ نہ میں نے تمہیں بلا بھیجا اور نہ مجبور کیا پس تم میرے پاس آئے اور تم نے میری بیعت کی جیسا کہ تم نے ابو بکر، عمر، عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی پس کیا وجہ ہے کہ ان حضرات ثلاثہ سے جو تم نے بیعت کی تھی اس کی دفا و ایفا کرنا میری بیعت کی ایفا کرنے سے زیادہ مقدار ہے؟ (یعنی ان ہر دو میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے)۔ اس وقت تمام مخاطبین و سامعین نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین آپ کو اب اس طرح فرمان جاری کرنا چاہیے جس طرح خدا کے صالح بندے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معذرت خواہوں کے حق میں ارشاد فرمایا تھا لَا تَنْزِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ بِعَفْرِ اللَّهِ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (آج تم پر کچھ الزام و سرزنش نہیں۔ اللہ تم کو معاف کر دے وہ سب سے بڑا مہربان ہے)۔ پس حضرت علیؑ نے عذر و معذرت قبول کرتے ہوئے اسی طرح فرمان دیا کہ بِيَعْرِ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ۔

(امالی شیخ طوسی ج ۲ ص ۱۲۱۔ طبع نجف اشرف عراق)

اس روایت کے منافع

(۱) بایعتہ کما با یعتوہ کے جملہ نے صاف صاف لفظوں میں خلفاء کرام ابو بکر و عمر و عثمان کے ساتھ حضرت علیؑ کی اپنی زبانی حضرت علیؑ کی بیعت کو ثابت کر دیا ہے۔ یہ کسی دوسرے امام کا قول نہیں ہے کسی مجتہد کا قول نہیں ہے۔ یہ تفسیر خدا کا اپنا کلام ہے کہ میں نے ان بزرگوں سے بیعت لی۔

(۲) دوسری یہ چیز واضح ہوئی کہ اپنی بیعت کو سامعین کی بیعت کے ساتھ تشبیہ دیکر فرماتے ہیں جیسے تم نے بیعت کی اسی طرح میں نے بھی بیعت کی۔ ان لوگوں نے تو کسی جبر اکراہ

و مجبوری و مقہوری سے بیعت نہیں کی تھی فلہذا حضرت علیؑ نے بھی بغیر کسی اضطرار و اجبار و اکراہ کے یہ بیعت کی تھی۔ یہ مسئلہ لفظ کما کے ذریعہ صاف ہو رہا ہے انصاف درکار ہے۔

(۳) جعلی سارس سنتہ النخ یعنی مجھے (سب کمیٹی) کے شش افراد میں حضرت عمرؓ نے شامل کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؑ کی ذات پر دوسرے پانچ ممبروں کی طرح کامل اعتماد و وثوق تام تھا تب ہی تو ان کو اس اہم کمیٹی کا ممبر منتخب کیا۔ پھر علی المرتضیٰؑ کا اس انتخاب شامل کو قبول کر لینا یہ باہمی ارتباط و تعلقات کی واضح تر علامت ہے۔ جن لوگوں کے درمیان اندرونی نلفشار و قلبی مناقشات دائمی ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی اس قسم کی اہم ذمہ داریاں ہرگز قبول نہیں کیا کرتے اور نہ ہی انکی سپرد کردہ اشیاء میں حصہ لیا کرتے ہیں۔ فافہم۔

(۱۰)

یاد رہے کہ اس سلسلہ کے اثبات کے لیے شیعہ کتب میں بے شمار حوالہ جات پائے جاتے ہیں لیکن ہم سر دست ان دس عدد حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ آنری حوالہ مندرجہ ذیل کتاب سے منقول ہے۔

شیعہ علماء میں ایک علامہ نو بختی (ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی) تیسری صدی کے مشاہیر شیعہ علماء میں سے گزرا ہے۔ اس کی تصنیف "فرق الشیعۃ" ہے یعنی تیسری صدی ہجری تک جو شیعوں میں فرتنے بن چکے تھے وہ اس نے ضروری تفصیلات کے ساتھ اس میں درج کیے ہیں۔ ان فرقوں میں شیعہ کا ایک بترتیب "فرقہ ہوا ہے ان کا جو عقیدہ و نظریہ اس مسئلہ کے متعلق ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

قالت ان علیاً کان اولی الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
بالناس لفضله وسابقته وعلمه وهو افضل الناس کلہم بعدہ واشجعہم
واسخاہم واورعہم وازہدہم واجازوا مع ذلک امامتہ ابی بکر
عمر وعادوہما اہلاً لذلک المكان والمقام و ذکرہ ان علیاً علیہ

السلام متما لهما الامر ورضی بذالك وبالعصما طاعا غیر مکروه
 وتترك حقد لهما ففحن راضون كما رضی الله المسلمين له و
 لمن بايع لا یحل لنا غیر ذالك ولا یبع منا احدا الا ذالك وان ولایة
 ابی بکر صارت رشدا وهدی لتسليم علی ورضاه ولولا رضاه وتسلمیه
 لکان ابوبکر مخطئا ضاللا هالکاً :-

کتاب فرق الشیعة تسنیف ابو محمد الحسن بن موسیٰ نوخعی

من اعلام القرن الثالث للهجرة ص ۲۲ طبع نجف اشرف عراق

حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت علیؑ اپنی فضیلت واپنے تقدم و
 اپنے علم کی بنا پر لوگوں کے لیے زیادہ حق رکھنے والے تھے اور رسول خدا کے بعد
 وہ سب لوگوں سے زیادہ افضل اور زیادہ بہادر، زیادہ سخی، زیادہ پرہیزگار،
 زیادہ زاہد تھے۔ اس کے باوجود اس وقت کے لوگوں نے ابوبکر و عمر کے لیے
 امامت و ولایت جائز رکھی اور دونوں کو اس مقام و مرتبہ کا اہل قرار دیا۔ اور
 یہ بھی انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان دونوں (ابوبکر و عمرؓ) کو امر خلافت و
 ولایت پُرد کر دیا اور اس چیز پر علیؑ المرتضیٰ راضی ہو گئے اور ان دونوں کے ساتھ
 خوشی سے بغیر مجبوری کے بیعت کی تھی اور اپنا حق ان دونوں کی خاطر ترک
 فرما دیا۔

پس ہم اس طرح راضی ہیں جس طرح اللہ راضی ہو مسلمین سے ان کے لیے
 اور جنہوں نے (ان سے) بیعت کی۔ اس کے ماسوا ہمارے لیے حلال نہیں ہے
 اور نہ ہی ہمارے لیے اس کے بغیر گنجائش ہے۔

اور حضرت علیؑ کی رضامندی و تسلیم کی وجہ سے تحقیق ابوبکر کی ولایت (خلافت
 رشد و ہدایت تھی۔ اگر علی المرتضیٰ کی رضامندی و تسلیم نہ ہوتی تو ابوبکرؓ غاطی اور

بھٹکنے والے ہالک ہوتے“ (فرق الشیعہ ص ۴۲ نو بختی)

خلاصہ یہ ہے کہ

ان کی اس روایت سے یہ چیز عیاں ہو گئی کہ تمام شیعہ بزرگ ابوبکر الصدیق کی بیعت کے بطلان کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے بعض طبقے حضرت علی کی بیعت ابوبکر الصدیق کے ساتھ صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس پر علی المرتضیٰ رضامند ہو گئے تھے لہذا یہ بیعت بالکل ٹھیک ہے اور ہم کو اس چیز پر رضامندی کا اظہار کرنا چاہیے۔

آخر بحث

مسئلہ بیعت کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب تھا۔ اس لیے باوجود اختصار کی کوشش کے کچھ ظوالمت ہی ہو گئی ہے۔ اب آخر میں صرف دفع دہم کے درجہ میں ایک چیز عرض کرنی ہے تاکہ ہمارے مہرمانوں کو کسی جواب کی تکلیف کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔ وہ اس طرح ہے کہ جب ہر دو فریق کی بے شمار کتب سے یہ مسئلہ یعنی حضرت علیؑ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنا، ثابت کر دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ دست فرمایا کرتے ہیں کہ ”یہ ٹھیک ہے کہ بیعت ہذا ہوتی ہے لیکن اوپر اوپر سے حضرت علیؑ نے بیعت کی تھی۔ دل سے بیعت نہیں کی تھی۔“ جیسا کہ ہم نے باب ہذا کے فصل اول کی ابتدا میں نمبر ۳ کے تحت یہ ان کی تاویل ذکر کی تھی۔

۱۱، اس کے متعلق گزارش یہ ہے کہ پہلے تو ہم نے یہی سنا ہوا تھا ”اِنَّهُ عَلِيٌّ بِذَاتِ الصُّدُورِ“ دہینے کی باتوں کو جاننے والی ایک ذات وحدہ لا شریک ہے مگر اب ان لوگوں کی کلام سے پتہ چلا کہ یہ لوگ بھی عَلِيٌّ بِذَاتِ الصُّدُورِ ہونے کے مدعی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ حضرت علیؑ کا یہ کام اوپر اوپر سے ادا کیا جا رہا ہے اور ان کا یہ فعل دل سے سرا انجام پا رہا ہے۔ علی المرتضیٰ کا اصلی فعل اور نقلی فعل اور ان کا

ظاہری کام اور باطنی کام ان کا حقیقی عمل اور غیر حقیقی عمل حتیٰ کہ ان کا ہر قول، ان کا ہر فعل، ان کا ہر عمل اگر اس طرح منقسم ہو جائے تو کس کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور کس چیز کو ظاہر داری یا دنیوی کے طور پر تصور کیا جائے گا۔ اس راہ کے اختیار کرنے سے تو حضرت علیؑ کی تمام زندگی کے اعمال کے مخدوش ہونے کا باب مفتوح ہو جاتا ہے اس لیے ہم اس تاویل کو کسی قیمت پر صحیح و درست نہیں تسلیم کر سکتے۔ ایسی بدگمانی سے اللہ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور دوستوں کو اس جواب کے غلط نتائج سے آگاہی نصیب فرمائے :-

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ اس سوال کا جواب خود حضرت علیؑ کی کلام نبی البلاغہ میں موجود ہے۔ دُور جانے کی حاجت نہیں۔ حضرت علیؑ المرتضیٰ نے زبیر بن العوام کو ان کی بیعت توڑ ڈالنے کے جواب میں فرمایا کہ زبیر یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے میری بیعت کر دی تھی، دل سے میری بیعت نہیں کی تھی، یہ بھی تو اقرار بیعت ہے۔“

اس مقام کی نبی البلاغہ کی اصل عبارت اس طرح ہے، ملاحظہ فرمادیں:

”بذعم ابنہ قد یایع بیدہ ولہ یایع بقلبہ فقد اقر بالبیعة
وادعی الولیحۃ فلیات علیہا بامر لیرت والاقلید خد فیما
خرج منہ“

(نبی البلاغہ طبع مصری، ج ۱ ص ۴۲ جزء اول، من کلام لہ)

فی دعوی الزبیر انہ لم یایع بقلبہ

عبارت ہذا کی تشریح و ترجمہ فارسی میں فیض الاسلام سید علی نقی نے (جو اسی صدی کا مشہور شیعہ مجتہد و عالم ہے) کیا ہے وہ نقل کر دینا کافی ہے :-

”چوں زبیر نقض عہد کردہ در صدر جنگ باحضرت برآمد آنجناب باو

فرمود تو با من بیعت کردہ واجب است مرا پیروی کنی در پاسخ (جواب)

گفت منہ کام بیعت تو توور یہ نمودم۔ یعنی بہ زبان اقرار و در دل خلاف آنرا

قصہ دوم حضرت می فرماید،

زُبیر گمان می کند بدست بیعت کرده و در دل مخالف برودہ بہ بیعت
خود مقرر است و ادعا دارد کہ در باطن خلاف آنرا پنہاں داشته بنا بریں
باید کہ حجت و دلیل بیار د (تا راستی گفتار او معلوم شود) و اگر دلیل نہ داشت
بیعت او بحال خود باقی ست باید کہ مطیع و فرمانبردار باشد۔“

(ترجمہ و تشریح فارسی از فیض الاسلام سید علی نقی

ج ۱ ص ۵۱ - جزء اول طبع تہران - ایران)

اس عبارت سے مذکورہ توجیہ کا جواب تمام ہو گیا۔ صرف قلیل سا انصاف ساتھ
آمیخت فرمائی اور بس۔ اس کے بعد اب اس باب کا مسئلہ دوم شروع کیا جاتا ہے۔
وہ ان شاء اللہ مختصر عبارات میں پیش کر کے جلد تمام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسئلہ دوم

یعنی حضرت علیؑ کا حضرت ابو بکر الصدیقؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنا

باب دوم میں دو عدد مسئلے ذکر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اول مسئلہ بیعت تو ذکر کر دیا گیا۔ اب دوسرا مسئلہ نماز عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

اس میں گزارش ہے کہ ہم اہل اثنیۃ والجماعۃ کے نزدیک مسئلہ ہذا یعنی ابو بکر الصدیقؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنا مسلمات میں سے ہے۔ تمام علماء اہل اثنیۃ والجماعۃ حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے پیچھے حضرت علیؑ کے نماز پڑھنے کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یہ امر کسی خاص دلیل اور حجت پیش کرنے کا محتاج نہیں۔ ہر دور کے علماء میں یہ مسئلہ مسلم پلا آیا ہے۔ واقعات اور تاریخی شواہد اس پر دال ہیں۔ بخاطبین و ناظرین کی تسلی والطمینان کے لیے حافظ ابن کثیر کی عبارت البدایہ سے پیش کر دینے کو اپنی کتابوں سے کافی سمجھتے ہیں۔

— قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ، وَهَذَا أَحْسَنُ فَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ لَعَبَّرَ بِالنَّبِيِّ فِي زَمَانِهِ
وَقَتَّ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَلَهُ مُبْتَدِعٌ فِي سَلَاةٍ مِنَ السَّلَاةِ خَلَعَهُ

(البدایہ، جلد خامس، ص ۲۲۹)

— وَهَذَا اللَّائِقُ بِعَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ الْإِتَّاعُ مِنْ شُهُودِهِ
مَعَهُ السَّلَاةِ وَخُرُوجِهِ مَعَهُ إِلَى ذِي الْقِصَّةِ الْحَمْدِ

(البدایہ، جلد ۶ ص ۳۰۲)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ صدیق اکبرؓ سے کسی وقت بھی اوقات نماز میں سے جدا نہیں ہوئے۔ تمام نمازوں میں حاضر و شامل رہتے تھے اور مقام ذوالقسطہ

کی طرف جہاد کی مہم میں شریک ہو کر نکلے تھے۔

احباب کی کتابوں سے

اس کے بعد شیعہ حضرات نے بھی اس مسئلہ کو اپنی تصانیف میں بہت مواقع میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات ان کی معتبر کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ طرفین کی کتابوں سے مسئلہ ثابت ہو کر مدلل طریقہ سے بیان ہو جائے۔

(۱)

مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی شیعہ نے ترجمہ القرآن اور حواشی لکھے ہیں۔ ان کا ایک ضمیمہ مطبوعہ ہے۔ اس کے صفحہ ۴۵ پر لکھا ہے:

”پھر وہ (علیؑ شیر خدا) اٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف

لائے اور ابو بکرؓ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے۔“

(۲)

میرزا رفیع باذل ایرانی نے اپنی مشہور تصنیف ”حملہ حیدری“ میں اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

کشیدند صف اہل دین از قفا

درال صف ہم امتداد شیر خدا

یعنی ”ابو بکرؓ کے پیچھے جب اہل دین نے نماز کے لیے صف تیار کی تو اس صف

میں حضرت علیؑ شیر خدا بھی شریک ہو کر کھڑے ہوئے۔“

(حملہ حیدری جلد دوم، ص ۲۵۹۔ ذکر اغراء نمودن ابو بکر و

عمر، خالد بن ولید را بر قصد قتل شاہ اولیاء۔

طبع قدیمی ایرانی۔)

(۳)

گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی اسفہانی نے اپنی تصنیف "مرآة العقول شرح اصول" میں صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ "حضرت المسجد و صلی خلف ابی بکر" یعنی حضرت علیؑ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابو بکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

مرآة العقول شرح اصول، ص ۳۸۸۔ طبع قدیمی ایرانی۔ بحث فی الاشارة الی بعض مناقب فاطمہ و فستہ فدک۔ سن طباعت ۱۳۲۱ھ

(۴)

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَوَقَفَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ وَصَلَّى لِنَفْسِهِ

پھر حضرت علیؑ اٹھے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور ابو بکرؓ کے پیچھے قیام فرما کر اپنی نماز ادا کی۔"

تفسیر قمی لعلی بن ابراہیم القمی، ص ۲۹۵۔ سن طباعت ۱۳۱۵ھ
تحت آیت قَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ۔ پارہ سبت و حکیم، سورہ روم

(۵)

احتجاج طبرسی میں مندرج ہے... قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ" یعنی حضرت علیؑ کھڑے ہوئے اور نماز کے لیے تیاری کی۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور ابو بکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

(احتجاج طبرسی ص ۵۳ طبع ۱۳۰۲ھ، طہرانی طبع۔)

بحث احتجاج امیر المؤمنین علیؑ، ابی بکر و عمرؓ

تعمیر الشافی میں شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے
وان ادعی صلوة مظهر للاقتداء فذالك مسلم لانه الظاهر؛ یعنی حضرت علیؑ کا

ابوبکر الصدیقؓ کی ظاہر اقتداء میں نماز ادا کرتے رہنا مسلمات میں سے ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے
(تخصیص الشافی، ص ۲۵۴ - طبع قدیم)

(۷)

کتاب سلیم بن قیس میں مروی ہے کہ وکان علی علیہ السلام یصلی فی المسجد الصلوات
الخمیس حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نچگانہ نماز میں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔
کتاب سلیم بن قیس العامری الہلالی الکوفی ص ۲۲۴
مطبوعہ حیدرآباد - نجف اشرف - عراق
لفظ کان ولفظ الخمیس کے ذریعہ یہ مسئلہ بڑے عمدہ طریقہ سے صاف ہو گیا کہ
ہمیشہ پانچ وقت کی نماز حضرت علیؓ مسجد نبوی میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔
دوسری یہ چیز عرض ہے کہ حضرت علیؓ کا دولت خانہ مسجد نبوی کے بالکل متصل تھا دیوار
کی غربی جانب میں مسجد نبوی تھی اور اسی کی شرقی جانب جناب مرتضیٰ کا دولت کدہ تھا حضرت
علیؓ کی تمام نمازیں جو آپ نے مدینہ طیبہ میں پڑھی ہیں خواہ وہ صدیقی دور میں ادا کی ہیں خواہ
فاروقی دور میں پڑھی ہیں، چاہے عثمانی خلافت کے زمانہ میں پڑھی ہیں، یہ سب مسجد نبوی میں
باجامعت ادا کیں بغیر کسی شرعی عذر کے وہ جماعت کے بغیر نماز نہیں ادا فرماتے تھے لہذا
کتاب سلیم بن قیس میں کان یصلی کے لفظ کے ساتھ جو مضمون مروی ہے وہ واقعات کے
موافق ہے اور بالکل صحیح ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

دوستوں کی جانب سے یہاں بھی یہی جواب ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اوپر اوپر سے
ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے تھے اور دل سے اور اندر سے ان کی اقتداء نہیں
کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے

امام ابو بکر الصدیقؓ، پھر عمر فاروقؓ، پھر عثمان غنیؓ کی اقتداء کا ارادہ کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ مسلمانوں سے الگ ہو کر اس دور کی تمام عمر (جو چوبیس سال سے زائد ہوتی ہے) نماز پڑھتے رہے۔

(۱) اس اشتباہ و تلبیس کا جواب وہی ہے جو قبل ازیں بیعت کے مسئلہ میں عرض کیا ہے۔ یہ آپ کو کس فرشتہ نے آکر بتلادیا کہ حضرت علیؓ ظاہر داری کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ صفت بنا کر اہل اسلام کے امام کے پیچھے دکھلاوے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دل سے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مل کر نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

دوستو! شریعت تو ظاہر ہے اور ظاہر پر ہی احکام جاری ہوا کرتے ہیں ضمیر کے خفیہ ارادوں پر تو احکام نہیں لگائے جاسکتے۔ لہذا جو کچھ مسلمانوں کے سامنے ظاہر حضرت علیؓ کا فعل و عمل پایا گیا ہے اس پر ہی حکم لگایا جائے گا۔ علیم بذات الصدور کے بغیر دل کی بات کس کو معلوم ہو سکتی ہے؟

(۲) اگر آپ صاحبان یہ فرمان دیں کہ اِتَّقِدْنِیْ بِهَذَا الْاِمَامِ کے الفاظ تو نہیں مذکور ہوئے، ابو بکرؓ کی اقتداء کرنے کے الفاظ تلاش کر کے پیش کریں۔

جو ابابخوص ہے کہ اس چستان اور پہلی کی کیا حاجت ہے؟ قلبی عناد و اندرونی تسانؤ دور فرما کر مندرجہ ذیل معروضات میں قلیل سا تفکر فرمائیں تو مسئلہ صاف ہو جاتے گا۔

آ۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نیچگانہ نمازوں کو جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں (قریباً) چوبیس سال سے زائد پڑھتے رہے۔ یا تو ان کو گھر تشریف لے جا کر دروازہ بند کر کے لوٹاتے رہے۔ اگرچہ ظاہر داری کے لیے مسجد نبویؐ میں بھی ان کو پڑھ چکے ہوتے تھے۔ اگر یہ اعادہ اسی طرح ہوتا رہا ہے تو اس کے لیے ثبوت درکار ہے۔ بغیر دلیل کے کسی بزرگ کا تسلیم کر لینا درست نہیں۔

(۲) اور اگر دولت خانہ میں اعادہ تو نہیں کرتے تھے لیکن ہر ماتم کی نماز کے لیے اپنا انگ ارادہ کر لیتے تھے اور امام کی اقتداء کا قصد ہی نہیں کرتے تھے۔ اس تجویز کو وہ احتمال پر بھی شواہد و دلائل درکار ہیں اور خود حضرت علیؑ کا اپنا فرمان چاہیے جس میں اس کی تصریح دستیاب ہو جاتے کہ ان ائمہ کے اقتداء کا ارادہ نماز باجماعت ادا کرنے میں نے کبھی نہیں کیا تھا جب تک حضرت علیؑ کا اپنا قول اس مسئلہ میں بالوضاحت نہ پایا جائے تب تک صرف اپنے احتمالات پیدا کرنے سے یہ فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ خود صاحب عمل کے فرمان کے بغیر دوسرے شخص کی جانب سے جو کلام پائی جاتے وہ تاویل ہوگی جو کہ مقصود و مدعی کے اثبات میں کام نہیں دے سکتی۔

(۳) علاوہ ازیں یہ خرابی پیش آئے گی (جیسے سابق عرض کیا ہے) کہ حضرت علیؑ کے اعمال و اقوال و افعال پر اعتماد کیسے رہے گا؟ کیا معلوم کونسا عمل خالص نیت سے ادا ہو رہا ہے، کونسا عمل دفع وقتی، ریاکاری، ظاہر داری، جہاں داری کی خاطر کیا جا رہا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی ذات گرامی پر یہ بہت بڑا اقتراء ہوگا۔ اس لیے ہم تو دوستوں کو یہی مشورہ دیں گے کہ ظاہری عمل اور اندرونی عمل کی تاویل حضرت شیر خدا کے احوال زندگی میں بہرگز پیدا نہ کریں۔ کوئی دوسرا جواب جو چاہیں آپ پیدا کرتے رہیں لیکن دورخی پالیسی و درنگی چال کا انتساب حضرت موصوف کی ذات والا صفات کی طرف نہ ہونے دیں۔ امید ہے یہ مخلصانہ گزارش منظور ہوگی۔

(۴) نیز یہ خرابی مزید برآں ہوگی کہ اتنی مدت دراز (جو قریباً چوبیس سال سے زائد بنتی ہے) گویا حضرت علیؑ نماز جماعت کے بغیر ادا کرتے رہے۔ اور قصداً جماعت کے بغیر نماز پڑھنے کی تمام وعیدیں حضرت علیؑ کے اس کردار کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس قسم کے لوازمات آپ حضرات کی اس پیوند کردہ تاویل کی وجہ سے پیش آئیں گے جس کو آپ لوگوں نے "تلقین مرنسیہ" کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔

(۱۵) ساتھ یہ بھی خیال فرمائیں کہ اگر اتنی مدت دراز نماز میں "تقیہ شریفیہ" کا فرما رہا ہے تو حضرت علیؑ کے باقی ارکان اسلام (کلمہ شہادۃ، کلمہ توحید، صوم، رمان، حج مبارک، صدقہ، جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ) واجبات اسلام کا کیا حشر ہوگا؟ کیا ان تمام چیزوں میں تقیہ ہی چلتا رہا؟ خود خیال فرمادیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔
 فاعتبروا یا ادلی الایصار۔ (تستغفر اللہ العظیم۔ ونعوذ باللہ من ہذہ المفاسد
 والشرد والفتن۔

فوائد و نتائج

باب دوم میں دو مسئلہ بیان کرنے کا وعدہ تھا۔ ایک یہ کہ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بلدی ہی بیعت کر لی تھی اور اپنا خلیفہ و حاکم تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرا یہ مسئلہ عرض کرنا تھا کہ دین و اسلام کا بنیادی رکن نماز ہے۔ یہ خداوندی فریضہ حضرت علی المرتضیٰؑ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مل کر ادا کرتے تھے۔ الگ نمازیں نہیں ادا کرتے تھے۔

ان دونوں مسائل کو فریقین کی کتابوں سے پیش خدمت کیا گیا۔ اسلام کے ان اہم مسائل میں ان بزرگان دین کا اتفاق و اتحاد قائم رکھنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ مندرجہ ذیل اشیاء میں بھی یہ اکابر متفق و متحد تھے۔ ان میں "اخوت دینی" کا بندہ ہر مرحلہ میں کار فرما تھا۔ اچھے دین کے ہر کام میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے۔ چنانچہ مندرجہ بالا حالات اس چیز پر شاہد ہیں کہ:

(۱) ان حضرات ثلاثہ (ابوبکر الصدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنیؓ ذو النورین) اور حضرت علی المرتضیٰؑ کا ایک مذہب تھا، ان کے دو مذہب نہیں تھے۔

(۲) ان بزرگوں کا ایک عقیدہ تھا، جدا جدا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

(۳) ان کے اعمال و افعال ایک تھے۔ الگ الگ عمل نہیں تھے۔

(۴) ان کا کلمہ طیبہ ایک تھا۔ کوئی دوسرا کلمہ بازاری نہیں کیے ہوتے تھے۔

یعنی علی ولی اللہ وغیرہ کلمات کا اسلافہ نہیں کیے ہوئے تھے،

(۵) ان بزرگان دین کا قرآن مجید ایک ہی تھا جس کو تمام امت پڑھتی تھی اور اس پر عمل کرتی تھی۔

کوئی دوسرا قرآن (اصلی یا نقلی) ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔

(۶) ان اکابر کے دور مقدس میں ایک دنوہی باری تھا جس میں پاؤں کا دھونا ہوتا تھا۔

پاؤں پر مسح والا دنوہ اس دور میں نہ تھا۔

پیر صبح کی نماز، اس مبارک دور میں ایک ہی اذان مسجد نبوی میں ہوتی تھی، اور جس اذان میں شہادتین

لا اظہار لہدیٰ لہم کے بعد تیسری شہادت وغیرہ کے کلمات جو اسلافہ کیے گئے ہیں بالکل نہ تھے۔

(۸) ان تمام حضرات کی ایک نماز تھی جو دست بستہ ہوتی تھی۔ قیام میں کھلے ہاتھوں نماز کا

طریقہ ان بزرگوں میں مروج نہ تھا۔

(۹) اس بابرکت دور میں چہارتہ تکبیروں کے ساتھ یہ چاروں بزرگ نماز جنازہ پڑھتے تھے

اس کے سوا جنازہ کا طریقہ جاری نہ تھا۔

(۱۰) ان کے مقدس ایام میں درود شریف ایک ہی طرح کا پڑھا جاتا تھا۔ یعنی بارک وسلم

کے الفاظ کے ساتھ درود جاری تھا۔ ان دو لفظوں کو چھوڑ کر درود نہیں پڑھا جاتا تھا۔

(۱۱) اور افطار ٹی روزہ کی تعجیل کے ساتھ یعنی جلدی ہوتی تھی۔ اس میں تاخیر کرنا مروج

نہ تھا۔

(۱۲) ان بزرگوں کے عہدہ ایام میں (جو امت کے لیے بعد از پیغمبر علیہ السلام بہترین

دور تھا) طریقہ نکاح ایک طرح کا جاری و ساری تھا (جو سنت نبوی کے موافق و

مطابق تھا) یعنی متنعہ کا طریقہ مشروع نہ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ چاروں بزرگوں کے دور مقدس میں دین کے امور میں ایک ہی طریقہ

مسنونہ جاری رہتا تھا۔ ان امور میں کسی دوسرے طریقہ پر عمل درآمد نہیں ہوتا تھا۔
 یہ چیز ان حضرات کے آپس میں مؤدہ و اخلاص و صدق معاملہ و رأفت و شفقت
 و رفاقت و اُلفت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ کریم رحیم و رحیم رحیم، ان پاک طینت
 ہستیوں کے طفیل ہم کو بھی دین و اسلام کے مسائل میں اتحاد و اتفاق و استلاف
 و اقتراب نصیب فرمائے جو اصل سرمایہ مذہب ہے۔
 یہاں باب دوم ختم کیا جاتا ہے۔

باب سوم

اس باب میں چند عنوانات مرتب کیے گئے ہیں جو ان حضرات (خصوصاً سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا علی المرتضیٰ) کے درمیان عمدہ مراسم و خوش تر تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ واقعات فریقین کی کتابوں میں متفرق اوراق میں پائے جاتے ہیں۔ ہم نے قلیل سی محنت کر کے ان کے بعض اجزا جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے ناظرین کرام انصاف کی نظر ڈالتے ہوئے ان کو قبول فرمائیں گے۔

(۱)

ایک چیز تو یہ ہے کہ صدیق اکبر کے دورِ خلافت میں فقہی مسائل بیان کرنے اور فتویٰ دینے میں حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ شامل رہتے تھے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علیؑ جنگی معاملات کے مشوروں میں اور فوجی نگرانیوں میں نیز دیگر ملکی، حفاظتی تدابیر میں عملاً شریک رہتے تھے۔

(۳)

تیسری یہ چیز ہے کہ خلیفہ وقت کی جانب سے مالی عطیات و ہدایا و عنائیم وغیرہ کے قبول و وصول کرنے میں حضرت علیؑ باقی صحابہ کی طرح شامل و شریک تھے۔

(۴)

چوتھی یہ چیز ہے کہ خلافت صدیقی و خلافت فاروقی میں عدو اللہ (یعنی خدائی احکام)

جاری کرنے میں حضرت علی المرتضیٰ خلفائے کرام کے ساتھ دستِ راست کی حیثیت رکھتے تھے۔ نیز ملک میں اور قوم میں خدا کے احکام نافذ کرنے میں عملاً ان کے معاون و مددگار تھے۔ یہ چہار چیزیں ان بزرگانِ دین کے باہمی اتحاد و اتفاق و ارتفاق و ارتباط کے لیے کھلے نشانات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب نمبر وار ہر ایک کی مختصر سی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے موجبِ اطمینان و باعثِ ایقان ہو سکے گی۔

پہلی چیز

یہ ہے کہ خلافتِ صدیقی و خلافتِ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰ کا شمار ان حضرات میں تھا جن کی طرف دین کے مسائل دریافت کرنے اور فتویٰ حاصل کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ چنانچہ طبقات ابن سعد میں یہ مسئلہ موجود ہے، ملاحظہ فرمادیں۔

عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه ان ابا بكر الصديق كان
 انا نزل به امر يريد فيه مشاورة اهل الرأي و اهل الفقه
 دعار جبالا من المهاجرين و الانصار دعاعمر و عثمان و عليا و عبد
 الرحمن بن عوف و معاذ بن جبل و ابي بن كعب و زيد بن ثابت
 و كل هؤلاء يفتي في خلافة ابي بكر و لما نصير فتوى الناس الى
 هؤلاء فمضى ابو بكر على ذلك ثم ولى عمر فكان يدعو هؤلاء
 التفر الخ

یعنی عبد الرحمن بن القاسم اپنے باپ قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر
 الصدیقؓ کو جب صاحبِ راستے اور صاحبِ فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت
 پیش آتی تھی تو مہاجرین و انصار اور بالخصوص عمر بن الخطابؓ، عثمان بن عفانؓ، علی بن
 ابی طالبؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ

رضی اللہ تعالیٰ، کو بلاتے تھے اور یہ تمام بزرگ دورِ خلافت کے مفتیوں میں سے تھے۔ فتویٰ حاصل کرنے میں لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابو بکر الصدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ طریقہ کار جاری رکھا۔ پھر عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنائے گئے وہ بھی مشورہ کی خاطر انہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے۔

طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم ثانی، ص ۱۰۹۔ باب اہل العلم و

الفتویٰ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طبع لندن یورپ)

اسی طرح شیعی مورخین نے بھی ذکر کیا ہے کہ ابو بکر (الصدیقؓ) کے ایامِ خلافت و امارت میں حضرت علی المرتضیٰ کا شمار فقیہوں و مفتیوں میں تھا۔ لکھتے ہیں کہ

«وَكَانَ مَنْ يُؤْخَذُ عِنْدَ النِّقْهَةِ فِي أَيَّامِ أَبِي بَكْرٍ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

وَأَبُو بَكْرٍ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأَبِي بَكْرٍ كَعْبٌ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ

وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ»

خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں مندرجہ ذیل حضرات سے

فقہی مسائل دریافت کیے جاتے تھے۔ علی بن ابی طالبؓ عمر بن الخطابؓ

معاذ بن جبلؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ۔ رضی اللہ عنہم

تاریخ یعقوبی از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر العباسی

الشیعی، ج ۲ ص ۱۳۸ طبع جدید بیروتی۔ آخر ایام ابی بکرؓ

مندرجاتِ بالا کے فوائد

۱۔ شیخ اکبرؒ کی اہم امور کے لیے مشورہ حاصل کرنے کی عادت تھی۔ خلافت کے

۵۔ وہ روئے نہیں رہتے تھے۔

- (۲) اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ خلیفہ اسلام کا باعزت سلوک جاری رہتا تھا۔
- (۳) جن اہل الرأی و صاحب مشورہ و صاحب فقہی حضرات کو مدعو کیا جاتا تھا ان میں حضرت علی المرتضیٰ کا اہم مقام مقرر و متعین تھا۔
- (۴) نیز ثابت ہوا کہ "صدیقی دورِ خلافت" و فاروقی دورِ خلافت کے مدبروں، مشیروں اور مہتمموں میں حضرت علی شامل تھے۔

یہ تمام حالات اس امر کے گواہ و شاہد ہیں کہ خلیفہ اول (صدیق اکبر) اور علی المرتضیٰ کا باہمی اعتماد تھا۔ آپس میں عمدہ سلوک تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ خوش معاملہ تھے۔ دوسرا طرزِ معاشرت رکھتے تھے اور ان میں بہترین تعلقات قائم و دائم تھے۔

دوسری چیز

یہ ہے کہ خلافت صدیقی میں جب جنگی امور کا سامنا ہوتا تھا تو اس وقت حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق اکابر صحابہ کرام کے ساتھ مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام حضرت ابوبکر الصدیق کے ساتھ ان معاملات میں ہر مرحلہ پر ہم آہنگ اور ہم نوا رہتے تھے۔ خاص کر سیدنا علی المرتضیٰ ان تمام امور میں خلیفہ اول کے ساتھ شریک کار رہتے تھے۔ اس مقصد کے متعلق ہم چند ایک تاریخی واقعات ذیل میں پیش کرتے ہیں جو ہماری گزارشات کے حق میں مؤید و مثبت ہیں۔

(۱)

حافظ محبت الدین احمد بن عبداللہ الطبری متوفی ۶۹۴ھ نے اپنی تصنیف "خاتر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ" ص ۹۷، باب ذکر اتباعہ لسنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن السمان کے حوالہ سے واقعہ درج کیا ہے کہ

..... عَنْ عَلِيٍّ وَقَدْ شَاوَرَهُ أَبُو بَكْرٍ فِي مَبَالِ أَهْلِ الْبُرْدَةِ بَعْدَ أَنْ

شَاوَرِ الصَّعَابَةَ فَأَخْتَلَفُوا عَلَيْهِ فَقَالَ مَا تَقُولُ يَا أَبَا حَسَنِ فَقَالَ
 إِنْ تَرَكْتَ شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ
 فَأَنْتَ عَلَى خِلَافِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَمَا إِنْ
 قُلْتَ ذَاكَ لَأَقَاتِلَنَّهُمْ وَلَوْ مَنَعُونِي عِقَالًا (اخرجه ابن السمان)

یعنی ابن السمان نے کتاب الموافقة میں ذکر کیا ہے کہ ابو بکر الصدیق نے
 نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہؓ سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ
 سے رائے لینے کے لیے سوال کیا کہ اے ابو الحسن آپ اس کے متعلق کیا کہتے
 ہیں تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ (مرتدین و مانعین زکوٰۃ وغیرہ سے) جو کچھ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے آپ اگر کچھ بھی چھوڑ
 دیں تو آپ نے پیغمبر خدا کا خلافت کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرت صدیقؓ نے کہا کہ
 آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اونٹ کی ایک رسی بھی
 روک رکھیں گے تو میں ان سے ضرور قتال اور جنگ کروں گا۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۹، لمحَب الطبری)

(۲)

نیز ریاض النضرہ میں محَب الطبری مذکور نے اور البدایہ میں حافظ ابن کثیر نے اور
 کثیر العمال میں علی منشی ہندی نے ایک واقعہ لکھا ہے اور منقول عنہ مصادر و مخارج بھی ساتھ
 ذکر کیے ہیں۔

... عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت خرج ابي
 شاهر سيقدا كيا على راحلته الى ذي القيسه فجا على بن ابي
 طالب فاخذ بزمام راحلته وقال الى ابن ابي خليفه رسول الله؟
 اقول لك ما قال لك رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم اُخذ

سَمُّ سَيْفِكَ وَلَا تَجْعَلْنَا بِنُقُيْتِكَ فَوَاللَّهِ لَإِنْ أَصَبْنَا بِكَ لَا يَكُونُ
لِلدِّسْلَامِ بَعْدَكَ نِظَامٌ أَبَدًا فَرَجَعُوا وَأَمْضَى الْحَبِيشُ“

(۱) ریاض النفرة فی مناقب العشرة، ج ۱ ص ۱۳۰ بحوالہ

الخلعی - وابن السمان فی الموافقة - والفضائل باب

ثبوتہ بأسہ لما ارتدت العرب بعد وفاة النبی صلعم -

(۲) البدایہ والنہایہ ص ۲۱۵ جلد ۶، لابن کثیر دمشقی -

(۳) کنز العمال ص ۱۲۲-۱۲۳، جلد ۳ - بحوالہ زکریا الساجی

(۴) الصواعق المحرقة لابن حجر المکی - الباب الاول،

الفصل الثالث، طبع جدید، ص ۱۵

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابو بکر صدیق مقام
ذی القصدہ کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر برہنہ تیغ (یعنی سنگی تلوار) لیکر نکلے تو
حضرت علی تشریف لائے اور اس سواری کی باگ تھام کر فرمانے لگے اے رسول
خدا کے خلیفہ!! آپ (بہ نفس نفیس) کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ اب میں آپ
کو وہی بات کہتا ہوں جو احد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو
فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کھینچے اور اپنی ذات کے متعلق ہمیں پریشانی
میں نہ ڈالیے پس اللہ کی قسم اگر ہم آپ کی ذات کے حق میں کوئی مصیبت
پہنچاتے گئے تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہ سکے گا (پس یہ
مشورہ قبول کرتے ہوئے) ابو بکر صدیق خود واپس تشریف لائے اور
شکر (مجوزہ) کو روانہ کر دیا۔“

(۳)

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت علیؑ کا کلام نقل کیا ہے جس میں ابو بکر صدیق کے ابتدائی

دورِ خلافت میں پیش آمدہ اہم واقعات میں حضرت علیؑ کے شریک ہونے کا اقرار پایا گیا ہے اور علی المرتضیٰ کی جانب سے یہ تصریح بھی مذکور ہے کہ ہم لوگوں نے اس موقع پر دین کے مخالفین کا متحد ہو کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ اسلام اطمینان کے ساتھ قائم ہو گیا اور دین سکون کے ساتھ قرار پکڑنے لگا۔

نبج البلاغہ (مع شرح کے) مذکور ہے:

— فَهَوَّصَتْ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاخَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَ

اطْمَأَنَّ الدِّينَ وَتَنَهَّنَهُ — (نبج البلاغہ)

— تِلْكَ الْأَحْدَاثِ الَّتِي وَقَعَتْ مِنَ الْعَرَبِ إِلَى غَايَةِ زَهْوَقِ

الْبَاطِلِ وَاسْتِقْدَارِ الدِّينِ وَإِنْتِشَارِهِ — (ابن ميثم بخرانی، تحت متن مذکور)

— فَكَانَ الدِّينُ كَانَ مُتَحَرِّكًا مُضْطَرِبًا فَسَكَنَ وَكَفَّ عَنِ ذَالِكَ

الْإِضْطْرَابِ — (درہ نجفیہ، تحت متن مذکور)

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں (رسول اللہ صلعم کے بعد

(مزدین عرب) کی سرکوبی کے لیے میں اٹھ کھڑا ہوا، یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دین اسلام آرام کرنے لگا۔

— گویا دین (فتنوں کی وجہ سے کمزور ہو کر) متحرک و مضطرب ہو گیا تھا۔

(پس ہماری بروقت مداخلت کی بنا پر) اضطراب و پریشانی سے پرسکون ہو گیا اور اس نے

استقرار پکڑا۔ (نبج البلاغہ، ج ۲ ص ۱۱۹۔ من کتاب لہ علیہ السلام الی اہل مصریح مالک

الاشترالخ، طبع مصری دو جلد میں)

— اب اور شیعہ فاضل مترجم و شارح نبج البلاغہ ملافتح اللہ قاشانی الموسوی ۹۸۸ھ

کی تصریح اس مکتوب کے تحت پائی گئی ہے وہ بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں مضمون بالا کی تائید

میں بڑی مفید ہے۔ مکتوب مرتضوی مذکور کے تحت اس نے لکھا ہے کہ:

• بدانکہ در زمان خلافتِ ابی بکرؓ سے از عرب برگشتند از دین و مرتد
شدند و اصحاب در آن امر عاجز و حیران شدند۔ چوں آنحضرتؐ آن امر را چنان
دید، اصحاب را دلداری کردہ بزورِ بازوئے حیدری اہل ارتداد را بسفر
فرستاد و باز امر دین را انتظام داد۔

(ترجمہ و شرح پنج البلاغہ از ملا فتح اللہ قاشانی تحت مکتوب جناب
امیر علیہ السلام بسوئے ابالیان مصر بسوئے ائتروالی مصر مطبوعہ بریلانی قدیمی طبع)

اس سے ثابت ہوا کہ

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے حق میں حضرت علیؓ حامی و مددگار تھے اور خلافتِ
صدیقی دینِ حق کے برخلاف قائم نہ تھی۔ اگر یہ خلافت باغیانہ و غاصبانہ ہوتی تو حضرت علیؓ
اس کو بزورِ بازو اپنے تصرف اور نگرانی میں لے سکتے تھے جیسا کہ بازوئے حیدری کی قوت
نے اس مشکل وقت میں امر دین کا انتظام درست کر دیا۔

— نیز اس مشکل وقت میں حضرت علیؓ نے بزورِ شمشیر امداد کی بے جوان کے ساتھ
اخلاص کی علامت ہے۔

— اور معلوم ہوا کہ ان خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ کو بہت ارتباط و اتحاد و اتفاق
تھا۔ لیکن بعد والے لوگوں نے ان تمام چیزوں کو اختلاف و اشتقاق و نفاق کی شکل میں پیش

لے ملا فتح اللہ قاشانی ۹۸۵ھ کی یہ شرح پنج البلاغہ فارسی زبان میں ہے۔ اس کا نام تنبیہ العافیین و
تذکیر العارفین ہے۔ اور تفسیر منہج الصادقین اور اس کا خلاصہ منہج یہ دونوں تصانیف ملا فتح اللہ صاحب
قاشانی کی ہیں۔ یہ شیعہ کے کبار علماء میں ہے۔

(روضات الجنات ص ۴۸۶۔ طبع قدیم، ایران)

کر دیا ہے۔

(۴)

اسی طرح دونوں فریق کی کتابوں میں غزوہ روم و شام کے متعلق بشارت پر مشتمل ایک مشورہ مذکور ہے وہ بھی ناظرین بانیکن کی ضیانتِ طبع کی خاطر حاضر خدمت کیا جاتا ہے۔ اہل فہم و اہل انصاف حضرات اس سے فوائد خود مرتب فرما سکیں گے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن اوفیٰ سے منقول ہے کہ جب ابو بکر الصدیق نے غزوہ روم کا ارادہ کیا تو اکابر مہاجرین و انصار (خصوصاً بدریوں کو مدعو کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید و ابو عبیدہ وغیر ہم حضرات تشریف لاتے۔ غزوہ مذکورہ کے متعلق خلیفہ اول نے مشورہ طلب کیا۔ ان اکابرین نے اپنے اپنے مشورے پیش کیے، :-

وَعَلَىٰ نِي الْقَوْمِ لَا يَتَّكِلُهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَاذَا تَرَىٰ يَا أَيُّهَا الْحَسَنُ !
فَقَالَ أَرَىٰ أَنَّكَ إِنْ سَرْتَهُ إِلَيْهِمْ بِنَفْسِكَ أَوْ لِعَثَّتْ إِلَيْهِمْ نَصْرَتُهُ
عَلَيْهِمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَىٰ. فَقَالَ بَشَّرَكَ اللَّهُ بِخَيْرٍ وَمِنْ آيِنِ عَمِلْتَ
ذَلِكَ؟ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَزَالُ
هَذَا الدِّينُ ظَاهِرًا عَلَىٰ كُلِّ مَنْ نَاوَاهُ حَتَّىٰ يَقُومَ الدِّينُ وَأَهْلُهُ
ظَاهِرُونَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَحْسَنَ هَذَا الْحَدِيثُ لَقَدْ سَرَّ رَسْمِي
سَرَّكَ اللَّهُ

» حاصل یہ ہے کہ علی المرتضیٰؓ قوم میں خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی کلام نہیں
کی، صدیق اکبرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمائیے؟ تو
حضرت علیؓ نے اپنا اظہار خیال کیا کہ آپ بہ نفس نفیس شکر کی معیت میں
تشریف لے جائیں یا اس غزوہ میں صرف فوج ارسال کر دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

آپ کے حق میں فتح ہوگی۔ ابو بکر الصدیق کہنے لگے اللہ آپ کو امر خیر کی خوشخبری سنائے
یہ چیز آپ نے کہاں سے معلوم کی تو علی المرتضیٰ نے بتلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ
الصلوة والتسلیم سے سنا تھا، جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص اس دین
کے معارضہ و مقابلہ کا ارادہ کرے گا اس پر یہ دین غالب آکر رہے گا اور
اہل دین بھی غالب آجائیں گے۔ جو شخص اس دین کے مٹانے کا قصد کرے گا
اس کے خلاف یہ دین ہمیشہ غالب آتا رہے گا۔ حتیٰ کہ یہ دین اسلام اپنے
پاؤں پر قائم ہو جائے گا اور اہل دین (مخالفین پر) غلبہ پائیں گے۔

حضرت علیؑ سے یہ روایت سن کر صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ سبحان اللہ
یہ کیا عمدہ فرمان نبوی ہے۔ اے علیؑ آپ نے ہمیں خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ
کو خوش و خور سند فرمائے!

(کنز العمال علی متقی ہندی ص ۱۲۳-۱۲۴۔ جلد سوم۔ کتاب الخلافۃ

مع الامارۃ (بعث الروم) بحوالہ ابن عساکر۔ طبع اول قدیمی)

پھر شیعہ احباب نے بھی اس واقعہ کو مختصراً اپنی کتابوں میں اپنے اپنے الفاظ میں درج
کیا ہے۔ ان کے دو عدد حوالہ بات ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) — احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن الواضح الکاتب العباسی نے اپنی مشہور تاریخ

یعقوبی میں ایام ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ

”أَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَغْزُوا رُومَ فَشَاوَرَجَمَاعَةً مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ
اللَّهِ فَقَدَّمُوا وَأَخْرَجُوا فَاسْتَشَارَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَاسْتَأْذَنَ فَيَفْعَلُ
فَقَالَ إِنْ فَعَلْتَ ظَفَرْتَ فَقَالَ بَشَّرْتَ بِخَيْرٍ“

خلاصہ یہ ہے کہ ابو بکرؓ نے غزوہ روم کا قصد کیا تو اصحاب رسولؐ کی جماعت
سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا تو انہوں نے اپنے اپنے خیال کے موافق،

تقدیم و تاخیر ذکر کی۔ پس ابو بکرؓ نے علی بن ابی طالب سے راستے طلب کی تو انہوں نے اس کام کے کرنے کا اشارہ فرمایا اور کہا کہ اگر آپ اس کام کو کرینگے تو فتح مندی پائیں گے تو ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ نے بڑی خیر و خوبی کی خوشخبری دی ہے۔“

(تاریخ یعقوبی، ص ۱۳۲۔ طبع جدید بیروتی۔ تحت ایام ابی بکر احمد بن ابی یعقوب الکاتب العباسی شیبی سن تالیف کتاب ہذا ۲۵۸ھ)۔
 (۲) صاحب ناسخ التواریخ مؤذم محمد تقی لسان الملک نے بھی یہ واقعہ اپنی تاریخ ہذا میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

... ابو بکرؓ نے علیؓ کو روک کر کہا یا ابوالحسن توجہ فرمائی؟ علیؓ فرمود چہ تو راہ خود برگیری و چہ سپاہ تباہی نظر تراست! ابو بکرؓ گفت بشک الله یا ابوالحسن از کجا گوئی؟ فرمود از رسول خدا! ابو بکرؓ گفت بدین حدیث مشاد کردی اے مسلمانان علی و اہل علم پیغمبر است ہر کہ در و شک کند کافر است الخ حاصل یہ ہے کہ (غزوہ روم و شام کی مشادورۃ کے موقعہ پر) ابو بکرؓ نے علی المرتضیٰ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن! آپ اس کے حق میں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ آپ خود شریف لے جائیں یا صرف لشکر ارسال کر دیں، فتح و نصرت آپ کے لیے ہوگی (یہ سن کر) ابو بکرؓ نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ کو اللہ تعالیٰ خوشخبری سنائے۔ یہ بشارت آپ کہاں سے دے رہے ہیں تو علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ یہ فتح مندی کا ارشاد رسول خدا کی جانب سے مجھے موصول ہوا ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا کہ آپ نے اس ارشاد سے مجھے شاد کر دیا۔ مسلمانو! علی پیغمبر کے علم کے وارث ہیں جو اس بات میں شک کرے وہ کافر ہے۔“ (ناسخ التواریخ جلد دوم، کتاب دوم ص ۱۵۸۔ تحت عنوان نصیم غزم ابی بکرؓ تسخیر ممالک شام و قتال مسلمین بالبطال لشکر دوم در سال سیزدہم طبع قدیم تہمتی کلاں۔)

”خلافت صدیقی“ میں ایک دفعہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے مدینہ شریف پر حملہ کر دینے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس مشکل ٹائم میں مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے فوجی نگرانی کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت بھی حضرت علی المرتضیٰ نے حفاظتی دستہ میں خود شامل ہو کر مدینہ کی نگرانی کی۔ یہ سب تدابیر صدیق اکبر کے فرمان کے تحت عمل میں لائی گئیں۔ اور ان مواعظ میں حضرت علی نے عملاً شریک ہو کر پورا پورا حصہ لیا۔ ذیل میں عبارات بعینہ ملاحظہ فرمادیں۔

..... وَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَ مَا أَخْرَجَ الْوَفْدَ عَلَى الْقَابِ الْمَدِينَةَ لِقَرَأِ
عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَخَذَ أَهْلَ الْمَدِينَةَ
مَحْضُورًا الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَهُمُ أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ إِنَّ الْأَرْضَ كَافِرَةٌ وَقَدْ
رَأَى وَقَدْ هُم مِّنْكُمْ قِدَّةً وَإِنكُمْ لَا تَدْرُونَ أَلَيْلًا تَوْتُونَ أُمَّ نَهَارًا
وَأَدْنَا هُمْ مِّنْكُمْ عَلَى بَرِيدٍ :

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری جلد ثالث تحت احوال الستة الحادی عشر

ص ۲۲۳ - ج ۳ - طبع قدیم مصری -

(۲) شرح نہج البلاغۃ، حدیدی شیعہ، ج ۴ ص ۲۲۸ - طبع تبریزی

اس کا حاصل یہ ہے کہ ابو بکر صدیق نے مدینہ شریف کی گزرگاہوں اور راستوں پر نگرانی کے لیے لشکر اور حبش روانہ کیے اور ان حفاظتی دستوں پر علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام، طلحہ، عبداللہ بن مسعود کو نگران و محافظ مقرر فرمایا اور باقی اہل المدینہ کو مسجد مدینہ میں جمع کیا اور ابو بکر صدیق نے ان کو فرمایا کہ اے مسلمانو! (علاقہ کے لوگ) دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں ان کے وفد نے تم کو (اپنے خیال میں) قلیل تصور کر رکھا ہے۔ تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ تمہارے پاس کسی وقت رات کو یا دن کو آ پہنچیں ان کی قریبی جماعتیں تم سے

ایک برید کی مسافت (یعنی ۱۲-۱۴ میل) پر موجود ہیں :-

اسی واقعہ کو تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) و تاریخ ابن خلدون میں بھی آپ بعبارت

ذیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں :-

فَجَعَلَ الصِّدِّيقُ عَلَى الثَّقَابِ الْمَدِينَةَ حَرَّاسًا يَدِينُونَ بِالْحَبِيشِ
حَوْلَهَا فَمِنْ أَمْرَائِهِ الْحَرَسِيُّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَالزُّبَيْرِيُّ عَوَّامٌ وَطَلْحَةُ بْنُ
عُبَيْدِ اللَّهِ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَبْدُ اللَّهِ
بْنُ مَسْعُودٍ

یعنی ابوبکر الصدیق نے مدینہ کی گزرگاہوں اور راستوں پر محافظ و نگران مقرر کر
دیئے جو مدینہ کے گرداگرد فوجی دستوں کے ساتھ رات گزارتے تھے۔ ان نگرانوں کے
والوں اور محافظوں میں یہ حضرات شامل تھے۔ علی بن ابی طالب اور زبیر اور طلحہ۔
سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابن مسعود۔

(۳) البدایہ لابن کثیر ۳۱۱ - جلد ۶ فصل فی تصدی الصدیق نقال اہل الردہ

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲ ص ۸۵۸ جلد ثانی تحت عنوان النخلة الاسلامیہ

منہرجات اہل اہل کے ثمرات

(۱) صدیقی خلافت میں اہم ملکی معاملات کی خاطر جو مشورے ہوتے تھے ان میں حضرت
علی شریک ہوتے تھے اور جو مشورہ مرتضیٰ شیر خدا دیتے تھے۔ اس کی بڑی قدر ہوتی تھی اور
اس کے موافق عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ حاصل یہ ہے کہ یہ مشورہ دنیا بھی آپس کی خیر خواہی پر
دال ہے اور مشورہ قبول کرنا بھی ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و مودت اور قدر دانی
پر شاہد عادل ہے۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ صدیق اکبر کو خلیفہ رسول کے الفاظ سے بھی یاد کرتے تھے اور

ان کے براہ راست جنگ میں شامل و شریک ہونے کو خطرہ کا باعث تصور کرتے تھے۔ یعنی خلیفہ اول کی تکلیف کو گویا تمام مسلمانوں اور اہل اسلام کے حق میں مصیبت گمان کرتے تھے۔ (۳) صدیق اکبر کی خدمت میں حضرت علی کا فتح مندی و کامیابی کی بشارتیں بیان کرنا اور جانبین کا اس پر مسرت و فرحت محسوس کرنا باہمی عقیدت و اعتماد و تعلقات کا بہترین ثبوت ہے۔

(۴) پھر مشکل اوقات میں حفاظتی تدابیر و فوجی نگرانیوں میں حضرت علی کا بذات خود شمولیت کرنا ایک دوسرے کے ساتھ دوستی و جان نثاری کا نہایت شاندار کارنامہ ہے۔ (۵) نیز واضح ہوا کہ اس دور کی ضروری مہموں میں حضرت علی ہمیشہ شریک کار رہتے تھے اور صدیقی خلافت کی حقانیت و صداقت حضرت علی المرتضیٰ کے نزدیک مسلم و معتبر تھی۔

بالفرض اگر صدیقی خلافت باطل ہوتی تو مخالفین کے ساتھ جنگ و قتال کی بجائے خود اس کی سرکوبی واجب اور مقدم تھی اور اس کو مضبوط کرنے کی بجائے اس سے ہتھیار باطل کو ختم کر دینا لازم تھا۔ اور واقعات سراسر اس کے برخلاف و برعکس پائے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہر مرحلہ پر ہر قدم پر ہر موقع پر خلیفہ اول صدیق اکبر کے ساتھ حضرت علی کی نصرت شامل ہے اور نصیحت شریک ہے۔ معیت پائی جاتی ہے۔ رفاقت ثابت ہے۔ موافقت موجود ہے۔ معاونت جاری ہے۔ اہل انصاف و اہل فہم کی اصطلاح میں ان چیزوں کو "اتفاق و اتحاد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (بہذا هو الحق)

تیسری چیز

یہ ہے کہ حدیث و تاریخ کی کتابیں بتلاتی ہیں کہ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ حضرت علی کو مالی عطیات عنایت فرمایا کرتے تھے اور وہ نجوشی قبول کیا کرتے تھے (یہ عطا فرمودہ

چیزیں خواہ خمس و غنائم سے تعلق رکھتی ہوں خواہ از قسم مال فئے ہوں یا ہدایا و تحائف میں سے ہوں، بہر کیفیت ابو بکر الصدیق کی جانب سے یہ مالی حقوق لوہا کرنا اور شیر خدا کی طرف سے ان کو وصول کرنا یہ دونوں امور ان حضرات کے باہمی خوشتر مراسم و عمدہ تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم چند واقعات کو ایک ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین بانیکن اس تجویز کو پسند فرمائیں گے۔ سنن کبریٰ بہیقی میں مذکور ہے:

(۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ
وَلَا نِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمْسِ فَوَضَعْتُهُ
مَوَاصِنَهُ حَيَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَيَاةَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَتَى بِمَالٍ فَدَعَانِي فَقَالَ
خُذْهُ فَقُلْتُ لَا أُرِيدُهُ قَالَ خُذْهُ فَأَنْتُمْ أَحَقُّ بِهِ قُلْتُ قَدْ اسْتَغْنَيْنَا
عَنْهُ فَجَعَلَهُ فِي بَيْتِ الْمَالِ .

سنن کبریٰ بہیقی، ج ۶ ص ۳۲۳۔ باب سہم زوی القربی من الخمس،

اور مسند ابی علی میں امام احمد کے مسند میں مذکور ہے کہ:

. فَوَلَّيْنَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمْتُهُ فِي
حَيَاتِهِ ثُمَّ وَوَلَّيْنَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَسَمْتُهُ فِي حَيَاتِهِ ثُمَّ وَوَلَّيْنَاهُ عُمَرَ
فَقَسَمْتُهُ فِي حَيَاتِهِ حَتَّى كَانَتْ آخِرُ سَنَتِهِ مِنْ سِنِي عُمَرَ فَإِنَّهُ آتَاهُ
مَالٌ كَثِيرٌ

مسند امام احمد، ج ۱ ص ۸۴ جلد اول، مسند ابی علی

معہ منتخب کنز العمال مصری طبع

ان دونوں روایات کا ما حاصل یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ شیر خدا فرماتے ہیں کہ ہم رشتہ

داران رسول اللہ صلعم کا جو خمس میں حصہ تھا اس کی تقسیم کا متولی جناب سرورِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مجھے بنایا۔ پس میں حضور صلعم کے عہد مقدس میں اور ابو بکر کے دور میں اور عمر

بن الخطاب کے زمانہ میں خمس کے حصہ کو اس کے مواضع (یعنی حقداروں میں) تقسیم کر دیا۔ پھر عمر بن الخطاب کی خلافت کے آخری سالوں میں ان کے پاس کثیر مال پہنچا تو انہوں نے مجھے بلا کر فرمایا کہ یہ مال اتنا مقدار آپ لوگوں کا حق ہے اس کو آپ تحویل میں کر لیں۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ہمارا ارادہ لینے کا نہیں ہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس وقت میں نے جو ابا عرض کیا کہ اب ہم اس مال سے مستغنی ہیں، محتاج نہیں ہیں (فلہذا اور محتاجوں کو دے دیں)۔ پس عمر بن الخطاب نے اس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا۔

قبل ازیں باب اول میں بھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ علی المرتضیٰ کے خاندان والے جب آسودہ حال ہو گئے اور فقر و فاقہ کی صورت نہ رہی تو وہ حضرات اس مال کے وصول کرنے سے خود بخود دست بردار ہو گئے۔ خلیفہ اول و خلیفہ ثانی دونوں کی جانب سے ان کی ادائیگی کے حق میں کوئی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔

نیز یہ بھی عیاں ہو گیا کہ فاروق اعظمؓ نے یہ مال نہ خود کھایا نہ خورد برد کیا، نہ غضب کیا۔ بلکہ ان کی دست برداری کے بعد بیت المال میں داخل کر دیا تاکہ دیگر مسلمان اس مال سے نفع ہوتے رہیں۔

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ مال خمس و مال فئے کا طریقہ تقسیم جو صدیق اکبر کے ایام خلافت میں جاری تھا۔ اسی طریقہ کار کو حضرت علیؓ کا اپنی خلافت میں قائم رکھنا یہ اس بات کی مستقل شہادت ہے کہ صدیقی خلافت ان کے نزدیک برحق تھی۔ اس کا تقسیم عمل اور کارکردگی بالکل صحیح اور درست تھی۔

ابن عبد البر نے استیعاب میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

... وَكَانَ عَلِيٌّ يُسِيرُ فِي الْقَيِّْ مَسِيرَةَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فِي الْقِسْمِ
وَإِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ مَالٌ لَحْرِيْقٍ مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا قَسَمَهُ وَلَا يَتْرُكُ فِي

بَيْتِ الْمَالِ مِنْهُ إِلَّا مَا يَعْجُزُ عَنْ قِسْمَتِهِ فِي يَوْمِهِ ذَالِكَ ۚ

(الاستيعاب مع اصحابہ، ج ۳ ص ۴۷ - تذکرہ حضرت علیؓ)

یعنی مالِ فتنے کی تقسیم میں حضرت علیؓ وہی طریقہ اختیار کرتے تھے جو ابو بکر صدیقؓ اپنے دورِ خلافت میں جاری کیے ہوئے تھے جب علیؓ المرتضیٰ کے پاس مالِ غنیمتِ فتنے پہنچتا تو آپ اس مال سے کچھ باقی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اسی موقع پر اس کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور بیت المال میں وہی مال رہ جاتا تھا جو اس روز تقسیم ہو جانے سے رہ گیا ہو۔

(۳) نیز واضح ہو کہ حضرت علیؓ شہرِ خدا کو صدیقی خلافت کے ایام میں خلیفہ اول کے حکم سے مالِ غنیمت میں سے جواری (یعنی لوٹدیاں وغادمہ) ملنے کے متعدد واقعات تاریخِ اسلامی میں موجود ہیں۔ چنانچہ ہم یہاں چند حوالہ جات فارمین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ تو کنز العمال میں مصنف عبد الرزاق کے حوالہ سے عبارتِ ذیل درج ہے:-

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ أَعْطَى أَبُو بَكْرٍ عَلِيًّا جَارِيَةً فَدَخَلَتْ أُمَّ أَيْمَنَ عَلِيٍّ فَاطِمَةَ ۖ فَدَاَّتْ فِيهَا شَيْئًا فَكَرِهَتْهُ فَقَالَتْ مَا لَكَ فَلَمْ تُخْبِرْهَا فَقَالَتْ مَا لَكَ فَوَاللَّهِ مَا كَانَ أَبُو بَكْرٍ يَكْتُمُنِي شَيْئًا فَقَالَتْ جَارِيَةٌ أَعْطَيْهَا أَبُو الْحَسَنِ فَخَرَجَتْ أُمَّ أَيْمَنَ فَدَاَّتْ عَلِيًّا بَابَ الْبَيْتِ الَّذِي فِيهِ عَلِيٌّ بِأَعْلَى صَوْتِهَا أَمَا رَسُولُ اللَّهِ فَيَحْفَظُنِي أَهْلِي فَقَالَ عَلِيٌّ وَمَا ذَاكَ فَقَالَتْ جَارِيَةٌ بَعَثَ بِهَا إِلَيْكَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ عَلِيٌّ الْجَارِيَةُ لِفَاطِمَةَ ۚ

۱) مصنف عبد الرزاق قلی، باب الغزوة ص ۱۳۸ - ربع الثالث - کتاب غنیمتہ (سندھ)

(۲) المصنف لعبدالرزاق مطبوعہ مجلس علمی ص ۳۰۲-۳۰۴، جلد ۷، طبع بیروت۔

(۳) کنز العمال، جلد سابع فضائل فاطمہ ص ۱۱۲۔ طبع قدیم۔ حیدرآباد دکن

بحوالہ (عب)

یعنی ابو جعفر نے کہا کہ حضرت علیؑ کو حضرت صدیق اکبرؑ نے ایک جاریہ (لوٹدی) عطا فرمائی (اور فاطمہ الزہراء کو یہ ناگوار گزرا) اُمّ امین فاطمہؑ کے پاس آئیں تو ان کو ناخوش گوار حالت میں پایا۔ اُمّ امینؑ فاطمہؑ کو کہنے لگیں کیا بات ہے؟ فاطمہؑ نے کوئی جواب نہ دیا تو اُمّ امین بولیں اللہ کی قسم آپ کے والد شریف تو مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔ یہ سنکر فاطمہؑ نے بتلایا کہ ایک لوٹدی (خادمہ) ابوالحسن علی المرتضیٰ کو ملی ہے (یعنی یہ چیز مجھے ناگوار ہے) تو اُمّ امین باہر تشریف لائیں جس مکان میں علی المرتضیٰ تھے اس کے پاس آکر بلند آواز سے (کنائتاً) یہ الفاظ کہے کہ رسول خدا صلعم تو اپنے اہل و عیال کی حفاظت و نگہ رانی فرماتے تھے تو علی المرتضیٰؑ نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو امّ امینؑ نے یہ تمام چیز بیان کی تو حضرت علیؑ نے (یہ صورت حالات دیکھ کر) کہا کہ یہ جاریہ ہم نے فاطمہؑ کے لیے دیدی۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ جس میں حضرت علیؑ کو خلیفہ اول کی جانب سے ایک خادمہ (لوٹدی) غنائم سے ملی۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت صدیق کی طرف سے خالد بن ولید کو قبائل بنی تغلب کی طرف فوج دے کر روانہ کیا گیا۔ وہاں بنی تغلب وغیرہ قبائل سے جو غنائم حاصل ہوئے۔ ان میں لوٹدیاں بھی تھیں۔ قید شدہ لوٹدیوں میں سے ایک لوٹدی یعنی خادمہ حضرت علیؑ کو خلیفہ اول کی طرف سے عنایت کی گئی۔ یہ واقعہ مؤرخین و صاحب انساب و صاحب طبقات لوگوں نے درج کیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں اور شیعہ بزرگوں

نے بھی خادمہ (جس کا نام الصہباء ہے) کے حصول کرنے و قبول کرنے کو درست تسلیم کیا ہے مگر ساتھ ایک تاویل تحریر کر دی ہے جیسا کہ ان حضرات کا طریقہ کار ہے۔ یاد رہے کہ الصہباء سے حضرت علیؑ کا لڑکا عمر بن علی ہوا ہے۔ اور ایک رقیہ نامی لڑکی بھی ہے۔ عمر بن علی و رقیہ بنت علی دونوں کی ماں، الصہباء تھی اور دونوں توأم تھے۔ یہ واقعہ پہلے اپنی کتابوں سے عرض خدمت ہے۔ پھر شیعوں کا حوالہ بھی درج ہو گا تاکہ دوستوں کے لیے مزید اطمینان کا باعث ہو سکے۔

(۱)

طبقات ابن سعد میں عمر الاکبر بن علی بن ابی طالب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ
 عمر الاکبر بن علی بن ابی طالب و امّہ الصہباء وہی ام حبیب بنت
 ربیعہ وکانت سببہ اصابتها خالد بن الولید حیث
 اغار علی بنی تغلب بنا حیاة عین التمر

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۸۶ - تذکرہ عمر مذکور۔ طبع قدیم لیدن

(۲)

ابو عبد اللہ مصعب الزبیری نے کتاب نسب قریش، الجزء الثانی میں علی المرتضیٰ کی
 اولاد کی تفصیل کے تحت ذکر کیا ہے کہ

عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَرُقِيَّةٌ وَهَمَّا تَوَأَّمَا أُمَّهُمَا الصَّهْبَاءُ يُقَالُ
 اسْمُهُمَا امُّ حَبِيبِ بِنْتُ رَبِيعَةَ مِنْ بَنِي تَغْلِبِ مِنْ سِبْطِ خَالِدِ بْنِ وَليدٍ
 وَكَانَ عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ اخْتِذَ وَلَدَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ -

(۲) کتاب نسب قریش لابن عبد اللہ مصعب الزبیری ص ۳۲

الجزء الثانی تحت اولاد علی مطبوعہ مصر

(۳)

خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تصنیف کتاب الطبقات میں درج کیا ہے کہ :
 وعمر بن علی بن ابی طالب امہ الصہباء بنت عباد من بنی تغلب
 سیاہا خالد بن ولید فی الردۃ توتی سنۃ سبع و ستین قتل مع مصعب
 ایام المختار

(۳) کتاب الطبقات، ص ۲۳۰ لابی عمر و خلیفہ ابن خیاط متوفی ۲۴۰ھ

(۴)

..... بلغ خالد ان جمعا لینی تغلب بن وائل بالمضیم والحصید
 مرتدین علیہم ربیعۃ بن بجیر فانامہم فقاتلوا فہزمہم و سبی وغنم و
 بعث بالسبی الی ابی بکر فکانت منہم ام حبیب الصہباء بنت حبیب بن
 بجیر وہی ام عمر بن علی بن ابی طالب

(فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۱۷ تحت ذکر شخص خالد بن ولید

الی الشام و ما فتح فی طریقہ)

خلاصۃ المرام

ان چاروں عمالہ جات کا ما حاصل یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ کے لڑکے عمر بن علی اور اس
 کی بہن رقیہ بنت علی ان دونوں کی ماں کا نام الصہباء ام حبیب بنت ربیعہ تھا جو قبیلہ
 بنی تغلب سے صدیق اکبر کے ایام خلافت میں قید ہو کر آئی اور خالد بن ولید اس وقت امیر فرج
 تھے۔ ان کی ماتحتی میں یہ مہم سر ہوئی تھی۔ پھر صدیق اکبر کے اذن سے یہ لوٹدی (خادمہ) حضرت
 علی المرتضیٰ کو عطا ہوئی۔ نیز الصہباء کی یہ اولاد توأم پیدا ہوئی تھی اور آخری اولاد تھی :-
 نیز شیعہ علماء نے اس واقعہ کو تسلیم کیا اور اپنے اپنے الفاظ میں اس کو ذکر کیا ہے

چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ

(۱) واما عمرو رقیہ فاقربا مسبئیة من تغلب يقال لها الصهباء
سبیت فی خلافة ابی بکر و امارۃ خالد بن ولید بعین التمر

شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، ص ۱۸، جلد ثانی طبع بیروتی
تحت تفصیل اولاد علی بن ابی طالب

(۲) عمدة الطالب لابن عنبة میں بھی اس امر کو تسلیم کر کے درج کیا ہے:

”امۃ الصهباء الثعلبیة وقیل من سبی خالد بن ولید من

عین التمر“

عمدة الطالب فی النسب آل ابی طالب لابن عنبة متون ۸۲۸ھ

ص ۳۶۱ - الفصل الخامس - طبع نجف اشرف - عراق

تنبیہ - حوالہ جات مندرجہ بالا میں المضحیح والحصید وعین التمر الفاظ پائے گئے ہیں
یہ اس علاقہ میں مقامات کے نام ہیں۔

تیسرا واقعہ

خادمہ کے وصول کرنے کا تیسرا واقعہ یہ ہے جب جنگ یمامہ پیش آئی تو اس کی
فتوحات میں حولہ بنت جعفر بن قیس قید ہو کر آئی، خالد بن ولید امیر فوج تھے پھر یہ خادمہ
مسماة (حولہ) خلیفہ اول کی طرف سے علی المرتضیٰ کو ہدیہ دی گئی۔ یہ محمد بن حنفیہ (یعنی صاحبزادہ
علی المرتضیٰ) کی ماں تھی اور حضرت علی کی زوجہ محترمہ تھی۔

اس پر چند حوالہ جات پہلے اپنی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیے، اس کے بعد شیعہ مورخین
علماء مجتہدین کی تائیدات پیش ہوں گی۔

(۱) طبقات ابن سعد (تذکرہ محمد بن حنفیہ) میں لکھتے ہیں کہ و يقال بل كانت

امۃ من سبی الیماۃ فصارت الی علی بن ابی طالب

اور دوسری سند کے ساتھ وہیں مذکور ہے کہ ان ابا بکرا عظمیٰ علیاً ام محمد بن حنفیہ“
(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۶۶۔ تذکرہ محمد بن حنفیہ صاحبزادہ علی المرتضیٰ۔

طبع قدیمی، مطبوعہ یورپ لیدن)

(۲) ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری "المعارف" میں لکھتے ہیں کہ :-

ہی خولة بنت جعفر بن قیس یقال بل کانت امه من سبی
الیمامة فصارت الی علی بن ابی طالب وانها کانت امه لبني حنفیة
ولم تکن من انفسهم وانما صالحهم خالد بن ولید علی الرقیق
لم یصالحهم علی انفسهم“

(۲) المعارف لابن قتیبة ص ۹ طبع مصری، باب خلافة علی بن ابی طالب)

(۳) ابن خلکان مشہور مؤرخ ہیں، اپنی تاریخ ابن خلکان تذکرہ محمد بن حنفیہ میں درج کرتے
ہے کہ واستولد علی جارياً من سبی بنی حنفیة فولدت له محمد بن علی الذی یدعی
محمد بن حنفیة۔۔ الخ

(۳) تاریخ ابن خلکان جلد اول، ج ۱ ص ۴۹۔ تذکرہ محمد بن حنفیہ، طبع قدیمی۔

مجلد بدو جلد)

(۴) "البدایہ والنہایہ" میں حافظ ابن کثیر نے حضرت علی کی ازواج اور اولاد کے باب
میں لکھا ہے واما ابنہ محمد الاکبر فہو ابن الحنفیة وہی خولة بنت جعفر
بن قیس۔۔۔۔۔ سباہ خالد ایام اهل الردة من بنی حنفیة فصارت لعلی
بن ابی طالب فولدت له محمداً هذاً“

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد سابع، ص ۳۳۱)

خلاصہ المرام

مندرجہ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ خولہ بنت جعفر قبیلہ بنو حنیفہ سے تھی۔ اس

قبیلہ کے لوگوں کو خالد بن ولید غلام بنا کر اور قید کر کے لائے تھے پھر خولہ صدیق اکبر کی طرف سے حضرت علی کو عنایت کی گئی۔ انہوں نے اس کو ام ولد قرار دیا اور اس سے جو اولاد ہوئی تھی اس میں محمد بن حنفیہ مشہور و معروف اہل علم و اہل فضل ہیں۔

تائید از کتب شیعہ

مذکورہ اندراجات کے بعد اب دوستوں کی کتابوں سے اس کی تائید عرض کی جاتی ہے۔
 (۱) کتاب عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب میں شیعوں کے مشہور نسابہ جمال الدین لابن غبنتہ (متوفی ۸۲۸ھ) نے الفصل الثالث ص ۳۵۳ پر درج کیا ہے۔

وهو المشهور محمد بن الحنفية وامه خولة بنت جعفر بن قيس
 دہی من سبی اهل الردة ولبها يعرف ابنها ونسب اليها
 كذا رواه الشيخ الشرف ابو الحسن محمد بن ابی جعفر العبيدلی عن
 ابی النصر البخاری (یہاں قلیل سا اختلاف بیان کرنے کے بعد
 ترجیحاً یہ ذکر کیا ہے) کہ والا مشہور هو الاول المروی عن الشيخ الشرف۔
 (عمدة الطالب الفصل الثالث ص ۳۵۲-۳۵۳)

یعنی حضرت علی کے صاحبزادے جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں ان کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس تھی اور وہ مزین قبائل سے قید ہو کر آئی تھی اس ماں کی طرف ان کا لڑکا محمد بن حنفیہ منسوب ہے۔ اور یہ مسئلہ شیخ شرف عبیدی نے ابونصر بخاری سے نقل کیا ہے اور مشہور تر یہی ہے جو شیخ شرف سے مروی ہے۔

(۲) ملا محمد باقر مجلسی شیعہ اصفہانی مجتہد صدی یازدہم اپنی کتاب "حق الیقین" میں

لکھتے ہیں کہ:

"در روایات شیعہ وارد شدہ است کہ چوں اسیراں را بہ نزد ابوبکر

آوردند اور محمد بن حنفیہ درمیان آ رہا بود۔

یعنی شیعہ روایات میں وارد ہے کہ جب ابو بکر کے پاس قیدیوں کو لایا گیا تو ان میں محمد بن حنفیہ کی ماں موجود تھی۔

(حق الیقین باب مطاعن ابی بکر و طعن ششم مذکور شدہ)

صدیقی عطیہ

(۴) حضرت علیؑ کے صاحبزادے سیدنا حسینؑ بن علیؑ کو سیدنا صدیق اکبرؑ کی جانب سے ایک بیش قیمت طیلسان کپڑے کی چادر عنایت کی گئی۔ اس واقعہ کو فاضل بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے۔ عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

« ووجه (خالد بن ولید) ابی بکر بالطیلسان مع مال الحیرۃ

و بالالف در ہم فوہب الطیلسان للحسین بن علی رضی اللہ عنہما »

یعنی حیرہ کا مقام جب خالد بن ولید کی نگرانی میں مفتوح ہوا تو خالد بن

ولید نے ابو بکر صدیقؑ کی خدمت میں طیلسان کی چادریں اور نقدی ہزار درہم

ارسال کیا پس ابو بکر نے حسین بن علیؑ کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر عنایت

فرمائی۔

فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۴۹ھ

ص ۲۵ تحت فتوح السواد فی خلافت ابی بکرؑ

نتائج مندرجات ہذا

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) حضرت علی المرتضیٰؑ کا شیخینؑ کی عہدِ خلافت میں تقسیمِ خمس کا خود منقولی رہنا

(۲) اموالِ فتنے کی تقسیم میں ان بزرگوں کا اپنی اپنی خلافت میں متحدہ طریق کار جاری رکھنا۔

(۳) حضرت علیؑ کو صدیق اکبر کی طرف سے متعدد نوذیبوں اور عادات کا ملنا اور ان کا قبول کرنا۔
 (۴) سیدنا حسینؑ کو چادروں کے عطایا و ہدایا کا حاصل ہونا۔

ان تمام چیزوں کو بغور ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ (رضی اللہ عنہما) دونوں حضرات کے مابین نہایت پختہ روابط اور عمدہ مراسم دائماً جاری تھے۔ یہ ان کی دوستی اور موافقت کی درخشاں علامات ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی عداوت و رنجش نہ تھی۔

چوتھی چیز ہے

کہ سیدنا صدیق اکبرؑ کی خلافت میں خدائی احکام (یعنی حدود اللہ) جاری کرنے میں خلفائے عظام و صحابہ کرام کے ساتھ حضرت علیؑ شامل و شریک ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بہت سے واقعات گواہ اور شاہد ہیں۔ چند ایک یہاں بھی درج کیے جاتے ہیں۔

یکم

..... عن محمد بن المنکدر ان خالد بن الولید کتب الی ابی بکر
 انه وجد رجلاً فی بعض نواحي العرب ینکم کما تنکم المرأة فجمع لذلک
 ابوبکر اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فہم علی بن ابی طالب
 فقال ان هذا ذنب لم تعمل بہ امة الا امة واحدة ففعل
 الله بهم ما قد علمتم اری ان تحرقہ بالنار فاجتمع رأی اصحاب
 رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یحرقوا بالنار فحرقہ خالد

لہ قولہ فحرقہ خالد الخ هذا جائز فی التعزیرات بہذا الاجماع و بحديث العربیین فی الصحیحین من
 امرار المسامیر المحاة بالنار فی عیونہم۔ و حدیث لا تعدوا بعدا ب اللہ فی الغزوات و الجہاد و عن التعزیرات
 فا جمعت الروایات۔ (مولانا شمس الحق افغانی)

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۸ ص ۲۳۲ کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی

(۲) الترغیب والترہیب لمحاقظذکی الدین المنذری، عبد العظیم کتاب الحدود

باب الترہیب من اللواط واتیان البہیمیہ۔

(۳) کنز العمال للمتقی الہندی بحوالہ ابن ابی الدنیاء فی ذم الملاحی وابن المنذر

و ابن بشران۔ جلد ثالث۔ طبع قدیم۔ ج ۳، ص ۹۹۔

(۴) الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر مکی سنی ج ۲ ص ۱۱۹ (کبیر نمبر ۳۵۹/۳۶)

حاصل ترجمہ

ابن ابی الدنیاء بیہقی وغیر ہم نے محمد بن منکدر سے روایت نقل کی ہے کہ خالد بن ولید نے خلیفہ وقت ابو بکر الصدیق کی خدمت میں لکھا کہ عرب کے بعض مواضع میں یہ رسم قبیح جاری ہے کہ جس طرح لڑکی نکاح کر کے رخصت کی جاتی ہے اسی طرح لڑکے کو نکاح کر دیتے ہیں۔ اس مسئلہ میں مشورہ کے لیے ابو بکر الصدیق نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کو جمع کیا۔ ان حضرات میں علی المرتضیٰ بھی موجود تھے (مذکور معاملہ میں مشورہ ہوا) تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ قبیح کام پہلے ایک امت کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ ان کا انجام آپ کو معلوم ہے۔ جو معاملہ ان کے ساتھ اللہ نے کیا میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلایا جائے۔ باقی صحابہ نے بھی آتش میں جلانے کے مشورہ پر اتفاق کیا پھر ابو بکر الصدیق نے خالد بن ولید کو لکھا کہ ایسے شخص کو آگ میں جلادیا جائے پس خالد نے اس پر عمل درآمد کیا۔

تنبیہ :- اہل علم کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے

کہ والاحراق بالنار وان نہی عنہ کما ذکرہ ابن عباس لکن جوز للتشدید بالکفار

والمبالغة فی النکایة والنکال کالمثلثة الخ (مرقاۃ، ج ۴، ص ۱۰۴۔ طبع عمان)

دوم

امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج باب الحدود علی اہل الجنایات میں حضرت علیؑ کا عمل شراب کی حد لگانے کے سلسلہ میں درج کیا ہے جس سے ان بزرگوں کا آپس میں تعامل کا واحد ہونا واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ ذکر کرتے ہیں کہ:

عن حصین عن علی کرم اللہ وجہہ قال جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعین و ابوبکر الصدیق اربعین و کلہما عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ثمانین و لكل سنة یعنی فی الخمر،

(۱) کتاب الخراج، ص ۱۶۵۔ طبع مصری۔

(۲) المصنف لعبدالرزاق، ج ۳، ص ۳۷۹ جلد سابع،

یعنی حضرت علیؑ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ارتکاب شراب) کی صورت میں چالیس ڈرے لگائے۔ ابوبکر الصدیقؓ نے بھی اس مسئلہ میں چالیس کوڑے لگائے اور عمرؓ بن خطاب نے اس صورت میں (حد کو مکمل کرتے ہوئے) اسی ڈرے لگائے اور یہ سب صورتیں سنت طریقہ ہیں۔

نیز حضرت مرتضیٰؑ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں شراب کی حد اور سزا اسی ڈرے ہی جاری رکھی تھی۔ اس طریقہ سے بھی عملی تائید پائی گئی جو آپس کے اتحاد و اتفاق کی تین دلیل ہے۔

اجاب کو اگر مزید تسلی کی ضرورت ہو تو فروع کافی کتاب الحدود (فصل الحد شراب الخمر) ج ۳، ص ۱۱۷۔ طبع کھنڈ ملاحظہ فرمادیں، وہاں فرمان درج ہے کہ ”ان فی کتاب علی صلوات اللہ علیہ یضرب شارب الخمر ثمانین“ یعنی حضرت علیؑ کے مکتوب میں فرمان لکھا ہے کہ شراب خورد کو اسی ڈرے لگائے جائیں۔

خلاصہ یہ ہے

کہ حضرت ابو بکر الصدیقؓ و دیگر صحابہ کرام کے ساتھ حضرت علیؓ کا ان تمام اعمال میں شریک کار ہونا جہاں ان بزرگوں کی باہمی مودت و محبت پر دلالت کرتا ہے ٹھیک اسی طرح خلافت صدیقی کی صداقت و حقانیت پر بھی شہادت دیتا ہے اور یہ چیزیں تبارہی ہیں کہ صدیق اکبرؓ کی امامت صحیح اور ان کی خلافت برحق تھی۔ ان کی امارت درست تھی یہاں کوئی غصب نہیں تھا۔ اثم و گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا۔ عدوان اور تعدی یا ظلم نہیں پایا گیا۔ اگر خلافت صدیقی ناحق تھی، بغاوت پر مبنی تھی، سراسر ظلم و تعدی پر اس کی بنیاد تھی تو حضرت علیؓ فرمان خداوندی کے خلاف و برعکس اس خلافت کی تائید اور اس کی حمایت اور اس کا تعاون مدۃ العمر کیسے کرتے رہے ہیں؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (پ) یعنی نیکی اور تقویٰ کی چیز میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ و ظلم و تعدی کی بات میں ایک دوسرے کا تعاون و امداد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والے ہیں۔ "منصف مزاج انسان اور خدا سے خوف کھانے والے مسلمان کے لیے غور و فکر کرنے کا یہ مقام ہے۔ فَأَعْتَبُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔"

ایک واقعہ

مسئلہ اجراء حدود و احکام کے انتقام پر "ایفاء عہد" کا ایک واقعہ ہم درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ یہ قصہ شیعہ علماء و سنتی علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر الطوسی شیعہ نے اپنی کتاب "امالی" جلد اول جس ۶۶-۶۷ پر باسند ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمادیں :-

... عن حبشی بن جنادة قال كنت جالسا عند ابي بكر فاتاه رجل
 فقال يا خليفة رسول الله ان رسول الله وعدني ان يحثولي ثلاث
 حثيات من تمر فقال ابو بكر ادعوا لي عليا فجاءه علي فقال ابو بكر
 يا ابا الحسن ان هذا يذكر ان رسول الله وعدك ان يحثوله ثلاث
 حثيات من تمر فاحثها له فحثة له ثلاث حثيات من تمر فقال
 ابو بكر عدوها فوجدوا في كل حثية ستين تمرة فقال ابو بكر
 صدق رسول الله سمعته ليلة الهجرة وغن خارجون من مكة
 الى المدينة يقول يا ابا بكر كفى وكفى علي في العدل سواك

(۱) رياض النفرة في مناقب العشرة لمحج الطبري جلد ثانی

باب مناقب علی، ص ۲ ج ۲، ص ۲۱۴ -

(۲) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، جلد اول، ص ۶۴-۶۶

طبع نجف اشرف، عراق -

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص
 کے حق میں اس کو کھجور عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا، سرورِ عالم کا انتقال ہو
 گیا، وہ شخص ابو بکرؓ (خليفة رسول) کے پاس آکر اس وعدہ نبوی کے ایفاء کا
 خواہاں ہوا۔ اس وقت صدیق اکبرؓ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا اور فرمایا کہ آپ
 اس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق تین مٹھیاں (مشت)
 برابر دے دو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے تین بار ہر دو مشت بھر کر اس کو دے دیں۔ اس کے
 بعد ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ ایک دفعہ ڈالی ہوئی ہر دو مشت کے کھجور کے دانے شمار
 کرو۔ چنانچہ شمار کیا گیا تو وہ ساٹھ عدد ہوئیں۔ اس وقت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ رسول خدا
 نے سچ فرمایا تھا۔ وہ اس طرح کہ ہجرت کی رات جب ہم مکہ سے نکل کر مدینہ جا رہے

تھے۔ اس وقت نبی کریم نے فرمایا کہ اے ابوبکر میری سنجھیلی اور علی بن ابی طالب کی سنجھیلی عدل میں برابر ہے۔

واقعہ مندرجہ کے فوائد

- (۱) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعدہ ہائے نبوت پورا کرتے تھے۔ اور نبوت کے وعدوں کا ایفاء کرنا ان کا فرض منصبی تھا۔
- (۲) ہجرت مشہورہ (جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہوئی تھی) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس مبارک سفر میں اپنے آقا و مولا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفیق سفر تھے۔
- (۳) خلافت صدیق کے دوران امور خلافت سرانجام دینے میں حضرت علی شامل رہتے تھے۔
- (۴) ان بزرگان دین اور پیشوایان امت کے قلوب میں باہمی محبت و سلوک تھا کسی قسم کی عداوت و بغاوت و منفر سرگز نہ تھا۔ یہ واقعات اور یہ حالات جو ہم پیش کر رہے ہیں، اس دعویٰ پر تین ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔
- (۵) یہاں سے نیز یہ چیز بھی عیاں ہوتی کہ جبکہ ایک عام مسلمان کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدوں اور عہدوں کو ابوبکر صدیق پورا کرنے کا اہتمام کرتے تھے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے حق میں کیے ہوئے وعدوں کو بھی پورا پورا ادا کرتے تھے اور ان کے لیے فرمائی ہوئی وصیتوں کو بھی تمام فرماتے تھے۔ اولاد نبوی کے حقوق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔

اہل فہم و صاحب فکر حضرات ان واقعات سے یہ مسائل خود بخود حل فرما سکتے ہیں۔ ہم نے صرف اشارہ کے طور پر چند چیزیں پیش کر دی ہیں۔

یہاں یہ باب سوم ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد باب چہارم شروع ہو گا۔ (بجوزہ تعالیٰ)

ذاتفاق مگس شہدے شود پیدا
خداچہ لذت شیریں در اتفاق بہار

~*~

باب چہارم

فضائل سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ

حضرت مرتضیٰ کی زبانی

باب چہارم میں شیخینؓ کی مختلف قسم کی فضیلتیں اور گونا گون مدارج و مناقب جو حضرت مرتضیٰ سے مروی ہیں اور ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے ذکر کرنے کا ارادہ ہے اور شیخ احباب کی کتابوں سے بھی جو تائید دستیاب ہو سکے گی اس کو ساتھ درج کرنا مناسب خیال کیا ہے۔ اس باب میں مذکور ہونے والے حوالہ جات غالباً بارہ انواع میں تمام ہونگے (ان شاء اللہ)

یہ تمام منقولات اور جمیع مندرجات اس چیز کے شاہدِ عادل ہیں کہ ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اسلام کے درمیان مودت کے آثار اور محبت کے علامات ہر دور میں ہر مقام و مرحلہ میں دستیاب ہیں۔

ناظرین کرام مندرجہ عنوانات پر منصفانہ نظر کرتے ہوئے غور و فکر کے ساتھ معائنہ فرمادیں

(۱)

شیخینؓ کی منقبت میں چند مرفوع و غیر مرفوع روایات

(۱) طبقات ابن سعد میں حضرت علی المرتضیٰؓ سے مروی ہے کہ :

..... عن ابی سرحیة سمعت علیاً یقول علی المنبر الا ان ابابکر

اقاد منيبًا الا ان عمرنا مع الله فنصحته

یعنی ابوسریحہ کہتا ہے حضرت علیؑ سے میں نے سنا کہ منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرما رہے تھے کہ لوگو! یقیناً ابوبکرؓ بڑے درد مند، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع رکھنے والے تھے اور خیر دار! عمر بن الخطابؓ اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۱۔ بلد ثالث۔ تذکرہ صدیق اکبرؓ)

طبع قدیم یورپ لیدن)

(۲) نیز طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

عبيد الله بن موسى قال ابو عقيل عن رجل قال سئل

علي عن ابي بكر رضی اللہ عنہ وعمرفقال كانا امامي هدي راشدين

مصلحين منجيين خرجا من الدنيا خبيصين

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت

علیؑ نے جواب دیا کہ وہ دونوں (امت کے لیے) ہدایت کے امام اور رہنما

تھے۔ (قوم کی) اصلاح کرنے والے تھے۔ (مقاصد خیر میں) کامیاب و کامران

تھے۔ دنیا سے بھوکے اور گرسنہ رخصت ہوئے (یعنی طمع و لاپرواہی کی خاطر

مال فراہم نہیں کیا)۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۹۔ قسم اول تذکرہ ابی بکرؓ)

(۳)

(۳) "مسند احمد" مسند ات مرفوضی میں عبداللہ بن میل نے حضرت علیؑ کا فرمان نقل کیا ہے کہ

قال سمعتُ علياً رضي الله عنه يقول اعطى كل بني سبعة نجباء

من امته واعطى النبي صلى الله عليه وسلم اربعة عشر نجيباً من

أُمَّتِهِ مِنْهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

”یعنی عبداللہ کہتا ہے میں نے حضرت علیؑ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ برنی کو اس کی امت میں سے سات عدد نجیب یعنی شریف و مخلص عطا کیے جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت میں سے چودہ عدد نجیب و شریف اصل عطا کیے گئے ہیں۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔“

(۱) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۲۲۔ مسندات علیؑ

(۲) صلیۃ الاولیاء ابو نعیم اسفہانی، ج ۱ ص ۱۲۸۔ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ

(۴)

(۴) ابن اثیر جزیری نے اُسد الغابہ جلد رابع میں ابن مردودیه کے حوالہ سے باسند حضرت علیؑ کا قول نقل کیا ہے :-

عن عبدخیر من علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال ان

اللہ جعل ابابکر و عمر حجة علی من بعدهما من الولاة الى يوم القيامة فسبنا

والله سبقا بعیداً و اتعبا و الله من بعدهما اتعبا شديداً

(حاصل یہ ہے) عبدخیر کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قیامت تک

بعد میں آنے والے تمام والیوں اور حکام پر اللہ تعالیٰ نے ابو بکر اور عمر کو حجة داد

دلیل بنا دیا۔ پس اللہ کی قسم یہ دونوں سب پر سبقت کاملہ لے گئے اور ان دونوں نے

بعد میں آنے والوں کو داغ داس بتقریب کے اعتبار سے مشقت میں ڈال دیا۔

اُسد الغابہ فی معرفة الصحابة جلد رابع، ص ۶

طبع جدید طهران تذکرہ عمنا نون

(۵)

۵ تاریخ الخلفاء میں فاضل سیوطی نے محدث بزار و ابن عساکر کے حوالہ سے صدیق اکبر کی

فضیلت حضرت علیؑ سے نقل کی ہے اور شیعہ مفسرین نے بھی اس کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے۔

واخبرنا البزار وابن عساكر عن اسيد بن سنان وكان له
صحبة قال قال صلى والذی جاء بالحق محمد رضى الله عليه وسلم
وصدق به ابو بكر الصديق -

”یعنی اسید بن صفوان صحابی نے کہا کہ حضرت علیؑ نے آیت ہذا (والذی
جاء بالحق وصدق به) کی تشریح و توضیح اس طرح کی ہے کہ (دین، حق کو لانے
والے سیدنا محمد رسول اللہ میں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکرؓ ہیں“

در تاریخ ائمتنا سید علیؑ طبع مجتہباتی دہلی، ص ۳۴، فصل فی ما انزل من
الآیات فی مدحہ . . الخ -

(۲) تفسیر مجمع البیان للشیخ ابی علی الطبرسی الشیعی، ص ۳۶۱، طبع قدیم
تحت آیت والذی جاء بالصدق وصدق به . . الخ (طهران)

(۶)

(۶) - علی متقی ہندی شیخ علماء الدین نے کنز العمال جلد سادس میں متقدّم محمدین سے نقل کیا
ہے کہ :

عن ابی المعتمر قال سئل علی ابی طالب عن ابی بکر وعمر فقال انهما
لفی الوفد السبہ من الذین بقدمون الی اللہ عزوجل یوم القیامۃ
مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولقد سألہما موسیٰ علیہ السلام
فاعطیہما محمد صلی اللہ علیہ وسلم -

”ابو المعتمر کہتا ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق حضرت علیؑ المرتضیٰؑ سے سوال کیا
گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں بزرگ نثر آدمیوں کے اس وفد میں شامل
ہیں جو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اللہ کی جناب

میں پہنچے گا۔ اور ان دونوں حضرات کو (عالم ارواح) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام
 نے اللہ سے طلب کیا تھا لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے۔
 دکنز العمال جلد ششم طبع اول، ص ۳۶۶ بحوالہ ابن المنذر و ابن ابی حاتم
 وحسنہ فی فضائل الصحابہ والذنیوری و ابوطالب العساری فی فضائل
 الصدیقین و ابن مردودیہ

(۷)

(۷) متعدد محدثین نے حضرت علیؑ سے صدیق اکبرؑ کی ایک عجیب فضیلت ذکر کی ہے۔
 عبارت ملاحظہ ہو:-

”عن ابی اسحاق بن الحارث عن علی بن ابی طالب قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا بی بکر یا ابا بکر ان اللہ اعطانی ثواب من
 آمن بہ منذ خلق اللہ ادم الی ان تقوم الساعة وان اللہ اعطاک
 یا ابا بکر ثواب من آمن بی منذ بعثنی اللہ الی ان تقوم الساعة“
 [کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابن ابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحرابی العساری
 مطبوعہ مصری ص ۶، مع شرح ثلاثیات البخاری وغیرہ۔“

(۲) تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ج ۴، ص ۲۵۶ تحت تذکرہ احمد

بن عبدالعزیز۔

(۳) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المحب الطبری ج ۱ ص ۱۶۷، بحوالہ
 الخلعی والملاء وغیرہما۔

(۴) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۸، بحوالہ الذنیوری فی المجالس والعساری

فی الفضائل والخلعی وخط وغیرہم۔ [

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ علی المرتضیٰؑ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

میں نے سنا وہ ابو بکرؓ کو فرمایا ہے تھے کہ اے ابو بکر آدم سے لے کر قیامت تک جو لوگ میرے ساتھ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب مجھ کو اللہ نے عطا کیا اور میری بعثت سے لیکر قیامت تک جو لوگ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے مجھے فرما دیا۔

(۸) اور الشیخ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (المتوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی مشہور تصنیف

کتاب الکنی والاسماء جلد اول میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "ازالہ الخفاء

عن خلافة الخلفاء کے دو مقام میں حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کیا ہے کہ شیخین تمام

امت سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ ذیل میں اصل عبارت ملاحظہ فرمادیں:

..... "عن عبد خیر صاحب لواء علی عن علی قال ان اول من یدخل

الجنة من هذه الامة ابو بکر وعمر فقال رجل یا امیر المؤمنین

یدخلانہا قبلك؟ قال ای والذی خلق الجنة وبرأ النعمة لیدخلانہا

قبلی الخ۔"

[۱۷] کتاب الکنی للشیخ الدولابی، ج ۱ ص ۱۲۰۔ تحت کنیت ابی بکر من التاجین

ومن بعدہم۔

(۲) ازالہ الخفاء عن خلافة الخلفاء بحوالہ الفاضل ابی القاسم فارسی کامل طبع قدیمی

ج ۱، ص ۶۸، ج ۱، ص ۳۱۴۔ طبع اول مطبع صدیقی بریلی، [

عبارت انہذا کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ اس امت میں سے

اولین جنت میں داخل ہونے والے ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین؟

آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں تشریف لے جائیں گے؟ تو جواباً فرمایا کہ اس

ذات کی قسم جس نے ایک ایک دانہ کو پیدا کیا اور ہر ایک روح کو تخلیق کیا یقیناً

ابو بکرؓ و عمرؓ مجھ سے قبل جنت میں داخل ہونگے۔"

تنبیہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے شیخین (ابو بکرؓ و عمرؓ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے حق میں مختلف مناقب میں سے فضیلت کی ایک نوع اختصاراً درج کی گئی ہے بقایا چریں
 بالترتیب پیش خدمت ہو رہی ہیں۔ ان مندرجات میں سے (بقول سیدنا علیؑ) مندرجہ ذیل چیزیں
 مستنبط و مستخرج ہو رہی ہیں یعنی شیخین حضرات اُمتِ مسلمہ کے حق میں

- (۱) - دردمند، نرم دل، اور دین کے خیر خواہ تھے۔
- (۲) - قومِ مسلم کے رہنما اور ہادی، اور اُمت کی اصلاح کرنے والے تھے،
- (۳) - اُمتِ ہند میں بلند مرتبہ کے شریف الاصل اور نجیب تھے،
- (۴) - اللہ کے دین کی حُجّت اور دلیل تھے،
- (۵) - دین و اسلام کے حق میں ابتداء سے تصدیق کنندہ تھے،
- (۶) - اللہ جل مجدہ کے دربار میں باعزت اور باوقار وفد کی صورت میں حاضر ہوں گے،
- (۷) - ان کی نیکیاں بے شمار و بے حساب ہیں کیونکہ لا تعداد مخلوق کے لیے ذریعہ ہدایت
 اور وسیلہ نجات قرار پائے،
- (۸) - اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مقامِ رحمت الفردوس کے دخول میں، ان کو سبقت
 و تقدیم حاصل ہوگی۔ (فسحان اللہ علیٰ علو مقامہم)

حضرت علیؑ کا ایک خط

فضیلتِ شیخین حضرت علیؑ کی تحریر میں

باب چہارم کی نوع اول کی روایات کے مناسب شیعہ دستوں کی کتابوں میں بھی حضرت
 علیؑ کی تحریریں دستیاب ہوتی ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شانِ
 فضیلت نہایت احسن طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

ذیل میں حضرت علیؑ کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف

تحریر کے روانہ کیا تھا۔ اس غلط کو شعبی علماء یعنی شارحین نہج البلاغہ نے اپنی تشریح میں درج کیا ہے۔ علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ

وَكَانَ أَفْضَلَهُمْ فِي الْإِسْلَامِ لَمَّا بَارَعَمْتَ وَالصَّحَابَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَ
لِرَسُولِهِ الْخَلِيفَةَ الصِّدِّيقَ وَخَلِيفَةَ الْخَلِيفَةِ الْفَارُوقَ وَكَعْمَرِي
إِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لَعَلِيمٌ وَإِنَّ الْمَصَابَ بِهِمَا الْجَدْرُ فِي الْإِسْلَامِ
شَدِيدٌ بِرَحْمَةِ اللَّهِ وَجَزَاهُمَا بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَا -

(تشریح نہج البلاغہ لابن میثم البجرائی ص ۴۸۶، جزء ۳، طبع قدیمی)

ایران ورج ۴ ص ۳۶۲ - مطبع حیدرآباد طہران - طبع جدید

”یعنی اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تم نے کہا ہے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے ”خلیفہ صدیق“ تھے اور خلیفہ کے خلیفہ ”فاروق“ تھے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں (خلفاء) کا مقام بہت عظیم ہے اور ان کو (موت کی) مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرماتے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرماتے۔“

روایتِ ہذا سے ثبوتِ فضائل و فوائد

۱۔ شیخین اپنے دور کے سب سے افضل مومنین تھے۔ نیز خدا اور رسول کے زیادہ خیر خواہ تھے۔

۲۔ اسلام میں ان کا مرتبہ بہت عظیم اور عالی مقام تھا۔

۳۔ ان حضرات کو کسی مصیبت کا پہنچ جانا اہل اسلام کے حق میں شدید ستھم تھا۔

۴۔ حضرت مرتضیٰ ان کے حق میں ترحم کے کلمات فرمایا کرتے اور جزائے خیر طلب کیا

کرتے تھے۔

۵۔ کما زعمت کے الفاظ سے مخاطب کے گمان کے موافق کلام کو قرار دینا اور الزامی بخونہ کرنا ہرگز درست نہیں، اس لیے کہ آئندہ الفاظ اس توجیہ کی بالکل تعلق کر رہے ہیں (لعمری ان کا لھما۔ الخ) یہاں اپنی زندگی کا حلف اٹھا کر کلام شروع کی گئی اور لفظ ان لگا کر مزید توشیح کی گئی۔ گویا دگنی تاکیدات سے کلام کو نچتہ کر دیا تاکہ کوئی اس کلام کے الزامی ہونے کا شبہ نہ کر سکے۔

(۲)

صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم کا درجہ

فرمانِ مرتضیٰ کی روشنی میں!

حضرت علیؑ شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ عوام الناس کے سامنے ایک خطبہ دیا، اس میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق کا مقام تھا۔ پھر حضرت فاروق کا درجہ تھا۔ عبارتِ روایت ملاحظہ ہو۔

... عن قیس المخارقی قال سمعت علیاً (کرم اللہ وجہہ) یقول

علیٰ هذا المنبر سبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وثنی ابو بکر

رضی اللہ عنہ وثنت عمر رضی اللہ عنہ ثمّ خبطنا فنتہ او

اصابتنا فنتہ فان ما شاء اللہ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قیس مخارقی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ سے میں نے سنا

وہ اس منبر پر فرما رہے تھے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے

انتقال میں سبقت فرمائی، پھر دوسرے مقام پر ابو بکرؓ تشریف لائے۔ پھر

تیسرے نمبر پر عمر بن الخطاب تشریف لائے پھر ہم کو کئی قسم کے فتنوں نے
حیران و پریشان کیا یا (دوسرے لفظوں میں) ہم پر فتنے آپہنچے پس جو اللہ تعالیٰ
نے چاہا سو ہوا؟

(۱) مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۲۴۔ مسندات سیدنا علیؑ مطبوعہ مصر معہ منتخب کنز العمال۔

(۲) طبقات ابن سعد، ج ۶ ص ۸۹۔ تذکرہ قیس مطبوعہ لیدن۔ طبع اول

(۳) غریب الحدیث، لابی عبید القاسم بن سلام ج ۳ ص ۵۸۔ تحت احادیث علی المرتضیٰ

مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن۔

(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبعثی، ص ۱۸۶-۱۸۷۔ طبع مصر

(۵) التاريخ الكبير للامام البخاری جلد ۴ ق ۱ ص ۱۴۳۔ تحت القاسم بن کثیر۔ طبع دکن۔

(۶) حلیۃ الاولیاء للابی نعیم اصفہانی، ج ۵ ص ۴۲۔ مطبوعہ مصر۔

(۷) ازالۃ الخفاء (شاہ ولی اللہ) ج ۱ ص ۶۷۔ تحت مسندات علی من موقوفہ

مطبوعہ قدیم جز اول مطبع صدیقی بریلی۔

(۳) ہر امر میں سبقت کنندہ ابو بکر صدیقؓ ہیں

اس نوع کی متعدد روایات (جو علی المرتضیٰؑ سے مروی ہیں) علی متقی ہندی نے کنز العمال

میں اور فاضل سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں صاحب تخریج

علماء کے حوالہ سے نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) عن ابی الزناد قال قال رجل لعلي يا امير المؤمنين ما بال المهاجرين

والانصار قد موأا ابا بكر وانت اوفى منده منقبة واقدم منه سلا

واسبق سابقه قال ان كنت قرينياً فاحسبك من عابدة قال

نعم! قال لولا ان المؤمن عابده الله لقتلتك ولان بقيت

تَأْتِيَنَّكَ مِنِّي رُوْعَةٌ حَصْرَاءٌ - وَيُحَكِّكَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ سَبَقَنِي إِلَى
 أَرْبَعٍ سَبَقَنِي إِلَى الْإِمَامَةِ وَتَقْدِيمِ الْإِمَامَةِ وَتَقْدِيمِ الْهَجْرَةِ
 وَالْإِلَى الْغَارِ وَافْتِخَارِ الْإِسْلَامِ وَيُحَكِّكَ إِنَّ اللَّهَ ذَمَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ وَمَدَحَ
 أَبَا بَكْرٍ إِلَّا مَنْصُورَهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِي
 اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ الْمَذْكُورِ الْعَمَالِ جِلْدِ سَادِسٍ، ص ۳۱۸ - بحوالہ حسنیہ -
 و ابن عساکر -

حاصل یہ ہے کہ ابو الزنادروایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت
 علیؑ کے دورِ خلافت میں، ان سے دریافت کیا کہ اے امیر المؤمنین مہاجرین
 و انصار نے (آپ پر) ابو بکرؓ کو کس طرح مقدم کر دیا حالانکہ منقبت میں
 آپ زیادہ فائق ہیں اور اسلام لانے میں اور صلح جوئی میں آپ پیش پیش ہیں
 اور سبقت لے جانے والے اعمال میں آپ مقدم ہیں۔ تو علی المرتضیٰؑ نے
 فرمایا کہ (اے شخص) اگر تو قریشی ہے تو خیال یہ ہے تو (قبیلہ) عائدہ سے
 ہو گا۔ اُس نے کہا کہ ہاں! پھر فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مومن کو
 (نا جائز عمل) سے بچا لیتا ہے تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ اگر تو زندہ رہا تو تجھے
 میری طرف سے ایسا اندیشہ اور خوف لاحق ہو گا جو تجھے (اس غلط نظریہ
 سے) روک ڈالے گا۔

اے بیچارے! (تم جانتے نہیں؟) کہ مجھ سے ابو بکر چار چیزوں میں
 سبقت لے گئے۔ (ایک تو نماز کی امامت اور (قوم کی پیشوائی) میں۔
 (دوسرا) ہجرت کرنے میں۔ (تیسرا) غار کی رفاقتِ نبوی میں۔ (چوتھا)
 اسلام کے اظہار اور اس کی اشاعت میں۔

بیچارے! (تم نہیں جانتے؟) کہ تمام لوگوں کی اللہ نے قدرت کی

اور ابوبکرؓ کی مدح کی ہے: **إِلَّا تَنْتَرُوهُ فَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ إِذَا خَوَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن تَأْتِي السُّبْحَانَ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِالْحَقِّ**

(۲)۔ پھر اسی قسم کی دوسری ایک روایت طبرانی اوسط سے منقول ہے جو صاحب کنز العمال نے اور صاحب تاریخ الخلفاء نے ذکر کی ہے اس میں بھی یہی مسئلہ (امر خیر میں سبقت لے جانے کا) درج ہے۔

عن صلة بن نضر قال كان علياً اذا ذكر عندنا ابو بكر قال السابق
يدكرون السابق يذكرون والذي نفسي بيده ما استبقنا الى خير
قط الا سبقنا اليه ابو بكر " (كنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۸ بحوالہ طس،
واخرج الطبرانی في الاوسط عن علي قال والذي نفسي بيده ما

استبقنا الى خير قط الا سبقنا اليه ابو بكر " (رياض النضرة، ج ۱ ص ۱۵۶
بحوالہ ابن السمان في الموافقة وتاريخ الخلفاء ص ۴۴ مطبوعہ مجتہدانی دہلی،
" خلاصہ یہ ہے کہ صلہ بن نضر سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے ہاں
جب ابوبکرؓ کا ذکر ہوتا تھا تو فرماتے کہ بہت سبقت لے جانے والے کا
ذکر ہو رہا ہے بہت سبقت لے جانے والے کا ذکر ہو رہا ہے اس ذات
کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ہم نے جب بھی کسی کا خیر
کی طرف پیش قدمی اور سبقت کرنے کا ارادہ کیا تو ابوبکرؓ اس معاملہ میں ہم
سے سبقت لے گئے "۔

یعنی علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے اس ذات
کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیک کام کی طرف سبقت
نہیں کر سکے مگر ابوبکرؓ اس میں ہم سے بڑھ گئے (یا توں کہہ لیا جاتے) کہ ہر کار خیر میں ہم

ابوبکر پیش پیش رہتے تھے۔

(۳) ابن عساکر کے حوالہ سے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ مسئلہ بھی درج کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے والا اسلام میں داخل ہونے والے، ابوبکر صدیق ہیں۔ عبارت اس طرح ہے:

..... واخرج ابن عساکر من طريق الحارث عن علي قال اول من
اسلم من الرجال ابوبكرؓ۔

تاریخ الخلفاء سیوطی فصل فی اسلامہ، ص ۲۶۔ مطبوعہ مجتہباتی دہلی،
یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں مردوں میں سے اول اول اسلام ابوبکرؓ لائے۔

خلاصہ المرام

- نمبر تین (۳) میں مذکور ہونے والی روایات کا ماہصل یہ ہے کہ فرمانِ مرفوضوی کی روشنی میں :-
- ۱۔ ہر کارِ خیر میں تمام مسلمانوں سے گوتے سبقت لے جانے والے ابوبکر صدیق ہیں۔
 - ۲۔ خصوصاً چار چیزوں (مذکورہ میں) ان کی پیش قدمی مسلمات میں سے ہے۔
 - ۳۔ اور اسلام لانے میں بھی ابوبکر صدیقؓ تمام مردوں سے پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ گویا
«السابقون الاولون» کے مقدس گروہ کے یہ بزرگ سرخیل اور پیش روی ہیں۔

(۴)

سفرِ ہجرت کی معیتِ صدیقی اور امدادِ اہلِ مکہ کا بیان

۱۔ عن علي كرم الله وجهه قال ان النبي صلى الله عليه وسلم
قال لجبرئيل من يهاجر معي؟ قال ابوبكر الصديقؓ۔

المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۵۔ کنز العمال، ج ۸، ص ۳۳۱۔ طبع دکن،

... عن علي قال جاء جبريل عليه السلام الى النبي صلى الله عليه
وسلم فقال له من يهاجر معي؟ فقال ابو بكر وهو الصديق - اخرج
ابن السمان في الموافقة -

(رياض النضره لمحب الطبري، ج ۱ ص ۸۹، الفصل الثامن في هجرته)

”ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کریم اللہ وجہہ ذکر کرتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو فرمایا کہ ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟
تو اس نے کہا کہ ابو بکر ہوگا (جس کا لقب، صدیق ہے۔“

۲ - ... عن علي رضي الله عنه قال قال لي النبي صلى الله عليه وسلم

ولا يبي بكر مع احد كما جبرائيل ومع الآخر ميكائيل - واسرافيل ملك

عظيم يشهد القتال ويكون في الصف -

[(۱) مستدرک حاکم، باب فضیلة الشیخین من لسان علی، ج ۳ ص ۶۸ -

(۲) حلیة الاولیاء لابن نعیم، ج ۴ ص ۶۷ - تذکرہ ابوصالح حنفی، بابان

(۳) حلیة الاولیاء، ج ۵ ص ۶۳ - تذکرہ حبیب بن ابی ثابت]

۳ - ... عن علي كرم الله وجهه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

يوم يدري ولا يبي بكر على يمين احد كما جبرائيل والآخر ميكائيل،

واسرافيل ملك عظيم يشهد القتال ويكون في الصف -

[حلیة الاولیاء لابن نعیم اصفهانی، ج ۴ ص ۲۲۴ - تذکرہ مسعر بن کدام]

خلاصہ یہ ہے کہ علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ

وسلم نے میرے لیے اور ابو بکر کے لیے ارشاد فرمایا کہ (مواقع جنگ میں) تم

میں سے ایک کے ساتھ جبریل ہوتے ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور

اسرافیل بہت بڑا فرشتہ ہے، جنگی مواقع میں پچھتا ہے اور جنگی صفوں میں

شامل رہتا ہے۔

تنبیہ - ان روایات میں جو مدائح و مناقب صدیقی مذکور ہوئے، یہ تمام حضرت علیؑ کے ذریعہ امت مسلمہ کو موصول ہوئے۔ یہ چیزیں ان کی باہمی دستی اور اخلاص کے درخشندہ عنوانات ہیں، جن کی قدر دانی چشم بصیرت ہی کر سکتی ہے۔

(۵)

”اول اول قرآن مجید کو جمع کر نیوالے ابوبکر الصدیقؓ ہیں“

اس مسئلہ کے لیے مندرجہ ذیل روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ طبقات ابن سعد اور استیعاب ابن عبد البر وغیرہما میں علماء نے اس کو ذکر کیا ہے، حوالہ جات ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) ... عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ قال یرحمہ اللہ ابابکر هو اول من جمع اللوحین، (طبقات)

(۲) ... قال عبد خیر سمعت علیاً روم اللہ وجہہ (یقول رحم اللہ ابابکر کان اول من جمع بین اللوحین، (الاستیعاب)

(۳) ... عن علی قال اعظم الناس فی المساحف اجداً ابوبکر ان اول من جمع بین اللوحین وفی لفظ اول من جمع کتاب اللہ

(ریاض النظرۃ)

(۴) اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف باسناد حسن عن عبد خیر قال سمعت علیاً یقول اعظم الناس فی المصاحف اجداً ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر هو اول من جمع کتاب اللہ

(فتح الباری)

روایت اول و ثانی ہر دو کا حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو تختیوں یعنی (دو دستینوں) کے درمیان جمع کر دیا۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۴، اول طبع لیدن یورپ تذکرہ ابی بکر

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر، ج ۲، ص ۲۲۳ - تذکرہ ابی بکر الصدیق،

اور روایت سوم و چہارم مندرجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ترتیب دینے میں تمام لوگوں سے زیادہ اجر پانے والے ابو بکر الصدیقؓ ہیں۔ ابو بکرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو دستینوں و تختیوں کے درمیان جمع فرمایا اور مدون کیا۔

(۳) ریاض النضرۃ لمحبت الطبری، ج ۱، ص ۲۲، بحوالہ ابن حرب الطائی و صاحب الصفوۃ،

(۴) فتح الباری شرح بخاری لمافظ ابن حجر عسقلانی، ج ۹، ص ۹ - باب جمع القرآن تحت حدیث زید بن ثابت

(۵) کنز العمال جلد اول ص ۲۹، بحوالہ ابن سعد و ابی نعیم و خثیمہ

(۶)

پنجتہ عمر کے جنتیوں کے سردار ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں گے

یہاں وہ مرویات پیش کی جا رہی ہیں جن میں مذکور ہے کہ جنت میں شیخین حضرات کو ایک خاص اعزاز نصیب ہو گا وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ماسوا پنجتہ عمر (یا عمر رسیدہ) آدمیوں کے سردار جنت میں سیدنا ابو بکرؓ و سیدنا فاروق اعظمؓ ہوں گے۔ یہ اعزاز بعینہ اسی طرح ہے جس طرح حسین شریفین کے لیے جنت میں جو انان جنت کا سردار ہونا احادیث میں آیا ہے۔ شیخین کا یہ رتبہ اور یہ مقام حضرت نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا۔ پھر حضرت علیؑ اور دیگر صحابہ کرام کے ذریعہ تمام امت کو اس چیز کی اطلاع ہوئی۔

مندرجہ ذیل روایات میں یہ مسئلہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے :

۱۔ . . . عن الشعبي عن الحارث عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ابو بكر وعمر سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين ما خلا النبيين والمرسلين لا تخبرهما يا علي!

(ترمذی باب مناقب ابی بکرؓ جلد ثانی)

۲۔ . . . عن الزهري عن علي بن الحسين عن علي بن ابي طالب قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ طلع ابو بكر وعمر فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين يا علي لا تخبرهما!

(ترمذی شریف جلد ثانی باب مناقب ابی بکرؓ)

۳۔ . . . عن الحسن بن زيد بن حسن حدثني ابي عن ابيه عن علي رضي الله عنه قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فاقبل ابو بكر وعمر فقال هذان سيدا كهول اهل الجنة . . . بعد النبيين والمرسلين " (مسند امام احمد، مسندات علیؑ)

۴۔ عن الشعبي عن الحارث عن علي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو بكر وعمر سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الا النبيين والمرسلين - لا تخبرهما يا علي ما دام ما جئين

(سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکرؓ الخ)

۵۔ . . . قال حدثني علي بن ابي طالب رضي الله تعالى عنه انه كان

عند رسول الله صلى الله عليه وسلم جالساً ليس عنداً غيره
 اذا قبل ابوبكر وعمر فقال يا علي هذان سيدا كهول اهل الجنة
 الا النبيين والمرسلين

(موضع او با هم الجمع والتفريق للخطيب البغدادي جلد ثانی ص ۱۷۸-۱۷۹)

تذکرہ طاہر بن عمر بن زبیر مطبع دائرۃ المعارف حیدرآباد وکن

(۶) عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدّه عن علي بن ابي طالب قال

بينما انا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم اذ طلع ابوبكر وعمر
 فقال يا علي هذان سيدا كهول اهل الجنة ما خلا النبيين والمرسلين
 ممن مضى في سالف الدهر ومن بقى في غايه يا علي لا تخبرهما
 بمقاتلي ما عاشا قال علي فلما ما تا حدثت الناس بذلك

(فضائل ابي بكر الصديق لابي طالب العشاري ص ۷، طبع مصرى)

مع رساله انعام الباري على ثلاثيات البخاري)

(۷) عن سليمان بن يزيد عن هرم عن علي قال كنت جالساً عند النبي صلى

الله عليه وسلم فخذاه على فخذي اذ طلع ابوبكر وعمر من مؤخر المسجد
 فظرو اليهما نظراً شديداً فصاعد نظره فيهما وصوب قائمته الى وقتان
 والذي نفسي بيده انهما لسيدا كهول اهل الجنة من الاولين

والآخريين الا النبيين والمرسلين الخ (ابوبكر في الغيلانيات)

وكنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۶ - طبع قديم - وكن

۸ - عن زور بن حبيش عن علي رضي الله عنه قال قال رسول الله

صلى الله عليه وسلم ابوبكر وعمر سيدا كهول اهل الجنة من الاولين

والآخريين الا النبيين والمرسلين لا تخبرهما يا علي ما عاشا

(۱) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۶ - بحوالہ ابی بکر - طبع قدیم نحتی کلاں -

(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۱۴۲ - طبع قدیمی طبع اول - بحوالہ النبیاء فی القحارة

عن انس وطلس من جابر وابی سعید)

روایات ہذا کا خلاصہ

علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود تھا (اور ابوبکرؓ و عمرؓ جناب نبی کریمؐ سلم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے) تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر فرما کر مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ نبیوں اور رسولوں کے علاوہ تمام پختہ عمر کے حقیقی لوگوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہونگے۔ اے علیؓ! ہم اس چیز کی فی الحال، ان کو اطلاع نہ کرنا (یعنی اگر مناسب ہو تو بعد میں میں خود ان کو اطلاع کر دوں گا)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے شیخین کی یہ فضیلت اور بزرگی شیخین کی وفات کے بعد لوگوں میں ذکر کی۔

(فائدہ)

شیخین کی یہ فضیلت بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی مروی ہے مثلاً:

(۱) - ترمذی شریف باب مناقب ابی بکر الصدیق میں انس بن مالک اور ابن عباس سے

مروی ہے۔

(۲) - اور ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق، ص ۱۱، طبع دہلی میں ابو حمیفہ سے مرفوعاً یہ

روایت مروی ہے۔

(۳) - اور ابن عمرؓ سے تاریخ جرجان ص ۷۷ (معرفة علماء اہل جرجان لابی القاسم حمزہ بن یوسف

السہمی والمتوفی ۲۴۷ھ) مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن، میں یہ روایت باسناد

کامل مروی ہے۔ اہل علم کے لیے بطور اشارہ عرض کر دیا ہے۔

چونکہ ہمارے سامنے صرف حضرت علیؑ کی روایات پیش کرنا مطلوب تھیں اس لیے دوسری روایات قصداً جمع ہی نہیں کیں، صرف اشارہ کرتے پر اکتفاء کر دیا گیا۔

(۷)

قبول روایت کا مسئلہ

ذیل میں حضرت مرتضیٰ رضی سے منقول شدہ وہ روایت درج کی جاتی ہے جس میں صدیق اکبرؑ کے بیان پر حضرت علیؑ نے پورا اعتماد و کامل یقین فرماتے ہوئے قبول کیا، اس لیے کہ ان کی روایت سراسر صداقت پر محمول تھی۔

ہم ایک ترتیب سے چند ایک مرویات باسند محمد ثنیٰ و علما سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) عن ابی سعید المقبری انہ سمع علیاً بن ابی طالب یقول ما حدیثت حدیثاً لم اسمعہ انا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا امرتہ ان یقسم باللہ انہ سمعہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ابوبکر فانہ کان لایکذب فحدثنی ابوبکر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما ذکر عبد ذنبا اذ نبذ فقام حیث یدکر ذنیہ ذالک فیتوضأ فاحسن وضوءہ ثم صلی رلعتین ثم استغفر اللہ لذنیہ ذالک الا غفر لہ۔

دمند الحمیدی جلد اول، ص ۴، ۵۔ احادیث ابی بکر الصدیقؑ۔

مطبوعہ مجلس علمی کراچی و ڈابھیل۔ طبع اول۔ از الامام الحافظ

ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدی، المتوفی ۲۱۹ھ و استاذ البخاریؒ

(۲) اسماء بن حکم الفزاری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ

عنه الخ : (المصنف لابن أبي شبيب المتوفى ۲۳۵ هـ جلد ۲ ص ۳۸۷ -

كتاب الصلوات باب فيما يكفر به الذنوب مطبوعه حيدرآباد دکن)

(۳) - عن اسماء بن الحكم الفزاري انه سَمِعَ عَدِيًّا يَقُولُ كُنْتُ إِذَا سَمِعْتُ

مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا لَفَعَنِي اللَّهُ بِمَا شَاءَ وَإِنْ

يَنْفَعَنِي مِنْهُ وَكَأَنَّ إِذَا حَدَّثَنِي غَيْرُهُ اسْتَحْلَفْتُهُ وَإِذَا حَلَفَ صَدَّقْتُ

وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ وَصَدَّقْتُ أَبُو بَكْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يَذُنُّ ذَنْبًا ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَصَلِّي

رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيَتَغْفِرَ اللَّهُ الْإِغْفَرَ اللَّهُ لَهُ .

(۳) مُنْذُ إِمَامِ أَحْمَدُ جِلْدٍ أَوَّلٍ، مَسَانِيدُ صَدِيقِي ص ۲ و ۹ - مطبوعه

مصرى - معه منتخب كثر الأعمال (المتوفى ۲۴۱ هـ)

(۴) سُنَنُ أَبِي دَاوُدَ السُّجِسْتَانِيِّ جِلْدٍ أَوَّلٍ، كِتَابُ الصَّلَاةِ - بَابُ

الاستغفار، ص ۲۲۰ طبع مجتباتى دہلی (المتوفى ۲۴۵ هـ)

(۵) المدخل فى اصول الحديث ص ۳۴ طبع حلب للحاكم النيسابورى

المتوفى (۲۴۵ هـ)

(۶) أخبار اصفهاني "لابى نعيم احمد بن عبد الله الاصفهاني، المتوفى

۲۴۰ هـ - جلد اول - طبع بيدن، ج ۱، ص ۱۴۲ -

(۷) كتاب فضائل ابي بكر الصديق لابي طالب محمد بن الفتح الحرلى

العشارى المتوفى ۲۴۶ هـ، معه رسائل النعام البارى وغيره)

(۸) عن ابي سعيد المقبرى عن على بن ابي طالب الخ

(موضح او هام الجمع والتفريق لابي بكر احمد بن على بن ثابت الخطيب البغدادي

المتوفى ۲۶۳ هـ، جلد ثباني ص ۱۱۳-۱۱۴ مطبوعه ائمة المعارف حيدرآباد دکن)

نوٹ - اس کے ماسوا متحدین مثلاً ترمذی و ابن ماجہ وغیرہما نے بھی روایت ہذا کو حضرت علیؑ سے نقل کیا ہے۔ اور مسند بزار میں بھی مسانید ابی بکر الصدیقؓ کے تحت حضرت علیؑ کی یہ روایت درج ہے۔

(خلاصہ روایات)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے کہ جو روایت میں نے سر دارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ سنی ہوئی اور کوئی مجھے بیان کرتا تو میں اُس شخص (ناقل) سے پہلے قسم دے کر دریافت کر لیتا کہ آیا تو نے یہ چیز حضور علیہ السلام سے سنی ہے۔؟

مگر یہ معاملہ ابو بکرؓ کے سوا تھا (اس قانون سے میرے نزدیک وہ مستثنیٰ تھے)۔ یقیناً ابو بکرؓ دروغ گو نہ تھے بلکہ صادق تھے پس ابو بکرؓ نے مجھے یہ روایت بیان کی (اور سچ کہا) کہ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا۔ جناب نے فرمایا جب کبھی کسی مسلمان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے پھر وہ اس گناہ اور معصیت کے بعد اٹھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر دو رکعت نماز (توبہ) ادا کرتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اللہ اس کو معافی دے دیتے ہیں۔“

فوائد و نتائج

مندرجات بالانے بتلایا کہ

(۱) یہ حضرات ایک دوسرے سے علمی استفادہ جاری رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور مودت کی بین دلیل ہے۔

(۲) حضرت مرتضیٰ کو صدیق اکبرؓ کی دیانتداری و صداقتِ لسانی پر کامل اعتماد اور پورا وثوق تھا کہ کسی اہم ترین مسئلہ میں بھی ان سے حلف لینے کی حاجت نہ ہوتی۔ گویا ان کی

روایت علی الاطلاق مقبول و منظور تھی نہ کہ دوسرے لوگوں کی طرح۔

(۳) نیز یہ معلوم ہوا کہ صدیقؑ کے بیان کردہ مسائل بنی ہاشم کے نزدیک قطعی و یقینی ہوتے تھے۔ ظنی اور مشتبہ اور مشکوک نہیں ہوتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں تمام امت سے زیادہ راست گو اور صادق القول اکابر بنی ہاشم کے نزدیک بھی یہ ذات گرامی تھی جس کا لقب مبارک ہی صدیق ہے۔ پھر اگر یہ ذات والا صفات حضور علیہ السلام سے یہ قول نقل فرمائے کہ ”عن معاشر الانبیاء لا نور ما ترکنا صدقة“ یعنی ہم انبیاء کی جماعت میں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چیز ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ تو اس نقل میں بھی کوئی شک اور شبہ نہ ہوگا کہ یقیناً یہ فرمان نبوت ہے۔ (دفاعہم) اللہ کریم ایمان و یقین کی دولت نصیب فرما دیں تو بہت سے مسائل جلد تر حل ہو سکتے ہیں۔“

(تکمیل فوائد)

فوائد ہذا کی تکمیل کے طور پر یہ چیز تحریر کی جاتی ہے کہ قبول روایت کا دار و مدار اس شخص کی صداقت اور سچائی پر ہوتا ہے جس قدر اس کی صداقت و سچائی کامل ہوگی اسی قدر اس کی زبان پر اعتماد کلی اور اعتبار تام ہوگا۔ یہاں سیدنا ابو بکرؓ کی روایت ان کی صداقت تامہ کی بنا پر علی الاطلاق تسلیم کی جا رہی ہے اور ابو بکر صدیقؓ کا لقب صدیق جو ان کی امتیازی شان کا مظہر ہے۔ یہ عظیم القدر لقب بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرما کر نبوت کی زبان فیض ترجمان سے جاری فرمایا ہے یہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کریمؓ کی وجہ کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تائید کے لیے چند تصویبی روایات معروض خدمت ہیں۔ امید ہے آپ کے اطمینان کا باعث ہو سکیں گی ان شاء اللہ تعالیٰ، اور ان کی باہمی عقیدتمندی کے بیان کا موجب ہوگی۔

(۱) ... عن ابی یحییٰ قال سمعتُ علیاً یحلفُ بِاللّٰهِ لَا نَزَلَ اللّٰهُ

اسم ابی بکر من السماء الصّدیق

التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۱ - ق ۱ ص ۹۹ - طبع دکن

تحت تذکرہ محمد بن سلیمان العیندی

(۲) - عن عمران بن ظبیان عن ابی یحییٰ قال سمعتُ علیاً یحاجُّ

لأنزلَ اللهُ اسمَ ابی بکر من السماء الصّدیق

کتاب فضائل ابی بکر الصّدیق لامام ابی طالب محمد بن علی بن الفتح الغفاری

ص ۴ - مع رسالہ انعام الباری وغیرہ

(۳) - عن علی بن ابی طالب رضی اللهُ عنہ انه کان یحلف بالله ان الله تعالی

انزل اسمَ ابی بکر من السماء الصّدیق - خرّجه السمرقندی صاحب

الصفحة -

الریاض النضره لمحّب الطبری - باب ذکر اسمہ الصّدیق - ج ۱ ص ۶۸

(۴) - عن علی قال ان الله هو الذی سمّی ابابکر علی لسان رسول الله صلی

الله علیہ وسلّم صدیقاً -

دکنز العمال ج ۶ ص ۳۱۴ بحوالہ ابی نعیم فی المعرفۃ

طبع اول قدیم - حیدرآباد دکن

(۵) - حضرت علی کی روایت ہذا کنز العمال میں مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ بھی منقول

ہے - دکنز العمال بحوالہ طب - ک - و ابوالحسن البغدادی فی فضائل

ابی بکر و عمر ج ۶ ص ۳۱۴ - طبع اول

حاصل مطلب یہ ہے کہ

” ابو یحییٰ نے کہا کہ میں نے حضرت علی سے سنا کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر فرما رہے

تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام ”الصدیق“ آسمان سے نازل فرمایا“

نیز یاد رہے کہ سیدنا محمد باقر رحمہ اللہ نے بھی ابو بکر الصدیقؓ کو الصدیق کے لقب سے بڑے
 اسرار و تکرار سے یاد کیا ہے۔ جیسا کہ حلیۃ السیف والی روایت میں مذکور ہے۔ وہ انشاء اللہ
 عنقریب باب پنجم میں اپنے مقام پر مذکور ہوگی۔ یہاں صرف بطور تائید اس کی یاد دہانی کرادی
 گئی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اس نام و لقب کی تصدیق و تائید میں شیعہ و سنی تمام حضرات متفق ہیں۔

(۱) روایت حلیۃ السیف از حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم اصفہانی، ج ۳

ص ۱۸۵ - تذکرہ محمد باقر ج ۲ -

(۲) روایت حلیۃ السیف از کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ از علی بن عیسیٰ

الاربعی الشیعی، ج ۲ ص ۳۶۰ طبع جدید تبریز ایران مع ترجمہ فارسی

(۸)

سیدنا ابو بکر الصدیقؓ کی تقدیم اور پیشوائی پر دین و دنیا

دونوں اعتبار سے حضرت علیؓ خوشنود اور راضی تھے

اس مضمون کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کریم اللہ وجہہ کی بیان فرمودہ بعض
 روایات پیش کی جا رہی ہیں ان کو ناظرین کرام بہ نظر غائر ملاحظہ فرمائیں اور دونوں بزرگوں
 کے مابین تقرب و تعلق اور تعاون و تراضی کا خود اندازہ لگائیں۔ مزید کسی تشریح و توضیح
 کی حاجت نہیں۔

(۱) ... عن ابی بکر الہذلی عن الحسن قال قال علیؓ لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلَاةِ فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضَى

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِدُنْيَانَا فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ

طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکر، ج ۳ ص ۳۰۱ ق اول طبع لیدن،

مطلب یہ ہے کہ

ابو بکر ہذا کی حسن سے ذکر کرتا ہے اس نے کہا کہ علی المرتضیٰ نے فرمایا یا حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوتے تو ہم نے اپنے دینی معاملہ میں غور و فکر کیا تو معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ابو بکر کو رہائی لوگوں سے، مقدم کیا پس ہم اپنے دنیاوی امور کے لیے اسی شخص پر رضا مند ہو گئے جس کو رسول خدا نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم نے ابو بکر کو مقدم کیا۔

(۲) عن الضحاک عن نزال بن سبرة قال وافقنا من علی بن ابی طالب

رضی اللہ عنہ ذات یوم طیب نفس فقلنا یا امیر المؤمنین اخیرتنا
عن ابی بکر بن جحافة قال ذاک امرأ سماہ اللہ الصدیق علی لسان
جبریل ولسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کان خلیفة رسول اللہ
علی الصلوۃ رضیہ لیدیننا فرضیناہ لیدینانا۔

کتاب فضائل ابی بکر الصدیق للعسائی المتوفی ۲۲۶ھ طبع مصر

(۳) عن النزال بن سبرة الہلالی قال وافقنا من علی طیب نفس و

مراخ قلنا یا امیر المؤمنین حدیثنا عن اصحابک قال کل اصحاب
رسول اللہ اصحابی قلنا حدیثنا عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم قال سلونی قلنا حدیثنا عن ابی بکر قال ذاک امرأ سماہ اللہ
الصدیق علی لسان جبریل ولسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کان
خلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصلوۃ رضیہ لیدیننا
فرضیناہ لیدینانا۔

دُأَسَدُ الْعَاہِ لِابْنِ اثیر الجزیری المتوفی ۶۳۰ھ، جلد ثالث ص ۲۱۶ - تذکرہ

ابی بکر الصدیق - مطبوعہ طہران -

(۴) - عن نزال بن السبرة قال وافقت من علي بن الحنفية (تمام روایت سابقہ کے موافق ہے) قالوا اخبرنا عن ابی بکر بن ابی قحافة قال ذاك امرأً سَمَّاها الله الصديق على لسان جبريل عليه السلام وعلى لسان محمد صلى الله عليه وسلم كان خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم رضيه ليدينا فرضينا له لدينانا - خرجه الخلعى وابن السمان فى الموافقة -

(الرياض النظرية فى مناقب العشرة لمحِب الطبرى متوفى ۶۹۴ھ)

باب ذكر اسمہ الصديق، ج ۱ ص ۶۸ - طبع مصرى

نمبر (۲-۳-۴) میں مندرجات کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

نزال بن سبرة ہلالی نے کہا کہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی خوش مزاجی کی حالت میں ہم ان سے ملے، ہم نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اپنے اصحاب کے متعلق فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب و رفقاء میرے رفیق اور ساتھی ہیں پھر ہم نے عرض کی ان کے متعلق بیان فرمائیے آپ نے فرمایا دریافت کرو ہم نے گزارش کی کہ ابو بکر کے مقام و منزلت کے متعلق ارشاد فرمائیے تو حضرت علیؑ فرماتے لگے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی زبان پر ان کا نام "صديق" رکھا ہے۔ اور وہ نماز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور قائم مقام ٹھہرے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے جب ان کو پسند کر لیا تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی ان پر رضا مند ہو گئے۔"

(۵) - عن الحسن البصرى عن علي بن ابى طالب رضى الله عنه قال

قدم رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر فصلى بالناس والى شاهل

غَيْرُ غَائِبٍ وَإِنِّي صَحِيحٌ غَيْرُ مَرِيضٍ وَلَوْ شَاءَ أَنْ يُقَدِّمَنِي لَقَدَّمَنِي
فَرْضِينَا لِدُنْيَانَا مِنْ رِضِيهِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لِدِينِنَا ۝

د اسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۲۲۱ -

تذکرہ ابی بکر الصدیق - طبع طہرانی -

یعنی حسن بصری حضرت علیؑ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو مقدم کیا۔ پس انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی،
(حالانکہ) میں حاضر و موجود تھا، غائب نہیں تھا۔ اور میں تندرست و صحت مند
تھا کوئی مرض نہیں تھا اور نہ ہی معذور تھا، اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے
مقدم فرمانا چاہتے تو مقدم فرما سکتے تھے۔ پس اللہ اور رسولؐ نے جس شخص
کو ہمارے دین کے لیے اختیار اور پسند فرمایا تو ہم اپنے دنیاوی امور میں
بھی اس پر راضی اور خوشنود ہو گئے۔“

مُرْتَضَوٰی مَرْوِیَاتِ كِے فَوَائِدُ

(۱) مرضِ وفاتِ نبوی کی آخری نمازیں پڑھانیوالے صدیق اکبرؓ تھے اور ان کی یہ قائم مقامی
فرمانِ نبوت کی وجہ سے تھی، اتفاقاً یہ امامِ نماز نہیں بن گئے تھے بلکہ رسول خدا صلعم
کے فرمان نے بنائے تھے۔

(۲) حضرت ابو بکر الصدیقؓ کی نماز میں پیشوائی و تقدیم کو جمع حضرت علیؑ کے سب صحابہ کرامؓ
نے ان کی خلافت میں پیشوائی کے لیے حجت و دلیل قرار دیا یعنی ان حضرات کے
مشورہ، تدبیر، تفکر کے بعد یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ چوگانہ نمازوں میں ابو بکرؓ کا امام بننا
ان کے امیر و خلیفہ بننے کی اہلیت و صلاحیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۳) نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ صدیق اکبرؓ کی خلافت و امارت میں پیشوائی و پیش قدمی پر

یہ سب حضرات راضی اور خوش تھے نہ کسی کو مجبور کیا گیا نہ کسی پر قہر کیا گیا، نہ کسی پر دباؤ ڈالا گیا۔ اور اس کے برعکس جو تشدد و تجبر کی داستانیں اس موقع پر لوگ بیان کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ کے ان بیانات نے اور ان کے عمل و تعاون نے ان کی تردید کر دی ہے۔

مزید برآں یہ چیز ہے کہ جبر و قہر بیان کرنے والی روایات حضرت علی المرتضیٰ کی شان شجاعت و قوت حیدری کی تعقیص کرتی ہیں فلہذا وہ روایات قابل رد و لائق ترک ہیں۔

احباب کی جانب سے ایک روایت

مندرجہ بالا روایات کے بعد حضرت علی کی ایک روایت شیعہ کتب سے بھی یہاں ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت مرتضیٰ کے اس قول میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ خلافت کے سب سے زیادہ خدار صدیق اکبر ہیں۔ "یار غار" ہیں، ان کا لقب "ثانی" ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زندگی مبارک میں ان کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ ابوبکر (احمد بن عبد الغزنی) الجوهری شیعہ کی یہ باسند روایت ہے جو ابن ابی الحدید شیعہ نے اپنی شرح پنج البلاغہ میں دو مقام میں درج کی ہے۔ سیدنا علی اور زبیر بن العوام نے ابوبکر الصدیق کی فضیلت و عظمت کا اقرار کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ طویل کلام میں سے یہ چند جملے درج کیے جاتے ہیں۔

..... وَإِنَّا نَرَىٰ أَبَا بَكْرٍ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَا "انہ لصاحب الغار"

و"ثانی اشین" وانا نعرف له سنۃ" ولقد امرہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم، بالصلوٰۃ وهو حی"

یعنی (علیؑ و زبیرؓ) فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم ابوبکرؓ کو (خلافت کے لیے) سب

لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں، یقیناً صاحبِ غار ہیں، ان کا لقب
ثانی اثنین ہے۔ ہم ان کی بزرگی و شرافت کے معترف ہیں حضور نبی
مقدس علیہ السلام نے اپنی حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام
مقرر فرمایا۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ، جلد اول جزء ششم ص ۲۹۳
تحت ذکر اخبار السقیفہ۔

(شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۵۴، ج ۲، ص ۲۸ - طبع بیروتی)

تنبیہ

ہم قبل ازیں بیعت کی بحث میں اس روایت کو اپنی کتابوں سے بھی پیش کر چکے
ہیں۔ اب صدیقی فضائل کے اعتراف کے درجہ میں شیعہ علماء کی طرف سے بطور تائید ذکر
کر دی گئی۔

(۹)

حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے انتقال کے موقعہ پر حضرت علیؓ

کی طرف سے اظہارِ تأسف کے کلمات اور اقرارِ فضیلت کے بیانات

علامہ سیوطی نے حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے تاریخ الخلفاء میں روایت نقل کی ہے

وہ ذکر کی جاتی ہے:

(۱) واخرج ابن عساکر عن علیؓ انه دخل علی ابی بکر وهو مسجی الخ

» یعنی ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت تخریج کی ہے کہ ابو بکرؓ کی

وفات کے موقعہ پر در آنحالیکہ ان پر چادر ڈالی ہوئی تھی حضرت علیؓ

تشریف لاتے : تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۴۴، طبع مجتہباتی دہلی فصل فیما

ورد من کلام الصحابہ فی فضلہ

(۲) لغت حدیث کی کتاب "الفائق" میں جبار اللہ زمخشری نے روایت لکھی ہے کہ :-

لعمامات (ابوبکرؓ) قام علی بن ابی طالب علی باب البیت الذی
هو مسجعی فیہ فقال کنت والله للذین یعسوباً اولاً حین نفر الناس
عنه و آخراً حین فیلوا کنت کالجبل لا تحترکہ العواصف
ولا تزیلہ العواصف :-

خلاصہ کلام یہ ہے جب ابوبکر صدیق فوت ہوئے ہیں تو حضرت علیؓ
اس مکان کے دروازہ پر جس میں صدیق اکبرؓ کی نعش پر چادر ڈالی ہوئی تھی،
تشریف لاکر کھڑے ہوئے اور (صدیق اکبرؓ کو خطاب کر کے) فرمانے لگے
کہ اللہ جل شانہ کی قسم آپ دین کے لیے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے
والے اور پیشرو تھے جس دور میں دین سے لوگ غنفر تھے اور آخر دور
میں بھی آپ (پیش قدم) رہے جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے اور
اپنی راتے کو انہوں نے کمزور سمجھا تھا، آپ دین کے معاملات میں اس
پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تر ہوا میں متحرک نہ کر سکیں اور
اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کر سکیں" (یعنی انتقال
نبوی کے بعد فتنہ ارتداد میں آپ ثابت قدم و راسخ عمل رہے :-

کتاب "الفائق" جبار اللہ زمخشری جلد اول (سین مع الجیم)

ج ۱ ص ۲۸۴ - سن تالیف ۱۳۱۶ھ - طبع حیدرآباد دکن

(۳) - اس مقام کی تیسری وہ روایت ہے جو اسید بن صفوان سے منقول ہے روایت

کافی طویل ہے۔ ہم مختصراً اس کے چند کلمات یہاں نقل کرتے ہیں جو دوسری روایات کے ذریعہ مؤید و موثق ہیں۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں اور جزیری نے اسد الغابہ میں، محب الطبری نے ریاض النضرہ میں اور علی متقی نے کنز العمال میں درج کی ہے اور منقول عنہ مآخذ کا حوالہ ساتھ دیدیا ہے۔

..... عن اسید بن صفوان وکانت لہ صحبۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لما توفی ابوبکر رضی اللہ عنہ ورجت المدینۃ بالبکاء ودہش الناس کیوم قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاء علی بن ابی طالب مسرعاً باکیاً مسترجعاً وهو یقول الیوم انقطعت خلافة النبوة حتی وقف علی باب البیت الذی فیہ ابوبکر ثم قال رحمک اللہ یا ابابکر کنت اول القوم اسلاماً واخلصم ایماناً واکثرهم یقیناً الخ.....

(۱) الاستیعاب تحت تذکرہ اسید بن صفوان، ص ۲۶ جلد اول
معہ اصحابہ۔ طبع مصری۔

(۲) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد اول، ص ۹۰-۹۱۔ طبع تہران
تحت تذکرہ اسید بن صفوان۔

(۳) ریاض النضرہ محب الطبری، ج ۱، ص ۲۳۹۔ بحوالہ ابن السمان الجوزی۔
(۴) کنز العمال، ج ۶، ص ۳۲۵۔ طبع اول قدیم بحوالہ ابن مندہ و ابو نعیم
والخطیب بغدادی۔ ابن عساکر۔ ابن نجار۔ والحاملی وغیرہم۔

ماحصل یہ ہے کہ اسید بن صفوان کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت حاصل تھی۔ اسید کہتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور اہل مدینہ گریہ زاری سے مضطرب ہو گئے اور اس طرح لوگ متحیر و پریشان ہوتے جس طرح وصال نبویؐ

کے روز لوگ مدہوش ہو گئے تھے تو علی بن ابی طالب جلدی کرتے ہوئے گریہ کی حالت میں انا اللہ
 وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے پہنچے۔ اور فرمایا لگے آج روز نبوت کی رملہ فصل، خلافت و
 نیابت ختم ہو گئی اور جس مکان میں ابوبکر رکھے گئے تھے اس کے دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمایا
 اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم و کرم فرمائے۔ آپ تمام قوم میں سے اسلام لانے میں سبقت
 تھے اور ایمان میں مخلص تھے اور یقین میں زیادہ تھے۔ الخ

خلاصہ یہ کہ علی المرتضیٰ نے یہاں بہت سے فضائل و کمالات صدیقی بیان فرمائے۔

اقرارِ فضیلت کی روایتیں

(۱) ... عن ابن ابی صلیکہ قال سمعت ابن عباس یقول لما وضع
 عمر بن الخطاب علی سریرہ فتکفنه الناس یدعون لہ وانا فیہم فجاء
 علی بن ابی طالب فقال انی کنت لاطن ان یجعلک اللہ تعالیٰ مع صالحیک
 وذاک انی کنت اکثران اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
 ذہبت انا و ابوبکر و عمر و دخلت انا و ابوبکر و عمر و خرجت انا و
 ابوبکر و عمر و انی کنت اطن ان یجعلک اللہ معہما

(۱) بخاری شریف جلد اول، ص ۵۲۰۔ باب مناقب عمر طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۲ ص ۶۸۔ طبع حیدرآباد دکن

یعنی ابن عباس کہتے ہیں کہ (وفات کے بعد) جب عمر بن الخطاب چارپائی پر
 رکھے گئے تو لوگ گرد و پیش جمع ہوئے، کلمات دعائیہ ان کے حق میں کہہ
 رہے تھے تو علی المرتضیٰ شریف لاتے اور عمر فاروق کو (خطاب کر کے) فرمانے
 لگے کہ میرا یہی گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں دوستوں یعنی نبی
 اقدس اور ابوبکر کا ہم نشین اور ساتھی بنائے گا اس لیے کہ میں رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا تھا، آپ فرماتے تھے کہ میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ فلاں
کام کے لیے چلے، اور میں اور ابو بکرؓ و عمرؓ فلاں مقام میں، داخل ہوئے،
اور میں و ابو بکرؓ و عمرؓ فلاں جگہ سے، رخصت ہوئے۔ اس چیز سے (اے
عمر بن الخطاب) میں یہ خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ آپ کو
معیت و صحبت (میشیہ) نصیب رہے گی۔“

ایک گزارش

اس روایت میں اگرچہ براہ راست حضرت عمرؓ کی وفات کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا
موجود ہونا ثابت ہو رہا ہے تاہم حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت و عظمت بھی ثابت ہو رہی ہے۔
اس بنا پر اس کا یہاں اندراج کر دیا اور فاروقی تعلقات حصہ دوم میں بھی ان شاء اللہ پھر
اس کو نقل کیا جائے گا۔ اسی طرح آئندہ روایت ابو طالب عساری کا یہی حال ہے۔

(۲) ... عن سوید بن غفلة عن علی بن ابی طالب قال لما توفي ابو بكر

وعمر قال علی بن ابی طالب من لکم بمثلہما رزقنی اللہ المصتی علی

سبیلہما فانتہ لا یبلغ مبلغہما الا بتباع اثارہما والحب لہما

فمن احببنی فلیحبہما ومن لم یحبتنی فقد البغضہما وانا منہ

برئ

رفصائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العساری، ص ۷، مطبوعہ من المکتبۃ

السلفیہ ملتان۔ طبع مصر۔

حاصل یہ ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ نے

فرمایا کہ (لوگو!) ان دونوں جیسا تمہارے لیے کون ہے؟ ان کے راستے پر

چلنا اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے، ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے

ساتھ محبت رکھنے سے ہی ان کے مقام پر پہنچنا ہو سکتا ہے جو شخص مجھ سے محبت
و دوستی رکھتا ہے چاہے کہ وہ ان دونوں سے ضرور محبت رکھے اور جو میرے
ساتھ دوستی نہیں رکھتا پس اس نے ان دونوں کے ساتھ عداوت اور بغض رکھا
اور میں ایسے شخص سے بری ہوں؟

”نتائج“

- (۱) حضرت سیدنا ابو بکر الصدیق کے انتقال معلوم ہونے پر حضرت علیؓ گریہ زاری کرتے
ہوتے ان کے پاس پہنچے ہیں۔
- (۲) پھر اظہارِ تاسف کرتے ہوتے ابو بکر الصدیق کے نہایت قیمتی فضائل و کمالات
لوگوں کے سامنے بیان فرمائے اور خاص طور پر عجیب نکتہ بیان کیا کہ نبوتہ کی ”حقیقی
قائم مقامی“ (یعنی خلافت بلا فصل) صرف اس ذات گرامی کو حاصل تھی وہ آج
ختم ہو گئی (یعنی اب جو خلیفہ ہوگا وہ خلیفہ رسول ہوگا بلکہ خلیفہ ہوگا)
(۳) نیز گواہی دی کہ صدیق اکبر اسلام لانے میں سب سے سابق اور پیش قدمی کرنے والے
تھے۔ ایمان میں کامل الاخلاص تھے۔ اور بیان کیا کہ ابو بکرؓ و عمر بن الخطاب دونوں
عالم دنیا میں جس طرح نبی اقدس صلعم کے ہم نشین و مصاحب رہتے تھے اسی طرح
عالم آخرت میں بھی ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و صحبت نصیب
رہے گی۔
- (۴) اور فرمایا کہ ابو بکر الصدیق کی شان کا کوئی فرد لوگوں میں نہیں تھا، خدا کرے ہم کو
ان کی تابعداری حاصل ہو اور محبت بیستر ہو جو میرے ساتھ محبت و دوستی رکھتا
ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ان سے محبت قائم رکھے ورنہ میں اس سے بری ہوں۔
- (۵) مندرجہ روایات سے واضح ہوا کہ خلیفہ بلا فصل، ابو بکرؓ کی وفات اور ان کی جہیز

تکفین و جنازہ و تدفین کے مواقع میں حضرت علیؑ شامل اور موجود تھے نقل و عقل اس چیز سے انکار کرتی ہے کہ عین نمازِ جنازہ کے وقت پر حضرت علیؑ کہیں پس و پیش ہو گئے تھے حالانکہ نماز سے قبل و بعد وہیں تشریف رکھتے تھے۔

(۱۰)

شیخین کی سیرت کا سیرتِ نبویؐ کے ساتھ اتحاد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیانات کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت اور عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و عمل کے موافق و مطابق تھا۔ اس مسئلہ پر حضرت علیؑ کی مندرجہ ذیل روایات شہادت دیتی ہیں:-

(۱) ... عن عبد خیر قال قام علیؑ علی المنیر فذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر رضی اللہ عنہ فعمل بعملہ و سار بسیرتہ حتی قبضہ اللہ عز و جل علی ذالک ثم استخلف عمر علی ذالک فعمل بعملہما و سار بسیرتہما حتی قبضہ اللہ عز و جل علی ذالک“

(۱) الفتح الربانی مع بلوغ الامانی، ج ۲۲ ص ۱۸۴ طبع مصری (عبد الرحمن البناد)

مسند احمد ج ۱ ص ۱۲۸، مسند ترمذی ج ۱ ص ۱۷۶ طبع مصری مؤرخ کنز

(۲) فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۵ - ابوطالب العساری -

(۳) مجمع الزوائد لنور الدین البیہقی جلد ۵ ص ۱۷۶ - کتاب الخلافة

باب الخلفاء الاربعہ - رواہ احمد و رجالہ ثقات -

حاصل کلام یہ ہے ”عبد خیر کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت علیؑ منیر پر بیٹھ کر

فرمانے لگے کہ رسول خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ابو بکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طریقہ کار کے مطابق عمل درآمد کیا اور حضور علیہ السلام کی سیرت کے موافق کام رواں رکھا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوئی پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی رسول خدا صلعم اور ابو بکرؓ دونوں کے مطابق کام سرانجام دیا اور ان کی سیرت کے موافق کام کیا۔

اسی روش اور طرز و طریق پر ان کی وفات ہوئی۔“

اس کے بعد حضرت علیؓ کے فرامین میں مزید یہ چیز مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے صدیق اکبرؓ کی مخالفت کرنے سے حیا آتی ہے۔“

چونکہ صدیق اکبر کا ہر کام اور ہر عمل سنت نبویؐ کے عین مطابق پایا جاتا تھا اس بنا پر حضرت علیؓ امورِ خلافت میں ان کے خلاف کرنے سے حیا فرماتے۔

چنانچہ ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ابوطالب العساری اپنے فضائل میں ذکر کرتے

ہیں :-

..... عن مغیرہ عن الشعبي قال قال علی بن ابی طالب رضی اللہ

عنه انی لا استعجی من ربی ان اُخالف ابا بکرؓ۔“

(۱) فضائل ابی بکر الصدیقؓ ص ۴۴ لابن ابی طالب العساری (سہولتین دار قطنی)

معہ دیگر رسائل انعام الباری وغیرہ)

(۲) کنز العمال بحوالہ العساری جلد ۶ ص ۳۱۴ طبع اول۔

ترجمہ: علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو بکرؓ کی مخالفت کرنے میں اللہ سے

حیا آتی ہے۔“

اہل علم کی آگاہی کے لیے ذکر کیا جاتا ہے جس طرح ابوطالب العساری نے حضرت

علیؓ کا یہ قول مذکور نقل کیا ہے اسی طرح شیعہ علماء نے بھی مسئلہ فدک کے بارے میں

حضرت علیؑ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے (اور قبل ازیں بحث فدک میں ہم نے اس کو درج کیا ہے)

شیعہ کے مجتہد اعظم سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی تصنیف الشافی میں ابو عبد اللہ محمد بن عمران المرزبانی الخراسانی شیبی سے اس موقعہ کی باسند روایات نقل کی ہیں ان میں حضرت علیؑ کا یہ قول مذکور ہے۔ اور حدیثی شیبی نے بھی قول ہذا کو درج کیا ہے۔

... فلما وصل الامر الى علي بن ابي طالب عليه السلام كلم في رد
فدك فقال اتي لا استنجي من الله ان ارد شيئا منعه منه ابوبكر و
امصناه عمر

”یعنی جب (خلافت کا) معاملہ حضرت علیؑ کی طرف پہنچا تو واپسی فدک کا
قضیہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے جس چیز
کو ابوبکرؓ نے منع کر دیا اور عمرؓ نے اس منع کو جاری رکھا اس چیز کو میں کوٹا
دوں اور واپس کر دوں“

(۱) کتاب الشافی بمع تنخیص، ص ۲۳۱۔ طبع قدیم ایرانی

(۲) شرح نہج البلاغہ حدیثی، ج ۴ ص ۱۳۰۔ طبع بیروتی تحت اخبار السنیفہ

یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخینؓ کی سیرتِ عملی حضرت علیؑ کے نزدیک درست تھی۔ اس
بنا پر ان چیزوں میں حضرت علیؑ نے کسی قسم کا تصرف نہیں کیا بلکہ قولاً و عملاً ان کی تصدیق و
تائید کی جس سے ان حضرات کی باہمی شان اتحاد و اتفاق نمایاں ہوتی ہے۔

نیز ذیل میں چند مزید روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں حضرت علیؑ نے اپنے دور
خلافت میں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی سیرت اور کردار کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق و مطابق قرار دیا اور ان کی عملی زندگی کو بہترین سیرت تسلیم
کیا ہے۔

(۱)

ثُمَّ ان الْمُسْلِمِينَ مِنْ بَعْدِهِ اسْتَخْلَفُوا اَمْيِرَيْنِ مِنْهُمْ صَالِحَيْنِ
فَعَمِلَا بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاَحْسَنَ السِّيَرَةِ وَلَمْ يَعْذُوا وَالسُّنَّةَ ثُمَّ تَوَقَّيَا
رَحِمَتَهُمَا اللهُ تَعَالَى :

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ :

”نبی پاک (ص) کے بعد مسلمانوں نے اپنی جماعت سے اپنے دو امیر رکھے بعد
دیگرے (تجوڑیہ کیے جو نیک اور صالح افراد تھے۔ پس ان دونوں نے کتاب و سنت پر عمل
درآمد کیا۔ اور ان کی سیرت و کردار بہت عمدہ تھا۔ سنت نبوی سے انہوں نے (سر مٹو)
تجاوز نہیں کیا۔ پھر وہ (اسی حالت پر) فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت
نازل فرماتے“

۱) شرح پنج البلاغۃ لابن ابی الحدید شعبی جلد اول ص ۲۹۵ - جز ششم

طبع قدیمی ایران - جلد ثانی ص ۳۵ - طبع بیروتی -

۲) تاریخ جلد سوم - کتاب دوم ص ۲۸۶ تحت فتویر المومنین بر مردم مصر

مندرجہ بالا کلام حضرت علیؑ کے اس خط کا اقتباس ہے جو آپ نے اپنے مخلص آدمی
قیس بن سعد بن عبادہ کو لکھ کر مصر کا والی بنا کر مصر روانہ کیا۔ اس خط میں شیخین کی یہ
فضیلت حضرت علیؑ نے تحریر فرمائی تھی۔

(۲)

اما بعد فان الله بعث النبي صلى الله عليه وسلم فانقذ به
من الضلالة وبعث به من الهلكة وجمع به بعد العرقة ثم
قبضه الله اليه وقد ادى ما عليه ثم استخلف الناس ابا بكر ثم
استخلف ابو بكر ثم و احسنا السيرة وعدلنا في الامة . الخ

”خلاصہ یہ ہے کہ (محمد و ثناء کے بعد) حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا۔ پھر ان کے ذریعہ (لوگوں کو) گمراہی اور ہلاکت سے بچایا اور افتراق کے بعد (قوم کو) مجتمع فرمایا۔ پھر اللہ نے ان کو اپنی جانب قبض فرمایا اور انہوں نے اپنی ذمہ داری کو مکمل فرمایا۔ پھر لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے عمرؓ کو تجویز کیا اور ان دونوں نے بہترین سیرت کا نمونہ پیش کیا اور دونوں بزرگوں نے امت مسلمہ میں عدل و انصاف قائم کیا۔“

(ناسخ التواریخ، جلد سوم از کتاب دوم ص ۲۴۱ طبع ایران
باب کتاب صفین از کتب امیر المؤمنین علیہ السلام
تصنیف مرزا تقی لسان الملک شیعی وزیر اعظم چاہ قاجار)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ جب امیر معاویہؓ کی طرف سے حبیب بن مسلمہ الفہری و شریل بن السمط و غیرہما حضرت علیؑ کے پاس حضرت عثمانؓ کے (خون) کے بارہ میں کلام کرنے کے لیے آئے اس وقت حضرت علیؑ نے ایک خطبہ دیا ہے جس میں یہ مندرجہ بالا عبارت ہے۔

خلاصہ مندرجات

- (۱) حضرت علیؑ کے بیانات نے یہ مسئلہ صاف کر دیا کہ شیخینؓ (سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمرؓ الفاروق) بڑے عمدہ کردار کے مالک تھے۔
- (۲) مسلمان قوم کے حق میں منصف و عادل تھے، ظالم و جائر و غاصب نہیں تھے۔
- (۳) کتاب و سنت پر عمل و سادہ کرنے والے تھے۔
- (۴) سنت نبویؐ کے برخلاف کرنے والے نہیں تھے۔

حاصل یہ ہے کہ ”حضرت علیؑ نے بیانات کے ذریعہ شیخینؓ کے حق میں اپنا نظریہ

اور عندیہ پر بلا ظاہر فرما دیا۔ چشم بصیرت دکا رہے جو اس کی قدر شناسی کر سکے۔

(۱۱)

باب چہارم میں مختلف انواع کے مناقب و محامد صدیقی حضرت علیؑ کی زبانی بیان کیے گئے۔ اس ضمن میں اب گیا رھویں قسم شروع کی جا رہی ہے۔ اس کے متصل بعد بارھویں صنف انشاء اللہ ذکر ہوگی۔

یازدہم نوع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعریف و توصیف و توثیق مندرجہ ذیل الفاظ میں حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں منبروں پر بلا بیان فرمائی اور علی الاعلان مجالس میں ذکر کی۔ صدیقی کے مقام و منزلت کا جب بھی مسئلہ سامنے آیا تو اس وقت بڑے واضح الفاظ میں مفصل مفہوم کے ساتھ اس کو سمجھایا۔ اس میں کئی خفا اور پوشیدگی نہیں کی تاکہ کوئی شخص تقیہ کا گمان نہ کر سکے۔ اور عموماً مرویات میں یہ الفاظ مذکور ہوئے ہیں:

خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، خَيْرِ النَّاسِ، أَفْضَلُ النَّاسِ، أَشْجَعُ النَّاسِ وَغَيْرِهِ۔ یعنی بعد انبی صلی اللہ علیہ وسلم صدیق کا یہ مقام ہے۔

پھر یہ واضح رہے کہ مذکورہ الفاظ حضرت علیؑ سے نقل کرنے والی ایک جماعت معتبرہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء، ج ۱ ص ۱۷۱ اور ج ۳ ص ۳۱۶ فارسی کمال طبع قدیم میں فرمایا ہے کہ:

”ازوی (علی المرتضیٰ) بطریق تواتر ثابت شدہ کہ بر منبر کوفہ در وقت خلافت

مے فرمود“

پھر فرماتے ہیں کہ

واما موقوفہ فمنہ خیر ہذہ الامۃ ابوبکرؓ ثم عمرؓ متواتر

رواہ ثمانون نفساً عن علیؑ۔ الخ

مطلب یہ ہے کہ صدیق کی یہ فضیلت حضرت علیؑ سے تواتر کے طور پر منقول

ہے اور حضرت علیؑ کو فہ میں اپنی خلافت کے دوران منبروں پر اس کو بیان فرماتے تھے۔“

اسی طرح سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں علامہ ذہبی سے بھی یہی نقل کیا ہے: ”ہذا امتوا تدعن علیؑ“

”یعنی یہ صدیقی فضیلت علی المرتضیٰؑ سے بتواتر منقول ہے۔“

ان حضرات کے سامنے تو روایات و تاریخ کے بے شمار دفاتر و ذخائر موجود تھے۔ ہمیں ان کے اعتبار سے تو عشر عشر بھی کتابیں میسر نہیں۔ تاہم اپنی ناقص تلاش کے موافق ہم نے قریباً بیس سے زیادہ آدمیوں سے حضرت علیؑ کی یہ روایات فراہم کی ہیں جو علی المرتضیٰ سے نقل کرتے ہیں۔

اب ہم فراہم شدہ اکثر منقولات کو نوع یا زہم میں ذکر کرنا چاہتے ہیں اور کچھ بقایا روایات نوع دو یا زہم میں بیان کریں گے۔ اور پھر اس مضمون کی روایات بقدر ضرورت حصہ ثانی (فاروقی) میں بھی اپنے مقام پر درج کی جائیں گی (ان شاء اللہ) اس نوع میں جو روایات پیش کی جا رہی ہیں ان کی ابتداء حضرت علیؑ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے بیان سے ہم کرتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ کا اجمالی ذکر

محمد بن حنفیہ حسنین شریفینؑ کے بعد حضرت علیؑ کی تمام اولاد سے افضل اور بزرگ ترین ہیں ان کی ماورگرامی کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس ہے۔ صدیقی دورِ خلافت میں یہ قید ہو کر آئیں۔ پھر حضرت علیؑ کو عطا کی گئیں۔ جس وقت فاروق اعظمؑ کی خلافت کے دو سال باقی رہ گئے اس وقت ان کی ولادت ہوئی۔ تمام زندگی حضرت علیؑ کے ساتھ رہے۔ سیدنا علیؑ نے اپنی وفات کے وقت حسنینؑ کو ان کے حق میں حسن سلوک و حسن معاملہ کی

وصیت فرماتی اور ان کے ساتھ اپنی قلبی محبت کا اظہار بھی فرمایا۔

محمد بن حنفیہ کی وفات ۸۱ یا ۸۳ ھ میں ہوئی ہے۔ ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان بن عفان نے پڑھائی۔ وہ اس وقت کے خلیفہ عبد الملک کی طرف سے والی و حاکم مدینہ تھے۔ حوالہ کے لیے کتب ذیل ملاحظہ ہوں :

- (۱) تاریخ ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۵۰، طبع قدیم مصری (تذکرہ محمد بن حنفیہ)۔
 (۲) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ج ۱، ص ۴۴، طبع جدید نجف اشرف، عراق
 (۳) عمدة الطالب سید جمال الدین لابن عنبہ الشیعی (بحث اولاد علی)۔
 (۴) مجالس المؤمنین مجلس چہارم، قاضی نور اللہ شوشتری شیعی۔ (۵) تحفۃ الاحباب، ص ۳۲
 شیخ عباس قمی شیعی (تذکرہ محمد بن حنفیہ)

(۱)

صاحبزادے (محمد بن حنفیہ) نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ
 ... قال قلت لابی ائی الناس خیر بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قال ابو بکر، قال قلت ثم من؟ قال عمر! ونحشیت ان یقول عثمان
 قلت ثم انت؟ قال ما انا الا رجل من المسلمین :

- (۱) بخاری شریف باب مناقب ابی بکر، ج ۱، ص ۵۱۸، طبع نور محمدی دہلی
 (۲) البوداؤد شریف، جلد ثانی، کتاب السنہ، باب التفضیل، ج ۲، ص ۲۸۸، طبع مجتہبائی دہلی
 (۳) کنز العمال ج ۶، ص ۳۶۶، طبع قدیمی (بحوالہ رخ - و ابن ابی عاصم - حل حشیش)
 (۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص ۱۹۱، طبع مصر۔

یعنی محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی المرتضیٰ کو کہا کہ رسول خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں
 نے جواب میں فرمایا کہ ابو بکر سب سے بہترین ہیں! پھر میں نے کہا کہ ان کے

بعد کون شخص بہترین ہے تو جواب دیا کہ پھر عمر ہیں ایسے خیال ہوا کہ عمر کے بعد عثمان کا نام لیں گے۔ میں نے (از خود کہا) کہ پھر آپ کا مقام ہے؛ تو فرمانے لگے کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان شخص ہوں (یعنی کس نفسی کرتے ہوئے اس طرح فرمایا)۔

(۲)

مرویاتِ عبدِ خیر

اس کے بعد عبدِ خیر کی مرویات ایک جگہ پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں مضمون مندرجہ بالا بڑی وضاحت اور صراحت سے حضرت علیؑ سے مذکور ہے۔ عبدِ خیر کی روایات حضرت علیؑ سے منقولہ بہت سی ہیں۔ ان کو ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

..... عن عبد المالك بن سلع عن عبد خیر قال سمعت علیاً یقول قبض
النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی خیر ما قبض علیہ نبی من الانبیاء واثقی
علیہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ثم استخلف ابوبکر فعمل بعمل رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسنتہ ثم قبض ابوبکر علی خیر ما قبض علیہ
احد کان خیر هذه الامۃ بعد نبیہا ثم استخلف عمر فعمل بعملہما
وسنتہما ثم قبض علی خیر ما قبض علیہ احد فکان خیر هذه الامۃ
بعد نبیہا وبعد ابی بکر

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۴ ص ۸۸۴ (قلمی) پیرچھنڈ (سندھ)

باب ما جاء فی خلافتہ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۲۸ مع منتخب کنز۔ مسندات علیؑ۔

(۳) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۹۔ کتاب الفضائل باب فضل اشخین ابی بکر

وعمر بحوالہ (کرشم)۔ طبع اول قدیم۔ حیدرآباد دکن۔

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بہتر حال پر ہوا جیسا کہ ایک نبی کا وصال بہترین حالت پر ہوتا ہے۔ پھر ابو بکر خلیفہ بناتے گئے پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور سنت کے مطابق عمل درآمد کیا۔ پھر وہ بہترین حالت پر مقبوض ہوئے۔ اور وہ اس امت کے نبی کے بعد تمام قوم سے بہترین شخص تھے۔ پھر عمر خلیفہ ہوئے۔ عمر نے نبی کریم اور ابو بکر کے طریقہ کار کے موافق عمل کیا اور وہ اس امت کے نبی اور ابو بکر کے بعد بہترین فرد تھے۔

(۳) مسند امام احمد میں باسند مذکور ہے کہ

..... عن المسيب بن عبد خير عن ابيه قال قال قام علي فقال خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر وعمر وانا قد احدثنا بعدهم احدثا يفضي الله تعالى فيها ما شاء. مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۵ مسندت علی، یعنی عبد خیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ نبی (صلعم) کے بعد سب سے بہترین اس امت کے ابو بکر و عمر ہیں ان کے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔

تنبیہ۔ مسند امام احمد مسندت مرتضوی میں عبد خیر کی چار روایات الگ الگ اسناد کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہیں۔ الفاظ روایت میں بالکل قیلیل سا فرق ہے، سب میں یہی مذکور مضمون درج ہے اس وجہ سے مسند احمد کی طرف ایک روایت بمع ترجمہ نقل کرنے کے بعد باقی کو ازراہ اختصار ترک کر دیا ہے اہل علم حضرات مسند احمد، ج ۱ ص ۱۱۵ و ۱۲۷ مع منتخب کی طرف رجوع فرما کر منتفع ہو سکتے ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

ثنا شعبۂ بن حجاج، عن الحكم عن عبد خیر قال قام علیٌّ علی المنبر
 فقال الا اخبیرکم بخیر هذه الامة بعد نبیہما؟ قالوا بلی! قال ابو بکر،
 ثم سکت سکتہ ثم قال الا اخبیرکم بخیر هذه الامة بعد ابی بکر
 عمراً!! (حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، المتوفی سنہ ۷۲۳ھ،

ج، ص ۱۹۹، تذکرہ شعبۂ بن حجاج)

”یعنی عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو
 ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبی کے بعد تمام امت سے بہتر ہے؟ انہوں نے کہا
 ہاں بیان فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ ابو بکرؓ ہیں پھر آپ قبیل ساخاموش
 ہوئے، پھر فرمایا کہ میں تمہیں اطلاع نہ کروں کہ ابو بکرؓ کے بعد اس امت کے
 بہترین فرد کون ہیں؟ وہ عمرؓ ہیں!“

(۵)

اور ابو نعیم اصفہانی مذکور نے اپنی تصنیف ”اخبار اصفہان“ میں عبد خیر سے اپنی سند
 کے ساتھ ذکر کیا ہے :-

... النعمان بن عبد السلام عن سفیان عن حبيب قال اتیت
 عبد خیر (الخیوانی) فقال سمعت علیاً یقول الا اخبیرکم بخیر هذه
 الامة بعد نبیہا قلنا بلی قال ابو بکر ثم عمراً الحدیث :-

(اخبار اصفہان، ج اول ص ۱۸۲ طبع یورپ)

عبد خیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اس امت کے
 نبی کے بعد بہترین امت کی میں تمہیں خبر نہ دوں ہم نے کہا کہ ہاں فرمائیے؟ تو
 آپ نے جواب دیا کہ وہ ابو بکرؓ ہیں، پھر ان کے بعد عمرؓ ہیں... الخ :-

..... ثنا خالد بن علقمة عن عبد خیر قال لما فرغنا من اصحاب
النہر قام علی خطیباً فمد الله واثنی علیہ ثم قال یا ایہا الناس ان
خیر هذه الامة کان نبیہا وخیرها بعد نبیہا ابو بکر وخیرها بعد
ابی بکر عمر ثم احدثنا اموراً یقضى الله فیہا ما شاء :

(اخبار صفہان لابن نعیم صفہانی

جلد اول، ص ۳۳۵ - طبع لیدن)

عبد خیر کہتے ہیں کہ جنگ نہروان سے جب ہم فارغ ہوئے تو اس
وقت حضرت علیؑ نے ہمیں ایک خطبہ دیا اس میں اللہ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا
کہ اے لوگو! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے سب سے خیر اور
افضل تھے۔ پھر ان کے بعد امت کے بہترین شخص ابو بکرؓ ہیں، پھر ابو بکرؓ کے
بعد بہترین قوم عمرؓ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہم نے کئی جدید حالات پیدا کر لیے۔
اللہ ان میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائیں گے۔

(۷)

ابو نعیم مذکور نے "حلیۃ الاولیاء جلد سابع" تذکرہ شعبہ بن حجاج میں عبد خیر سے منقول
روایات باسناد نقل کی ہیں۔

..... قال معاذ سمع عبد خیر عن علی قال الا خیرکم بخیر الناس
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ۔ ثم قال الا خیرکم
بخیر الناس بعد ابی بکرؓ، عمرؓ۔ رواہ ابو داؤد وریع و غیرہم عن شعبۃ
مثلاً :

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ بن حجاج)

(۸)

..... ثنا شعبہ عن حبيب ابن ابي ثابت قال سمعت حديثاً عن
عبد خيزر ولقيته فسألته فحدثني أنه سمع علياً يقول خير الناس
بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو بكر ثم عمر .

(۱) حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ،

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۲، ص ۵۶، مع اصابت تذکرہ عمر بن الخطاب

”ہر دو روایات (۷-۸) کا ماسل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان
ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے عمدہ اور بہتر شخص
ابو بکرؓ ہیں، پھر ان کے بعد عمر بن الخطاب سب سے خیر اور بھلے آدمی ہیں“

(۹)

اور ابو نعیم اپنی کتاب اخبار اصغہان (یا تاریخ اصغہان، جلد ثانی میں اپنی سند کے
ساتھ عبد خیزر سے حضرت علیؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔

..... عن عبد خیزر قال سمعت علی بن ابی

طالب یقول ان خیر من ترک من بعدک ابو بکر ثم عمر

وقال ثم قلت الثالث

(اخبار اصغہان، ج ۲، ص ۲۶۶ - طبع لندن)

ماسل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو اپنے
بعد چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں ان تمام لوگوں سے اچھے آدمی ابو بکرؓ ہیں۔ پھر عمرؓ ہیں
در تیسرے درجہ کے آدمی کو بھی میں پہچانتا ہوں۔

(۱۰)

خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف موضح اوہام الجمع والتفریق میں عبد خیزر کی

دو عدد روایتیں باسند ذکر کی ہیں جو حضرت علیؑ سے منقول ہیں:

... عن المسيّب بن عبا خیر عن عبد خیر قال قال علی خیر
هذه الامّة بعد نبیّما ابو بکر وخیرها بعد ابی بکر عمر ولو شئت
ان اسمی الثالث لسمّیتُ ۛ

دکتاب موضح اوہام الجمع والتفریق للمخطیب بغدادی، ج ۳۳۹
جلد اول تحت ذکر ابی العباس احمد بن محمد بن سعید، طبع
دائرة المعارف، حیدرآباد دکن،

”یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد اس
امت کے بہتر اور بھلے شخص ابو بکرؓ ہیں اور ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ ہیں۔ اگر چاہیں
تو تیسرے درجے کے آدمی کا نام میں ذکر کر سکتا ہوں۔“

(۱۱)

دوسری روایت اسی کتاب کی جلد ثانی میں باسند ذکر کی ہے

... اخبونا شریک عن ابی حنیة السہمدانی قال سمعت عبد خیر
قال قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیر هذه الامّة بعد نبیّہا صلی اللہ
علیہ وسلم ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما واحداثا احداثا
بعدہم یفعل اللہ ما یشاء ۛ

د موضح اوہام الجمع والتفریق، ج ۲، ص ۹، تحت ذکر خالد بن

عقلمہ، للمخطیب بغدادی، طبع حیدرآباد دکن،

”خلاصہ یہ کہ حضرت رضی نے فرمایا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں اور پھر ان
حضرات کے بعد ہم سے کئی چیز صادر ہوئیں۔ ان کے حق میں اللہ جو چاہے گے

معاملہ فرمائیں گے۔“

(۱۲)

... ما علی بن حرب ثنا سفیان عن ابی اسحق عن عبد خیر
عن علیؑ قال خیر هذه الامة بعد نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم
ابوبکرؓ و عمرؓ

تذکرۃ الحقاظ للحافظ الذہبی جلد ثالث ص ۳۱ طبع دکن - ج ۳

ص ۱۱۲۳ - طبع رابعہ بیروت تحت تذکرۃ السمان الحافظ اکبر

”یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت

کے بہترین فرد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔“

حافظ سیوطیؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد حافظ ذہبیؒ مذکور کا ایک قیمتی قول

نقل کیا ہے تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

اخرج احمد وغیره عن علیؑ قال خیر هذه الامة بعد نبیہا

ابوبکرؓ و عمرؓ قال الذہبیؒ هذا متواتر عن علیؑ

تاریخ الخلفاء سیوطیؒ ص ۳۵ طبع دہلی

فصل فی انہ افضل السحابہ و خیر ہم

”یعنی علامہ ذہبیؒ نے کہا کہ حضرت علیؑ سے ان کا یہ فرمان بطور تواتر

منقول ہوا ہے یعنی بے شمار لوگوں نے حضرت موصوف سے یہ فرمان

نقل کیا ہے اس میں اب کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہی۔“

اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد ثامن (حضرت علیؑ کے حالات کے آخر

میں) اس مسئلہ کو الفاظ ذیل میں بیان کیا ہے:

و قد ثبت عندہ بالتواتر انه خلب بالکوفۃ فی ایام خلافتہ و

دار امارتہ فقال ایہا الناس ان خیر هذه الامۃ بعد نبیہا ابو بکر ثم
عمرؓ ولو شئت ان اُسِّرَ الثالث لَسَمَّيْتُ

(البدایہ، ج ۸ ص ۱۳ - جلد ثامن)

یعنی حضرت مرفیٰؓ سے تو اتر کے ساتھ منقول ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت
کے دوران فرمایا کہ اے لوگو! نبی کے بعد تمام امت سے بہتر ابو بکرؓ ہیں،

ان کے بعد عمرؓ ہیں۔

مرویات ابی جحیفہ

عبد خیر کی مرویات ذکر کرنے کے بعد اب ابو جحیفہ (وہب الخیر) کی روایات جو حضرت
علیؓ سے منقول ہیں وہ نقل کی جاتی ہیں۔

(۱۳)

مسند امام احمد میں حضرت علیؓ کے مسندات میں سے پہلے نقل شروع کی جاتی ہے۔

... عن اشعبنی حدثنی ابو جحیفۃ الذی کان علیؓ لیسید و وہب

الخیر قال قال علیؓ یا ابا جحیفۃ الا خبرت بافضل هذه الامۃ بعد

نبیہا قال قلت بلی قال ولم اکن اری ان احدا افضل مند قال

افضل هذه الامۃ بعد نبیہا ابو بکرؓ وبعد ابی بکر عمر رضی اللہ

عنہما وبعد ہما آخر ثالث ولم یسمد۔

مسند امام احمد، مسندات علیؓ،

ج ۱ ص ۱۰۶، جلد اول طبع مصری معتمد،

یعنی وہب الخیر ابو جحیفہ حضرت علیؓ سے (براہ راست)، ذکر کرتا ہے کہ

حضرت علیؓ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص اس

امت میں سب سے افضل ہے۔ کیا میں سمجھے اس کی خبر نہ دوں؟ میں نے

عرض کیا کہ فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ حضرت علیؑ سے افضل کوئی شخص
 اُمت میں، نہیں ہے تو علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ نبی کے بعد اس اُمت میں
 سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمر افضل ہیں۔ ان کے
 بعد تیسرا شخص ہے جس کا نام نہیں ذکر کیا۔

..... عن زرعی بن حبیب عن ابی جحیفۃ قال سمعتُ علیاً یقول
 الا خیرکم بخیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر ثم قال الا خیرکم
 بخیر ہذہ الامۃ بعد ابی بکر عمر رضی اللہ عنہما :

(مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۶ - مسندات مرتضوی)

(۱۵)

..... عن عاصم عن زر عن ابی جحیفۃ قال خطبنا علی رضی اللہ عنہ
 فقال الا خیرکم بخیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا ابوبکر الصدیق ثم قال
 الا خیرکم بخیر ہذہ الامۃ بعد نبیہا و بعد ابی بکر، عمر :

(مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۰ - مسندات مرتضوی - طبع مصری مع منتخب)

”دونوں روایات بالاکمالاً حاصل یہ ہے: ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا
 کہ حضرت علیؑ نے ہمیں خطبہ دے کر فرمایا کہ خبردار! دس لوں میں تم کو نبی کے
 بعد تمام اُمت سے بہترین آدمی کی خبر دیتا ہوں، وہ ابوبکرؓ ہیں پھر فرمایا
 ابوبکرؓ کے بعد بہترین قوم عمرؓ ہیں۔“

(۱۶)

..... عن حصین بن عبد الرحمن عن ابی جحیفۃ قال کذت اری ان
 علیاً رضی اللہ عنہ افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 فذکر الحدیث قلت لا واللہ یا امیر المؤمنین انی لکان اری

احداً من المسلمين بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل
منك قال افلا احدٌ تكلم بافضل الناس كان بعد رسول الله صلى
الله عليه وسلم قال قلت بلى! فقال ابو بكر رضی اللہ عنہ فقال
افلا اخبرك بخير الناس كان بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم
وابي بكر قلت بلى قال عمر رضی اللہ عنہ

رسندات احمد، جلد اول، مسندات حضرت علیؑ

مؤمّنخب کنز العمال، مطبوعہ مصر،

”خلاصہ یہ ہے کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ
عنه کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد میں آپ کو تمام مسلمانوں سے افضل جانتا ہوں تو حضرت علیؑ نے جواباً
فرمایا کہ حضور علیہ السلام کے بعد میں تجھے تمام لوگوں سے افضل شخص نہ بتاؤں؟
میں نے عرض کیا ضرور فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ ابو بکرؓ ہیں۔ اس کے بعد پھر
فرمایا کہ پھر ابو بکرؓ کے بعد تمام لوگوں سے خیر اور عمدہ آدمی نہ تجھے بتلاؤں؟ میں
نے عرض کیا فرمائیے! تو آپ نے فرمایا وہ عمرؓ ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۱۶)

... عن ابی اسحق عن ابی جحیفۃ قال قال علی رضی اللہ عنہ خیر ہذہ
الامۃ بعد نبیہا ابو بکرؓ وبعد ابی بکرؓ عمرؓ ولو شئت اخیرتکم
بالتالث لفعلت

رسند احمد بن حنبل، ج ۱ ص ۱۰۶ - مسندات علیؑ

(۱۸)

... خالد الزبایات حدیثی عون بن ابی جحیفۃ قال کان ابی من شرط

علیٰ وکان تحت المنبر فحدثنی ابی انہ صعد المنبر یعنی علیاً رضی اللہ
عندہ فحمد اللہ واشتفیٰ علیہ وصلیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وقال خیر هذه الامّة بعد نبیّہما ابوبکر و الثانی عمرؓ وقال یجعل اللہ
الخیر حیث احبّ ۛ

(مسند امام احمد، جلد اول ص ۱۰۶ - مسندات مرقی)

» دونوں کا حاصل یہ ہے کہ ابو جحیفہ کا لڑکا کہتا ہے کہ میرے والد
ابو جحیفہ حضرت علیؑ کے پولیس کے آدمیوں میں ملازم تھے انہوں نے ذکر کیا کہ حضرت
علیؑ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم پر ورد پڑھا۔ پھر فرمایا کہ نبیؐ کے بعد تمام امت کے بہترین فرد ابوبکرؓ
ہیں۔ دوسرے درجہ میں عمرؓ ہیں (میرے شخص کی خبر میں دینا چاہوں تو دے
سکتا ہوں) اور اللہ تعالیٰ جہاں پسند کریں وہاں خیر رکھ دیا کرتے ہیں ۛ

(۱۹)

..... حدثنا شعبہ عن المحکم قال سمعت ابا جحیفہ یقول سمعت
علیاً یقول خیر هذه الامّة بعد نبیّہما ابوبکر و خیرہم بعد ابی بکر
عمرؓ ولو شدت ان اُسّتی الثالث لسمیت صحیح مشہور من حدیث
شعبہ عن المحکم ۛ

(حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی، جلد سابع ص ۱۹۹
تذکرہ شعبہ بن حجاج)

یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے، حکم نے ابو جحیفہ سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں
نے حضرت علیؑ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ نبیؐ کے بعد اس امت کے
اچھے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اچھے شخص ہیں۔ اگر میں تمہارے

شخص کا نام ذکر کروں تو ذکر کر سکتا ہوں“
ابو نعیم کہتے ہیں کہ شعبہ بن حکم سے یہ روایت صحیح اسناد کے ساتھ مشہور ہے۔

(۲۰)

واخرج (الطبرانی) فی الاوسط ایضا عن ابی جحیفۃ قال قال علی
خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر لا یجتمع
حبی و بغض ابی بکر و عمر فی قلب مؤمن“

تاریخ الخلفاء للسیوطی، طبع و بلی ص ۴۴ فصل
فیما ورد من کلام الصحابة والسلف الصالح

(۲۱)

..... عن ابی جحیفۃ قال دخلت علی علی فی بیتہ فقلت یا خیر الناس
بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ہلایا یا اباجحیفۃ الا خیر
یحیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر۔
یا اباجحیفۃ لا یجتمع حبی و بغض ابی بکر و عمر فی قلب مؤمن و
لا یجتمع بغضی و حب ابی بکر و عمر فی قلب مؤمن۔ (السابونی
فی المائتین طس۔ کر)

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۹، کتاب الفضائل من قسم الافعال)

باب فضل الشیخین ابی بکر و عمر۔ (مطبوعہ قدیم)

”ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں کہ میں حضرت
علی المرتضیٰ کی خدمت میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا۔ پس میں نے
حضرت علی کو الفاظ ذیل کے ساتھ خطاب کیا۔

”اے نبی کے بعد تمام لوگوں سے بہترین ہستی!“

تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ ٹھیرا سے ابو جحیفہ! خبردار! حضور علیہ السلام کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تمام لوگوں سے بہترین ہستیاں ہیں اور کسی مومن مسلمان کے قلب میں میری محبت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بغض جمع نہیں ہو سکتا اور اسی طرح کسی مسلمان کے دل میں میرے ساتھ بغض و عداوت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی حُب یکجا مجتمع نہیں ہو سکتی۔

عبد خیر کی مذکورہ مرویات اور ابو جحیفہ دو سبب الخیر کی روایات درج کرنے کے بعد اب مندرجہ ذیل لوگوں سے منقول شدہ روایات ذکر کی جاتی ہیں:-
 وہب السوائی - عمرو بن حرث - ابو دائل - شقیق بن سلمہ - محمد بن عقیل - رافع ابو جعد - شرمک بن عبد اللہ - عبد اللہ بن سلمہ - زوال بن سبرہ - صعصعہ بن صوحان وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کنندہ ہیں۔

(۲۲)

..... عن وہب السوائی قال خطبنا علی قال من خیر هذه الأمة بعد نبیہا؟ فقلت انت یا امیر المؤمنین قال لا! خیر هذه الامتة بعد نبیہا ابوبکر ثم عمر وما بعد ان السکینة تنطق علی لسان
 (۱) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۶ مسندات مرتضوی معہ منتخب
 (۲) کنز العمال، جلد سادس، باب فضائل خلفاء الثلاثة من
 الکمال و بحوالہ ابن عساکر عن علیؓ

(۲۳)

..... ثنا اسماعیل بن ابی خالد قال عند عامر قال اشهد علی
 وہب السوائی انه حدثنی انه سمع علیاً یقول خیر الناس بعد
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر ثم عمرؓ ولو شئت لسمیت

الثالث :

د کتاب اخبار اصفہان لابن نعیم اصفہانی

جلد ثانی، ص ۱۹۰ - طبع لیدن،

(۲۴)

... حدثنا هارون بن سلمان الفراء ابو موسى مولى عمر بن

حريث عن علي بن ابي طالب ان كان قاعدا على المنبر فذكر ابا بكر

وعمر فقال ان خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر ثم عمر

د کتاب الکنی والاسماء از الشيخ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد

الدولابی متوفی ۳۱۰ھ - جلد ثانی، باب الواو فی حرف

المیم کنیت ابی موسی - طبع دائرة المعارف دکن،

(۲۵)

... ثنا عبد الله بن داود عن سويد مولى عمرو بن حريث عن

عمرو بن حريث قال سمعتُ علياً يقول على المنبر خير هذه الامة

بعد نبيها ابو بكر ثم عمر ثم عثمان

وفضائل ابى بكر الصديق ص ۱ - ابو طالب القشيري،

(۲۶)

... عن الشعبي عن ابي وائل قال قيل لعلي بن ابي طالب رضي الله

عند الاستخفاف علينا؟ قال ما استخلفت رسول الله صلى الله عليه

وسلم فاستخلف ولكن ان يرد الله بالناس خيراً فيجمعهم بعدى

على خيرهم كما جمعهم بعد نبيهم على خيرهم - هذا حديث

صحيح الاسناد

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۹)

(۲۷)

..... عن الحسن بن عمارة عن واصل عن ابي وائل عن علي قال
 قيل لعلي الا توحى؟ قال ما اوحى رسول الله صلى الله عليه وسلم
 فَاَوْحَى وَلَكِنْ اِنْ يَرِدُ اللهُ بِالنَّاسِ خَيْرًا فَيَجْمَعُهُمْ عَلَى خَيْرِهِمْ كَمَا
 جَمَعَهُمْ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ عَلَى خَيْرِهِمْ يَعْنِي اَبَا بَكْرًا

(۱) فضائل ابي بكر الصديق لابن طالب العثاري ص ۵ طبع مصرى از طرف

مكتبة السلفية لثان مع شرح ثلاثيات البخارى وديگر رسائل

(۲) كنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۹ - بحواله ابن ابى عاصم - عتق ابو الشيخ فى الوصايا

(۲۸)

..... عن الشعبي عن شقيق بن سلمة قال قيل لعلي رضى الله عنه الا
 لتختلف؟ قال ما استخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستخلف
 عليكم وان يرد الله تبارك وتعالى بالناس فيجمعهم على خيرهم كما جمعهم
 بعد نبيهم على خيرهم

(۱) المسند للبخارى ابي بكر احمد بن عمرو البزار المتوفى ۲۹۲ هـ -

من كتاب مناقب السجادة تحت مناقب ابي بكر - قلمي وكتب خانة

پير حنبذا، سندھ

(۲) "الاغنياء" على مذهب السلف للبيهقي ص ۱۸۴ - طبع مصر

(۲۹)

..... عن الشعبي عن شقيق بن سلمة قال قيل لعلي استخلف علينا
 فقال ما استخلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاستخلف ولكن
 ان يرد الله بالناس خيراً جمعهم على خيرهم كما جمعهم بعد نبيهم

رسلی اللہ علیہ وسلم، علی خیرہم؟

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ہشتم، ص ۱۲۹۔ باب الاستخلاف

کتاب قتال اہل البغی۔

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ثامن، ص ۱۳۔ آخر تذکرہ علی بن ابی طالب

(۳۰)

..... عن محمد بن عقیل قال خطبنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ
عند فقال یا ایہ الناس اخیرونی من اشجع الناس؟ قال قالوا انت
یا امیر المؤمنین! قال انی ما بارزت احداً الا انتصفت منه و
لکن اخیرونی باشجع الناس قالوا لانعلم قال ابو بکر! انه لئما
کان یوم بد رجعلنا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عرشنا
فقلنا من ین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لان لا یہوی
الیہ احد من المشرکین، فواللہ ما دنا منا احد الا ابو بکر شاہراً
بالسيف علی رأس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لا یہوی
الیہ احد الا اہوی الیہ فہذا اشجع الناس!

... یعنی حبیب نبی مکرم صلعم پر کفار نے حملہ کیا تھا اس وقت کا ذکر ہے کہ
قال فواللہ ما دنا منا احد الا ابو بکر یضرب ہذا ویتلئ ہذا و
هو یقول ویلکم اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ ثم رفع علی سیرة
کانت علیہ فیکل حتی اخضلت لحیته ثم قال علی! انشدکم اللہ
امومن ال فرعون خیر؟ ام ابو بکر؟ فسکت القوم فقال الا
تجیبونی فواللہ لساعة من ابی بکر خیر من مثل مؤمن آل
فرعون فاک رجل کتم ایمانہ و ہذا رجل اعلن ایمانہ۔“

(۱) المسند لابى بكر احمد بن عمر واليزار - كتاب مناقب الصحابة تحت مناقب
ابى بكر (قلمى) پير جھنڈا - (سندھ)

(۲) الرياض النضرة، محب الطبرى بحوالہ ابن السمان فى الموافقت،
جلد اول، ص ۱۲۱-۱۲۲ - باب ذكر اختصاصه بانه اشجع الناس -

(۳) كنز العمال، جلد سادس، ص ۲۲۱ - طبع اول قديمى -

(۴) البدايه لابن كثير، جلد ثالث، ص ۲۴۱، ۲۴۲ -

(۳۱)

اپنى سند کے ساتھ امام بخارى نے اپنى تاريخ کبير جز ثمانى (القسم الاول) میں ذکر
کیا ہے :-

..... فقال لذر رافع ابى جعد) بعض القوم يا ابا الجعد بما قام
امير المؤمنين يعنى علياً قال سمعتُ الاخيركم يخبرنا الناس بعد
رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو بكر ثم عمر -

التاريخ الكبير للامام البخارى، ج ۲ ق ۱ ص ۲۸۰ تحت رافع بن سلمه طبع دکن

(۳۲)

قاضى عبد الجبار الهمدانى نے اپنى تصنيف تثبيت دلائل النبوة میں ابوالقاسم الحلبي
کے حوالہ سے نقل کیا کہ :

..... سئل سائل شريك بن عبد الله فقال له ايها افضل
ابو بكر او على ؟ فقال له ابو بكر ! فقال السائل تقول هذا وانت
شيعى ؟ فقال له نعم ! من لم يقل هذا فليس شيعياً والله
لقد رتيت هذه الاعواد على فقال آيات خير هذه الامة بعد
نبيها ابو بكر، ثم عمر، فكيف نرد ؟ وكيف نكذبه ؟ والله .

ماکان کذاً اباً :-

(۱) تثبیت دلائل النبوة للقاضی عبدالجبار الہمدانی متوفی ۵۴۱ھ

جلد اول ص ۶۳ و جلد ثانی ص ۵۴۹ - طبع جدید، بیروت لبنان -

(۲) خاتمة تحفة اثنا عشریہ عربی ص ۳۱۰ - از محب الدین الخطیب مطبوعہ القاہرہ مصر

(۳۳)

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں باسند ذکر کیا ہے:

..... ثنا شعبۃ قال (عمر بن مرثد) سمعت عبد الله بن سلمة
قال سمعت علياً يقول الا اخبركم بخير الناس بعد رسول الله صلى الله
عليه وسلم ابو بكر و بعد ابى بكر عمرؓ مشهور من حديث شعبۃ
عن عمر بن مرثد :-

(۱) کتاب حلیۃ الاولیاء لابى نعیم مذکرہ شعبیہ بن حجاج، بلد سابع قرن ۲ طبع مسری،

(۲) سنن ابن ماجہ باب فضائل عمر ص ۱۱ - مطبع علمی دہلی

(۳۴)

ازالہ النخاء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ذکر کیا ہے:-

..... ومن رواية مسعر بن كدام عن عبد الملك بن ميسرة عن
نزال بن السبرة عن علي قال خير هذه الامة بعد نبيها ابو بكر وعمرؓ
(۱) الاستيعاب، جلد دوم ص ۲۴۳، تذکرہ صدیقی اکبر -

(۲) ازالہ النخاء کامل فارسی جزء اول ص ۶، طبع قدیم مطبع صدیقی بریلی

(۳۵)

..... عن صعصعة بن صوحان قال دخلنا على علي حين ضرير

ابن مُلْجَمٍ فَقُلْنَا يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اِسْتَخْلَفْنَا عَلَيْنَا فَقَالَ اَتْرَكْتُمْ
 كَمَا تَرَكْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ
 اِسْتَخْلَفْنَا عَلَيْكَ فَقَالَ اِنْ يَعْلَمِ اللّٰهُ فَيْكُمْ خَيْرًا يُوَلِّ عَلَيْكُمْ خَيْرًا
 قَالَ عَلِيٌّ فَعَلِمَ اللّٰهُ فَيُنَا خَيْرًا فَوَلَّى عَلَيْنَا اَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ
 (۱) المتدرک للحاکم، ج ۳ ص ۴۵ - طبع اول دکن -

(۲) الرياض النضرة (محب الطبری) بحوالہ ابن السمان فی الموافقة
 جلد اول، ص ۱۲۰ -

(۳) کنز العمال بحوالہ ابن السنی فی کتاب الاخوة، ج ۶ ص ۱۱۱
 طبع اول قدیم -

(۳۶)

..... فقال (علیؑ)..... ان خیر هذه الامّة ابو بکر بن ابی قحافة و
 عمر بن الخطاب ثم الله اعلم بالخیر این هو؟
 (المصنّف لعبد الرزاق، جلد ثالث ص ۴۴۸ - باب المشی امام الخیاره
 روایت ابی سعید الخدریؓ)

روایات ہذا کا خلاصہ

روایت ۲۲ یعنی وہب السوائی کی روایات سے لے کر ۳۶ تک تمام روایات
 کا حاصل یکجا درج کیا جاتا ہے۔ علیحدہ علیحدہ ترجمہ نقل کرنے میں بڑی تطویل ہو جاتی تھی۔
 بنا بریں ان روایات میں جو ہم مفہوم و ہم معنی ہیں ان کا خلاصہ ملا کر عرض کر دیا جائیگا۔
 ناظرین کرام امید ہے ملال نہیں فرمائیں گے۔

(۱)

۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ والے تمام روایۃ حضرت علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنے دورِ خلافت میں جبکہ یہ سوال پیش ہوا کہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کون بہتر ہے؟ تو خطیبہ دیکر منبر پر فرمایا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے بعد تمام امت میں سے ابوبکر افضل ہیں۔ ان کے بعد عمر بن الخطاب بہتر ہیں۔ (بعض روایات کے موافق) یہ بھی فرمایا کہ تیسرے نمبر پر عثمان افضل ہیں!

(۲)

محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنی خلافت کے دوران حضرت علیؑ نے حاضرین سے سوال کیا کہ امت میں سب سے زیادہ بہادر اور شجاع کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ہی زیادہ بہادر ہیں! آپ نے فرمایا کہ میں نے جس شخص سے مقابلہ کیا اس کے ساتھ برابر برابر رہا (یا اس سے بڑھ گیا) لیکن تمام قوم سے زیادہ بہادر اور شجاع ابوبکر ہیں۔ پھر آپ نے عیش بدر کے موقع پر خاندانیت کرنے کا حال بیان کیا کہ مشرکین اور کفار کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حملہ کا سخت خطرہ تھا اس وقت ہم میں سے صرف ابوبکرؓ نے ہی تیغ برہنہ لے کر سردارِ دو عالم صلعم کی نگرانی کی ڈیوٹی ادا کی تھی۔ جو مشرک اور کافر ادھر منہ کرنا تھا ابوبکرؓ اس کا رخ سختی سے پھیر دیتے تھے۔

حضرت علیؑ نے پھر ایک واقعہ کی مصائب کے ابتدائی دور کا سنایا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مکہ کے دشمنوں نے زد و کوب کرنے کی خاطر حملہ کر دیا تو اس وقت بھی ہم میں سے کسی شخص کو مدافعت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ابوبکرؓ نے ہی حملہ کا جرأت سے جواب دیکر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو ایذا سے بچایا تھا۔ اور اس وقت ابوبکرؓ یہ کہتے تھے کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو

جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔“

یہ واقعات صدیقی سنا سنا کر حضرت علی پر رقت طاری ہوئی، گریہ وزاری کرنے لگے حتیٰ کہ ریش مبارک تر بہتر ہو گئی۔ حاضرین سے قسم دے کر پھر سوال کیا کہ آل فرعون کا مومن شخص بہتر تھا یا ابوبکرؓ بہتر ہیں؟ حاضرین خاموش رہے تو آپ نے قسم فرمایا کہ تم یہ جواب کیوں نہیں دیتے کہ اللہ کی قسم ابوبکرؓ (کی خدمات کی) ایک گھڑی بھی آل فرعون کے مومن سے بدرجہا بہتر ہے۔ (کیونکہ) اس مومن نے اپنا ایمان پوشیدہ و مستتر رکھا تھا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کو اعلان و اظہار کے ساتھ قائم رکھا۔

(۳)

باقی روایات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آخری اوقات میں لوگوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ اپنے قائم مقام شخص کی تجویز خود فرمادیں (تو بہتر ہوگا) تو آپ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری اوقات میں ہمارے لیے کسی معین فرد کو نامزد کر کے خلیفہ نہیں مقرر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ جب قوم کے حق میں خیر و برکت کا ارادہ فرماتیں گے تو بہتر آدمی پر لوگوں کو جمع کر دیں گے جیسا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے بعد قوم کے بہترین شخص پر لوگوں کو جمع فرمادیا تھا۔

نتیجہ روایات

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرمودات نے واضح کر دیا کہ تمام امت میں بہترین فرد ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ پھر فاروق اعظمؓ ہیں۔ پھر تمیرے درجہ میں عثمان بن عفانؓ ہیں نیز ثابت ہوا کہ ان حضرات کے درمیان دوستانہ تعلقات اور مراسم احادیث اور روایات اور تاریخ کی کتابوں میں بے شمار و لاتعداد کے درجہ میں محفوظ و مدون ہیں۔ افسوس ہے قوم سے ذوق مطالعہ ختم ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ہم لاعلمی کا شکار ہیں۔ اور معاشرہ

میں نشر شدہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

(۱۲)

باب چہارم کی یازدہم نوع ختم ہوتی۔ اب دوازدہم نوع کی ابتدا کی جاتی ہے۔ گیارہویں قسم میں سیدنا ابوبکر الصدیقؓ و سیدنا عمر فاروقؓ کے حق میں حضرت علیؓ کے وہ فرمان جمع کیے گئے، جن میں فرمایا کہ یہ دونوں حضرات اُمت کے بہترین شخص ہیں قوم میں سب سے افضل ہیں۔ خیر اُمت ہیں۔ وغیرہ۔ اب بارہویں نوع میں انشاء اللہ مندرجہ ذیل مضمون مذکور ہوگا جو ماقبل کی نوع کے ساتھ مناسب و متناسق ہے۔

— یعنی جو لوگ صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کے حق میں عیب گوئی یا عیب جوئی یا سب و شتم کرنے کے روادار ہیں۔

— یا ان کی شان میں تنقیص و تنقید کرتے ہیں۔

— یا ان حضرات پر حضرت علیؓ کی کوفوقیت اور فضیلت دیتے ہیں۔

اس قسم کے تمام لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ نے کیا سلوک کیا ہے؟ اور ان کے متعلق کیا فرمان جاری کیا ہے؟ اور کیا حکم صادر فرمایا ہے؟ تو اس کے متعلق پیش کردہ روایات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں اس قسم کے "مفاسد" اٹھانے والے لوگوں کے ساتھ نہایت سختی کا معاملہ کیا۔

(۱) پہلے تو آپ نے ایسے غلط خیالات سے نفرت و کراہت و ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ایسے مزعوماتِ فاسدہ سے اپنا بری ہونا بیان کیا۔

پھر جب اس مرحلہ سے معاملہ بڑھ گیا تو حضرت علیؓ نے

(۲) ایسے زائغین و مشددین کے لیے سزا و سزائش کا حکم دیا اور ان کو جلاوطن

کرنے کا فرمان جاری کیا۔

(۳) اور مزید یہاں جب ضرورت محسوس ہوئی تو یہ تدبیر بھی اختیار کی کہ عام خطبات میں اعلان کروا دیا کہ جو شخص مجھے ابو بکر و عمرؓ سے بڑھائے گا اور ان کو فروتر جانے گا اس پر منقری کی سزا اور حد جاری کی جائے گی اور زنا کی حد اس پر لگائی جائے گی۔

چنانچہ مرنسوی دور کے یہ واقعات ناظرین کرام مندرجات ذیل میں ملاحظہ فرمادیں۔ ان حالات میں غور و فکر کرنے کے بعد زبردوشن کی طرح واضح ہو گا کہ حضرت علیؓ شجین کے حق میں کس طرح عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور کس قدر ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرتے تھے اور کتنا قدر ان بزرگوں کے درمیان رشتہ مودت مضبوط تھا۔

ان تاریخی شواہد اور حقائق کے پیش نظر ایک منصف مزاج آدمی ان حضرات کی باہمی دوستی اور یگانگت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا یقیناً یہ بزرگ آپس میں شفیق تھے، رحیم تھے، مہربان تھے، ہمدرد تھے، غم خوار تھے، قدر دان تھے۔ اور ایک دوسرے کے لیے ناصح اور خیر خواہ تھے۔

اور یہ حضرات ایک دوسرے کی کسر شان کسی درجہ میں برداشت نہیں کر سکتے تھے اور نہ باہمی تنقیص و تخفیف روا رکھتے تھے اور نہ ہی جرح و تنقید کا موقع پیدا ہونے دیتے تھے۔ کیونکہ اس قسم کی نقد و خوردہ گیری کی وجہ سے بدظنی و بدگمانی پیدا ہو کر ملت اور قوم میں مفاسد اور فتنوں کا باب مفتوح ہو جاتا ہے۔ (اس چیز پر اقوام عالم کے تجربات شاہد اور گواہ ہیں)۔

اہل نظر و فکر اس مسئلہ میں غور فرمادیں تو حضرت علیؓ کی طرف سے جو اس موقعہ و مقام میں مساعی اور کوششیں صادر ہوئیں ان کی یقیناً تصویب و تحسین فرمائیں گے۔ مگر خداوند کی تقدیر تدابیر پر ہمیشہ غالب رہی ہے۔ مساعی کا حسبِ منشا نتیجہ نہ برآمد ہو سکتا ایک دوسری چیز ہے (إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا)۔ مگر انہوں نے اس چیز کے سدباب

کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

اب اس مسئلہ کے متعلق روایات پیش خدمت کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں۔

(۱)

مستدرک حاکم میں مذکور ہے :

..... عن الاعمش عن ابی وائل ان عبد الله بن الکواء وشیبیب بن ربیع وناما معهما اعتزلوا عبدًا ليعد انصرافه من صفین الی الکوفة لما انکر علیهم من سب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما فنن بعد ہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخالفوا وخرجوا علیہ فخرج الیہم علی وحاتم ورجع عن غیر قتال.....
 (فی روایۃ زیادۃ منہا) اَیْمَانُ عَلِيٍّ اِنِّي لَا اَسَاكِنُكُمْ فِي بَلَدَةٍ حَتَّى اَلْقَى اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ، ج ۳ ص ۱۴۶، جلد ثالث)

باب متارکہ علی بعض اصحابہ (بخ)

یعنی اعمش ابو وائل سے ذکر کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ عبد اللہ بن کوا و اور شیبیب بن ربیع اور چند لوگ جو ان کے ساتھ تھے، جنگ صفین سے جب حضرت علیؑ واپس ہوئے اور کوفہ کا قصد کیا تو عبد اللہ بن کوا اور شیبیب وغیرہ یہ لوگ حضرت علیؑ سے الگ ہو گئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہ لوگ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور دیگر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے۔ حضرت علیؑ نے ان کو اس بات سے منع کیا تو یہ حضرت علیؑ کے مخالفت و برخلاف ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں مناظرہ کیا اور دلائل پیش کر کے حق واضح کیا لیکن بغیر قتال اور جنگ کے واپس تشریف لائے۔

بعض روایات میں مزید وارد ہے کہ، اس موقع پر حضرت علیؑ نے متعدد بار قسمیں کھا کر فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ تا زلیت کسی شہر میں مل کر نہ رہوں گا،

(۲)

..... عن ابی الضحاک الحضرمی عن ابی حکیمۃ قال کُنّا فی المسجد
فجاء رجل فتنقص ابابکر وعمر رضی اللہ عنہما واطهر لعثمان
رضی اللہ عنہ الشیمة قال فدخلت علی علی رضی اللہ عنہ فقلت یا
امیر المؤمنین ہذا رجل فی المسجد تنقص ابابکر وعمر واطهر
لعثمان الشیمة فقال علیؑ یدہ فقال من یشہد علیؑ ہذا قال فشہدت
ومن کان معی فامر یدہ فدیس ثم قال اخرجوا ہذا الی السوق
حتی یراک الناس فیعرفونہ ثم اخرجوا فلا یساکننی ثم قام و
قُمنا معہ حتی صعد المنبر فحمد اللہ واثنتی علیہ ثم قال ان
خیر ہذا الامۃ بعد نبیہا ابوبکر وعمرؓ ولو شئت ان اُسستی
الثالث لَسَّیْتُهُ ۛ

کتاب الکنی للذولابی - باب الحاء من الکنیۃ ابی حکیمہ، ص ۱۵۵

جلد اول - طبع حیدرآباد دکن

یعنی ابو حکیمہ کہتا ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، ایک شخص آیا اور ابوبکرؓ و عمرؓ

کی شان میں تنقیص و جرح کرنے لگا اور عثمانؓ کے حق میں گالی بکنے لگا۔ ابو حکیمہ
کہتا ہے میں اٹھ کر علی المرتضیٰ کی خدمت میں چلا گیا۔ میں نے جا کر عرض کیا کہ
مسجد میں ایک شخص نے اس طرح کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو میرے
پاس لاؤ۔ (چنانچہ اس کو حضرت علیؑ کے پیش کیا گیا) آپ نے فرمایا اس شخص کے
متعلق کون گواہ ہے کہ اس نے اس طرح کہا ہے تو میں نے بھی گواہی دی

اور میرے ساتھیوں نے بھی شہادت دی۔ پس حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اس کو پاؤں میں مسل دیا جائے یعنی زود کو بکریا جائے اور ذلیل و خوار کیا جائے۔ پھر اس کو بازار میں لے جاؤ، تاکہ عام لوگ اس کی حالت کو دیکھ لیں۔ نیز حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دو، میرے شہر میں سکونت نہ اختیار کرے پھر آپ اٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، مسجد میں تشریف لے جا کر منبر پر بیٹھ گئے اور خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ نبی کے بعد اس اُمت کے بہترین شخص ابو بکر و عمرؓ ہیں اور اگر میں ان کے بعد تیسرے شخص کا نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں۔“

(۳)

... عن مغيرة عن أم موسى قالت بلغ علياً ابن سيار بفضله
 علي ابى بكر وعمر فهم على بقتله فليل له القتل رجلاً؟ انما
 اجلك وفضلك فقال لاجرم لا يساكننى فى بلدة انا فيها قال
 عبد الله بن خبيق فحدثت به الهيثم بن جميل فقال لقد نعى
 ببلد بالمداين الى الساعة ۛ

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصفہانی، ج ۸ ص ۲۵۳ - تذکرہ یوسف بن اسحاق)

(۴)

... حدثنا ابو الاحوص عن مغيرة عن شياك قال بلغ علياً ان
 ابن السوراء يتنقص ابا بكر وعمر فدعا به ودعا بالسيف وهم
 يقتله فكلّم فيه فقال لا تساكننى فى بلد انا فيه فسيرة
 بالمداين ۛ رضا بن ابى بكر الصديق لابی طالب العشارى ص ۹
 مع ثلاثيات البخارى وشرحها

(۵)

..... عن ابراهيم قال بلغ علياً ان عبد الله بن الاسود
يتنقص ابا بكر وعمر فدعا بالسيف فهذه يقتله فكله فيه فقال
لا يساكنني في بلد انا فيه فنفاه الى الشام

دکنتر العمال، ج ۶ ص ۳۷۱ بحوالہ العناری و اللاکلانی طبع اول قیوم

برسہ روایات جو عبداللہ بن سبا یہودی (موجد مذہب مخصوص) کے متعلق ہیں ان کا
خلاصہ یہ ہے کہ :

”حضرت علی کریم اللہ وجہہ الشریف کو معلوم ہوا کہ ابن سبا شیخین کے
حق میں تنقیص کرتا ہے اور مجھے ان سے افضل و اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ آپ نے
ابن سبا کو قتل کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا، تلوار منگائی گئی پھر بعض لوگوں
نے، کلام کی (شاید اس کی اصلاح ہو جانے کی امید دلائی ہو)۔ پھر یہ قصد
تبدیل فرما کر حکم دیا کہ اس کو شہر بدر کر دو، جس مقام اور جس شہر میں
مقیم ہوں اس میں یہ نہیں ٹھہر سکتا، مقام مدائن کی طرف اس کو نکال دیا
گیا۔“

عبداللہ بن سبا مذکور کے متعلق ان روایات سے ذرا مفصل ایک روایت فقط
ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان جلد سوم میں جہاں عبداللہ بن سبا کا تذکرہ لکھا ہے وہاں ذکر
کی ہے وہ بھی ناظرین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر پیش کی جاتی ہے تاکہ اس مسئلہ کی
معلومات میں اضافہ ہو جاتے۔ فرماتے ہیں :

(۶)

..... عن ابی الزعراء عن زید بن وہب ان سوید بن غفلة دخل

علی علی فی امارتہ فقال انی صرت بنفرد کدون ابا بکر وعمر

بیرون انک تضرع لہما مثل ذالک منہم عبد اللہ بن سبا وکان
 عبد اللہ اول من اظہر ذالک فقال علیؑ مالی ولہذا الخبیث الاسود
 ثم قال معاذ اللہ ان اضرع لہما الا الحسن الجمیل ثم ارسل الی
 عبد اللہ بن سبا فسیرہ الی المدائن وقال لا یساکننی فی بلدہ ابدًا
 ثم نهض الی المنبر حتی اجتمع الناس فذکر القصة فی ثنائہ
 علیہما بطولہ وفی اخرہ اَلَا یبَلِّغُنِی عن احدٍ یفضلنی علیہما
 الا جلدتہ حد المفتری ۛ

لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد ثالث ص ۲۹۰

تحت عبد اللہ بن سبا، نمبر سلسلہ ۱۲۲۵

یعنی سوید بن غفلہ حضرت علیؑ کے ہاں ان کی خلافت کے دور میں حاضر
 ہوئے اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گذر ہوا جو ابو بکرؓ و عمرؓ کی
 عیب چینی و تنقیص کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ
 بھی اپنے دل میں ان کے حق میں اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت
 میں عبد اللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخینؓ (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے حق میں
 بدگمانی کا اظہار کیا۔ یہ سُن کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میرے لیے اور اس خبیث
 سیاہ کے لیے کیا تعلق ہے اور کیا واسطہ ہے؟

پھر فرمایا کہ معاذ اللہ! کہ میں ان دونوں کے منعلق حسن ظنی کے بغیر
 کسی چیز کو دل میں جگہ دوں۔ پھر ابن سبا کی طرف آدمی روانہ کیا کہ اس کو
 مدائن کی طرف نکال دیا جائے (یعنی جلا وطن کیا جائے)، اور یہ شخص
 ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؑ منبر پر تشریف

لاتے۔ سامعین لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں تنائے
جمیل کی اور ان کی فضیلت کا ذکر خیر ٹرا طویل بیان کیا۔ اس خطبہ کے
آخر میں اعلان فرمایا کہ جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ پر مجھے فضیلت دے گا اور
ان سے مجھے افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مفتزی (اور کذاب)
کی حد جاری کرونگا (یعنی اتنی ڈرے لگانے کا حکم صادر کروں گا)۔

(۷) سوید بن غفلہ سے حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کا ایک اور واقعہ بھی مروی ہے
ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد ہفتم میں اور ابن جوزی نے سیرۃ عمر بن الخطاب میں
ذکر کیا ہے اور کثیر العمال میں بھی مذکور ہے :

..... ان سوید بن غفلة دخل علی علی بن ابی طالب فی امارتہ
فقال یا امیر المؤمنین! انی مرت یتفرید کروں ابابکر و عمر
بغیر اللہ ہما اهل لہ من الاسلام فہنض الی المنبر و ہوقا بنو
علی یدی فقال والذی فلق الحبتہ و بیا النسمة لا یجہہما الامون
فاصل و لا یغضہما و لا یخالفہما الا شقی مارق فجہما قریۃ
و بغضہما مروق ما بال اقوام ید کروں اخوی رسول اللہ صلی
اللہ صلی اللہ علیہ و سلمہ و وزیرید و صاحبیہ و سیدی
قریش و ابوی المسلمین و انا بوی مین یدکرہما لسوء و علیہ
معاقب

(۷) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، جلد ۷، ص ۲۰۱۔ تذکرہ شعبہ بن حجاج

(۲) سیرت عمر بن الخطاب لابن جوزی ص ۳۲۔ طبع مصری

(۳) کثیر العمال، جلد ۶، ص ۳۶۹ - ۳۷۰۔ بحوالہ ختمہ۔ ابن مندہ و

ابن عساکر وغیرہم)

”یعنی سوید بن غفلہ حضرت علیؑ کی خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المؤمنین میرا ایسے لوگوں کے پاس گزر رہا ہوں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کی تنقیص شان کر رہے تھے، جس چیز کے وہ اسلام میں اہل و لائق نہیں ہیں وہ ذکر کر رہے تھے، پس علی المرتضیٰ نے میرا ہاتھ پکڑا اور (مسجد میں) منبر پر تشریحت لے گئے اور خطبہ دے کر فرمانے لگے۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑ کر (پودا و درخت) بنایا اور روح کو پیدا کیا۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو مومن کامل کے بغیر دوسرا آدمی دوست نہیں رکھتا، اور بد بخت کے بغیر دوسرا کوئی شخص ان کے ساتھ بغض و عداوت نہیں رکھتا۔ ان دونوں کے ساتھ دوستی اللہ کی نزدیکی کا باعث ہے۔ اور ان کے ساتھ دشمنی دین اسلام سے دور ہونا ہے۔“

ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ساتھیوں اور وزیروں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ جو ان کو بُرائی کے ساتھ یاد کرے گا۔ میں ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر دنیا و آخرت کی سزا میں لازم ہیں۔

تنبیہ: سوید بن غفلہ کی روایت ہذا یہاں مختصر سی درج کی ہے۔ پوری تفصیل کے ساتھ اگر ملاحظہ کرنی مقصود ہو تو کنز العمال جلد ششم ص ۳۶۹-۳۷۰ طبع اول قدیم پر توجہ فرمادیں وہاں مکمل درج ہے۔ تطویل سے اجتناب کی خاطر یہ صورت اختیار کی ہے۔

(۸ و ۹)

ہمارے حنفی علماء میں امام ابو یوسفؒ نے اپنے شیخ و امام ابو حنیفہؒ سے اپنی تصنیف کتاب الآثار لابن یوسفؒ میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علیؑ سے اس مسئلہ میں ایک روایت

نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔

قال حدثنا يوسف عن ابيه عن ابي حنيفة ان رجلاً اتى
عليّاً رضي الله عنه فقال ما رأيت احداً خيراً منك فقال له هل
رأيت النبي صلى الله عليه وسلم قال لا قال هل رأيت ابا بكر وعمر
قال لا قال لو اخبرتني انك رأيت النبي صلى الله عليه وسلم
ضربت عنقك ولو اخبرتني انك رأيت ابا بكر وعمر لا وجعتك
عقوبة

(۱) کتاب الآثار، امام ابی یوسف، ص ۲۰۷، نمبر روایت ۹۲۲۔

طبع لجنہ احیاء معارف النعمانیہ، حیدرآباد دکن۔

(نوٹ) نیز یہ روایت مندرجہ ذیل کتب میں بھی مروی و منقول ہے۔

(۲) ... ثنا الحسين بن ابی زید۔ نا بھلول بن عبید۔ نا الحسن بن کثیر عن ابيه

قال اتى عليّاً رجلاً الخ

کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العساری، ص ۸، مع شرح ثلاثیات البخاری

(۳) ... عن الحسن بن کثیر عن ابيه قال اتى عليّاً رجلاً الخ

کتاب کنز العمال (بحوالہ العساری)، ج ۶، ص ۳۷۰، روایت نمبر ۵۷۷۔

طبع قدیم اول طبع

ہر سہ مندرجات کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص علیؑ کے پاس آکر کہنے لگا کہ
میں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو آپ نے اس کو فرمایا کہ تو نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر علیؑ نے
فرمایا کہ تو نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں دیکھا حضرت
علیؑ نے فرمایا کہ اگر تو بتلا دیتا کہ میں نے رسول خداؐ کو دیکھا ہے تو میں

تیری گردن اڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تجھے
دردناک سزا دیتا۔“

(۱۰)

..... حدثنا حفص بن ابی داود عن الهيثم بن حبيب عن
عطية العوفی قال قال علی بن ابی طالب لو اتيت برجلٍ یفضلنی
علی ابی بکرٍ و عمرٍ لعاقبتُهُ مثل حد الزانی“

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایسا شخص جو مجھ کو ابو بکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتا ہے اس
کو میں زانی کی حد لگاؤں گا۔ (اوزانی غیر شادی شدہ کی حد کی تصدقاً زیادہ ہوتی ہے اور
زانی شادی شدہ کی حد سنگسار کر دیتا ہے)۔

(۱) فنائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العساری ص ۸ طبع رسالہ جات

نکاحیات البخاری وغیرہ)۔

(۲) کنز العمال ج ۶ ص ۳۷۰ طبع اول قدیم۔ روایت نمبر ۷، ۵۷

(۱۱)

..... ثنا ابو بکر الہمدانی عن ابن سیرین عن عبیدة
السلامانی قال بلغ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رجلاً یعیب ابابکر
عمر فارسل الیہ فاتاہ فعرض له لعیبہما عندہ فظن الرجل فقال
لہما علی رضی اللہ عنہ اما والذي بعث محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق
لو سمعت منک ما بلغنی عنک او شهدت عنک لالقیئت اکثرک شعراً
قال ابن عوفہ یعنی ضرب العنق“

”یعنی عبیدہ سلمانی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کو یہ بات پہنچی کہ فلاں شخص ابو بکرؓ

و عمرؓ کو عیب لگاتا ہے اور تمہیں کرتا ہے۔ اس کی طرف آدمی روانہ کیا وہ آگیا

تو لہذا اس کے سامنے شخصین کی بات پیش کی وہ سمجھ گیا کہ آپ میری گرفت کرنا چاہتے ہیں، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق مبعوث فرمایا۔ اگر میں خود تجھ سے وہ چیز سن لیتا جو مجھے پہنچی ہے یا تجھ پر (باقاعد) شہادت قائم ہو جاتی تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔“

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العساری، ص، طبع مصری)

(۱۲)

... عن ابن شہاب عن عبد اللہ بن کثیر قال قال لی علی بن ابی طالب افضل هذه الامة بعد نبیہا ابو بکر و عمر و لو شئت ان اسمی لکم الثالث لسمیته وقال لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته جلدًا و جیعًا و سیکون فی آخر الزمان قوم ینتحلون محبتنا و التشیع فینا ہم شرار عباد اللہ الذین یشتمون ابابکر و عمر... الخ

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۶ بحوالہ ابن عساکر۔ روایت

۵۷۲۸ - طبع اول قدیم)

حاصل یہ ہے کہ عبد اللہ بن کثیر سے مروی ہے کہ مجھے علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام امت سے افضل و بہتر ابو بکر و عمر ہیں۔ اگر میں تیرے درجہ کے آدمی کا نام بھی ذکر کروں تو کر سکتا ہوں اور فرمایا جو شخص مجھے ابو بکر و عمر پر افضل قرار دے گا میں ایسے شخص کو تازیانے لگا کر دردناک سزا دوں گا غمخیز۔ آخر زمانہ میں لوگ ہونگے، ہماری محبت کا دعویٰ کریں گے اور ہمارے گروہ میں سے ہونا ظاہر کریں گے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریر بندوں میں سے ہیں جو ابو بکر و عمر کو دشنام دیتے اور سب و شتم کرتے ہیں۔“

(۱۳)

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں باسند روایت حکم بن حجل سے ذکر کی ہے :-
 عن المحکم بن الحجد قال قال علی لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر
 الا جلدته حد المفتری :-

(۱) الاستیعاب جلد ثانی مع اصحابہ ص ۲۴۴ - تذکرہ ابی بکر الصدیق :-

(۲) الاعتقاد للبیہقی ص ۱۸۴ - طبع مسر

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۳۷۱ - بحوالہ ابن ابی عاصم و حثیمہ فی

فضائل الصحابہ، طبع اول قدیم

یعنی حکم مذکور کہتا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابو بکر و عمر
 پر فضیلت دیگا میں اس کو منقری کی سزا (یعنی اسٹی درہ) کاؤں گا۔

(۱۴)

... واخرج ابن عساکر عن ابن ابی لیلی قال قال علی لا یفضلنی
 احد علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۳۵ - مطبوعہ دہلی فصل فی انہ افضل الصحابہ)

یعنی ابن عساکر نے ابن ابی لیلی سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جو
 شخص مجھے ابو بکر و عمر پر فوقیت دے گا میں اس کو منقری و کذاب کی سزا
 ڈوں گا (جو اسی تازیانے مقرر ہیں)۔

(۱۵)

... عن علی قال سبق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وثنتی
 ابو بکر و ثلث عمی و قد خطبنا فتنہ فهو ما شاء اللہ فمن فسأنی
 علی ابی بکر و عمر فذیہ حد المفتری من الجار و استقاء الشہادۃ :-

یعنی حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم ہم سے سبقت فرما گئے
 آپ کے بعد دوسرے درجہ میں ابو بکرؓ اور تمیر کے مقام میں عمرؓ ہیں۔ جو اللہ
 تعالیٰ نے چاہا ہم پر تین اور مصائب وارد ہوئے۔ پس جو شخص مجھے ابو بکرؓ و عمرؓ
 پر فوقیت و فضیلت دے گا اس پر مقتدری و کذاب کی سزا جاری ہوگی
 (جو اسی تازیانے ہوتے ہیں) اور اس کی شہادت ساقط کر دی جاتے گی۔ اور
 گواہی غیر معتبر ہوگی۔

دکنرا العمال علی منقی ہندی، ج ۶ ص ۳۶۶۔ بحوالہ خطی تلخیص

المنشأہ طبع اول قیومی، دکن۔ روایت ۲۷، ۵۷

(۱۶)

ابوطالب محمد بن علی بن الفتح الحرابی الغسانی (المتوفی ۲۴۶ھ) نے فضائل
 ابی بکر الصدیقؓ میں اپنی کامل سند کے ساتھ روایت ہذا کو ذکر کیا ہے کہ:

..... عن الحجاج بن دینار عن ابی معشر عن ابراہیم قال قال
 علقمہ خطبتنا علی کرم اللہ وجہہ فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال
 انه بلغنی ان ناسا یفضلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت
 فی ذالک لعاقبت واکره العقویہ قبل التلیغ فمن اتیت بہ بعد
 معامی هذا قد قال شیئا من ذالک فهو صفتی، علیہ ما علی للفتویٰ
 خیر الناس کان بعد رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و عمر۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیقؓ، ص ۸ بمع دیگر رسائل مطبوعہ منجانب

المکتبۃ الدینیۃ السنقۃ ملتان محلہ قدیر آباد خارج باب لاہوری

سن طباعت ۱۳۵۶ھ - مطبع انصار السنقۃ، مصر۔
 ۱۹۳۶ء

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۷ - طبع مصر

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۹ بحوالہ ابن ابی عاصم و ابن شاپین

واللائکائی جمیعاً فی السنۃ - والغازی فی فضائل الصدیق -

والاصغہانی فی الحجۃ - کمر - طبع اول قدیم - دکن

(۴) انزالہ الخفاء عن خلافتہ الخفاء، مولانا شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی بحوالہ ابی اعقاسم الطلمی فی کتاب السنۃ (محل سند سے

درج ہے) ص ۶۸ جلد اول و ص ۳۱۷ جلد اول - طبع قدیم بریلی

” خلاصہ یہ ہے کہ علقمہ کہتا ہے کہ علی المرتضیٰ نے ہمیں ایک دفعہ خطبہ دیا۔

اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمانے لگے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ ابوبکر و عمر

پر مجھے فوقیت و فضیلت دینے لگ گئے ہیں۔ اگر اس مسئلہ کا (بطور قانون)

میں نے پہلے اعلان کر دیا ہوتا تو اب میں ان کو سزا دیتا اور اعلان و اطلاع

سے قبل سزا دینا مجھے ناپسند ہے تو (اب سن لو) جو شخص فضیلت دینے کی

بات اس کے بعد کہے گا وہ جھوٹا اور منقری و کذاب ہوگا اور اس پر منقری کی

سزا جاری کی جاتے گی۔

سردارِ دو عالم سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر و عمر خیر الناس

تھے اور سب لوگوں سے بہتر تھے۔“

علقمہ بن قیس کی روایت کے متعدد آخذ درج کر دیتے ہیں جو صاحب رجوع کرنا

پسند کریں وہ رجوع فرمائیں البتہ یہ گزارش ہے کہ تطویل عبارات سے بچنے کے لیے ہم نے

یہاں عبارت صرف ابوطالب عثاری کی نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی نقل کیا ہے۔ باقی

حوالہ جات کی عبارتیں قبیل سے متفاوت ہوں تو ہو سکتی ہیں لیکن روایت کا مفہوم ایک ہی

ہے جو سب میں مشترک ہے۔ انزالہ الخفاء کے حوالہ میں ایک جملہ عجیب منقول ہے وہ ہم

سامعین کی خدمت میں پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔ جہاں روایت
بالا ختم ہوئی ہے اس سے آگے متصلاً یہ الفاظ اس روایت میں مزید ہیں:-

”قال (الراوی) وفي المجلس الحسن بن علي فقال والله لوسمى الثالث

لسمي عثمان“ (انالذخائر، ج ۱ ص ۳۱۷)۔

”یعنی مجلس ہذا میں امام حسنؑ موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم حضرت

علیؑ اگر تیسرے شخص کا نام ذکر کرتے تو حضرت عثمانؓ کا نام لیتے“

ایک شیعہ روایت

مذکورہ روایات کے آخر میں شیعوں کی ایک روایت تائید کے طور پر ہم پیش کرنا
مناسب خیال کرتے ہیں۔ اس روایت سے یہ چیز عیاں ہوگی کہ بعض شیعہ علماء و شیعہ اکابر بھی اس
بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے حق میں
نوفیت و فضیلت کے مسائل جب کھڑے کیے گئے (جو آخر میں چل کر دشنام طرازی و
تہمت و شتم کی حد تک پہنچ گئے) تو حضرت علیؑ نے ان مفاسد و فتن کے ازالہ و قلع و قمع کرنے
کے لیے پوری کوشش کی اور اس دور میں شیخینؓ کے متعلق گونا گوں محامد و مناقب از خود
بیان فرمائے اور حضور سرور کائنات صلعم کی جانب سے بھی ان کے فضائل نقل کیے۔

اور پھر جو شخص ان کے فضائل و مناقب کو نہ تسلیم کرے اور اپنی راستے فاسد کو نہ
ترک کرنے اس کے متعلق وعیدیں بیان کیں۔ یہاں تک کہ سرکاری اعلانات کے طور پر ان
فرامین کو پبلک تک پہنچانے کے انتظامات فرمائے اور بار بار اپنے خطبات کے ذریعہ
ان سزاؤں کی تشہیر کی۔

چنانچہ ہم نے بھی اس نوع کی چند روایات کو بطور نمونہ پیش کیا جو آپ ملاحظہ فرما چکے
ہیں۔ اب ایک اسی مضمون کی شیعہ روایت درج کر کے اس باب کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب الطواق الحماة یعنی یحییٰ بن حمزہ شیبی میں سوید بن غفلہ کی روایت مندرج ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

« عن سوید بن غفلہ اند قال مررت بقوم یتنتمسون ابا بکر و عمر
 فأخبرت علیاً و قلت لولا انهم یرون انک تضمر ما اعلنوا ما
 اجترؤا علی ذانک منهم عبد اللہ بن سبا و کان اول من اظهر ذانک
 فقال علی اعوذ باللہ رحمہما اللہ تعالیٰ ثم نهض و اخذ بیدی و
 ادخلنی المسجد فصعد المنبر ثم قیض علی لحیتہ و ہی بیضہ فجعلت
 دموعہ لیتجاوز علی لحیتہ و جعل ینظر للبقاع حتی اجتمع الناس
 ثم خطب فقال ما بال اقوام یدکرون اخوی رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم و وزیرہ و صاحبہ و سیدی قریش و ابوی المسلمین
 و انا برئ مما یدکرون و علیہ اعاقب، صحباً رسول اللہ بالمجد و
 الوفاء فی امر اللہ یا امران و ینہیان و یقضیان و یعاقبان لا یری رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کراہیہما رایاً و لا یحب کحبہما حیالما
 یری من عزمہما فی امر اللہ فقبض و هو عنہما راضٍ و المسلمون
 راضون فما تجاوزوا فی امرہما و سیرتہما رأی رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم و امرہ فی حیاتہ و بعد موتہ و قبض علی ذانک
 رحمہما اللہ تعالیٰ نوالذی خلق الحیة و برئ الغسمة لایحییہما
 الا مؤمن فاضلٌ و لا یغضبہما الا شقی مارق و جہما قریبٌ و
 بغضہما صریقٌ »

کتاب الطواق الحماة از امام مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ المزیدی در اواخر

کتاب ہذا ذکر نموده

حاصل کلام یہ ہے

کہ سوید بن غفلہ کہتا ہے کہ میرا ایک قوم کے پاس گذر ہوا وہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں تنقیص و حقارت بیان کر رہے تھے۔ میں نے جا کر حضرت علیؓ کو خبر کی اور کہا ان کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے وہ بات آپ بھی اپنے سینے میں چھپاتے ہوئے ہیں ورنہ وہ اس کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ اس قوم میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے دشمنین کی حقارت اور علیؓ کی برتری کا مسئلہ کھڑا کیا تھا۔

اس وقت حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لیتا ہوں۔ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے، پھر آپ اٹھے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں داخل کیا اور خود منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی سفید داڑھی (مبارک) پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔ ریش چشم گریاں کی وجہ سے تر ہو رہی تھی۔ آپ مسجد کے مقامات کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے حتیٰ کہ لوگ مسجد میں مجتمع ہو گئے۔ پھر خطبہ دینا شروع کیا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو حضور سرورِ دو عالم علیہ السلام کے دونوں بھائیوں اور دونوں وزیروں، دونوں ساتھیوں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے دونوں اکابر کو (تخفیر و تنقیص کے ساتھ) ذکر کرتے ہیں۔ میں ان کی اس حرکت سے بالکل بری ہوں اور میں اس چیز پر سزا دوں گا۔

یہ دونوں نبی کریم صلعم کی صحبت (مقدس میں) وفاداری کے ساتھ رہے خدا کے حکم موافق حکمرانی کرتے تھے اور زبرد توینج کرتے تھے (شرع کے موافق) خصومات کے فیصلے کرتے اور سزا دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام ان کی رائے کے موافق کسی کی رائے کو وزن نہیں دیتے تھے اور نہ ان جیسا کسی کو دوست جانتے تھے اس لیے کہ دین کے معاملہ میں ان کی نچتہ غزوی تو نبی کریم صلعم پر واضح تھی حضور علیہ السلام ان دونوں سے خوشنودی کی حالت میں رخصت ہوئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی اور خوشنود تھے۔ اپنے دستور اور سیرت میں یہ دونوں حضرات حضور علیہ السلام کی رائے سے بالکل متجاوز نہیں ہوتے خواہ یہ معاملہ حضور کی حیات میں ہو یا بعد از

وفات پیش آیا۔ اس حال پر ان کا انتقال ہوا۔ اللہ دونوں پر رحم نازل فرمائے۔ پس اس ذات کی قسم جس نے دانہ اور رُوح کو پیدا کیا۔ بلند درجہ کا مومن ہی ان کے ساتھ محبت کرتا ہے اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی نہ کی اور خدا کی نزدیکی ہے۔ ان کے ساتھ عداوت و بدگمانی دین سے خارج ہونا ہے۔“
 تنبیہ۔ اطواق الحامہ فی مباحث الامامہ (تالیف مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ شیعہ) سے یہ روایت ہم نے بذریعہ تحفہ اثنا عشریہ نقل کی ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے اس کو تحفہ کے باب سوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ میں درج کیا ہے۔ اہل علم کی اطلاع کے لیے یہ تصریح نقل کر دی گئی۔

باب چہارم کی نوع یا زودہم اور نوع دو از دہم کی مرویات جو حضرت علیؑ سے ہم نے نقل کی ہیں ان کا مضمون و مفہوم درجہ شہرت اور نواتز تک پہنچ گیا ہے۔ اس چیز کو نوع ۱۱ کی ابتداء میں ہم نے فاضل ذہبی اور ابن کثیر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے۔ اس قبیل سے جستجو کے ذریعہ جو چیزیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں ان کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے :-

مرویات اور راویوں کی تعداد

گیارہویں نوع میں مندرجہ روایات (چھتیس ۳۶) عدد ہیں اور بارہویں نوع کی روایات ۱۶ عدد سے زائد ہیں۔ پھر ان دو اقسام کی مرویات کے نقل کرنے والوں کی تعداد ستائیس افراد کے قریب ہے پھر ان ستائیس آدمیوں سے نقل کنندگان لا تعداد اور بے شمار لوگ ہیں۔ یہ سب مرویات حضرت علیؑ سے منقول ہیں۔

دوسٹلوں کا اثبات

ان تمام مندرجات سے دو مسئلے پایہ ثبوت تک پہنچ گئے۔

— اول تو یہ کہ سیدنا ابوبکر الصدیق و سیدنا فاروق اعظم عمر بن الخطاب حضرت علیؑ

کے فرمودات کی روشنی میں تمام امت سے افضل و برتر و بہتر تھے۔

دوم یہ کہ جو شخص شیخین حضرات کو بہترین امت اور افضل قوم نہ اعتقاد کرے گا وہ حضرت علیؑ کے نزدیک مجرم ہے اور قابل سزا مجرم ہے۔ نیز حضرت علیؑ کے مسلک و مذہب سے وہ دُور تر ہے۔ ان کا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

شیعہ احباب اور مرتضوی فرمودات

شیعہ حضرات کے بڑے بڑے اکابر علماء و مجتہدین بھی حضرت علیؑ سے اپنے دُورِ خلافت میں ان مضامین کے مروی ہونے کا انکار نہیں کر سکے۔ البتہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ان روایات مشہورہ متواترہ کے مقابلہ میں تاویلیں شروع کر دی ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے وزنی تاویل تقیہ ہے۔ یعنی حضرت علیؑ شیرِ خدا، صاحبِ ذوالفقار، حیدرِ کرار اپنے تمام اوقات میں اور اپنے اہم مقامات و مراحل میں تقیہ سے کام چلاتے رہے گویا کہ حضرت مرتضیٰؑ اپنی خلافتِ حقہ کے دوران بھی مجبور و مقہور اور معذور تھے۔ ابوبکر و عمر و عثمان کے یہ سب فتائل و مناقب و حدود و سزائیں، اعلانات و خطبات وغیرہ تقیہ فرمادیئے۔ (ترجمہ)۔ (سبحانک ہذا بہتانِ عظیم)۔

ناظرین حضرات خود غور و خوض فرمادیں کہ حضرت علیؑ کی پوزیشن جس طرح داغدار نہ ہو سکے وہ صورت اختیار کرنی چاہیے ہم نے تمام واقعات بلا کم و کاست پیش خدمت کر دیئے ہیں۔ اب جس طرف آپ کا ایمان اور حق و انصاف متقاضی ہو وہ جانب پسند فرمادیں اور خود فیصلہ فرمائیں۔

ایک تاریخی واقعہ

یہ ایک تاریخی عجوبہ ہے جس میں حضرت ابوبکر الصدیق و حضرت عمر فاروق کے حق میں بدگوتی و تفتیش و تحقیق کرنے والوں کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضیٰؑ کے ہاتھوں

تمام ہوا ہے۔ واقعہ ملاحظہ فرمادیں۔ شیخ عباس قمی شیعئی نے اپنی کتاب "تمتہ المنتہی" میں ۳۹۱ھ کے تحت یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ہم اس کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں :-

... از تاریخ مصر نقل شدہ کہ حسام الدولہ (مقلد بن مسیب) را شعر نیکو و فضل فاحش بود تا آنکہ از نقل ست کہ بیکے از حاجیاں وصیت کردہ بود کہ چوں بمدینہ طیبہ برسی سلام من بحضرت رسول برساں۔ و گو کہ اگر شیخین در جہار تو مدفون نبودند ہر آئینہ بسرو چشم بزبارت تو می آدم و لیکن جناب علامہ علی در اجازتہ کبیرہ کہ بہ بنی زہرہ دادہ نقل کردہ کہ مقلد بن مسیب (حسام الدولہ) پیغام ببارت آمیز و کلمات کفریہ برائے قبر آنحضرت فرستاد آن شخص مبلغ تبلیغ کرد و لکن در خواب دید حضرت رسول و امیر المؤمنین را آنکہ جناب امیر المؤمنین اورا بقتل رسانید۔ آن خواب را تاریخ برداشت چوں برگشت از جہاز مقلد بن مسیب را کشتہ بودند در جہاں شب کہ تاریخ برداشتہ بود۔

کتاب "تمتہ المنتہی" از شیخ عباس قمی تاریخ ص ۳۲۵-۳۲۶

تحت ۳۹۱ھ - مطبوعہ تہران - جدید طبع

ناظرین کرام اس چیز کا انجام خود سوچ لیں۔ ہم اس نقل پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔

○

الحمد للہ حصہ صدیقی کے باب چہارم کے اتمام کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد باب پنجم شروع ہوگا جو اس حصہ کا آخری باب ہے۔ (بعونہ تعالیٰ و بکرمہ و منہ)

باب پنجم

”رَحْمًا وَبَيْنَهُمْ“ کے حصّہ صدیقی کے باب پنجم کو اب بفضلہ تعالیٰ شروع کیا جا رہا ہے۔
یہ صدیقی حصّہ کا آخری باب ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے ختم ہونے پر حصّہ صدیقی
مکمل ہو جائے گا۔

باب پنجم کی چند فصلیں مرتب ہوں گی۔ سابقہ ہر چہار ابواب میں حضرت فاطمہؓ بہت
علیؑ اور ابو بکر صدیقؓ کے مابین تعلقات مرتب کر کے پیش کیے گئے ہیں۔

اس باب میں حضرت علیؑ کے تمام خاندان و اولاد وغیرہ کے عمدہ روابط اور بہتر
مراجم صدیقی خانوادہ کے ساتھ جو تا حال دستیاب ہوئے ہیں ان کو ناظرین کرام کی خدمت
میں حاضر کرتے کا ارادہ ہے۔

ان حالات و واقعات پر نظر غائر کرنے کے بعد علوی و صدیقی ہر دو خاندانوں کا باہمی
عمدہ سلوک اور حسن معاملہ و دوستی نہایت ہی ہر باشعور انسان پر واضح ہو سکے گا۔

نیز یہ چیز بھی عیاں ہو جائے گی کہ صرف صدیقی اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہی حسن
سلوک و حسن معاملہ قائم نہیں تھا بلکہ ان بزرگوں کی اولاد در اولاد کے مابین بھی یہ بہترین
تعلقات پشتون تک چلے گئے ہیں۔ اور پھر ہر دو خاندانوں کے یہ دیرینہ روابط اس
بات کے بھی مستقل شاہدِ عادل ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت مرتضیٰ کے درمیان جو
بعض لوگ بغض و عداوت اور اختلاف و انتشار کے واقعات تجویز کر کے ہمیں سنانے ہیں وہ
ہرگز صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ہر ایک شخص اور ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے اکابر و آباء و اجداد
کے حالات و واقعات کے متعلق بہ نسبت دیگر لوگوں کے خوب واقف ہوتا ہے کسی

خارجی آگاہی کا محتاج ہی نہیں ہوتا جیسے مقولہ مشہور ہے کہ "صاحب البیت ادری بما فیہ"۔
 پس اگر بالفرض والتقدیر ان اکابر یعنی صدیق و علیؑ کے درمیان اس طرح کے تنازعات و
 اختلافات قائم تھے اور ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے اور ایک دوسرے پر مظالم
 کرنے کے مرتکب ہو چکے تھے اور ظلم و تشدد روا رکھنے کے واقعات پیش آچکے تھے تو ان
 کی اولاد میں پشتہا پشت تک یہ صلح و آشتی یہ مودت و دوستی اور یہ مناقب گوئی اور فضائل
 جوئی اور بے شمار کمالات کی مدح سرائی کس طرح پائی گئی؟ اور یہ لوگ ایک دوسرے کے
 اکابر کے حق میں ثنا گو اور مدح خواں، بہی خواہ، کس طرح بن گئے؟ یہ چیزیں قابل غور ہیں اہل
 فکر و فہم حضرات امید ہے ان حالات میں تدبیر و تفکر فرما کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش
 کریں گے۔ اس لیے اب ہم ہر دو خاندانوں کے واقعات ایک ترتیب سے پیش کرتے ہیں۔
 ملاحظہ فرما کر حق و انصاف کا ساتھ دیں۔

آئندہ مسامین کی ترتیب یہ ہے:

- فصل (۱) امام حسن بن علی المرتضیٰ اور ان کی اولاد کے متعلقات
- فصل (۲) محمد بن حنفیہ (صاحبزادہ علی المرتضیٰ) کے بیانات
- فصل (۳) حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب و ابن عباس و عبد اللہ بن جعفر کے واقعات
- فصل (۴) زین العابدین اور ان کے لڑکے زید کے بیانات (شیخین کی تائید میں)
- فصل (۵) سیدنا محمد باقر و جعفر صادق اور موسیٰ کاظم کے متعلقات۔
- فصل (۶) صدیقی و ہاشمی ہر دو خاندانوں کے نسبی تعلقات اور رشتہ داریاں۔
- فصل (۷) خلفاء ثلاثہ کے مبارک اسماء اور بابرکت ناموں کی ترویج آل ابی طالب میں۔

فصل اول

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران حدیث کی کتابوں میں مندرجہ ذیل واقعہ ذکر کیا گیا ہے :-

عن عتبہ بن الحارث قال رأیت ابا بکرؓ حمل الحسن وهو یقول
 بابی شبیبہ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس شبیبہ بعلیؓ وعلی
 یضحک۔ (۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰ باب مناقب الحسن والحسین۔
 طبع نور محمدی دہلی)

اور کنز العمال میں بھی یہ واقعہ متعدد کتب روایات سے ذرا مفصل منقول ہے
 عن عقبہ بن الحارث قال خرجت مع ابی بکرؓ من صلوات العصر
 بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلیل وعلیؓ یشی الی
 جنبہ فمرّ بحسن بن علیؓ یلعب مع غلمان فاحتملہ علی رقبته
 وهو یقول بابی شبیبہ بالنبی لیس شبیبہ بعلیؓ وعلیؓ یضحک۔ قال
 ابن کثیر ہذا فی حکم المرفوع لانه فی قوۃ قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کان یشبہ الحسن۔

(۲) کنز العمال بحوالہ ابن سعد - حم - ابن المدنی - خ - ن - ک - جلد

ہفتم، ص ۱۰۳-۱۰۴ - طبع اول قدیم حیدرآباد دکن)

یعنی عقبہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز پڑھ کر (ہم مسجد نبوی سے) نکلے۔ چند

روز انتقال نبوی (علیؓ صاحبہا السلام) کو ہوئے تھے۔ علی المرتضیٰ ابوبکر

الصدیق کے ساتھ چل رہے تھے۔ ابوبکر الصدیق حسن بن علی المرتضیٰ کے پاس

گزرے۔ وہ لوگوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ابو بکر نے حسن کو کندھے پر اٹھایا اور کہنے لگے کہ یہ بیٹے تو نبی کے ہم شکل ہیں۔ علی کے مشابہ نہیں ہیں۔ علی المرتضیٰؑ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

صدیق اکبرؓ کے امام حسن کو اٹھانے اور نبی پاکؐ سے تشبیہ دینے کی روایت ہذا کو شیعہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ تاریخ یعقوبی میں احمد بن ابی یعقوب شیبی نے لکھا ہے کہ ان ابابکر قال لہ وقد لقیہ فی بعض طرق المدینۃ بابی شیبۃ بالنبی غیر شبید بعلیؑ

تاریخ یعقوبی جلد ثانی ص ۱۱۷ طبع جدید بیروت سن طباعت ۱۳۷۹ھ
۱۹۶۰

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کی فضیلتوں کا اقرار ان کے درمیان عقیدت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور نماز نیچگانہ مل کر ادا کرتے۔ چونکہ وصال نبوی کے بعد بالکل قریب یہ واقعہ پیش آیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعد از وفات نبوی کے حیران کن مناقشات اور حیرت انگیز اختلافات جو دوستوں کی طرف سے سُننے اور سنانے جاتے ہیں وہ بے اصل اور بے حقیقت ہیں، تدبیر سے کام لیں تو حق بات مخفی نہ رہے گی۔

(۲) سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کا جب انتقال مدینہ طیبہ میں ۵۲ھ میں ہوا تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دفن حضرت نبی کریمؐ سرورِ عالم کے روضہ شریفیہ میں ہو سکے تو بڑا اچھا ہوگا۔ اپنے بھائی حسین کو حضرت عائشہ (أم المؤمنین) دختر ابو بکر الصدیق کی خدمت میں روانہ کیا کہ دفن کی اجازت چاہیے۔ حضرت عائشہ (بنت ابی بکر الصدیق) نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔ صحابہ کے طبقات کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے اور شیعہ علماء و مؤرخین نے بھی یہ اجازت دینے کا واقعہ اپنی تصانیف میں لکھا ہے لکھتے ہیں:

وقد كانت اباحت له عائشة رضي الله تعالى عنها ان يدفن مع

رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيتها وكان شالما ذلك في مرضه

..... دوسری روایت میں ہے: فلما مات الحسن اتى الحسين عائشة

فطلب ذلك اليها فقلت نعم وكرامة الخ:

(۱) الاستيعاب مع اصحابه، ج اص ۳۴۴ و ۳۴۶ طبع مسری تحت

ترجمہ حسن بن علی۔

(۲) مقاتل الطالبین للشیخ ابی الفرج الاصفہانی الشیبی ص ۳۰ طبع قدیم

ص ۵۱ طبع جدید۔ تذکرہ وفات امام حسنؑ۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سیدنا حسن بن علیؑ کے لیے اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اور یہ خواہش حسنؑ موسوف نے اپنے مرض الوفا میں ظاہر کی تھی۔ اور اس طرح بھی مروی ہے کہ جب سن بن علی فوت ہوئے تو حسین بن علیؑ رونڈ نبوی میں دفن کی اجازت طلب کرنے کے لیے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے۔ پس انہوں نے (بخوشی) اجازت دے دی۔“

سیدنا حسن بن علیؑ مذکور کی وفات

۵۰ یا ۵۲ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ مشہور و متداول روایات میں منقول ہے۔ اس مقام میں بھی بعض مؤرخین و مترجمین نے متروک و مجروح و مرجوح روایات کو سامنے رکھ کر حضرت عائشہ صدیقہ کے حق میں بہت بہتان تراشیاں کر ڈالی ہیں۔ ہم نے ناظرین کرام کے سامنے راجح روایات کی روشنی میں مختصر واقعہ حقیقتِ حال کے مطابق عرض کر دیا ہے اور حوالہ بھی دے دیا ہے۔ اصل یہی کچھ ہے جو عرض کر دیا گیا ہے۔ اس سے ان حضرات کے باہمی تعلقات کی بہتری بالکل عیاں ہے۔

(۳) سیدنا حسنؑ کی اولاد شریف میں ایک بزرگ ہیں ان کا نام عبداللہ بن حسن ہے۔

حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق ان سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے اس سوال کا جو جواب باصواب دیا اس کو عبارت ذیل میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

ابوطالب العناری نے اپنے فضائل میں یہ مسئلہ باسند درج کیا ہے

... نا الحسین الجعفی نا ابو خالد الاحموقال سألت عبد الله

بن الحسن عن ابی بکر و عمر فقال صلی الله علیہما ولا یصلی الله علی من

لا یصلی علیہما (فضائل ابی بکر السدیقی، ص ۶، ابی طالب العناری)

” یعنی ابو خالد احمر نے عبد اللہ بن حسن سے ابو بکر و عمر کے منعلق سوال

کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ ان دونوں بزرگوں پر رحمت و سلامتی

نازل فرمائے۔ اور جو شخص ان دونوں کے حق میں ترحم و شفقت کے کلمات کہنے

روا نہیں رکھتا اللہ اس پر رحمت ہی نہ کرے۔“

(۴) اس کے بعد سیدنا حسن بن علی المرثی کے پوتے محمد بن عبد اللہ بن حسن سے اپنے دور

میں شیخین کے حق میں سوال کیا گیا۔ اس کا جواب ذیل میں درج ہے۔ یہ کلام بھی

شیخ ابوطالب العناری نے اپنے فضائل میں درج کی ہے۔ دیکھتے ہیں کہ:

... نا عبید الطنافسی نا حبیب الاسدی عن محمد بن

عبد الله بن الحسن انذانا قوم من اهل الكوفة فسألوه عن

ابی بکر و عمر قالتفت الی وقال انظر الی اهل بلادك یسألونی

عن ابی بکر و عمر انهما عندی افضل من علی۔

فضائل ابی بکر السدیقی ابوطالب العناری ص ۶ مطبوعہ مدرسہ دیکر سائل

” یعنی حبیب اسدی کہتا ہے کہ امام حسن کے پوتے محمد بن عبد اللہ بن حسن

کے ہاں کوفیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ یہ لوگ ابو بکر و عمر کے منعلق سوال

کرنے لگے تو محمد بن عبد اللہ موصوف نے میری طرف توجہ کی اور فرمانے لگے

کہ اپنے شہر والوں کی طرف دیکھیے؛ میں تو ابو بکر و عمر کو علی المرثی سے

بھی افضل نقین کرتا ہوں اور یہ مجھ سے ان دونوں کے مقام و مرتبت کے

فصل (۲)

علی المرتضیٰ کی اولاد کے بیانات کے سلسلہ میں سابقہ مندرجہ ایک روایت کو یہاں ہم دہرانا مناسب خیال کرتے ہیں وہ محمد بن حنفیہ کی روایت ہے۔
 پہلے چند کلمات محمد بن حنفیہ کی توثیق کے لیے درج کیے جاتے ہیں جو شیعہ علماء نے ذکر کیے ہیں۔

(۱) ابن عنبہ سید جمال الدین نے عمدة الطالب میں لکھا ہے کہ کان محمد بن حنفیہ
 احد رجال الدهر فی العلم والزهد والعبادة والسجاعة وهو
 افضل ولد علی بن ابی طالب بعد الحسن والحسین۔

رعمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب طبع اول کھنوص ۳۲۷

وص ۲۵۲ - طبع نجف اشرف عراق - الفصل الثالث،

”یعنی ابن حنفیہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم، زہد، عبادت، شجاعت

میں فائق تھے اور حضرت علیؑ کی اولاد میں حسنؑ و حسینؑ کے بعد انہی کا افضل

مقام تھا۔“

(۲) مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوشتری کی مجلس چہارم میں پہلے نمبر پر ابن حنفیہ کا تذکرہ
 کیا ہے، بڑی مدح و توثیق کی ہے۔ محمد بن حنفیہ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایات
 منقول پائی گئی ہیں۔

(۱)۔۔۔ قال (ابن الحنفیة) قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ

عليه وسلم قال ابو بكر قال قلت ثم من؟ قال عمر! وحثيت ان
يقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمين =

(۱) بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۱۸ - باب مناقب ابی بکر

(۲) البرد او د، جلد ثانی کتاب السنۃ - باب التفضیل، ج ۲، ص ۲۸۶ مجتبیٰ دہلی

(۲) عن منذر الثوری عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی یا ایت من خیر
الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قلت ثم
من؟ قال عمر! قلت ثم انت؟ قال انا رجل من المسلمين =

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد پنجم ص ۸، تذکرہ
ربیع بن ابی راشد -

(۳) عن محمد بن حنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قلت ثم من؟ قال ثم عمر!
ثم حثیت ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثم انت یا ایت
قال ما انا الا رجل من المسلمين =

(۴) کنز العمال بحوالہ خ - د - ابن ابی عاصم نخیش - حل -

جلد ۶ ص ۳۶۶ - طبع اول قدیم - دکن -

(۴) عن ابن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قلت ثم من؟ قال ثم عمر!
قلت ثم انت؟ قال انا رجل من المسلمین لی حسنات و سیئات
یفعل فیہا ما یشاء =

(۵) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۰ بحوالہ ابن بشران، طبع اول قدیم،

ن تمام مندرجہ روایات (جو ابن حنفیۃ سے نقل ہوئی ہیں) کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن حنفیۃ

کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؑ سے عرض کیا کہ سرورِ دو جہاں
 (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کون شخص بہترین امت ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا
 کہ وہ ابو بکرؓ ہیں! میں نے کہا ان کے بعد کون بہترین ہیں؟ فرمایا پھر عمرؓ
 سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمانؓ کو ذکر کریں، میں نے کہا کہ پھر آپ
 بہترین ہیں؟ تو علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان شخص
 ہوں! ہم میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ اللہ جس طرح چاہے گا ان میں
 معاملہ فرمائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ

اولادِ علیؑ کی یہ تصریحات ہیں جو متعدد محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ درج
 کی ہیں۔ سوال کرنے والے پسرانِ علیؑ ہیں، جو اب دینے والے خود علی المرتضیٰؑ ہیں۔ یہاں
 مزید تشریح کی گنجائش ہی نہیں۔

نیز یہ چیز بھی ضمناً معلوم ہو گئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دورِ مبارک میں تمام
 مسلمانوں کے اذہان اور قلوب میں یہ متعین و مقرر تھا کہ حضرت عثمان بن عفانؓ امت کے
 درمیان تیسرے درجہ کے آدمی ہیں۔ تب ہی تو محمد ابن حنفیہ اس چیز کا خدشہ محسوس کرتے
 ہوئے تیسرے سوال و جواب کو حذف کر کے خود حضرت علیؑ کا نام لے کر دریافت
 کرنے لگے اور اس خدشہ کو اپنے الفاظ میں ظاہر بھی کر دیا۔

فصل (۳)

اس مقام میں حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب و ابن عباس (عبداللہ) اور عبداللہ بن جعفر طیار کے متعلقہ واقعات ذکر کیے جائیں گے۔ مندرجہ معاملات میں ایک دوسرے کی قدر دانی باہمی احترام اور توقیر ایک سے دوسرے کے حق میں منقبت و فضیلت کا اعتراف واضح طور پر ثابت ہوتا ہے جو ہمارے اہم مقاصد میں سے ہے اور اس کتاب میں مطلوب و مرغوب ہے۔ اور رجماء بینہم کی تائید و تصدیق ہے۔

(۱) — عن ابن عباس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابو بکر عن یمینہ فابصر ابو بکر العباس بن عبدالمطلب یوماً مقبلاً فتخی لہ عن مکانہ ولم یرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما نحاک یا ابا بکر؟ فقال هذا عمک یا رسول اللہ فترید انک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی یرى ذالک فی وجهہ“

دکنز العمال، ج ۷، ص ۶۷، بحوالہ ابن عساکر طبع اول قدیم

(۲) — عن جعفر بن محمد عن ابيه عن جدہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابو بکر عن یمینہ و عمر عن یسارہ و عثمان بین یدیه و کان کاتب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاء العباس بن عبدالمطلب تنحی ابو بکر و جلس العباس

مکانہ“ دکنز العمال بحوالہ ابن عساکر، ج ۷، ص ۷۰، طبع اول قدیم

ان ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی اقدس، سرورِ دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تھے (تو عام طور پر) ابوبکرؓ دائیں جانب بیٹھا کرتے اور عمرؓ خطاب بائیں جانب بیٹھتے اور عثمانؓ بن عفان حضور علیہ السلام کے کاتب و نثی تھے۔ یہ سامنے بیٹھتے تھے۔ ایک روز حضرت عباسؓ عم رسول خدمت میں حاضر ہوئے تو ابوبکر صدیقؓ ان کو تشریف لاتے دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ نبی مقدس رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زانگاہ اور خیال نہیں فرمایا تھا، آپ نے ابوبکر کو فرمایا کیوں سمجھے ہو رہے ہیں؟ ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے عم محترم تشریف لاتے ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کر دی ہے۔ یہ چیز دیکھ کر نبی کریم صلعم سرور ہوئے حتیٰ کہ چہرہ انور پر آثار نمایاں دیکھے گئے۔“

(۳) ابن عباسؓ کی ایک روایت شیعہ علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے جس میں ابن عباسؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تعریف و مدح سرائی و منقبت بیان کی ہے وہ قابلِ شنید ہے۔ ہم یہاں اس کو ناظرین کے افادہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ پہلے عبداللہ بن عباسؓ کی توثیق جو شیعہ علماء نے لکھی ہے اس کا اجمال و اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی نے امالی میں ابن عباسؓ کا اپنا کلام باسند ذکر کیا ہے، دیکھتے ہیں کہ:

فعلم النبى صلى الله عليه وسلم من الله وعلم علي من النبى
وعلمى من علم علي“ (امالی شیخ طوسی، جلد اول ص ۱۱۱۔ طبع نجف عراق)

یعنی نبی کریمؐ کا علم خدائی جانب سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کے علم سے حاصل ہے اور میرا علم علی کے علم سے مانوڑ ہے۔“

(۲) اسی طرح مجالس المؤمنین مجلس سوم میں تانسی نور اللہ شوستری نے ابن عباس کے حق میں بڑی منقبت و نسبت ذکر کی ہے۔ اور حضرت عباسؓ عم رسولؐ بن عبدالمطلب کے

کے بعد ان کا یعنی ابن عباس کا طویل تذکرہ کیا ہے کہ عبد اللہ بن عباس از اعلم صحابہ پیغمبر و افضل اولاد عباس و مرید و تلمیذ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام بودہ و در رکاب آنحضرت ہمیشہ با مخالفان مجاہدہ نمودہ و علو درجہ او در علم تفسیر و فقہ و حدیث مشہور و مستغنی از ایراد تفصیل... الخ۔

(۳) اسی طرح تنقیح المقال عبد اللہ با مقانی میں بھی ان کی بڑی توثیق و تفصیل پائی گئی ہے اور تمبہی الآمال شیخ عباس القمی میں ابن عباس کی بڑی مدح سرائی موجود ہے محقق یہ کہ جانبین میں یہ شخص مسلم و معتبر ہیں۔

ان کی ایک روایت صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔ مؤرخ مسعودی شیعہ کا حوالہ دے کر واقعہ ذکر کیا ہے۔

”مسعودی در مروج الذهب می نوید کہ عبد اللہ بن عباس بر معاویہ درآمد و در مجلس او جماعتی از بزرگان قریش حاضر بودند۔ معاویہ رو با بن عباس کرد و گفت ہمی مسئلے چند از تو پرسش کنم و پاسخ بشتنوم فرمود از ہر چہ خواہی پرس گفت چہ میگوئی در ابو بکر قال (ابن عباس) فی ابی بکر رحم اللہ ابا بکر کان و اللہ للفقراء رجیماً و للقدآن تالیاً و عن المنکرنا هیاً و بدینہ عارفاً و من اللہ خالفاً و عن المنہیات زاجراً و بالمعروف آمراً و باللیل قائماً و بالنهار صائماً و فاق اصحابہ و رعاً و کفاناً و سار ہمز اهداً و عفاناً فغضب اللہ علی من ینقصہ و یطعن علیہ“

(۱) تاریخ المسعودی، ج ۲، ص ۶۰۔ طبع مصر، طبع رابع۔

(۲) ناسخ التواریخ، ج ۵، کتاب ص ۱۲۳-۱۲۴۔ از میرزا محمد تقی لسان الملک طبع ایرانی
”یعنی مسعودی شیعہ نے اپنی تاریخ مروج الذهب میں لکھا ہے کہ ایک

دفعہ ابن عباس معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ کی مجلس میں قریش کے بڑے بڑے
 بزرگ موجود تھے۔ امیر معاویہ نے ابن عباس کی طرف رخ کر کے کہا کہ میں آپ
 سے چند مسئلے دریافت کر کے جوابات سنا چاہتا ہوں۔ ابن عباس نے فرمایا
 کہ دریافت کیجئے! امیر معاویہ نے سوال کیا کہ آپ ابو بکرؓ کے حق میں کیا خیال
 رکھتے ہیں؟ ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر اپنی رحمت نازل فرماویں
 اللہ کی قسم وہ فقراء و مساکین کے حق میں بڑے شفیق تھے۔ قرآن مجید کی
 تلاوت کرنے والے تھے۔ بُرائی سے منع کرنے والے تھے۔ دین خداوندی
 سے خوب واقف تھے۔ اللہ سے خائف رہتے تھے۔ بُرے کاموں پر تنبیہ
 کرتے تھے۔ اچھائی کا حکم کرتے تھے۔ رات کو تہجد میں قائم رہتے، دن کو
 روزہ دار تھے۔ پرہیزگاری میں اپنے ساتھیوں سے فائق تھے۔ قلیل گذران گزار
 کرنیوالے تھے۔ زہد و پاکدامنی میں سبقت کرنے والے تھے۔ جو شخص ان کی
 تنقیس کرتا ہے اور ان پر طعن کرتا ہے اس پر اللہ ناراض ہے۔“

ناظرین کرام میں سے کسی بزرگ کو مسعودی صاحب مذکور کے تشبیح میں اشتباہ ہو
 اور اس کو رفع کرنے کا خیال بھی ہو تو رجال ماتقانی (شیخ المقال)، فاضل عبداللہ ماتقانی
 کی طرف رجوع کر لیں ان شاء اللہ خوب تسلی ہو جائے گی۔

فاضل ماتقانی نے مسعودی کا مذکورہ بڑا مفصل درج کیا ہے اور بعض لوگوں کو جو
 اس شخص کے عامی یعنی (سنی) ہونے کا شبہ ہوا ہے اس کے جوابات نہایت مدلل دیئے ہیں
 اور اس کا خالص شیعہ ہونا ثابت لیا ہے۔ تطویل بحث کے خوف سے ہم نے صرف اہل
 علم کے لیے اشارہ کر دینا کافی سمجھا ہے۔

(۴)۔ اب حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر کا بیان پیش خدمت ہے۔
 انہوں نے حضرت ابو بکر السدیقؓ کا مقام و منزلت بیان فرمایا ہے۔ مستدرک حاکم

اور استیعاب لابن عبدالبر میں یہ قول با سند درج ہے :-

..... یحییٰ بن سلیم عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن عبد اللہ بن
جعفر رضی اللہ عنہما قال ولینا ابوبکر فکان خیر خلیفۃ اللہ و
ارحمہ بنا و احناہ علینا۔ فذا حدیث صحیح

(۱) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۹۔

(۲) الاستیعاب مع اصحابہ جلد ثانی ص ۲۴۳

تذکرہ صدیق اکبرؓ۔

”یعنی یحییٰ بن سلیم جعفر صادق سے وہ محمد باقر سے وہ عبداللہ بن جعفر زبیر
سے ذکر کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ ہمارے والی اور حاکم ہوئے۔ پس وہ اللہ کے
بنائے ہوئے خلفاء میں سے بہترین خلیفہ تھے اور ہم پر سب سے زیادہ
شفقت کرنے والے اور مہربان تھے“

اہل علم کو معلوم ہے کہ مستدرک مذکور پر حفاظ ذہبی کی تلخیص مطبوع ہے۔ اس میں
اس روایت کے حق میں کہا ہے کہ ”صحیح“ یعنی یہ روایت درست ہے۔

فصل (۴)

فصل چہارم میں سیدنا زین العابدین (علی بن الحسین) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے بیانات ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت بیان کی گئی ہے۔ زوائد مسند احمد میں درج ہے کہ

(۱)

..... حدثنی ابو معمر عن ابی حازم قال جاء رجل الی اعلی بن الحسین (زین العابدین) فقال ما کان منزلة ابی بکر وعمر من ابنی صلی اللہ علیہ وسلم فقال منزلتهما الساعة“

(۱) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۸-۱۸۹۔ طبع مصر

(۲) الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی للشیخ احمد

عبدالرحمن البناء الساعاتی المصری، ج ۲۲۔ ص ۱۸۲

البواب مناقب الصحابة“

”یعنی ایک شخص زین العابدین کی خدمت میں آیا اور کہا کہ شیخین یعنی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں کیا مقام تھا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا نبی کے ہاں وہی منزلت و مقام تھا جو اس وقت ہے (یعنی اس عالم اور اس عالم میں ان کو نبی کا قرب اور نزدیکی حاصل ہے۔ پہلے جس طرح قرب حاصل تھا اب بھی اسی طرح نصیب ہے۔“

(۲)

ابوطالب عثاری نے اپنے فضائل میں مکمل سند کے ساتھ زین العابدین کا فرمان لکھا ہے کہ:

..... ثنا الفضل بن جبر الوراق نا یحییٰ بن کثیر عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال جاء رجل الی ابی یعنی علی بن الحسین قال اخیرنی عن ابی بکر قال عن الصدیق تسأل؟ قال رحمک اللہ وتسمیہ الصدیق؟ قال تکلتک امک قد سماء صدیقاً من هو خیر منی ومنک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمہاجرین والانصار فمن لم یرسمہ الصدیق فلا صدق اللہ قوله فی الدنیا والآخرۃ“

(فضائل ابی بکر الصدیق - ص ۹)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؑ کے والد امام زین العابدین علی بن الحسین کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ ابوبکرؓ کے متعلق بتائیے؟ زین العابدین نے فرمایا کہ تو الصدیق کے متعلق دریافت کرتا ہے؟ سن کر وہ کہنے لگا اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ابوبکرؓ کو صدیق کے لقب سے یاد کرتے ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، صدیق کا لقب تو انہیں اس ذات نے عطا فرمایا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار سب نے ان کو یہ لقب دیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ کو الصدیق کے نام سے نہ یاد کرے اللہ اس کے قول کو دونوں جہانوں میں سچا نہ کرے۔“

(۳)

اس کے بعد امام زید بن زین العابدین کا قول ناظرین کرام کے سامنے ہم پیش کرتے

ہیں۔ فاضل عشاری نے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

..... نا محمد بن کثیر عن ہاشم بن البرند عن زید بن علی قال قال
لی یا ہاشم! اعلم! واللہ ان البرأۃ من ابی بکر و عمر لبرأۃ من علی
فان شئت فتقدم وان شئت فتاخر!

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۹)

اور ریاض النضرۃ محب الطبری میں بھی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

..... عن زید بن علی قال البرأۃ من ابی بکر و عمر لبرأۃ من علی
فمن شاء فلیتقدم و من شاء فلیتأخر (ریاض النضرۃ، ج ۱ ص ۵)

بر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاشم راوی کہتا ہے کہ امام زید پسر
زین العابدین نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ہاشم تو یقین کر لے میں
اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابو بکر و عمر سے برأۃ اور تبری کرنا یعنی بیزاری
اختیار کرنا، یہ علی المرتضیٰ سے برأۃ و بیزاری کرنے کے مترادف و ہم معنی
ہے۔ اب تو چاہے جس سے برأۃ پہلے اختیار کر لے یا بعد میں کر لے (اس میں
کوئی فرق نہیں ہے) (حاصل یہ ہے کہ ان میں سے جس بزرگ سے بیزاری
کر دے گا وہ دوسرے سے خود بخود بیزاری کا اعلان ہوگا۔ کیونکہ وہ حضرت
آپس میں ہر لحاظ سے ہر طریقہ سے ہر طرح سے متحد و متفق تھے)۔

(۴)

سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم کے حق میں اب امام زید کے وہ اقوال
ہم یہاں درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں جو شیعہ علماء و شیعہ مؤرخین نے اپنی معتبر
تصانیف میں ثبت کیے ہیں۔ ان تمام چیزوں پر نظر کرنے سے منصف مزاج آدمی پر
واضح ہو جائے گا کہ زین العابدین اور اس کی اولاد شریف کے نزدیک صدیق و فاروق

کا کیا درجہ اور کیا مرتبہ ہے؟ ذیل کے حوالہ جات پر توجہ فرمادیں۔

— بادشاہ ایران چاہ قاجار کے وزیر اعظم مزناتقی لسان الملک نے اپنی عمدہ ترین

تصنیف نامح التواریخ میں لکھا ہے کہ:

... طائفہ از معارف کوفہ بازید سبیت کردہ بودند، در خدمت حضور یافتند

گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکر و عمر چه گوئی؟ فرمود در بارہ ایشان جز بخیر سخن

نکنم و از اہل خود نیز در حق ایشان جز سخن خیر شنیدہ ام ... بالجملہ زید

فرمود ایشان بر کسے ظلم و ستم نراندند و کتاب وسنت رسول کار کردند

(نامح التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰ - طبع ایران

از میرزا محمد تقی لسان الملک - طبع قدیم)

اور سید جمال الدین ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے عمدۃ الطالب فی النسب آل ابی

طالب میں بھی امام زید کا قول ذکر کیا ہے:-

وکان اصحاب زید لما خرج سألوه ما تقول فی ابی بکر و عمر؟ فقال

ما اقول فیہما الا الخیر وما سمعت من اہلی فیہما الا الخیر فقالوا

لست بصاحبنا ... وتفوقوا عنده فقال رفضونا القوم فسموا

الرافضۃ ... (عمدۃ الطالب ص ۲۵۶-۲۵۷ تحت اخبار زید شہید

طبع مطبع حیدریہ - نجف اشرف عراق)

ما حاصل یہ ہے کہ کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت جس نے امام

زید کے ساتھ سبیت کی ہوئی تھی، زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ

آپ پر رحم فرمائے ابو بکر و عمر کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے؟ زید بن زین

العابدین نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

اور میں نے اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان دونوں کے متعلق کلمہ خیر کے بغیر

کچھ نہیں سنا۔ مختصر یہ ہے کہ امام زید و مصوت نے فرمایا ابو بکرؓ
 عمرؓ دونوں نے کسی ایک شخص پر بھی ظلم و ستم جائز نہیں رکھا اور کتاب اللہ و
 سنت رسول پر کاربند رہے۔ (زاسخ التواریخ)

— دوسرے حوالہ کا مفہوم یہ ہے کہ امام زید نے جب (خلیفہ وقت)
 کے خلاف خروج کیا تھا اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا
 کہ ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ زید فرماتے لگے کہ میں ان دونوں
 کے حق میں کلمہ خیر ہی کہتا ہوں اور اپنے بزرگوں سے بھی میں نے بہتر اور خیر
 کلمہ ہی ان کے لیے سنا ہے۔ یہ جواب سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ ہمارے
 (امیر و صاحب) نہیں ہیں اور زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے۔ (اور ساتھ
 چھوڑ دیا)۔ امام زید نے کہا کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے ان کا نام فضہ
 (رافضی ہے)، یعنی جماعت کو چھوڑ دینے والے)۔

(مندرجہ حوالہ جات کے فوائد)

۱۔ امام زید بن العابدین نے حق گوئی و انصاف جوئی سے کام لیا اور حق سے سر مُو
 انحراف نہیں کیا۔

۲۔ نیز واضح ہو گیا کہ بنی ہاشم و آل ابی طالب کے تمام حضرات حضرت ابو بکرؓ و حضرت
 عمرؓ کے متعلق خوش عقیدہ تھے اور حسن ظنی رکھتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان قطعاً
 کوئی اختلاف نہ تھا۔ تب ہی تو امام زید اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے صفائی پیش
 کر رہے ہیں۔

۳۔ امام زید کی استقامت کا کمال ہے کہ اگرچہ پیر و کار اور مریدین الگ ہو گئے لیکن
 انصاف و حق پرستی سے مُمہ نہیں موڑا۔

۴۔ اور دوستوں کا نام جو رافضی مشہور ہو گیا ہے۔ یہ چوتھے امام زین العابدین کے

صاحبزادے امام زید کا عنایت فرمودہ لقب ہے۔ اس سے چین بچیں نہیں
ہونا چاہیے۔

فصل (۱۵)

امام زید و امام زین العابدین باپ بیٹے کے بیانات کے بعد زین العابدین کے دوسرے
لڑکے (امام محمد باقر) کے فرامین اور اقوال اور واقعات درج کیے جاتے ہیں جو حضرات
تشیخین کے تخی میں ان سے مروی ہیں۔ اُمید ہے ناظرین حضرات ان بزرگوں سے منقول شدہ
چیزوں کو خاص توجہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

فرمودات محمد باقر

(۱) حافظ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء تذکرہ محمد باقر میں ان کا فرمان نقل کیا ہے:-

..... عن محمد بن اسحاق عن ابی جعفر محمد بن علی قال من لم یعرف

فنزل ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما فقد جهل السنۃ

(۱) حلیۃ الاولیاء لابن نعیم، ج ۳ ص ۱۸۵۔ تذکرہ محمد باقر۔

(۲) ریاض النضرۃ، جلد اول ص ۵۷۔ الباب الخامس۔ بحوالہ

ابن السمان فی المواقف۔

”یعنی محمد باقر نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکر و عمرؓ کی فضیلت و مرتبہ کو نہیں پہچانتا

وہ سنت نبوی سے جاہل ہے۔“

(۲) قال محمد بن فضیل عن سالم بن ابی حفصۃ سالت ابا جعفر و ابنہ جعفر

بن محمد عن ابی بکر و عمر فقالا لی یا سالم تو لہما و ابرا من عدوہما فاہما

کانا امامی ہدی۔ وعنه قال ما درکت احدًا من اهل بیتي الا و
یتولاهما۔

- (۱) ریاض النضرۃ بحوالہ ابن السمان فی المواقف، ج ۳، ص ۵، طبع مصری۔ الباب الخامس
(۲) ہندیہ التہذیب للمحافظ ابن حجر عسقلانی جلد ہفتم ص ۵۱۔ تذکرہ محمد بن علی بن حسین۔
(۳) ازالہ الخفا عن خلافتہ الخلفاء شاہ ولی اللہ دہلوی جز ہد اول طبع قدیم بریلی ص ۱۰۸
(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۵۔ طبع مصر۔

”یعنی سالم نے کہا کہ میں نے محمد باقر اور ان کے صاحبزادے جعفر صادقؑ
سے ابو بکر و عمرؓ کے متعلق دریافت کیا تو دونوں نے جواب میں فرمایا کہ اے سالم!
ان دونوں حضرات کے ساتھ تو دوستی رکھنا اور ان کے مخالفین سے بیزار و
بری رہنا یقیناً یہ دونوں ہدایت کے امام تھے۔ نیز محمد باقرؑ سے یہ بھی مروی ہے
کہ فرمایا میں نے اہل بیت سے جس شخص کو پایا وہ ان دونوں کے ساتھ دوستی
ہی رکھتا تھا۔“

(۳)۔ طبقات ابن سعد تذکرہ محمد باقر میں باسند مذکور ہے :-

..... قال حدثنا زهير عن جابر قال قلت لمحمد بن علي
أكان منكم اهل البيت احد يسب ابا بكر وعمر قال لا فاحبهما و
اتولاهما واستغفر لهما۔“

(طبقات ابن سعد۔ تذکرہ محمد باقر، جلد خامس، ص ۲۳۶۔ طبع لندن یورپ)

”جابر نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا..... کیا تم اہل بیت میں کوئی
ایسا شخص ہے جو ابو بکر و عمرؓ کو سب و شتم کرتا ہو انہوں نے فرمایا کہ نہیں!
میں تو ان دونوں حضرات کو محبوب رکھتا ہوں اور میں ان سے دوستی اور موالات
رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں۔“

(۴) . . . عن عمرو بن شمر عن جابر قال قال لي محمد الباقر بن علي با جابر
 بلغني ان قوماً بالعراق يزعمون انهم يحبوننا ويتناولون ابا بكر
 عمر رضي الله عنهما ويزعمون اني امرتهم بذا لك فابلغهم اني الى
 الله منهم برئ والذي نفسي محمد بيده لو وليت لقربت الى الله
 تعالى بما اثم - لانا لنتي شفاعتة محمد ان لمر ان استغفر لهما و
 اترحم عليهما ان اعداء الله لغافلون عنهما :-

(۱) حلیۃ الاولیاء جلد ثالث ذکر محمد باقر، ج ۳ ص ۱۸۵ - طبع مصر

(۲) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحبت الطبری، ص ۵۸،

جلد اول - طبع مصر - الباب الخامس

”یعنی جابر کہتا ہے کہ مجھے محمد باقر نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات

معلوم ہوئی کہ عراق کے علاقہ میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت کے
 دعویدار ہیں اور ابو بکر و عمر دونوں کے حق میں کمی و پیشی کرتے ہیں یعنی
 سخت سست کہتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز
 کا تکم رکھا ہے پس ان لوگوں کو دیر سے جان بوجھ سے پہنچا دیجیے۔

اللہ گواہ ہے کہ میں اس قوم دشنام دینے والی اسے بری و پیرا رہوں۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر مجھے اس

قوم پر ولایت اور حکومت حاصل ہو تو میں ان کی خونریزی اور قتل کر کے

اللہ کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسول خدا کی شفاعت

ہی نصیب نہ ہو۔ اگر میں ابو بکر و عمر کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے

حق میں کلماتِ نرتحم نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں سے غافل ہیں۔“

(۵) . . . حدیثی شعبۃ الحیاط مولیٰ جابر الجعفی قال قال لی

ابو جعفر محمد بن علی لما ودعته ابلغ اهل الكوفة انی برئ من
تبراً من ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما وارضاهما ۛ

(۱) حلیۃ الاولیاء اصغریٰ جلد ثالث ص ۱۸۵ - تذکرہ محمد باقر

(۲) ریاض النضرہ لمحی الطبری، ج ۱ ص ۵۸ - الباب الخامس،

» یعنی شعبہ خیاط کہتا ہے کہ محمد باقر کو جس وقت میں سفر پر رخصت کرنے
کے لیے پہنچا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میری طرف سے اہل کوفہ کو پہنچا دو کہ جو
شخص ابو بکر و عمر سے بری ہو میں اس سے بری ہوں اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور ان کو
راضی رکھے ۛ

نکاح ام کلثوم سے استدلال اہلبیت

(۶) - اصم بن حوشب نا عبد الرحمن بن عبد ربیع قال سمعت

رجلاً یقول قدمت المدینة فایتت ابا جعفر محمد بن علی فجلست
الیہ فقلت اصلحک اللہ ما تقول فی ابی بکر و عمر رحمہ اللہ ابا بکر و
عمر قلت انہم یقولون انک تبراً منہما قال معاذ اللہ کذبوا ورت
الکعبۃ، اولست تعلم ان علی بن ابی طالب زوج ابنتہ ام کلثوم من
فاطمہ من عمرو بن الخطاب وھل تدری من ہی جدتسا خدیجۃ
سیدۃ نساء اهل الجنة و جدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم
النبتین و سید المرسلین و رسول رب العالمین و امہا فاطمہ سیدۃ
نساء العلمین و اخواھا الحسن و الحسین سید شباب اهل الجنة
و ابوھا علی بن ابی طالب ذو الشرف و المنقبۃ فی الاسلام فلولم یکن
لھا اھلاً عمر بن الخطاب ما زوجھا ایامہ ۛ

» خلاصہ یہ ہے عبد الرحمن ابن عبد ربیع کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے

سنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں مدینہ شریف میں امام باقرؑ کے ہاں جا کر بیٹھا اور ذکر کیا کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ اللہ ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان دونوں سے برأت و بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو فرمایا (اللہ کی پناہ، رب کعبہ کی قسم جس نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔ اے مخاطب تو جانتا نہیں کہ علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی ام کلثوم جو فاطمہؓ سے متولد تھی اس کی عمر بن الخطاب سے نکاح اور شادی کر دی تھی؟ ام کلثوم کی اماں سیدہ فاطمہؓ، نانی خدیجہ الکبریٰ، نانا سردار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) والد علی شیر خدا، بھائی حسین شریفین ہیں۔ تمام فضائل و مناقب کے مالک ہیں۔ اگر عمر بن الخطاب اس کام کے اہل اور لائق نہ ہوتے تو علی المرتضیٰ ام کلثوم کو نکاح کر کے نہ دیتے۔

فضائل ابی بکر الصدیق ص ۱۰ ابی طالب محمد بن علی العساری

مطبوعہ از جانب اصحاب المکتبۃ الدینیۃ السلفیۃ فی لبنان -

طبعہ الاولی ۱۳۵۵ھ - طبع فی مصر معہ رسائل اخری (۱۹۳۹ء)

تکید کا واقعہ

(۷) حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت الصدیق کے درمیان مودت اور اخلاص کا ایک واقعہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ واقعہ امام محمد باقرؑ سے کثیر النواہ نے نقل کیا ہے امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ:

ات بنی تیم و بنی عدی و بنی ہاشم کان غلً بینہم فی الجاہلیت
فلما اسلم هؤلاء القوم تحابوا (نزع اللہ نالک من قلوبہم) فاخذت
ابا بکر الخاصرۃ فجعل علی کمر اللہ وجہہ یسبحن یدہا بالنار فیکوی
بہا خاصرۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ -

۱۱) ریاض النضرۃ محب الطبری ج ۱ ص ۱۵۸ الباب الخامس بحوالہ ابن السمان فی المواقفۃ

(۲) درمنثور سیوطی، ج ۴ ص ۱۰۰ پارہ چہارم بحوالہ ابن ابی حاتم وابن عساکر تحت آیتہ۔

(۳) تفسیر روح المعانی، ج ۴ ص ۵۸۔ تحت الآیہ ونزعنا ما فی صدرہم۔

اس واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ ہر سہ قبائل بنی تیم، بنی عدی، بنی ہاشم کے درمیان جاہلیت کے دور میں کشیدگی و عداوت رہتی تھی۔ جب یہ قبائل اسلام لے آئے تو یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست اور شفیع بن گنمے۔ اللہ نے ان لوگوں کے سینوں کو کینوں سے صاف کر دیا۔ خنی کہ جب کبھی ابوبکر الصدیق کو کوکھ میں درد ہوتا یا پہلو میں درد ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ کوئی چیز گرم کر کے اپنے ہاتھوں سے ان کو نمید اور کور کرتے تھے۔ (فسحان اللہ علی کمال مودتہم)۔

مسائل شرعی میں استدلال کرنا

(۸) اس کے بعد امام باقرؑ کے چند واقعات ہم ایسے نقل کرنا چاہتے ہیں جن میں انہوں نے شرعی مسئلہ کے لیے سیدنا ابوبکر الصدیق اور سیدنا عمر فاروقؓ اور ان کی آل کے واقعات کو بطور استدلال پیش کیا اور حجت شرعی کے طور پر استعمال کیا۔ نیز یہ چیز دینی اعتماد و ملی عقیدت کا بھی اظہار کرتی ہے جس سے ان کے باہمی اخلاص اور خلوص کا ثبوت ملتا ہے۔ اور رشتہ مودت اور مضبوط ہونا نظر آتا ہے۔

دیکھ، وجوبِ غسل

ابو جعفر الطحاوی نے امام محمد باقرؑ کا بیان ذکر کیا ہے کہ

..... حماد بن زید عن الحجاج عن ابی جعفر محمد بن علی رضی اللہ

عنه ما قال اجتمع المهاجرون انه ما اوجب عليه الحد من الجلد و
الرجم اوجب الغسل ابو بكر وعمر وعثمان وعلي رضي الله عنهم

وشرح معانی الآثار لابن جعفر الطحاوی جلد اول ص ۳۶ -

باب الذی یجامع ولا ینزل - طبع دہلی

« حاصل یہ ہے امام محمد باقر نے غسل کے موبیات کے بیان میں استدلال
قائم کرتے ہوئے کہا ہے کہ مہاجرین ابو بکر و عمر بن الخطاب و عثمان بن عفان و علی
المرتضیٰ نے اس چیز پر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ جس وجہ سے ایک انسان کو رو
و سنگساری کی سزا کے قابل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس پر غسل واجب ہو
جاتا ہے (مراد یہ ہے کہ فرج میں دخول پائے جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے)

فائدہ

- (۱) اس مسئلہ کے اثبات میں اکابرین صحابہ خصوصاً خلفائے ثلاثہ کے قول و عمل سے
استدلال قائم کرنا اور حجت و دلیل بنانا ان حضرات کے باہمی دینی اعتماد و اعتبار کے لیے
بڑی قوی دلیل ہے اور ان کے ہم مذہب و ہم مسلک ہونے کا مستقل ثبوت ہے
- (۲) نیز اس ذکر کی ترتیب سے ترتیب خلافت کا اشارہ بھی دستیاب ہوتا ہے۔

دوم - مزارعت

اسی طرح امام بخاری نے اپنی صحیح میں تعلیقاً ایک مسئلہ محمد باقر کا ذکر کیا ہے عبارت

ذیل ہے۔

قال قیس بن مسلم عن ابی جعفر ربا قدم قال ما بالمدینة اهل
بیت ہجرة الا یزرعون علی الثلث والرابع وزارع علی وسعد بن مالک
وعبد اللہ بن مسعود وعمر بن عبد العزیز والقاسم بن محمد و

عروہ وال ابی بکر وال عمرو وال علی و ابن سیرین

راصحیح للبخاری تعلیقاً، ص ۳۱۳، نور محمدی دہلی

بلد اول ابواب الحرت والمزارعہ،

”قیس بن مسلم کہتا ہے کہ امام باقرؑ جو جعفرؑ کہتے ہیں کہ تمام اہل مدینہ
اپنی اپنی زمین کو ٹلٹ (تہائی) اور ربع (چوتھائی) پر دسے کر مزارعت کیا
کرتے تھے (مندرجہ ذیل لوگوں) نے اسی طرح مزارعت پر زمین دی ہوئی
تھی۔ علی المرتضیٰؑ سعد بن مالکؑ و عبد اللہ بن مسعود و عمرو بن عبد العزیز و القاسم
بن محمد و عروہ و آل ابی بکر و آل عمرو و آل علی و محمد ابن سیرین“

مطلب یہ ہے کہ ان حضرات آل سیدیق و آل عمرو و قاسم بن محمد و عروہ بن اسماء
دیہ دونوں ابوبکر السدیقؑ کے پوتے اور نواسے ہیں، کے عمل درآمد کے ساتھ مزارعت
کے جواز پر امام محمد باقرؑ نے استدلال قائم کیا۔ یہ تمام واقعہ ان حضرات کے باہمی حسن عقیدت
و حسن انداز اور ایک دوسرے پر دینی اعتماد کی شہادت دیتا ہے اور ان کے درمیان
مذہبی مخالفت و دینی مناشست اور دائمی عداوت وغیرہ کے واقعات کی سخت تکذیب
اور تردید کرتا ہے۔ ناظرین کرام حق و انصاف کی تلاش کی خاطر ان حالات پر غور و فکر
کریں۔

سوم۔ ریش کو رنگ کرنا

طبقات ابن سعدؑ ذکرہ ابوبکر السدیق رضی اللہ عنہ میں امام باقرؑ کا واقعہ نقل کیا ہے

اس میں مسئلہ خضاب ریش ذکر ہے۔ عبارت ذیل میں ملاحظہ فرمائیے:

”قال زہیر قال حدثنا عروہ بن عبد اللہ بن قشیر قال لقیْتُ

ابا جعفر و قد قصعت لِحیَّتِی فقال مالک عن الخضاب قال قلت

اكرهه في هذا البلد قال فاصبغ بالوسمة فاني كنت اخضب بها . . .
 . . . ثم قال ان اناسا من حمتي قد اثمكم بزعمون ان خضاب اللحي
 حرام وانهم سألوا محمد بن ابى بكر والقياسم بن محمد قال الزهير
 الشنك من غيرى عن خضاب ابى بكر فقال كان يخضب بالحناء و
 الكتم فهذا الصديق قد خضب قال قلت الصديق قال نعم ورب هذه
 القبلة والكعبة انه الصديق

(طبقات ابن سعد ذکرہ ابی بکر جلد ۳، ص ۵۰۔ قسم اول طبع لندن پورٹ)

”حاصل یہ ہے کہ عروہ بن عبداللہ کہتا ہے کہ امام باقرؑ سے میں ملا میری
 ریش سفید ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنی ریش کو رنگ کیوں نہیں کر لیا؟
 میں نے کہا کہ اس شہر میں ڈاڑھی کو رنگدار کرنا ناپسند جانتے ہیں تو فرمانے لگے
 کہ دسمہ کے ساتھ ریش کو رنگ کر لے میں بھی دسمہ سے رنگ کیا کرتا ہوں۔
 . . . پھر فرمایا کہ تمہارے قاریوں میں جو ناواقف لوگ ہیں وہ
 کہتے ہیں کہ ریش کو رنگ کرنا حرام ہے۔ اور ان لوگوں نے محمد بن ابی بکر یا قاسم
 بن محمد سے ابو بکر الصدیق کے خضاب کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں
 نے کہا کہ ابو بکر الصدیق حناء (مہندی) اور کتم (کلف) کے ساتھ ڈاڑھی رنگدار
 کرتے تھے۔ میں نے محمد باقرؑ کو کہا کہ آپ ان کو الصدیق کہتے ہیں؟ انہوں نے
 کہا کہ ہاں مجھے رب کعبہ و قبلہ کی قسم وہ یقیناً صدیق ہیں!

مطلب یہ ہے ایک تو خضاب ریش کے مسئلہ میں صدیق اکبر کے عمل کے ساتھ
 استدلال کیا۔ دوسرا یہ کہ ابو بکرؓ کے لقب صدیق کو حلف اٹھا کر ثابت کیا کہ وہ
 بلاشبہ صدیق ہیں۔

چہارم :- تلوار کو زیور لگانا

علیہ الاولیاء ابو نعیم اسفہانی اور کشف الغمہ علی بن عیسیٰ اربلی دونوں کتابوں میں امام محمد باقر کا یہ واقعہ درج ہے :-

..... یونس بن بکیر عن ابی عبد اللہ الجعفی عن عروۃ بن عبد اللہ

قال سألت ابا جعفر محمد بن علی عن حلیۃ السیف ؛ فقال لا بأس

بہ قد حلّی ابو بکر الصّدیق سیفہ قال قلت و تقول الصّدیق قال

فوثب وثبّہ و استقبل القبلة ثم قال نعم الصّدیق ، فمن لم

یقلدہ الصّدیق فلا صدق اللہ لہ قولاً فی الدنیا و الآخرة :-

(۱) علیہ الاولیاء لابی نعیم اسفہانی جلد ثالث ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقر

طبع مصر۔

اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ عروہ مذکور کہتا ہے کہ میں نے محمد باقر سے تلوار

کے زیور کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابو بکر الصّدیق اپنی

تلوار کو زیور سے آراستہ کیے ہوئے تھے۔ عروہ کہتا ہے کہ میں نے امام باقر کو

کہا کہ آپ بھی ابو بکر کو الصّدیق (کے لفظ) سے یاد کرتے ہیں؟ تو محمد باقر

برجستہ کھڑے ہو گئے، رو قبیلہ ہو کر فرمانے لگے ہاں وہ صّدیق ہیں جو ان کو

صّدیق کے لقب سے یاد نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا و آخرت

میں سچا نہ کرے :-

گزارش ہے کہ روایت اپنے مفہوم میں واضح تر ہے کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

(۱) ایک تو مسئلہ زیور میں امام باقر نے صّدیق اکبر کے فعل سے استدلال قائم کیا۔

(۲) دوسرا صّدیق کے لقب شریف کی بڑی تاکید و اہمیت بیان کی ہے۔ بلکہ جو اس

مبارک لقب سے نپکارے اس کے حق میں وعید شدید کی (سبحان اللہ) ناظرین کرام
بار بار غور فرماویں کہ حضرت علیؑ کی اولاد نے ان مسائل کو کس طرح سنا دیا ہے غبار
کر کے پیش کیا ہے۔

دوسری عرض ہے کہ (صلیۃ السیف) کی روایت صرف اہل سنت علماء و سنتی نقشب
میں ہی نہیں پائی گئی بلکہ یہ شیعوہ کی مناقب کی مشہور و معروف کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ
الائمۃ (از علی بن عیسیٰ الاربلی) ج ۲ ص ۳۶۰ (مطبوعہ بیدایرانی مع ترجمہ فارسی المناقب) پر
موجود ہے اور اس مقام میں کشف الغمہ کے الفاظ نعم السیدین، نعم السیدین، نعم السیدین
تین بار امام باقرؑ نے تکرار کر کے فرماتے ہیں۔ اور اس روایت پر کسی قسم کا کوئی نقد و جرح
وغیرہ نہیں کی اور نہ ہی رد کیا ہے۔ پس یہ اس بات کی علامت ہے کہ شیعوہ علماء کے پاس
یہ روایت درست ہے۔

البتہ قاضی نور اللہ شوتری نے اتفاق الحق میں پہلے نمبر پر چلتیہ السیف والی روایت
کا کتاب کشف الغمہ میں منقول ہونے کا انکار کیا ہے کہ یہ روایت کشف الغمہ میں
نہیں ہے، خیر یہ چیز تو کذب صریح اور دروغ بے فروغ ہے اس لیے کہ کشف الغمہ کے
متعدد ایڈیشنوں میں خود سیدہ نے بھی دیکھی ہے اور جو اس وقت کشف الغمہ مع ترجمہ
فارسی تازہ مطبوعہ ایرانی ہمارے سامنے ہے اس میں بھی ج ۲ ص ۳۶۰ پر موجود ہے۔ ہر
شخص کتاب ہذا اٹھا کر دیکھ سکتا ہے۔ بہر حال یہ بات قاضی نور اللہ کی سو فیصد غلط تھی۔
اور دوسرے نمبر پر قاضی نور اللہ نے اس روایت کا وہ جواب دیا ہے جو ہر سوال
کے جواب میں تریاق مجرب ہے یعنی تقیہ شریفیہ۔

مطلب یہ ہے کہ امام پاک نے مجبور و مقہور و مغلوب ہو کر یہ کلام لوگوں کے سامنے

کر ڈالی۔

(إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

ایک خیانت

استدلالِ مسائل کے انتقام پر شیعہ علماء مترجمین کی کارکردگی آپ کے علم میں لانا مناسب ہے۔ وہ اس طرح ہے۔ کشف الغمہ مذکور کا تازہ ترجمہ فارسی میں ایران سے کتاب ہذا کے ساتھ شائع ہو کر آیا ہے۔ اس ترجمہ فارسی میں ان روایات (مثلاً حلیۃ السیف ولدنی ابو کبیر مرتین وغیرہ) کا ترجمہ نہیں دیا بلکہ ان کا ترجمہ ترک کر دیا ہے تاکہ جو لوگ عربی دان نہیں ہیں وہ ان خاص خاص چیزوں پر مطلع ہی نہ ہو سکیں۔ یہ ہے مذہب کے لیے دیانت داری اور امانت داری۔ اہل علم کی توجہ کے لیے یہ عرض کر دیا گیا۔

فضیلت کا اقرار

(۹) مسائل میں استدالات کے بعد اب امام باقر کا وہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ جو احتجاج طبرسی میں فاضل طبرسی شیعہ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب نے نقل کیا ہے۔ محمد باقر فرماتے ہیں کہ:

”لست بمنکر فضل ابی بکر و لست بمنکر فضل عمر و لکن ابابکر

افضل من عمر“

(احتجاج الطبرسی ص ۲۳ تحت احتجاج ابی جعفر بن علی الثانی

فی انواع الشی من علوم الدینیہ۔ طبع مشہد عراق)

”یعنی مجھے ابو کبیر کی فضیلت سے انکار نہیں ہے اور نہ مجھے عمر بن الخطاب

کی فضیلت سے انکار ہے، لیکن ابو کبیر عمر سے افضل ہیں“

مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں بزرگوں کی فضیلت و منقبت کے مقرر اور تسلیم کرنے

والے ہیں۔ کسی ایک کی قدر و منزلت سے انکار نہیں لیکن ان میں اپنی جگہ فرق مراتب ہے

اس طرح کہ صدیق اکبر عمر فاروق سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ یہ وہ روایت ہے جو

شیعہ کے معتبر علماء نے اپنی معتبر تصنیف میں درج کی ہے۔ گویا جو فضائل و مناقب کی

روایات ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے نقل کی ہیں۔ اس روایت نے ان سب کی تائید و تصدیق کر دی ہے کہ آل نبی و اولاد علیؑ کے یہ بیانات شیخین کے حق میں بالکل درست ہیں ان اکابر میں باہمی مؤدۃ و محبت ہر مقام پر موجود ہے۔ کسی قسم کی عداوت و دشمنی حقوق کا ضیاع وغیرہ ان میں ہرگز نہیں پایا گیا۔

یہاں پر امام محمد باقرؑ کے اقوال و بیانات ہم ختم کرتے ہیں۔ محمد باقرؑ کی ایک روایت یا ان کا ایک بیان وہ بھی قابل ملاحظہ ہے جو ہم نے قبل ازیں رمالی حقوق کے بیان میں، علامہ نور الدین سمہودی سنی اور ابن ابی الحدید شعیبی کے الفاظ میں سابقاً ذکر کر دیا تھا۔ اس کو دوبارہ دیکھ لیں۔ اس طریقہ سے امام باقرؑ کے جمیع بیانات پر ایک نظر یک جا ہو سکے گی۔

فرموداتِ امام جعفر صادقؑ

امام محمد باقرؑ کی مرویات کے بعد اب ان کے صاحبزادے جعفر صادقؑ سے منقول روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں سیدنا ابو بکر الصدیقؑ خلیفہ اولیٰ کے متعلق عقیدت و فضیلت کا اظہار مختلف طرق سے پایا جاتا ہے۔ بیشتر چیزیں صدیقی اکبر کے لیے مخصوص منقول ہیں۔ بعض چیزیں ابو بکر الصدیقؑ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں کے حق میں مشترک منقول ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اشیاء رجماء بینہم کے حصہ فاروقی میں درج ہونگی۔

(۱) ابوطالب عثاری نے اپنے فضائل میں جعفر صادقؑ کی باسند روایت ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں :-

..... ثنا عقبہ بن مکرم ثنا ابن عیینہ ثنا جعفر بن محمد عن ابیہ
قال کان ال ابی بکر الصدیق یدعون علی عهد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ال محمد

فضائل ابی بکر الصدیق ص ۸ لابی طالب العثاری

سیدنا جعفر صادقؑ محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ابو بکر الصدیق کی آل کو آل محمد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۲)۔ حفص بن غیاث انه سمعه يقول (جعفر الصادق) ما ارجو من شفاعته علي شيئاً الا وانا ارجو من شفاعته ابى بكر مثله لقد ولدني مرتين - توفى سنة ۴۸ھ

(۱) تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد اول تذکرہ جعفر صادق۔

ج ۱ ص ۱۵۷ - طبع حیدرآباد دکن

(۲) تہذیب التہذیب جلد ثانی ص ۱۰۴ - ذکر جعفر صادق لابن حجر۔

”یعنی حفص بن غیاث نے امام جعفر صادقؑ سے سنا کہ فرماتے تھے جبنا قدر میں اپنے دادا علی المرتضیٰؑ سے شفاعت کی توقع رکھتا ہوں ٹھیک اتنا قدر ہی مجھے ابو بکر الصدیقؑ سے سفارش اور شفاعت کی امید ہے۔ تحقیق ابو بکرؑ نے مجھے دو بار جنا اور جعفر صادق کی وفات ۴۸ھ میں ہوئی۔“

کلمہ ولدنی ابو بکر مرتین کی تشریح و توضیح عنقریب انساب کی فصل میں آرہی ہے۔ ذرا انتظار فرماویں۔ رشتہ داریوں کی تفصیلات کے لیے مستقل فصل مرتب کرنا زیر تجویز ہے۔ اس فصل کے بعد متصلاً وہ فصل شروع ہو رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

(۳)۔ قال علی بن الجعد عن زہیر بن معاویۃ قال ابی جعفر بن محمد

اتالی جاراً یزعم انک تبوا من ابی بکر و عمر فقال جعفر برئ اللہ من

جارک واللہ انی لارجو ان ینفعنی اللہ بقرباتی من ابی بکر۔“

”حاصل یہ ہے کہ زہیر اپنے باپ سے ذکر کرتا ہے کہ اس نے جعفر صادقؑ

کو کہا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے وہ کہتا ہے کہ آپ ابو بکرؑ و عمرؑ دونوں سے اظہار

برأتہ کیا کرتے ہیں تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تیرے ہمسایہ اور پڑوسی سے

اللہ بری ہو اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے جو ہم کو ابو بکرؓ کے ساتھ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں (قیامت میں) نفع دے گا۔

(تہذیب التہذیب، ج ۲ ص ۱۰۴ - تذکرہ جعفر صادق بن محمد باقر)

(۴) - عن جعفر وقد سئل عن ابی بکر و عمر فقال اتبرا من تبراً منہما فقیل لہ لعلک تقول ہذا نقیۃ فقال اذا انا برت من الاسلام و لانا لنتی شفاعۃ محمد سلی اللہ علیہ وسلم و عنہ قال ما ارجو من شفاعۃ علی الا وانا ارجو من شفاعۃ ابی بکر مقلدہ -
و عنہ اند قال اللہ بری من بری من ابی بکر و عمر - و عنہ قد قیل لہ ان فلانا یزعم انک تبراً من ابی بکر و عمر؟ فقال جعفر اللہ بری منہ انی لا ارجو ان ینفعنی اللہ بقرابتی من ابی بکر -

(الریاض النضرۃ باب ذکر ما روی عن جعفر بن محمد

ج ۱ ص ۵۹ - بحوالہ ابن السمان فی المواقف)

”بر چہار روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق سے شیخین کے متعلق سوال کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ جو شخص ان دونوں سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہے میں ایسے شخص سے بالکل بری ہوں، کسی نے کہا کہ آپ شاید یہ کلمات بطور تقیہ کے فرما رہے ہوں تو فرمایا اگر میں یہ کلام تقیہ کے طور پر کروں تو میں اسلام سے بری ہوں اور مجھے شفاعت پیغمبر ہی نصیب نہ ہو۔“

اور امام سے یہ بھی مروی ہے، فرمایا کہ جتنا قدر مجھے علی المرتضیٰ سے سفارش

کی امید ہے اتنا قدر ہی مجھے ابو بکرؓ سے بھی شفاعت کی توقع ہے۔ اور فرمایا کہ

جو شخص ابو بکرؓ و عمرؓ سے بری و بیزار ہو اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوں۔ کسی شخص

نے امام کو کہہ دیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ آپ ابو بکرؓ و عمرؓ سے تبری و بیزاری

کرتے ہیں۔ امام جعفر نے فرمایا کہ جو ایسا کہتا ہے اللہ اس سے بری ہوں مجھے
ان کی قرابت داری کی وجہ سے انتفاع اور نفع کی امید ہے۔“

(اور اس خاندان کی صدیقی خاندان کے ساتھ رشتہ داری کی وضاحت عنقریب آ رہی
ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ)۔

(۵)۔ ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب ”معرفة علوم حدیث“ کے نوع سابع عشر میں
فضیلت صدیقی کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں امام جعفر کا قول وہاں درج ہے لکھتے
ہیں کہ :-

— ومن اولاد البنات جعفر بن محمد الصادق وكان يقول ابو بكر
جدى افيست الرجل جده لا قدمنى الله ان لعرا قدمه“

(معرفة علوم حدیث للحاکم نیشاپوری متوفی ۳۰۵ھ)

ص ۵۱ (نوع سابع عشر، حیدر آباد دکن)

”اس کا حاصل یہ ہے کہ امام صادق فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر تو میرے

جد ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو دشنام دے سکتا ہے؟ اگر میں ان

کو مقدم نہ سمجھوں تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی (کسی مقام پر) مقدم نہ کرے۔“

امام کا یہ مذکور قول ”حق الحق“ میں قاضی نور اللہ شوتتری مرعشی نے نقل کرنے کے بعد

۱۔ قولہ حق الحق الخ ناظرین کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ پہلے شیعوں کے فاضل ابن مطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ نے ایک کتاب

”کشف الحق منج الصدق تحریر کی تھی کشف الحق کا جواب علامہ فضل اللہ بن روزبہان بن فضل اللہ شیرازی اصفہانی نے ۹۰۹ھ

میں لکھا۔ یہ بزرگ شافعی المسک سنی تھے اس تصنیف کا نام ”ابطال منج الباطل“ ہے پھر ابطال منج الباطل کا رد قاضی

نور اللہ شوتتری مرعشی شیعہ (متوفی ۱۱۹۹ھ) در عہد جہانگیری نے ”حق الحق“ کے نام سے لکھا ہے اور حق الحق شوتتری

کی سات جلدوں میں مکتبہ اسلامیہ تہران کی طرف سے تازہ شائع ہو کر آئی ہے۔ اسید ثہاب الدین نجفی کی تعلیقات سے مرصع

ہے۔ اس سے قبل مصر وغیرہ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ (منہ)

اس کی تردید کی بڑی کوشش کی ہے۔ آخر الحیل وہ ہے، پُرانا حربہ استعمال فرمایا ہے لکھتا ہے کہ کسی شخص نے امام پرستِ ابی بکر کا الزام لگایا تو امام دفعِ تہمت کے طور پر اس سے ادنیٰ اور کم درجہ کی کلام کس طرح کر سکتے تھے؟

(سوق الحدیث صریح فی صدورہ علی وجہ التقیہ الخ (۱) احقاق الحق

جلد اول ص ۷، طبع مصر (۲) احقاق الحق ص ۱۵ - طبع تہران)

سیاق کلام تصریح کر رہی ہے کہ یہ کلام تقیہ کی بنا پر امام نے کی ہے۔

ناظرین کرام خود انصاف فرمائیں۔ امام صاحب کا فرمان صاف صاف بتلا رہا ہے کہ آباؤ اجداد کو گالی کوئی نہیں دیتا۔ وہ (یعنی ابو بکر، تو میرے جدِ امجد ہیں ان کو کیسے سب کر سکتا ہوں؟ یہ مجھ سے بڑگ فرما رہے ہیں کہ امام نے تقیہ کر کے کہا ہے۔

اگر یہ تقیہ مبارکہ اس طرح عام ہے تو ان کی رشتہ داری (یعنی ابو بکر الصدیق کا جعفر صادق کے لیے دوہرا مانا ہونا جیسا کہ عنقریب مفصل ذکر آتا ہے) بھی تقیہ کی وجہ سے ہو گئی تھی؟ جو رشتے دیئے وہ بھی؟ جو رشتے لیے وہ بھی سب کے سب تقیہ ہوتے؟ کون مسلمان یہ تسلیم کر سکتا ہے؟ یہ رشتوں کا لینا دینا اوپر اوپر سے ہوتا رہا، خفیستہ نہیں ہوا؟

ایک اور روایت

(۶) - احقاق الحق میں قاضی نور اللہ نے امام جعفر صادقؑ سے ایک اور روایت نقل کی ہے

اس میں بھی امام موسیٰ نے سیدنا ابو بکر الصدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کی توصیف و تعریف اور منقبت کمال درجہ کی ذکر کی ہے۔ ناظرین کے لیے درج کی جاتی ہے:-

... انہ سال رجل من المخالفین عن الامام الصادق علیہ السلام

فقال یأین رسول الله ما تقول فی حق ابی بکر و عمر فقال علیہ السلام

امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق، و ما تا علیہ ف علیہما رحمة

الله یوم القیامة - (۱) احقاق الحق، قاضی نور اللہ طبع مصری ج ۱ قدیم ص ۱۶

(۲) احقاق الحق مع تعلیقات نجفی، طبع تہرانی، ج ۱ ص ۷۰، سن طباعت ۱۳۷۶ھ

۵ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفین (یعنی اہل الشنتہ و الجماقہ) میں سے ایک

شخص نے جعفر صادقؑ سے ابو بکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو امام موصوف نے

جواباً فرمایا کہ ابو بکرؓ و عمرؓ دونوں (تمام اہل اسلام) کے امام تھے۔ دونوں عدل

کرنے والے اور انصاف کرنے والے تھے۔ دونوں حق پر قائم رہے اور حق

پر ہی ان کا خاتمہ ہوا۔ پس ان پر اللہ تعالیٰ قیامت میں رحمت نازل فرمائے

ناظرین کے سامنے اصل روایت کی عبارت اور ترجمہ پیش کر دیا گیا۔ امام کی عبارت

شیخین کی بہت بڑی فضیلت و منقبت صاف صاف بیان کر رہی ہے۔ کوئی مغلط

عبارت و سچیدہ کلام نہیں جس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پیش آئے۔ لیکن شیعہ علماء کو

خدا خیر سمجھاٹے۔ اس عبارت مذکورہ کی ایسی توجہیں کر ڈالی ہیں جن کو سن کر خدا کے فرشتے

بھی حیران ہوں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۵

۵ تاویل بڑھ کے اقرب بلکفر ہو گئی

کچھ بھی نہیں ہے شیخ تیرے علم و فن کے دور

اس عبارت کو توڑ مروڑ کر جو تاویلیں انہوں نے کی ہیں وہ اہل علم رجوع فرما کر خود

ملاحظہ کر لیں۔

اصل ان کا جواب لفظیہ بلقیہ ہے۔ باقی جوابات تو مضحکہ خیز اور مسخرہ پن سے زیادہ

وقع نہیں رکھتے۔ اور لفظیہ میں ان کے سب درووں کی دوا ہے اور ان کی سب

بیماریوں کی شفا ہے۔ اگرچہ لفظیہ کی وجہ سے ائمہ کرام کی پوزیشن نہایت واغدار ہو کر رہ

جاتی ہے۔ اس بات کی ان دوستوں کو کوئی پروا نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو ہدایت

نصیب فرمائے۔

شیعہ روایت

(۷) — فروع کافی جلد دوم کتاب المعیشتہ میں امام جعفر نے ابوبکر الصدیق، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی توصیف میں یہ کلام کیا ہے کہ
 «مَنْ آزَهْدٌ مِنْ هَؤُلَاءِ وَقَدْ قَالَ فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَا قَالَ»

(فروع کافی جلد دوم کتاب ص ص ۱۶۱، المعیشتہ طبع کھنؤ)
 «یعنی ان تینوں بزرگوں سے (امت میں سے) کون زیادہ زاہد اور تبارک الدنیا ہے؟ اور حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں جو فرمان دیا ہے وہ اپنی جگہ ہے»
 معلوم ہوا کہ ترک دنیا اور زہد کے مقام پر ابوبکر الصدیق کا اول نمبر ہے اور یہ ان کی فضیلت ائمہ کے ذریعہ امت کو معلوم ہوتی۔

شیعہ روایت

(۸) ذیل میں جعفر صادق کی وہ روایت درج ہے جو سید مرتضیٰ علم الہدی شیعہ متون فی ۲۰۶ ص ۱۰۰ نے کتاب الشافی میں کتاب المغنی سے ذکر کی ہے :-

— والمروزی عن جعفر بن محمد أنه كان يتولاها وياتي القبر فيلتم عليهما مع تسليمه على رسول الله صلى الله عليه وسلم -
 روى ذلك عباد بن صهيب وشعبة بن الحجاج ومهدي بن هلال والدارودي وغيرهم -

(۱) کتاب الشافی ص ۲۳۸ طبع قدیم بمعہ تلخیص ...

(۲) شرح پنج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعہ، جزء سادس ستر

الفصل الثالث، ص ۳۰۶ - طبع قدیم ایرانی - وشرح

پنج البلاغہ حدیدی طبع بیروتی ج ۴ ص ۱۴۰، جلد رابع الفصل الثالث بحث مذکور

”یعنی جعفر صادقؑ ابو بکر و عمرؓ دونوں کے ساتھ دوستی اور مودت رکھتے تھے اور جس وقت حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر سلام و تسلیت عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو ابو بکر و عمرؓ کی قبور پر بھی سلام کہتے تھے۔ اس چیز کو عباد بن صہیب، شعبہ بن حجاج، مہدی بن ہلال داروردی وغیرہ وغیرہ لوگوں نے روایت کیا۔“

ناظرین کرام کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ تقیہ کے سوا روایت ہذا کا بھی کوئی مقبول جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الجیل ان کے پاس تقیہ ہے۔

(۹)۔ امام جعفر صادقؑ کے بیانات کے بعد آخر میں امام موسیٰ رضاؑ کی ایک روایت نقل کرنا مناسب خیال کیا ہے جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کرام سے مرفوعاً نقل کی ہے حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

..... عن الحسن بن علی قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله
ان ابا بكر مني بمنزلة السمع وان عمر مني بمنزلة البصر وان عثمان
مني بمنزلة الفؤاد۔“

(۱) کتاب معانی الاخبار لابن بابويه القمي، ص ۱۱۰، طبع ایرانی

قدیم طبع۔ الشيخ الصدوق متوفی ۳۸۱ھ

(۲) تفسیر حسن عسکری تحت آیت اَوَكَلَّمَا عَاهَدُوْا عَهْدًا بَيْنَهُمْ

فَدَيُّنَ الْخِطَابَةَ اَوَّل۔

”مطلب یہ ہے کہ امام حسنؑ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابو بکرؓ میرے ہاں بمنزلہ کان کے ہیں اور عمرؓ میرے نزدیک بمنزلہ آنکھ کے ہیں اور عثمانؓ میرے ہاں بمنزلہ دل کے ہیں۔“

ان حضرات کی توقیر و تعظیم و فضیلت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ائمہ کے

ذریعہ منقول ہے اور معتبر روایات کی وساطت سے مذکور ہے۔ اس کے بعد اب مزید کوئی شہادت
کی کمی ہے جس کو نقل کیا جائے؟

ائمہ کے فرمودات اور بیانات کے بعد اب ہمارا ارادہ ہے کہ ان ہر دو ناندانوں کے
درمیان جو تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم ہیں ان کو بھی مسلمانوں کے سامنے یکجا کر کے پیش
کر دیا جائے۔ اہل علم تو پہلے سے ہی ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اب ذرا عوام کو بھی تفصیلاً
کرا دی جائے تاکہ ہر ایک کی معلومات میں اضافہ ہو سکے اور مزید غور و خوض کا موقعہ بھی ملے
ہو جائے۔

فصل (۶)

فصل ششم میں ان دونوں خاندانوں ربی ہاشم، آل ابی طالب اور قبیلہ صدیق اکبر کے روابط رشتہ داری کی صورت میں جو تاریخ اسلامی میں پلے جاتے ہیں وہ ذکر کرنے کا قصد ہے۔ ان کی رشتہ داری کے تعلقات معلوم کر لینے سے ان شبہات کا خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے جو لوگوں نے بے اسل اور غیر صحیح روایات کے ذریعہ عوام تک پہنچا دیئے ہیں۔ ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ جب رابطہ نسبی قائم ہو جاتا ہے تو وہ افراد باہمی قریب تر ہونے کی وجہ سے بہ نسبت دوسرے افراد اور دیگر لوگوں کے اپنے خانوادہ کے حالات اور واقعات سے نہایت اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ لہذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات کی بہتری اور روابط کی درستگی پر خاندانی قرابت کی وساطت سے خوب ضوابط انسانی ہوگی اور بہترین روشنی پڑے گی۔

طبقات و تراجم اور رجال و انساب کی کتابوں سے مندرجہ ذیل رشتے دستیاب ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں :-

اول

سب سے اول حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کا تعلق زوجیت تحریر کیا جاتا ہے۔ احترام و اکرام اور تبرک دونوں حیثیات سے اس رشتہ کو بہ نسبت دوسروں کے مقدم لانا لازم ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیق بن ابی قحافہ نے اپنی صاحبزادی عائشہ محترمہ (جن کی ماں کا نام

اُمّ رومان ہے) کا نکاح حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ یہ نکاح مکہ میں کر دیا گیا اور اس کی رخصتی مدینہ طیبہ میں ہوئی تھی۔

اس مبارک نکاح اور مبارک رشتہ کے لیے کسی حوالہ کتابی پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ رشتہ تمام مسلمانوں کے نزدیک مستم اور صحیح ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ فریقین اہل السنۃ والجماعۃ و اہل تشیع حضرات کی کتابوں میں اس نکاح کے متعلق کوئی اختلاف کوئی نزاع موجود نہیں۔ سب درست تسلیم کرتے ہیں۔

اس رشتہ کی وجہ سے سردارِ انبیاء ابو بکر الصدیق کے داماد ہوئے اور ابو بکر الصدیق حضور سرورِ کائنات کے سسرال ہوئے۔ اور عائشہ صدیقہ ام المؤمنین ہوئیں۔ اور جہاں تمام اُمتِ مسلمہ کی ماں ہیں وہاں حضرت علیؑ کی اور حضرت فاطمہؑ اور دیگر دخترانِ رسولؐ کی بھی قابلِ صدا احترام ماں ہیں۔ قرآن مجید اس مسئلہ کے لیے شاہدِ عادل ہے۔ وَ اَزْوَاجُہٗ اَمْہَاتُہُمْ (اس نبی کے تمام ازواج تمام مومنوں کی مائیں ہیں)۔

دوم

دوسرے مقام پر اسماء بنت عمیس ختمیہ کی رشتہ داری کا تعلق درج کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام پر واضح ہو کہ:

(۱) اسماء بنت عمیس کے متعلق ہم نے سابقاً کچھ مختصر سا ذکر (حضرت فاطمہؑ کے حالات میں) کیا ہے۔ اب مزید کچھ حالات یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔ پہلے تو یہ اسماء جعفر بن ابی طالب (حضرت علیؑ کے حقیقی برادر) جو جعفر طیار کے نام سے مشہور ہیں ان کی بیوی تھی ان کی غزوہ موتہ میں شہادت (جو شہدہ میں ہوئی تھی) کے بعد حضرت ابو بکر الصدیق کے نکاح میں آئیں۔ یہ حضرت علیؑ کی بھانجی ہیں اور حضور علیہ السلام کی سالی ہیں اور وہ نبوت کا دورِ مقدس تھا۔ لہذا واضح امر ہے کہ یہ نکاح حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت علیؑ کی

اجازت و رضامندی کے بغیر سرگزنہ ہوا ہوگا۔ جعفر طیار کے اسماء سے دو بچے ہوئے جن کا نام عبداللہ و محمد ہے۔ اور ابو بکر الصدیقؓ کا ایک بچہ اسماء سے ہوا تھا جس کا نام محمد ہے۔ پھر صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد اسماء کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہوا۔ علی المرتضیٰؓ کے اسماء سے دو بچے ہوئے، ایک کا نام عون بن علی ہے اور دوسرے کا نام یحییٰ بن علی ہے۔ اس طریقہ سے جعفر طیار و صدیق اکبرؓ و علی المرتضیٰؓ کی وہ اولاد جو اسماء سے ہوئی وہ سب آپس میں ماں جنے بھائی ہیں۔ ان کا باہمی مادر زاد بھائی ہونا یہ ایک مستقل برادرانہ نسبت ہے۔

(۲) دوسرے نمبر پر یہ عرض ہے کہ اسماء بنت عمیس کی قریباً نو عدد ماں جائی بہنیں ہیں۔ یعنی خواہرانِ مادر زاد ہیں۔ انہیں کو اخوات الامم کہا جاتا ہے۔ ایک تو ام المومنین مسمیہ بنت الحارث کی اسماء بہن ہے۔ دوسرا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کی بیوی ام الفضل لبابہ بنت الحارث کی اسماء بہن ہے۔ تیسرا حضرت حمزہؓ سید الشہداء کی بیوی سلمیٰ بنت عمیس کی اسماء بہن ہے۔ پس اس ذریعہ سے حضور علیہ السلام نبی مقدس رسولِ معظم اور حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب اور حضرت عباسؓ بن عبد المطلب ان تمام حضرات کے لیے صدیق کی بیوی اسماء بنت عمیس سالی ہوئی۔ اور یہ تمام بزرگ اور صدیق اکبرؓ باہم ہمزلف ٹھیرے۔ یہ تمام چیزیں نسبی اعتبار سے بڑی اہم ہیں۔

(۳) ان تمام روابطِ رشتہ داری کے ساتھ ساتھ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی خدمات اسماء بنت عمیس اس دور میں ادا کرتی رہیں جس زمانہ میں وہ ابو بکر الصدیقؓ خلیفہ اول کی بیوی تھیں۔ ان کے حوالہ نکاح کے دوران میں اسماء نے یہ ساری خدمات سرانجام دیں۔ ان حالات اور ان واقعات کی روشنی میں ناظرین کرام تدبیر و تفکر کریں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے باہمی مناقشات، منازعات، مقاطعات قائم و دائم رہنے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟ عدل و انصاف سے کام لے کر جو حق بات نظر آئے اس کی حمایت فرماویں۔

ابوبکرؓ اورا خواستہ۔ محمد بن ابی بکرؓ از او متولد شد و این در ذی الحلیفہ بود کہ پیغمبرؐ
از آن جا بکہ رحلت فرمود در حجۃ الوداع۔ و چون ابوبکرؓ وفات کرد، امیر المؤمنین
علیؓ اورا خواست و از او فرزند شد۔“

(ترجمہ المناقب بر حاشیہ کشف الغمہ، ص ۵۰۰-۵۰۱، جلد اول)

طبع جدید طہرانی)

(۲)

صدی یازدہم کے مجتہد ملا محمد باقر مجلسی نے اپنی آخری تصنیف ”حق الیقین“ بحث مذک
و مشاورت شیخین در باب قتل علیؓ) میں اسماء کے متعلق لکھا ہے کہ:

”اسماء بنت عمیس کہ در اں وقت زین ابوبکرؓ بود و سابقاً زین جعفرؓ

و از شیعیان حیدر کرار بود۔“

(۱) مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوشتری مجلس چہارم تحت تذکرہ محمد ابی بکرؓ۔

(۲) حق الیقین^{۱۱۹} از ملا باقر صاحب طبع مطبع جعفری واقع لکھنؤ۔ مطبوعہ

۱۳۰۰ قہم طبع۔ تحت مشاورت شیخین در باب قتل علیؓ۔

(۳)

اب شارح نہج البلاغہ صاحب ذرۃ النجفیۃ فاضل ابراہیم بن حاجی حسین الدنیل شعی

نے ”ذرۃ نجفیۃ“ میں اسماء بنت عمیس کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمادیں۔ لکھا ہے کہ

”ام محمد ہی اسماء بنت عمیس و کانت تحت جعفر بن ابی

طالب و ہاجرت معہ الی الحدیثۃ فولدت لہ عبد اللہ بن جعفر

و قتل عنہا یوم موتہ فتزوجہا ابوبکرؓ فا ولدہا محمدؓ ثم لمامات

عنہا تزوجہا علیؓ و کان محمد ربیبہ و کان علیؓ

علیہ السلام یقول محمد ابنی من ظہر ابی بکرؓ، الخ۔“

دورہ نجفیہ ص ۱۱۳ مطبوعہ ایران قدیم طبع تحت من کلام لہ

علیہ السلام لما قلد محمد بن ابی بکر مصر فمکنت علیہ فقتل الخ

”حاصل کلام یہ ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ کی ماں کا نام اسماء بنت عمیس ہے

جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھی اور اس نے جعفر کے ساتھ ہجرت حبشہ

کی پس ایک بچہ عبداللہ نامی متولد ہوا۔ پھر وہ غزہ موتہ میں فوت ہو گئے تو

ابوبکرؓ نے اس سے نکاح کیا اور محمد نامی لڑکا پیدا ہوا۔ پھر جب ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو

علی رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی اور پہلا لڑکا محمودہ علی المرتضیٰ کے

پاس رہا اور ان کا ربیب (یعنی لے پالک) کہا جاتا تھا۔ حضرت علیؓ کے

طور پر اس کو فرمایا کرتے کہ ابوبکرؓ کی پشت سے میرا بیٹا محمد ہے۔“

سوم

اب تیسرے نمبر پر مندرجہ ذیل رشتہ داری پیش کی جاتی ہے۔ عام ناظرین شاید اس سے

قبل مطلع نہ ہوں۔

ایک چیز تو یہ ہے۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اپنی زوجہ قریبتہ الصغریٰ کی وجہ سے سردارِ دو عالم

نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف ہیں۔ ام سلمہ (ام المؤمنین) بنت ابی امیہ بن مغیرہ

کی بہن قریبتہ الصغریٰ بنت ابی امیہ بن مغیرہ ہے فلہذا عبدالرحمن کے لیے ام المؤمنین ام سلمہؓ

سالی ہوتی ہیں۔

دوسری یہ چیز قابل ذکر ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قریبتہ الصغریٰ زوجہ سے لڑکی متولد

ہوتی اس کا نام حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ ہے۔ پھر اس کا نکاح المنذر بن زبیر بن عوام

سے ہوا۔ پھر اس کے بعد حسین بن علی بن ابی طالب کے نکاح میں آئی۔ پھر اس کے بعد عاصم

بن عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی۔ پس اتنا فرق موجود ہے کہ بعض نے تیدنا حسین کے نکاح

میں آنا مقدم ذکر کیا ہے بعض نے منذر کے نکاح میں آنا پہلے درج کیا ہے۔ عبارات ذیل

(۱) - و سالفہ (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق - خلف علی قریبۃ الصغری بعد معاویۃ فولدت لہ عبد اللہ بن عبد الرحمن "

(کتاب الحجر لابی جعفر بغدادی ص ۱۰۲)

(۲) - حفصۃ بنت عبد الرحمن (بن ابی بکر الصدیق) ... زوجہا آیہ (المدر بن زبیر بن عوام) فولدت لہ عبد الرحمن و ابراہیم و قریبۃ ثم خلفت علیہا بعد المنذر حسین بن علی بن ابی طالب و قدرت حفصۃ عن ابيہا وعن عمته عائشۃ وعن خالته ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماعاً "

(طبقات ابن سعد جز ثامن ص ۲۴۲ - طبع لیدن یورپ)

"تذکرہ حفصہ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق"

(۳) و تزوجت حفصۃ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق الحسین

بن علی بن ابی طالب ثم عاصم بن عمرو بن الخطاب ثم المنذر بن الزبیر "

(کتاب الحجر لابی جعفر بغدادی ص ۲۴۸ طبع دکن)

"حاصل یہ ہے کہ صدیق اکبر کی پوتی (حفصہ مذکورہ) سیدنا حسین بن

علی کے نکاح میں تھی پس ان تمام مندرجات سے ثابت ہوا کہ خاندان صدیقی

اور خاندان بنی ہاشم کی رشتہ داریاں باہمی قائم تھیں جو دونوں خاندانوں

کے بزرگوں کے تعلقات اور مراسم کو واضح کرتی ہیں "

چہارم

اس کے بعد مزید ایک نسبی تعلق ان دونوں خاندانوں کے درمیان ذکر کرنا مناسب خیال

کیا ہے۔ اہل علم قبل ازیں اس واقعہ ہونگے۔ عام ناظرین کو شاید اس کا علم نہ ہو تو اب خاص و عام سب کو واقفیت عامہ ہو جائے گی اس لیے یہ رشتہ ذکر کیا جاتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق اور حضرت علی المرتضیٰ کے پوتے علی بن الحسین (زین العابدین) آپس میں خلیفے بھائی ہیں یعنی باہمی دونوں خالہ زاد برادر ہیں۔ شاہ فارس یزدجرد کی لڑکیوں کی اولاد میں۔ ایک لڑکی محمد بن ابی بکر کے نکاح میں تھی، دوسری لڑکی حضرت حسینؑ کے نکاح میں تھی۔ ان دونوں بہنوں سے

حلقہ قولہ شاہ فارس یزدجرد۔۔ الخ اہل علم کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ بنات یزدگرد کا فاروقی عہد خلافت میں محبوس ہو کر آنا اور حضرت علیؑ کی تمویل میں ہو کر ان صاحبزادگان میں تقسیم ہونا وغیرہ وغیرہ اس روایت پر اس دور کے بعض علماء نے نقد و جرح کی ہے جو ابھی خاصی ذنی ہے اور لائق توجہ ہے۔

بنا بریں ہم اس واقعہ کو بشرط صحت و علیٰ سبیل تسلیم فرض کر کے ذکر کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ اولاً اس میں یہ گنجائش باقی ہے کہ یہ لونڈیوں (یعنی آما) کا واقعہ پیش آیا ہو لیکن فاروقی دور کا نہ ہو، مابعد کے زمانہ کا ہو نیز یہ بھی محتمل ہے کہ یہ لونڈیاں (بانڈیاں) بنات یزدگرد نہ ہوں بلکہ کسی دوسرے مفتوحہ علاقے کے قبائل سے تعلق رکھتی ہوں بحیثیت آما (لونڈیاں) ان صاحبزادوں کو عنایت کی گئی ہوں۔ یہ چیز بعد از قیاس اور دورانہ واقعات نہیں ہے یعنی اصل واقعہ درست ہو لیکن رواۃ کی طرف سے اس کی متعلقہ تشریحات و تفصیلات میں خلط ملط کر دیا گیا ہو۔ ثانیاً یہ عرض ہے کہ شیعہ کے معتبر علماء نے ان دونوں (قاسم بن محمد و علی بن الحسین) کے خالہ زاد برادر ہونے کے واقعہ کو تسلیم کر کے بغیر نقد و جرح کے اس کو اپنے ہاں درج کیا ہے۔ پس ہم اس زنتہ کو بطور الزام کے اور ان کے ہاں مسلم ہونے کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں۔ شیعہ حوالہ جات مندرجہ بالا نقل در نقل نہیں ہیں۔ براہ راست ہمارے مشاہدہ کیے ہوئے ہیں۔ نیز اس واقعہ کے متعلق شیعہ اکابرین کے مزید اقوال بھی ہمیں معلوم ہیں جو اس سے مفصل ہیں۔ اگر ضرورت معلوم ہوئی تو حصہ فاروقی میں انہیں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (منہ)

یہ اولاد ہوئی جو آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

اہل اثنیۃ علماء کی کتابوں (مثلاً تاریخ ابن خلکان، تذکرہ علی بن الحسین جلد اول ص ۳۲، طبع قدیم اور تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ثانی ص ۴۳۸، تذکرہ سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، طبع دکن) وغیرہ میں یہ واقعہ اپنی ضروری تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن ہم نے صرف ان دونوں محدثین ابی بکر کے بیٹے قاسم اور امام حسینؑ کے بیٹے زین العابدین کے خالہ زاد ہونے کو لیا ہے۔ باقی مزید تفصیل کچھ چھوڑ دی ہے حصہ فاروقی میں اگر مناسب ہو تو شاید پوری تفصیل ماخوذ کی جائے۔

اور شیعہ کے معتبر علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں اس رشتہ کو صحیح تسلیم کر کے درج کیا ہے چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) - شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ، اپنی تصنیف "الارشاد" میں لکھتا ہے کہ:

"فبعث الیہ ابنتی یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ فضل ابنہ الحسن

علیہ السلام ساء زنا منہما فاولدھا زین العابدین علیہ السلام ونحل

الأخریٰ محمد بن ابی بکر فولدت لہ القاسم بن محمد بن ابی بکر فہما ابنا خالذہ"

(۱) الارشاد للشیخ محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفید متوفی ۴۱۳ھ

ص ۲۳۷ ذکر علی بن الحسین - مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۷۷ھ

(۲) کشف الغمہ جلد ثانی (علی بن عیسیٰ اربلی) بمع ترجمۃ المناقب فارسی

ج ۲ ص ۲۷۶ - طبع جدید سن طباعت ۱۳۸۱ھ - طبع ایرانی،

(۳) مجالس المؤمنین مجلس پنجم میں قاضی نور اللہ نے محمد بن ابی بکر کے تذکرہ میں بھی اس

تعلق نسبی کو ذکر کیا ہے۔

..... قاسم پسر خالہ امام زین العابدین بود و مادر او دختر نرید جرد شہر پارہ آخر

پادشایاں عجم بود الخ (مجلس پنجم مجالس المؤمنین فارسی طبع ایران)

(۴) ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر قصہ شہر بانو مادر علی بن الحسین کے تحت مذکورہ
خالہ زاد ہونا دونوں بزرگوں کا مفصل درج کیا ہے لکھتا ہے کہ پس قاسم با امام
زین العابدین خالہ زاد ہستند الخ

جلاء العیون فارسی حالات زین العابدین تحت

قصہ شہر بانو طبع تہران - سن طباعت ۱۳۳۲ھ

(۵) شیخ عباس قمی نے منہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل اول در ولادت و اسماء و القاب
زین العابدین میں ذکر کیا ہے۔ الفاظ ذیل ہیں

. حضرت یحییٰ راکہ شاہ زناں نام داشت بحضرت امام حسین علیہ السلام

داد و حضرت امام زین العابدین از وہم سید دیگرے را محمد بن ابی بکر داد و

قاسم جد مادری حضرت صادق علیہ السلام از وہم سید پس قاسم با امام زین

العابدین خالہ زاد بودہ اند۔

منہی الآمال جلد دوم ص ۱۱۱ باب ششم فصل حالات زین العابدین

ولادت و القاب - مطبوعہ تہران ۱۳۲۹ھ

ان تمام حوالہ جات میں سنی علماء کے ہوں یا شیعہ مجتہدین کے، سب سے یہی ثابت ہوا

ہے کہ قاسم بن محمد (صدیق اکبر کا پوتا)، اور علی المرتضیٰ کا پوتا زین العابدین ہر دو باہمی خالہ زاد

برادر ہیں۔ اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔۔۔

پنجم

اب دونوں خانوادوں کے درمیان وہ رشتہ پیش کیا جاتا ہے جو تمام اہل اسلام کے

نزدیک تسلیم شدہ ہے اور فریقین کے ہاں اس میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں دیکھا گیا۔ وہ

رشتہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر الصدیق کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی لڑکی جو ام قزوہ

کی کنیت کے ساتھ مشہور ہے (بعض علماء نے اس کا نام فاطمہ لکھا ہے اور بعض نے اس کا نام فریبہ ذکر کیا ہے) یہ امام محمد باقر کے نکاح میں تھیں اور ام فروہ سے امام جعفر صادق متولد ہوئے اور ایک ان کا بھائی عبداللہ نامی بھی اس ام فروہ سے پیدا ہوا۔

بیزواضح ہو کہ پھر ام فروہ کی ماں اور باپ دونوں صدیقی ہیں۔ ماں کا نام اسماء بنت عبدالمنعم بن ابی بکر الصدیق ہے اور والد کا نام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہے۔ حاصل یہ ہے ابوبکر صدیق کی پوتی اور پوتا دونوں کی شادی ہوئی، ان سے ام فروہ پیدا ہوئی جو جعفر صادق کی ماں ہے۔ اسی بنا پر جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے مجھے دو بار جنا ہے یعنی میرے دو بے نانا ہیں (ولذنی ابوبکر مرتین)۔ ابوبکر الصدیق میرے جد (من الام) ہیں (جس طرح کہ عنقریب حوالہ جات ذیل میں ذکر ہو رہا ہے)۔ کوئی شخص اپنے جد کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے؟

اب اس مسئلہ پر پہلے اہل السنۃ علماء کے صرف چند حوالہ جات نمونہ کے طور پر ذکر کیے جائیں گے اس کے بعد شیعہ اکابر و مجتہدین کے فرمودات درج ہونگے تاکہ مسئلہ ہذا پختہ ہو جائے اور قابل انکار نہ رہے۔

(۱) طبقات ابن سعد جلد خامس تذکرہ امام محمد باقر میں مذکور ہے
قولہ ابو جعفر، جعفر بن محمد و عبد اللہ بن محمد و امہام فروہ

بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔ الخ

(طبقات ابن سعد جلد ۵، ص ۲۳۵۔)

طبع لندن۔ یورپ۔ قدیم طبع)

(۲) طبقات خلیفہ ابن خیاط میں لکھا ہے کہ:

. وجعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب۔ امہ

ام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق یکنی ابو عبد اللہ

توفی سنۃ ثمان و اربعین و مائتہ (۱۲۸ھ)

(کتاب الطبقات ص ۲۶۹ - الطبقة السادسة لامام ابی عمر

خلیفہ ابن خیاط ثباب العصفری المتوفی سنۃ ۱۲۸ھ)

(۳) ابن قتیبہ دینوری سنۃ ۲۶۶ھ نے اپنی کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ :

... فاما محمد بن علی (یعنی محمد باقر بن زین العابدین) فكان یکنی

ابا جعفر وكان لدفقة ومات بالمدينة (سنۃ ۱۱۷ھ) فولد محمد

جعفر بن محمد وعبد الله بن محمد اهما ام فروة بنت القاسم بن

محمد بن ابی بکر و اہما اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر

المعارف لابن قتیبہ دینوری تحت اخبار علی بن ابی طالب

ص ۹۴ - سن طباعت ۱۳۵۳ھ - مصری

ان برسہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ :

” امام محمد باقر (جن کی کنیت ابو جعفر ہے) کی اولاد اپنی زوجہ محترمہ

ام فروہ سے جعفر اور عبد اللہ پیدا ہوئی۔ اور ام فروہ کا والد قاسم بن محمد بن ابی بکر

الصدیقی ہے اور ام فروہ کی ماں عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق کی لڑکی اسماء ہے۔

محمد باقر فقیہ مدینہ تھے ان کی وفات سنۃ ۱۱۷ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ اور ان

کے لڑکے جعفر صادق کا انتقال سنۃ ۱۲۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔“

اہل سنت علماء نے جہاں جہاں امام محمد باقر اور جعفر صادق کا تذکرہ تراجم اور رجال اور

طبقات کی کتابوں میں درج کیا ہے وہاں یہ رشتہ مذکورہ منقول پایا جاتا ہے ہم نے صرف

چند قدیم علماء کے حوالوں پر اکتفا کر دینا مناسب سمجھا۔ زیادہ نقل کی حاجت نہیں ہے۔

اب شیعہ مجتہدین کے فرامین بھی ملاحظہ فرمادیں، موجب الطمینان ہوگا۔

رشتہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے فرمودات ملاحظہ فرمائیں :-

(۱) - شیعی فاضل نورنجی نے اپنی کتاب "فرق الشیعة" میں امام جعفر صادق کے احوال میں نقل کیا ہے:

... وتوفی صلوات اللہ علیہ بالمدينة فی شوال سنة ثمان واربعم
ومائة وهو ابن خمس وستین سنة وكان مولده فی سنة ثلاث
وثمانین ودفن فی القبر الذی دُفن فیہ ابوه وجده فی البقیع
وامه بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر واما اسماء بنت عبد الرحمن
بن ابی بکر

د کتاب فرق الشیعة اثر ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی من اعلام القرن

الثالث للهجرة مطبع حیدریہ نجف عراق سن طباعت ۱۳۴۹ھ
۱۹۵۹ء

(۲) اصول کافی میں فاضل کلینی نے مولد امام جعفر صادق میں درج کیا ہے کہ:

... أمه أم فروة بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر واما اسماء بنت
عبد الرحمن بن ابی بکر

اور فاضل خلیل قزوینی نے الصافی شرح اصول کافی میں اس کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے کہ
" و مادرش ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر بود و مادر ام فروة اسماء
دختر عبد الرحمن بن ابی بکر بود۔"

الصافی شرح اصول کافی مجتہد ششم کہ باب صد و ہفتم مولد ابی

عبد اللہ ص ۲۱۴۔ کتاب الحجۃ جزو سوم حصہ ۱۱۔ طبع نول کشور کھنوی

(۳) کشف الغمہ میں علی بن عیسیٰ اربلی شیعی متوفی ۶۸۷ھ نے امام جعفر صادق کے حالات و
فضائل و کمالات میں لکھا ہے:

" و أمه أم فروة واسمها قریبة بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر

الصدیق واما اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق

ولذلك قال جعفر عليه السلام ولقد ولدني ابو بكر مرتين - ولد
عام الحجج سنة ثمانين (۸۰ھ) ومات سنة ثمان واربعين مائة
(۱۳۸ھ)۔

دکشف الغمّة فی معرفة الائمة علی بن عیسیٰ الاربیلی مع ترجمہ المناقب
جلد ثانی ص ۳۷۸ - طبع جدید - تہران تبریز - سن طباعت ۱۳۸۱ھ
(۴) - عمدة الطالب فی النسب آل ابی طالب میں مشہور فاضل النسب سید جمال الدین بن
احمد المعروف ابن عنبة متوفی ۸۲۸ھ نے امام جعفر صادق کے نسب و دیگر کوائف
متعلقہ کے موقع میں تحریر کیا ہے :

..... ام فروة بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر و احبا اسماء
بنت عبد الرحمن بن ابی بکر و لهذا كان الصادق عليه السلام يقول
ولدني ابو بكر مرتين قد ولد سنة ست مائة و توفی
سنة ۱۲۸ھ و قيل سنة ۱۲۷ھ

(۴) عمدة الطالب ص ۱۹۵ - المقصد الاول تذكره عقب محمد باقر

مطبوعہ نجف اشرف عراق - سن طباعت ۱۳۸۰ھ
۱۹۶۱ء

دہلی فتح لقال عبداللہ ما مقانی ص ۳۷ باب الہجرة من فصل النساء - طبع نجف اشرف

۱۔ قول ولدی ابو بکر الخ - اہل علم کے فائدہ کے لیے عرض ہے کہ امام جعفر صادق کا یہ قول کشف الغمہ و
صحۃ الطالب کی طرح احتقاق الحق شو تری قاضی نور اللہ میں بھی موجود ہے نور اللہ نے فاسی روز بہان سے
یہ نقل کیا ہے اور تفتیہ شریفیہ کے سوا کوئی جواب معقول نہیں بنا سکتے یہی تفتیہ سب دروں کی دوا اور
شفاء ہے اور بس - احتقاق الحق مطبوعہ السعادة مصر سن طباعت ۱۳۲۶ھ ج ۱ ص ۷ ملاحظہ کریں اور احتقاق الحق
طبع جدید مطبوعہ تہران ص ۲۹ - ۳۰ اور ص ۶۷ - ۶۸ جلد اول سن طباعت ۱۳۷۶ھ معاینہ کے قابل ہے -

(۶) کتاب منہجی الآمال شیخ عباس قمی جلد دوم، باب مشتم فضل در بیان ولادت و اسم و لقب و احوال والدہ آنحضرت (امام جعفر صادقؑ) ص ۱۲۰-۱۲۱ طبع تہران۔
 (سن طباعت ۱۳۸۰ھ) میں بھی امّ فروہ امام جعفر صادق کی مائی صاحبہ کا ذکر خیر ابو بکر الصدیق کی اولاد ہونے کی صورت میں مذکور ہے۔

ان حوالہ جات پیش کردہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ امام جعفر صادق ولد امام باقر کی ولادت سن اتنی یا تراسی ہجری (۸۳۰ھ) میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(۲)۔ اور آپ کی وفات سن ہجری (۸۳۴ھ) میں مدینہ طیبہ میں ہوئی اور حنیت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(۳)۔ آپ کی والدہ کی کنیت (ام فروة) ہے۔ بعض نے ان کا اصل نام قریبہ لکھا ہے۔ امّ فروة ابو بکر کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر کی لڑکی ہے اور ام فروہ کی ماں ابو بکر کی پوتی ہے اس کا نام اسماء دختر عبد الرحمن بن ابی بکر ہے یعنی امّ فروہ عبد الرحمن بن ابی بکر کی نواسی ہے۔

(۴)۔ اور امام جعفر صادقؑ کہا کرتے تھے کہ ابو بکرؓ نے مجھے دو بار جنبا ہے اس لیے کہ ان کی ماں جان ام فروة کے ابو بکر دادا بھی ہیں اور نانا بھی ہیں۔

خلاصہ اور ثمرہ مرتب

اس فصل میں ہم نے پانچ عدد نسبی تعلقات ہر دو ناندان کے ذکر کیے ہیں اور یہ رشتے مسلمات میں سے ہیں۔ دونوں فرقیوں کے نزدیک درست اور صحیح ہیں اور یہ تاریخی حقائق ہیں مختلف فیہ مسائل نہیں ہیں۔

(۱)۔ دنیا بائتی ہے کہ قبائل کی باہمی رشتہ داری ایک دوسرے کو قریب تر کرنے اور نزدیک تر رکھنے کا مستقل ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی اور فطری اصول ہے جو ہمیشہ سے شریف خاندانوں میں کارفرما چلا آتا ہے۔ یہ کوئی بحث و مباحثہ کے طریقہ سے منتزع اور صاف کرنے کی چیز نہیں ہے ہمیشہ سے ہر ملک میں تمام شریف اقوام و باعزت قبائل میں یہ دستور و اصول جاری و ساری ہے کہ آپس کی رشتہ داریاں قبیلہ کے افراد کو قریب تر کرتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مالوت و مانوس کرتی ہیں۔

(۲) جب ان ہر دو خانوادوں میں نسبی ردابطہ متباعد دراز سے پہلے آرہے ہیں تو فطری طور پر اس امر کا مضبوط اثر قریب میں کہ ن کے اکابر (سیدین اکبر علی المرتضیٰ سیدہ فاطمہ کے درمیان کوئی مناقشہ اور کوئی منازعہ اس قسم کا نہیں پیش آیا جس میں انہوں نے ایک دوسرے کے بنیادی حقوق ضائع کر دئے ہوں یا ایک دوسرے کے حق میں "فتنہ و فساد" کی بنیاد قائم کر دی ہو یا ایک دوسرے کی بے حرمتی و بے عزتی کر کے شرارہ و عداوت کا طوفان کھڑا کر دیا ہو۔

(۳) اور بالضرورت والتقدیر ان حضرات اکابر میں کوئی اس قسم کے شر و فساد کی آتش سلگ چکی تھی تو ان لوگوں کی اولاد سے وہ کیسے محفئی رہ گئی اور جلد تر وہ کیسے فراموش ہو گئی۔

ایک دوسرے کی زبانی تعریف غرض کی بنا پر وقتی طور پر ہو سکتی ہے لیکن نسبی روابط تو نسلاً بعد نسل مدتہائے دراز تک چلتے رہتے ہیں۔ ان میں وقتی مسالحت اور دفع الوقتی کا شبہ بے گز متصور نہیں ہو سکتا جس کو تقیہ شریفیہ کے عنوان سے بعض لوگ یاد کرتے ہیں۔

اہل فہم و فکر حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ بعد از وفات نبوی کی داستانیں جن میں مظالم دکھائے جاتے ہیں اور ستم و ظلم کی کہانی سنائی جاتی ہے ان کو بھی پیش نظر رکھیں اور ادھر یہ تعلقات دائمی اور ہمیشگی کے روابط کو سامنے لا کر موازنہ کریں۔ جو حق بات معلوم ہو اور واقعات کے مطابق نظر آتے اس کی حمایت فرمادیں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔

فصل (۷)

فصل انہذا میں یہ ذکر ہو گا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد شریف میں سیدنا ابوبکر الصدیق اور سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک مستقل باہمی ربط و تعلق کی علامت ہے۔

(۱) اول تو جس شخص کے ساتھ انس و تعلق ہو اس کا نام اولاد میں رکھنا بہتر سمجھا جاتا ہے اور جس آدمی کے متعلق انقباض اور نفرت ہو اس کا نام اپنے گھرانہ میں کیا جانا اپنے حلقہ اثر میں بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔

(۲) دوم یہ کہ مشہور مشہور نام لوگ اپنے اپنے قبائل میں بطور یادگار و یادداشت کے جاری رکھتے ہیں تاکہ ان مشاہیر کا ذکر تیر قبیلہ میں قائم رہے۔

(۳) سوم، گاہے گاہے اپنے گذشتہ بزرگان قوم کے اسماء قبائل میں تبرک کی سورت میں اجراء کیے جاتے ہیں۔ یہ پیرس عام معاشرہ میں مروج ہیں، کسی دلیل کی محتاج نہیں ہیں۔ ان فوائد و مصالح پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے ساتھ بنی ہاشم اور آل ابی طالب کو پوری محبت و عقیدت تھی اور ان کا احترام و اکرام ملحوظ خاطر تھا جس کی بنا پر یہ اسماء متبرک کہ اپنے ہاں مروج کیے۔

تیسرے کوئی اتفاقیہ واقعہ نہیں ہے جو ایک روز پیش آیا اور ختم ہو گیا بلکہ یہ تو نسبتاً مدنیہ جاری و ساری رہا ہے۔ اور آج بھی تاریخ اسلامی کے اوراق پر یہ اسماء گرامی ملوڑ شاہد کے ایک دوسرے کے حق میں حسن سلوک اور عقیدت مندی کی شہادت دے

ہے ہیں۔

اس کے بعد ہم پہلے اپنی اہل السنۃ کی کتابوں سے نمونہ کے طور پر صرف چند ایک حوالہ بات پیش کرتے ہیں۔ استیعاب پیش کرنا مقصود نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد شیعہ احباب کی کتب سے ان اسماء کو تائیداً و تصدیقاً نقل کیا جائے گا۔ ناظرین کرام کو مسئلہ ہذا کے استحضار کرنے میں سہولت ہوگی۔ نیز حوالہ جات ہذا میں اختصار عبارت ملحوظ رکھا جائے گا۔

خلفاء ثلاثہ کے اسماء

اولاد علی المرتضیٰ میں

(۱) ابو عبد اللہ المصعب بن عبد اللہ الزبیری متوفی ۲۳۶ھ نے اپنی کتاب "نسب قریش" مطبوعہ دار المعارف مصر میں حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شمار کی ہے وہاں ذکر کیا کہ :-

..... عمربن علی ورقیۃ، وهما توأم - امہما الصہباء من

صبی خالد بن الولید وکان عمداً احد ولد علی بن ابی طالب

..... العباس بن علی اخوتہ لایبہ وامہ بنو علی، وهم

عثمان وجعفر وعبد اللہ - فقتل اخوتہ قبلہ

(کتاب نسب قریش، ص ۴۳ - ذکر اولاد علی بن ابی طالب)

(۲) اور ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری متوفی ۲۴۶ھ نے اپنی مشہور کتاب المعارف

ص ۹۲ پر بحث خلافت علی بن ابی طالب میں حضرت علی کی اولاد ذکر کرتے ہوئے

ان کے اسماء سر یہ کیے ہیں :-

..... الحسن والحسین ومحسنا ومحمداً وعبید اللہ و

ابابکر وعمر ویحییٰ وجعفر والعباس وعبد اللہ الخ

کتاب المعارف لابن قتیبۃ الدینوری ص ۹۲ مطبوعہ مصر

طبعہ الاولیٰ تحت ولد علی بن ابی طالب

(۳) ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن خرم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اپنی معروف کتاب
جمہرۃ انساب العرب مطبوعہ مصر ص ۳۷-۳۸ بحث اولاد علی بن ابی طالب میں ذکر
کیا ہے :-

«الحسن ابا محمد الحسین ابا عبد اللہ والمحسن ابا عبد اللہ
..... وعمر اصدہ الصبیاء والعباس ابوبکر و عثمان
وجعفر و عبد اللہ و عبید اللہ و محمد الاصحقر و یحییٰ
..... و قتل ابوبکر و جعفر و عثمان و العباس مع اخیم الحسین
(جمہرۃ الانساب لابن خرم ص ۳۷-۳۸ - طبع مسری بدید طبع
جلد اول - ذکر اولاد امیر المؤمنین علی)

ان برسہ حوالہ جات مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ :

» مصعب زبیری نے حضرت علیؑ کے لڑکوں کو شمار کرتے ہوئے چوتھے نمبر
پر عمر بن علی کو ذکر کیا ہے۔ عمر بن علی اور صاحبزادی زقیہ بنت علی یہ دونوں بہائی بہن آپس
میں توأم یعنی جڑوں میں جننے ہوئے تھے۔ ان کی ماں کا نام الصہباء ہے۔ خالد بن ولید اس کو
قبض کر کے لائے تھے اور عمر بن علی حضرت علیؑ کے لڑکوں میں آخری لڑکا ہے اور پھر پانچویں
نمبر پر عباس بن علی ہے اور عثمان بن علی۔ جعفر بن علی۔ عبداللہ بن علی یہ تینوں ماں باپ کی طرف
سے سگے ہیں اور یہ تینوں اپنے برادر عباس بن علی سے قبل کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(نسب قریش، ص ۴۳ - طبع مصر - سن طباعت ۱۹۵۳ء)

ابن قتیبہ دنیوری نے اولاد علی المرتضیٰ میں ابوبکر بن علی کو چھٹے نمبر پر اور عمر بن علی کو
ساتویں نمبر پر درج کیا ہے۔

(معارف ابن قتیبہ دنیوری، ص ۴۲ طبع مسری - سن طباعت ۱۹۳۵ء)

ابن خرم نے جمہرۃ انساب العرب میں اولاد علیؑ کے تحت پانچویں نمبر پر عمر بن علی کو

شمار کیا ہے اور اس کی ماں کا نام السہباء ہے۔ اور ساتویں نمبر پر ابو بکر بن علی اور آٹھویں نمبر پر عثمان بن علی کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابو بکر و عثمان و جعفر و عباس یہ تمام برادرانِ حسین اپنے بھائی حسین کے ساتھ دکر بلا میں شہید ہوئے تھے۔

(جمہرة انساب العرب ص ۳۷-۳۸ جلد اول)

طبع مصری۔ سن طباعت ۱۳۸۲ھ
۱۹۶۲ء

سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ کی اولاد میں شیخین

ابو بکر الصدیق و عمر فاروق کے اسماء ملاحظہ ہوں

(۱) مصعب زبیری نے کتاب "نسب قریش" میں امام حسن کے لڑکے شمار کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے:

..... وعمر بن الحسن - والقاسم - و ابا بکر لا عقب لهما قتلا بالطف الخ.....

(نسب قریش ص ۵ - طبع مذکور)

(۲) ابن قتیبہ دینوری نے "المعارف" میں اولاد حسن بن علی المرتضیٰ کے تحت لکھا ہے کہ

"فولد الحسن حسناً امة خولة..... وزیداً..... وعمر.....

والحسین الاثم..... ملحق الخ.....

(المعارف لابن قتیبہ دینوری، ص ۹۲)

ذکر خلافت علی بن ابی طالب مذکور)

(۳) - اور ابن خزم نے جمہرة الانساب میں یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ:

"ولد امیر المؤمنین الحسن بن علی الحسن بن الحسن..... وزید

بن الحسن..... وعمر والحسین والقاسم و ابو بکر و ملحق..... وعبدالرحمن

وعبداللہ الخ..... فاما عبداللہ والقاسم و ابو بکر فانہم قتلوا مع

عمہم الحسین رضی اللہ عنہم" جمہرة الانساب لابن خزم ص ۳۸-۳۹ طبع مہبری

تحت اولاد امام حسن بن علی المرتضیٰ

مندرجہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے مصعب زبیری نے تیسرے نمبر پر عمر بن الحسن کو ذکر کیا ہے اور چوتھے نمبر پر القاسم بن حسن کو اور پانچویں درجہ میں ابو بکر بن الحسن ذکر کیا ہے۔ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ صاحبزادے قاسم اور ابو بکر (پسران حسن) کی اولاد باقی نہیں رہی اور یہ دونوں بھائی کر بلا میں شہید ہو گئے تھے اور ابن قتیبہ دینوری نے معارف میں عمر بن الحسن کو تیسرے درجہ پر نقل کیا ہے اور چہار بھائی ان کے دوسرے بھی ذکر کیے ہیں۔ حسن (ثقی) بن حسن۔ زید۔ حسین۔ اترم۔ طلحہ۔ الخ۔

اور ابن حزم نے جمہرۃ میں امام حسن کے نو لڑکے ذکر کیے ہیں۔ ان میں تیسرے نمبر پر عمر بن حسن ہے اور چھٹے درجہ میں ابو بکر بن حسن ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ عبداللہ و قاسم و ابو بکر یہ تینوں اپنے چچا امام حسین کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔
امام زین العابدین علی بن حسین کے لڑکے کا نام عمر ہے

(۱)۔ مصعب زبیری نے اپنی تصنیف نسب قریش ص ۶۱ پر علی بن الحسین کی اولاد میں چوتھے نمبر پر عمر بن علی بن حسین کو درج کیا ہے۔

(۲) ابن قتیبہ دینوری نے المعارف میں ص ۹۴ پر علی بن الحسین زین العابدین کی اولاد کے تحت پنجم نمبر پر عمر بن علی بن حسین کو درج کیا ہے۔

(۳) جمہرۃ النسب العرب لابن حزم ص ۵۲ طبع مذکور میں علی بن الحسین کی اولاد میں چھٹے درجہ پر عمر بن علی بن حسین مذکور ہے۔

ناظرین مطلع رہیں کہ یہ چند حوالہ جات اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر پیش کیے ہیں ورنہ بیشمار رجال و تراجم کی کتابوں (مثلاً طبقات ابن سعد طبقات خلیفہ ابن خیاط وغیرہ) میں آل ابی طالب میں یہ نام پائے جاتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف تین کتابوں کا حوالہ دینا کافی خیال کیا ہے۔ اس کے بعد شیعہ احباب کی معتبر کتابوں میں بھی یہ مسئلہ سوائے اسی طرح مذکور و مندرج ہے۔ اس میں کچھ فرق نہیں ہے صرف اتنی چیز ہے کہ شیعہ علماء و ذاکرین ان مبارک ناموں کو آل علی میں ذکر کرنے کو

اپنے ذاتی مصالح و منافع کے خلاف سمجھتے ہیں اس وجہ سے مسئلہ اسماء کو وہ نہایت پوشیدہ کیے ہوئے ہیں۔

ع نہاں کے ماند آن راز بے کز و سازند محفلها

اب شیعہ معتبر کتب کی عبارات بعینہ اسل مآخذ سے آپ ملاحظہ فرماویں۔ یہ نقل و نقل نہیں ہے۔ براہ راست معاینہ کتاب کے بعد حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ مالک کریم غلطی سے محفوظ فرماویں۔ ناظرین کرام حوالہ کی تصدیق کے سلسلہ میں کتاب کے صرف صفحات ملانے پر اکتفاء نہ فرمایا کریں۔ بعض اوقات مختلف ایڈیشنوں کی وجہ سے صفحات کتاب مطابقت نہیں رکھتے۔ لہذا اس مسئلہ کا متعلقہ باب یا فصل تلاش کر کے حوالہ کو ملانا مفید رہتا ہے۔

خلفاء ثلاثہ کے اسماء گرامی آل ابی طالب میں شیعہ کتب سے حضرت علی المرتضیٰ کے لڑکوں میں:

(۱) ابوالفرج اصفہانی (علی بن حسین بن محمد) صاحب کتاب الاغانی، مشہور شیعہ مورخ متوفی ۳۵۶ھ نے اپنی کتاب "مقاتل الطالبین" میں کربلا کے شہداء کے اسماء جہاں ذکر کیے ہیں وہاں حضرت سیدنا حسین بن علی کے برادران کے نام الگ الگ درج کیے ہیں جن کو وہاں شہادت نصیب ہوئی ہے۔ عبارت ذیل ہے:-

و ابو بکر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام لم یعرف اسد و امذلیلی بیت
مسعود بن خالد الخ (مقاتل الطالبین ص ۳۲ طبع قدیمی سن طباعت ۱۳۰۶ھ تہران)
« و عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام و امہ ام البنین ایضا قال عیسیٰ بن
الحسن عن علی بن ابراہیم عن عبید اللہ بن الحسن و عبید اللہ بن عباس قال قتلت
عثمان بن علی و هو ابن احدی و عشرين سنة: (مقاتل الطالبین ص ۳۳ طبع قدیم تہرانی)
(۲) ایضاً المفید (متوفی ۱۳۱۳ھ) نے اپنی کتاب الارشاد میں باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ
السلام کے تحت ذکر کیا ہے..... فاولاد امیر المومنین علیہ السلام سبعة و عثرون و انداء
ذکراً و انتی الحسن و الحسین..... و عمرو زینتہ کانا تو امین..... و العباس و جعفر و

عثمان و عبد اللہ الشہداء مع اخیہم الحسین بطف کر بلا اہم ام البنین ... محمد الاسفر
الملکی بابی بکر و عبید اللہ الشہیدان مع اخیہما الحسین بالطف اہمالیلی بنت مسعود

والارشاد للشیخ المفید محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفیدس ۱۶۶ ۱۶۸

مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ طهران طبع جدید سن طباعت ۱۳۰۲

(۳) فاضل علی بن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی مرقۃ الامم جو ۶۱۰ھ میں تصنیف کی

تھی میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی مذکورہ اولاد چودہ افراد ہیں اور موت اور اولاد میں عدد میں پھر ایک
انگ انگ شمار کیا ہے۔

الذکور: الحسن^۱ والحسین^۲ و محمد الاکبر^۳ عبید اللہ^۴ والوکبر^۵ والعباس^۶ و عثمان^۷ و جعفر و عبد اللہ^۸ محمد^۹ الصغیر

و یحییٰ و عیون و عمر و محمد^{۱۰} الاوسط علیہم السلام۔

کشف الغمہ جلد اول ص ۵۹۰ مع ترجمہ المناقب فارسی طبع جدید

سن طباعت ۱۳۰۱ تہذیب نیر ایران - باب ذکر اولاد امیر المؤمنین علیہ السلام

(۴) سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبیہ متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب

فی انساب آل ابی طالب کے فصل رابع اور نامس میں حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادوں کا ذکر فرمایا ہے

..... و امہ و ام اخوتہ عثمان و جعفر و عبد اللہ ام البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد الخ

عمدۃ الطالب الفصل الرابع فی ذکر عقب العباس بن امیر المؤمنین، ص ۳۵۶

... الفصل الخامس ص ۳۶۱ پر درج کیا ہے کہ ... فی ذکر عقب عمر الاطرف بن امیر المؤمنین

علیہ السلام ... و امہ الصبیاء و الثعلبیۃ الخ (عمدۃ الطالب ص ۳۶۱ مطبوعہ نجف عراق سن طباعت ۱۳۰۱ھ)

(۵) مآثر مجلسی مجتہد صدی یازدہم نے اپنی معتبر تصنیف جلاء العیون فارسی باب بیان عدد شہداء اول

بیت کہ در روز عاشوراء شہید شدن میں حضرت علیؑ کے صاحبزادگان کا جو کربلا میں تھے اس طرح ذکر کیا ہے کہ

”نولفراز فرزندان امیر المؤمنین حضرت سید الشہداء و عباس و سپر و محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبد اللہ الصغیر

و محمد اصغر سپران امیر المؤمنین علیہ السلام و در ابوکبر اختلاف کرده اند الخ (جلاء العیون فارسی مآثر مجلسی

مجلسی مجتہد صدی یازدہم ص ۴۶۳-۴۶۵ طبع تہران سن طباعت ۱۳۰۲ھ تحت ذکر شہداء کربلا از اولاد علیؑ)

(نوٹ) ناظرین کرام پر واضح ہو کہ یہ ابو بکر میں اختلاف صرف وہاں کر بلا میں موجود ہونے
یا نہ ہونے میں مؤرخین نے کیا ہے۔ حضرت علیؑ کا لڑکا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ فافہم

حاصل کلام

سر پانچ کتب مندرجہ کے حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو الفرج اصفہانی شیعہ نے ذکر کیا ہے
حضرت علیؑ کا ایک صاحبزادہ ابو بکر ہے اس کا نام مشہور نہیں ہے (صرف کنیت مشہور ہے) اس
کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ہے۔۔۔۔۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے ایک اور لڑکے کا نام
عثمان ہے۔ اس کی ماں کا نام اُم البنین ہے اور یہ جس وقت شہید ہوا ہے اُس وقت اس کی عمر
اکیس برس تھی۔

شیخ مفید نے الاثراد میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی تمام اولاد ذکور و انات ستائیس نفر
تھے۔۔۔ بعض کے نام یہ ہیں: حسن و حسین۔۔۔۔۔ و عمر و قتیہ (یہ دونوں بھائی بہن تو اُم یعنی جوڑے
منولد ہوتے تھے) ان کی ماں کا نام الصبیاء ہے۔۔۔۔۔ اور عباس و جعفر و عثمان و عبد اللہ
ان کی ماں کا نام اُم البنین ہے۔ یہ چاروں حضرات اپنے بھائی حسین کے ساتھ طف (کر بلا) میں شہید
ہوتے تھے۔۔۔۔۔ اور محمد اصغر جو ابو بکر کے نام سے مشہور ہے اور عبید اللہ ان دونوں
کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود ہے اور یہ دونوں بھی اپنے بھائی حسین کی رفاقت میں طف میں شہید ہوئے۔
فاضل اربلی نے کشف الغمہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ کی مذکورہ اولاد چودہ افراد
ہیں۔ مندرجہ ذیل صاحبزادگان ان میں ہیں: حسن، حسین، محمد اکبر، عبید اللہ، ابو بکر، عباس، عثمان، جعفر۔
۔۔۔۔۔ عون۔۔۔۔۔ عمر۔ (علیہم السلام)

اور ابن عنبہ عمدۃ الطالب میں کہتا ہے کہ عباس بن علی المرتضیٰ کے برادران عثمان بن علیؑ حضرت
علیؑ عبد اللہ بن علیؑ ہیں۔ ان کی ماں کا نام اُم البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد ہے (فصل اربع)۔ اور ایک
حضرت علیؑ کا صاحبزادہ عمر بن علیؑ الاطرف ہے۔ اس کی ماں کا نام الصبیاء ثعلبہ ہے۔ (فصل خامس)
اور گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے بلاد العیون میں عاشوراء کے یوم کے شہداء کی تعداد

ذکر کی ہے۔ نوعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی اولاد سے کی ہے۔ ان کے اسماء یہ ہیں: امام حسین۔ عباس اور اس کا لڑکا محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبد اللہ، اسغر و محمد اصغر اور صاحبزادہ ابوبکر کے متعلق وہاں کہ بلا میں شہید ہونے میں شیعہ علماء نے اختلاف ذکر کیا ہے؟ ان تمام مرویات اہل سنت و اہل تشیع حضرات پر نظر کرنے سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریف میں ابوبکر و عمر و عثمان تینوں نام موجود ہیں۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں۔ خلفائے راشدین کے اسماء امام حسن کی اولاد میں

شیعوں کے مشہور مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر المنونی ۲۵۸ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی جلد ثانی ص ۲۲۸ (طبع جدید بیروت سن لمباعت ۱۹۶۰ھ) میں امام حسن کی اولاد کے موقع پر ذکر کیا ہے کہ وکان للحسن من الولد ثمانیۃ ذکور وہم الحسن بن الحسن (المثنیٰ) و امہ خولہ بنت منظور الفزاربید۔ وزید بن الحسن و امہ ام بشر بنت ابی مسعود الایضاری الخزرجی۔ و عمر و القاسم و ابوبکر و عبد الرحمن لامہات اولاد شتی و طلحہ و عبید اللہ۔ (تاریخ یعقوبی ص ۲۲۸ - ج ۲ - طبع بیروتی)

حاصل یہ ہے کہ امام حسن کی مذکور اولاد آٹھ عدد ہیں۔ حسن مثنیٰ اس کی ماں خولہ ہے۔ زید بن حسن اس کی ماں ام بشر ہے۔ عمر القاسم ابوبکر عبد الرحمن ان کی ماں ام ولد ہیں اور طلحہ ہے اور عبید اللہ ہے۔ نیز واضح ہو کہ فاضل اربلی شیعہ ایرانی تبریزی کے کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۵۸ میں امام حسن کی اولاد کے ضمن میں حسن بن امام حسن کے حالات کے لیے ایک الگ فصل قائم کیا ہے وہاں بھی امام حسن کے فرزندوں میں عمر بن الحسن ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی جنانہی کے حوالہ سے درج کیا ہے۔ نیز اسی طرح شیخ عباس قمی نے مہتبی الآمال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امام حسن میں عمر بن الحسن اور ابوبکر بن الحسن دونوں کا ذکر کیا ہے۔ (مہتبی الآمال، ج ۱ ص ۲۳۰ - مطبوعہ ۱۳۴۹ھ - تہران)

امام حسین کی اولاد میں ابوبکر کا نام گرامی

شیعہ کے مشہور مؤرخ مسعودی رابو الحسن علی بن الحسن المسعودی المنونی ۳۴۵ھ نے

اپنی تصنیف "التنبیہ والاشراف" طبع جدید ص ۲۶۳ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسین کی اولاد ذکر سے تین افراد کر بلا میں ان کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔ ایک علی الاکبر و دوسرا عبد اللہ الصبی، تیسرا ابوبکر تھا۔ عبارت مسعودی یہ ہے: - ومن ولده ثلاثه علی الاکبر و عبد اللہ الصبی و ابوبکر بنو الحسین بن علی۔ (التنبیہ والاشراف ص ۲۶۳ - فصل ذکر ایام زیدین معاویہ)

اس کے بعد ناظرین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ امام زین العابدین (علی بن الحسین) کی اولاد میں بھی ایک لڑکے کا نام عمر ہے۔ اس کا حوالہ کتاب اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہے تو حصہ فاروقی میں مذکور ہو سکے گا۔

بعد ازاں امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں بھی ابوبکر کا نام پایا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الغمہ فاضل اربلی شیعہ نے جنابہ کی حوالہ سے لکھا ہے کہ موسیٰ کاظم کے بیس عدد بیٹے تھے اور اٹھارہ عدد بیٹیاں تھیں۔ پھر ایک ایک بیٹے کا نام ذکر کیا ہے۔ آخری نام بیسویں عدد پر ابوبکر بن موسیٰ کاظم ہے۔ (کشف الغمہ ج ۳ ص ۱۰ - مذکرہ موسیٰ کاظم طبع جدید مع ترجمہ المناقب فارسی - سن طباعت ۱۳۵۱ھ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ دختر ابی بکر الصدیق کا نام نامی علی المرضی کی اولاد میں

مسئلہ اسماء کا اختتام یہاں عائشہ صدیقہ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ یہ اسم گرامی حضرت علی کی اولاد میں مرتج رہا ہے اور کئی پشتوں تک جاری تھا چنانچہ مندرجہ ذیل کتب کے مقامات درج شدہ کی طرف رجوع فرما کر اطمینان اور تسلی حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۱) ارشاد شیخ مفید میں جناب موسیٰ کاظم کی اولاد ذکر کی ہے۔ انیس عدد لڑکے اور اٹھارہ عدد لڑکیاں شمار کی ہیں۔ یہاں لڑکیوں میں پندرہ نمبر پر عائشہ بنت موسیٰ کاظم مذکور ہے۔

(کتاب الارشاد للشیخ المفید ص ۲۸۳ طبع جدید طہرانی باب ذکر عدد اولادہ و طرف من اخبارہم)

(۲) اسی طرح فاضل اربلی شیعہ نے کشف الغمہ ج ۳ ص ۳۹ باب ذکر اولاد موسیٰ کاظم میں موسیٰ کاظم

کی انیس عدد لڑکیاں نام بنام شمار کی ہیں۔ یہاں سولہ نمبر پر عائشہ دختر موسیٰ کاظم کا اندراج کیا ہے۔

(کشف الغمہ ص ۳۹ - جلد ثالث - طبع جدید طہرانی)

(۳) اور فاضل اربلی علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں امام علی الرضا کی اولاد درج کی ہے وہاں پانچ عدد بیٹے ذکر کیے ہیں اور صرف ایک عدد لڑکی بھی ہے جس کا نام عائشہ دختر علی رضا ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل ہے: "واما اولادہ فكانوا ستہ خمسہ ذکور و بنت واحدة و اسماء اولادہ محمد القانع الحسن جعفر ابراہیم۔ الحسین وعائشہ"

کشف الغمہ ج ۳ ص ۸۹۔ ذکر اولاد علی الرضا طبع بیدار طہرانی سن طباعت ۱۳۸۱ھ

اختتام

باتِ نجم کی آخری فصل مفتوحہ اب پوری ہو گئی۔ کتاب "رحماء بینہم" کا حصہ اول (صدیقی) پہلا تمام کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام بالانصاف کی خدمت میں پُر زور اپیل ہے کہ کتاب کے صدیقی حصہ کے ہر پانچوں ابواب پر اجمالی نظر ڈال کر عنوانات مندرجہ کو مستحضر فرما کر تدبیر و تفکر فرمادیں امید غالب ہے آپ حضرات کا ضمیر حقیقت پذیر اس بات کی شہادت دے گا اور آپ کا قلب انصاف طلب اس چیز کی گواہی دے گا کہ ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ ملت کے درمیان کسی قسم کی عداوت و بغاوت نہ تھی عناد اور فساد نہ تھا، ان کے درمیان ہجران اور ترک موالاة ہرگز نہ تھی بلکہ ان کے مابین الفت و محبت تھی، شفقت و رؤفیت تھی، ان کے باہمی تعلقات صحیح اور درست تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "رحماء بینہم" برحق ہے اور اس صفتِ کاملہ کے ساتھ یہ لوگ منتصف تھے اور اس کے مفہوم کے صحیح مصداق و محل تھے۔ اس چیز پر یہ تمام عنوانات ہم نے بطور تائید پیش کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ منظور فرمائے۔

دلی دعا ہے کہ مولا کریم اپنی رحمت و فضل سے ہم تمام مسلمانوں کو باہمی دینی الفت و محبت اور قومی یگانگت و اتفاق نصیب فرمائے جیسا اس نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام و آل رسول کے درمیان کامل اتفاق پیدا فرمایا تھا۔

سابقہ تمام معروضات کے آخر میں ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک نصیحت و وصیت تحریر کرتے ہیں جو آپ نے مسجد نبوی میں اپنے صحابی ابوذر غفاری کو فرمائی تھی اور حضرت علیؑ اس مجلس میں موجود اور حاضر تھے۔

ارشاد فرمایا: "یا اباذر! ایاک واللہ لاجیک المؤمن فان العمل لا یتقبل مع الھجران" یعنی اے ابوذر! اپنے بھائی مومن کو چھوڑ دینے اور متنازعہ ترک کر دینے سے بچنا اور ہجران نہ اختیار کرنا وجہ یہ ہے کہ ہجران (یعنی قطع تعلق) قائم رکھنے کی صورت میں کوئی عمل عند اللہ قبول نہیں ہوتا۔
(امالی شیخ طوسی، ج ۲ ص ۱۵۱ - شیخ الطائفہ طوسی طبع جدید)

ہمارا ایمان ہے کہ ان وسایا و نساخ نبوی کی روشنی میں وہ حضرات آپس میں بالکل متفق العقیدہ و متحد العمل تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف ہرگز نہ تھے۔ مالک کریم ہم نابل و ناکارہ، پراگندہ دل و پریشان حال لوگوں کو ان نفوسِ طیبہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرما کر آخرت و عاقبت میں ان پاکیزہ خاطر ہستیوں کے قدموں میں جگہ عنایت فرمائے۔

و آخذ دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی الخیر
خلقہ رحمۃ للعلمین و علی اصحابہ و اہل بیتہ و عترتہ جمعین
و اتباعہ باحسان الی یوم الدین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(محتاج دعا ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ۔ جامعہ محمدی صنلع جھنگ پنجاب)

ادارہ شعبان ۱۳۹۱ھ و اکتوبر ۱۹۷۱ء

مراجعات کے کتاب جماعتیں حصہ اول صدیقی

نمبر شمار نام کتاب مع مصنف سن وفات یا تالیف

- ۱ - قرآن مجید
- ۲ - کتاب الخراج امام ابی یوسفؒ ۱۸۲ھ
- ۳ - کتاب الآثار امام ابی یوسفؒ ۱۸۲ھ
- ۴ - مسند ابوداؤد (الطیالسی) ۲۰۳-۲۰۴ھ
- ۵ - المصنف للمحافظ الکبیر ابی بکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی (۱۱ جلد) ۲۱۱ھ
- ۶ - مسند حمیدی للمحافظ ابی بکر عبداللہ الزبیر الحمیدی ۲۱۹ھ
- ۷ - کتاب الاموال امام عبید القاسم بن سلام ۲۲۲ھ
- ۸ - غریب الحدیث ابی عبید القاسم بن سلام البروی ۳ جلد ۲۲۲ھ
- ۹ - طبقات محمد بن سعد (کاتب واقدی) ۸ جلد ۲۳۰-۲۳۵ھ
- ۱۰ - المصنف ابی بکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ الکوئی (رقلمی) ۲۳۵ھ
- ۱۱ - کتاب نسب قریش مصعب زبیری، ابو عبداللہ المسعب بن عبداللہ بن المسعب الزبیری ۲۳۶ھ
- ۱۲ - کتاب الطبقات خلیفہ ابن خیاط (البرعمرو) ۲۴۰ھ
- ۱۳ - مسند احمد امام احمد ابن حنبل اشیبانی (۶ جلد) معہ منتخب کثیر العمال ۲۴۱ھ

- ۱۴ - کتاب المحبر لابى جعفر البغدادى (ابو جعفر محمد بن حبيب بن اُمّية بغدادى) ۲۲۵ھ
- ۱۵ - الصصح البخارى . محمد بن اسماعيل بخارى (۲ جلد) ۲۵۶ھ
- ۱۶ - التاريخ الكبير محمد بن اسماعيل بخارى (۸ جلد) ۲۵۶ھ
- ۱۷ - صحیح مسلم مسلم بن حجاج القشیری ۲۶۰ - ۲۶۱ھ
- ۱۸ - سنن ابن ماجه ابو عبد الله محمد بن يزيد ماجه ۲۶۳ - ۲۶۵ھ
- ۱۹ - ترمذی شریف ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی ۲۶۵ - ۲۶۹ھ
- ۲۰ - ابوداؤد ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی ۲۶۵ھ
- ۲۱ - المعارف لابن قتیبہ بن زری ۲۶۶ھ
- ۲۲ - الساب الاثرات احمد بن زید بن زری ۲۶۶ - ۲۶۹ھ
- ۲۳ - فتوح البلدان احمد بن یحییٰ بلذری ۲۶۹ھ
- ۲۴ - مسند البزار ابو بکر احمد بن عمرو البزار البصری (قلمی) ۲۹۲ھ
- ۲۵ - السنن للنسائی ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب ۳۰۳ھ
- ۲۶ - تفسیر لابن جریر الطبری - محمد بن جریر ابو جعفر ۳۱۰ھ
- ۲۷ - کتاب الکنی والاسماء - شیخ ابولشیر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (۲ جلد) ۳۱۰ھ
- ۲۸ - تاریخ الامم والملوک - ابن جریر الطبری (۱۲ جلد) ۳۱۰ھ
- ۲۹ - مسند ابی عوانه - الحافظ الثقة الكبير يعقوب بن اسحاق الاسفرائینی - ۳۱۶ھ
- ۳۰ - شرح معانی الآثار ابو جعفر الطحاوی - احمد بن محمد بن سلامت الازدی المصری - ۳۲۱ھ
- ۳۱ - معرقة علوم الحديث حاکم نیشاپوری ابو عبد الله محمد بن عبد الله - ۴۰۵ھ
- ۳۲ - المستدرک للحاکم نیشاپوری - ابو عبد الله محمد بن عبد الله (۴ جلد) ۴۰۵ھ
- ۳۳ - تثبیت دلائل النبوة - قاضی عبد الجبار الهمدانی ۴۱۵ھ
- ۳۴ - تاریخ جرجان - ابوالقاسم حمزه بن یوسف بن ابراهیم السبھی ۴۲۷ھ

- ۳۵ - حلیۃ الاولیاء لابن نعیم احمد بن عبداللہ اصغہانی (۱۰ جلد) ۴۳۰ھ
- ۳۶ - تاریخ اسغہانی یا اخبار اصغہان لابن نعیم احمد بن عبداللہ اصغہانی (۲ جلد) ۴۳۰ھ
- ۳۷ - کتاب المواقف لابن السمان ۴۲۵ھ
- ۳۸ - فضائل ابی بکر الصدیق لابن طالب محمد بن علی بن الفتح الحرابی العساری ۴۲۶ھ
- ۳۹ - جمہرۃ الانساب لابن خزیم ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن خزیم الظاہری الاندلسی ۴۵۶ھ
- ۴۰ - الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ۴۵۸ھ
- ۴۱ - السنن الکبریٰ لابن بکر احمد بن الحسین البیہقی (۱۰ جلد) ۴۵۸ھ
- ۴۲ - کتاب الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب بغدادی ۴۶۳ھ
- ۴۳ - الاستیعاب لابن عبدالبر اندلسی ابو عمرو یوسف بن عبدالبر النموی ۴۶۳ھ
- ۴۴ - تاریخ بغداد للخطیب ابی بکر احمد بن علی بغدادی (۴ جلد) ۴۶۳ھ
- ۴۵ - الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی ۴۶۳ھ
- ۴۶ - موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی (۲ جلد) ۴۶۳ھ
- ۴۷ - اصول السنن ثمن الائمہ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی سہل السنن (۲ جلد) ۴۸۳ ۴۹۰ھ
- ۴۸ - الفائق للزنجشیری ۵۳۸ھ
- ۴۹ - سیرت عمر بن الخطاب ابو الفرج ابن الجوزی ۵۹۶ھ
- ۵۰ - کتاب الاربعین، امام فخر الدین رازی (محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی) ۶۰۶ھ
- ۵۱ - اسد الغابہ لابن اثیر الجوزی (محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی) ۶۳۰ھ
- ۵۲ - التہذیب و التریب (ذکی الدین المنذری) ۶۵۶ھ
- ۵۳ - تاریخ ابن خلکان ابن خلکان ۶۸۱ھ

- ۵۴ - ریاض النظره فی مناقب العشرة المبشرة لابن جعفر احمد المحب الطبري ۴۹۴ھ
- ۵۵ - وقار العقبي فی مناقب ذوی القربى لابن جعفر احمد المحب الطبري ۴۹۴ھ
- ۵۶ - تفسير مدارك التنزيل لابن البركات عبد الله بن احمد بن محمود بنسفي ۴۰۱ھ
- ۵۷ - مشكوة المسايح للشيخ ولي الدين الخطيب الطبري ۴۳۷ھ (سن تاليف)
- ۵۸ - الجوسر النقي على السنن البيهقي ۴۴۵ھ
- ۵۹ - تفسير البحر المحيط لابن حيان الاندلسي اثير الدين ابو عبد الله محمد بن يوسف (۸ جلد) ۴۴۵ھ
- ۶۰ - تاريخ اسلام الذهبى (مافظ ابو عبد الله بن عثمان الذهبى) ۴۴۸ھ
- ۶۱ - تذكرة الحفاظ شمس الدين الذهبى ۴۴۸ھ
- ۶۲ - المشتقى للذهبي ۴۴۸ھ
- ۶۳ - سير اعلام النبلاء شمس الدين الذهبى ۴۴۸ھ
- ۶۴ - منهاج السنة لابن تيمية احمد بن عبد الحلیم الحراني المشتقى الحنبلى ۴۲۸ - ۴۴۸ھ
- ۶۵ - تفسير ابن كثير عماد الدين ابو الفداء المشتقى - ۴۴۲ - ۴۴۵ھ
- ۶۶ - البدايه والنهايه لابن كثير عماد الدين المشتقى ۴۴۲ - ۴۴۵ھ
- ۶۷ - تاريخ ابن خلدون (عبد الرحمن بن محمد بن خلدون حضرمي) ۴۴۹ھ سن تاليف
- ۶۸ - توضح تلويح - سعد الدين قنارزاني ۴۹۱ھ
- ۶۹ - مجمع الزوائد - لنور الدين الهيثمي (۱۰ جلد) ۸۰۷ھ
- ۷۰ - فتح الباري شرح البخاري - ابن حجر عسقلاني (ابو الفضل احمد بن علي عسقلاني) (۱۲) ۸۵۲ھ
- ۷۱ - الاصابه لابن حجر مع استيعاب (۴ جلد) ۸۵۲ھ
- ۷۲ - تهذيب التهذيب لابن حجر (۱۲ جلد) ۸۵۲ھ
- ۷۳ - النكت على كتاب ابن السلاخ والفيه العراقي، ابن حجر عسقلاني ۸۵۲ھ
- ۷۴ - لسان الميزان لابن حجر عسقلاني (۶ جلد) ۸۵۲ھ

- ۴۵ - عمدۃ القاری شرح بخاری - بدرالدین عینی
- ۴۶ - فتح المغیث - شمس الدین السخاوی (شرح الفقیہ الحدیث للعمداتی)
- ۴۷ - الاسعاف فی احکام الاوقات للشیخ برہان الدین ابراہیم بن موسی
الطرابلسی الحنفی
- ۴۸ - تنویر المحواکک شرح مؤطا امام مالک (بلال الدین سیوطی)
- ۴۹ - وفاء الوفا فی اخبار دار المسطنی لنور الدین السمودی
- ۵۰ - مواہب اللدیۃ لشہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی
- ۵۱ - ارشاد الساری فی شرح بخاری - شہاب الدین احمد البوکری
عبدالماک القسطلانی
- ۵۲ - الزواجر لابن حجر مکی (شہاب الدین احمد بن حجر البیتمی المکی)
- ۵۳ - السواعق المحرقہ لابن حجر البیتمی المکی
- ۵۴ - کنز العمال علی متقی ہندی (۸ جلد) طبع اول
- ۵۵ - شرح فقہ اکبر ملا علی بن السلطان القاری
- ۵۶ - مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری (۱۱ جلد)
- ۵۷ - جمع الفوائد لمحمد بن سلیمان الفاسی (۲ جلد)
- ۵۸ - ازالۃ الخفاء عن خلاۃ الخلفاء - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- ۵۹ - فتح الرحمن (ترجمہ فارسی) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
- ۶۰ - تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز دہلوی
- ۶۱ - غنیمت الکلام مولانا حیدر علی فیس آبادی سن ۱۲۲۶ھ
- ۶۲ - تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی بغدادی
- ۶۳ - فیض الباری حضرت مولانا سید نور شاہ کشمیری

کتاب شیعہ استفادہ مکوہ برائے رحمانیہ حصرہ صدیقی

- ۱ - کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوئی، توفی تریاً ۴۰ھ - مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق
- ۲ - تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی) ۲۵۹ھ - مطبع حیدریہ بیروت
- ۳ - فرق الشیعہ (ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی) من علماء القرن الثالث - مطبع عراق
- ۴ - مقاتل الطالبین (ابو الفرج اصفہانی صاحب الاغانی) تالیف ۳۱۳ھ -
المتوفی ۳۵۶ھ - مطبع ایران
- ۵ - قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابو العباس القمی) (القرن الثالث) مطبع
المعرفیات او الاشعبیات راز ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوئی) مطبع ایران
- ۶ - تفسیر القمی، علی بن ابراہیم القمی - کان فی عصر الامام العسکری وعاش الی منتہی ۳۴۳ھ - مطبع ایران
- ۷ - اصول کافی وفروع کافی مکمل، محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ - نول کشور کھنؤ -
کتاب الروضہ من الکافی از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ -
التنبیہ والاشراف للسعودی ۳۲۵ھ
- ۸ - امالی شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی ۳۸۱ھ - مطبع ایران
- ۹ - علل الشرائک للشیخ الصدوق () ۳۸۱ھ - مطبع حیدریہ نجف عراق
- ۱۰ - معانی الاخبار شیخ صدوق () ۳۸۱ھ - مطبع قدیم ایران
- ۱۱ - "رباں کشتی" ابو عمر محمد بن عمر بن عبدالعزیز طبع بمبئی و ایران - الکشی من علماء القرن الرابع
- ۱۲ - نج البلاغہ از تالیف شیخ سید شریف الرضی ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین سلمہ مصری
رتقیب الطالبین ۴۰۳ھ - الارشاد للشیخ المنید (محمد بن النعمان المفید) ۴۱۳ھ

- ۱۳ - الشافی از السید مرتضی علم الهدی بمع تمخیص الشافی از شیخ ابو جعفر الطوسی
 ۴۰۶ هـ طبع قدیم ایران
- ۱۴ - تمخیص الشافی - شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفه الطوسی - ۴۶۰ هـ
- ۱۵ - الامالی للشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفه الطوسی ۴۶۰ هـ نجف اشرف عراق (جلد ۲)
- ۱۶ - احتجاج طبرسی از شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی ۴۸۵ هـ طبع قدیم ایران
- ۱۷ - تفسیر مجمع البیان للطبرسی (الشیخ ابو علی الطبرسی) ۴۸۵ هـ -
- ۱۸ - المناقب للاخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکی ۵۶۸ هـ
 نجف اشرف عراق مکتبه حیدریه -
- ۱۹ - مناقب ابن شهر آشوب - محمد بن علی بن شهر آشوب مازندرانی ۵۸۸ هـ
 طبع قدیم هندوستان
- ۲۰ - ثمرت نهج البلاغه (حدیدی) ابو حامد عبد الحمید بن بهاء الدین محمد المدائنی ابن
 ابی الحدید: تاریخ تالیف ۶۴۹ هـ، تاریخ وفات ۶۵۶ هـ طبع ایران و بیروت -
- ۲۱ - شرح نهج البلاغه لکمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی ۶۶۹ هـ طبع حیدریه طهران -
- ۲۲ - کشف الغمّه - علی بن عیسی اربلی بمعه ترجمه فارسی ۶۸۷ هـ تبریز - ایران -
- ۲۳ - عمده الطالب فی النساب آل ابی طالب از سید جمال الدین ابن عنبته ۸۲۸ هـ
 طبع حیدریه نجف اشرف، عراق -
- ۲۴ - شرح نهج البلاغه و ترجمه از ملا فتح اللہ القاشانی - ۹۸۸ هـ ایران
- ۲۵ - مجمع الرجال، زکی الدین مولی عنایت اللہ علی القهبائی (تاریخ تالیف ۱۰۱۶ هـ)
- ۲۶ - إحقاق الحق: قاضی نور اللہ شوستری مرعشی ۱۰۱۹ هـ در عهد جهانگیر مقتول شد - ایران -
- ۲۷ - مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری ۱۰۱۹ هـ
- ۲۸ - الصافی شرح اصول کافی ملا خلیل قزوینی: تاریخ تالیف ۱۰۶۷ هـ، نول کشور کهنه

۲۹- مرآة العقول شرح اصول کافی ملا محمد باقر مجلسی ۱۱۱۰ھ - ایران

۳۰- جلاء العیون ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ، ایران -

۳۱- حیات القلوب ۰ ۰ ۰ نزل کشور کهنو -

۳۲- حق الیقین ۰ ۰ ۰ ، کهنو، ایران -

۳۳- بحار الانوار ۰ ۰ ۰ ، ایران

۳۴- حله حیدری از مرزا رفیع باذل ایرانی - تاریخ تالیف ۱۱۱۹ھ -

۳۵- شرح پنج البلاغه المعروف "درة النجفیه" از شیخ ابراهیم بن حاجی حسین الدبلی،

تاریخ تالیف ۱۲۹۱ھ -

۳۶- ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک وزیر اعظم سلطان ناصرالدین قاجار شاه ایران ۱۲۹۰ھ -

۳۷- منتہی الآمال از شیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ -

۳۸- تتمۃ المنتہی ۰ ۰ ۰

۳۹- تحفۃ الاحباب ۰ ۰ ۰

۴۰- فوائد الرضویہ ۰ ۰ ۰

۴۱- فارسی ترجمہ پنج البلاغه از فیض الاسلام سید علی نقی - سن تالیف ۱۳۶۲ھ -

۴۲- منار الہدی (شیخ علی بحرانی)

۴۳- صحیفہ علویہ

۴۴- حضرت عمر (سید علی حیدر بن علی اظہر)

۴۵- ماہیتہ معاویہ (احمد علی کربلائی)

۴۶- کلید مناظرہ (برکت علی گوشہ نشین)

آخری سورتوں کی تفسیر

(تیسرا ایڈیشن)

مولانا سید محمد متین ہاشمی مدظلہ العالی

عام طور پر نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں کے آسانے تشریح

یہ تفسیر اس نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے کہ نماز میں عموماً پڑھی جانے والی سورتوں کے معنی آسان انداز میں ذہن نشین ہو جائیں۔ سورتوں کے بارے میں تمام ضروری معلومات اس میں یکجا کر دی گئی ہیں۔ ہر سورت کے بیان میں ایک حصہ مجرب خواص پر مشتمل ہے بیماری اور پریشانی کو رفع کرنے، جادو اور سحر کے اثرات کاٹنے، برکت اور فراخی و رزق لانے والے آسان اعمال اس میں درج کر دیئے گئے ہیں۔



صفحات — ۲۲۴ کاغذ ۷۰ گرام آفسٹ
عمدہ جلد و نفیس ڈسٹ کور قیمت ۱۸/۰۰ روپے

مکے بکس ۷۵ نجی سٹریٹ، سرکلر روڈ، لاہور

اسلامی حدود

دوسرا ایڈیشن

مولانا سید محمد متین ہاشمی ^{العالی} ^{مظلل}

اپنے موضوع پر اردو میں پہلے اور واحد مستند کتاب

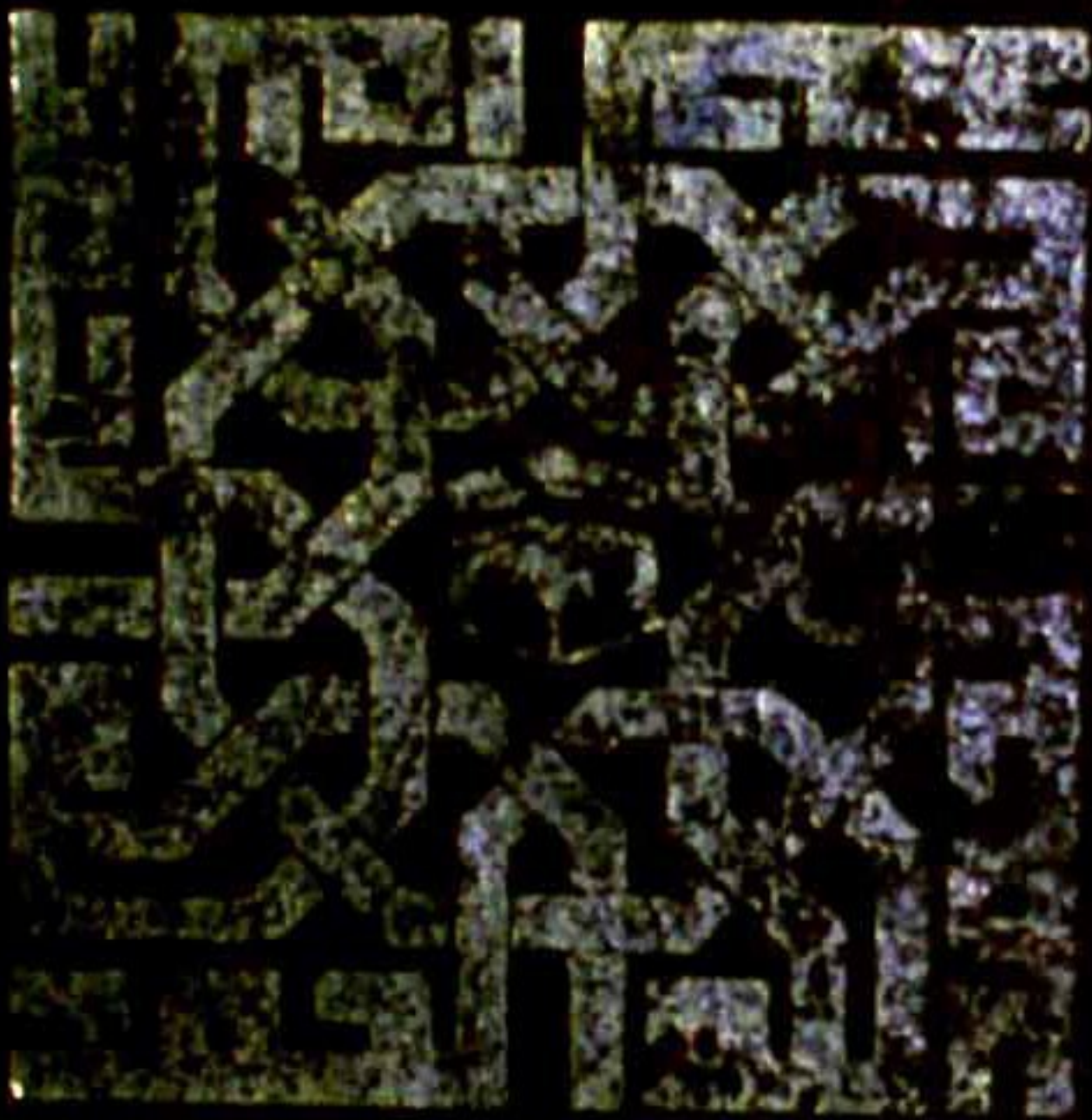
حدود اسلامی پر مفصل اور ہمہ جہت مباحث اس کتاب میں تفصیل کے ساتھ شامل ہیں
ملک میں نظام اسلام کے نفاذ میں مدد دینے کے نقطہ نظر سے یہ کتاب لکھی گئی ہے اور
اس موضوع پر عام دلچسپی رکھنے والے اصحاب کے علاوہ وکلاء اور علماء میں خاص طور پر
مقبول ہوئی ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں اسلامی فقہ کی تقریباً ستر عظیم کتابوں سے مدد
لی گئی ہے۔

”اسلامی حدود“ اپنے موضوع پر حوالے کی مستند ترین کتاب ہے۔

سائز $\frac{18 \times 23}{8}$ صفحات : ۳۲۲
کاغذ و ہائٹ پرنٹنگ عمدہ اور پائیدار جلد۔
قیمت : ۳۵ روپے۔

مکد بکس : پنجٹی سٹریٹ، سرکلر روڈ، لاہور۔

سنة ١٠٠٠
رحمك الله
١٠٠٠



تأليف

حضرت مولانا محمد رفیع صاحب مدظلہ العالی

پندرہواں سال

مکتبہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند